Title - MAZAMEEN HAIRAT
creator - Mirza Hairat Dehelvi
Publisher - Kerzon Press (Delhi).
Date - 1904
Pages - 358.
Subjects - Urdu Mazameen; Delhi - Tareekh; Turkey - Tareekh; Istanbol; Qastantiniya
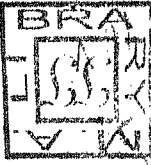
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اندرپت یا اندرپرست

پت علاقہ دہلی میں ایک شہر ہے اور پرانے زمانے کے اندرپرستھ شہر کے جائے وقوع پر واقع ہے۔
رپرست مغل بادشاہوں کا پہلا دارالخلافت تھا۔ پہلا شہر فیروزشاہ کے کوتل اور دریائے جمنا کے
ور گو دریا پہلے مقام سے اب کچھ ہٹ گیا ہے مگر اس کا پہلا پاٹ ابھی تک نمایاں ہے اور اس میں
دیم شہر کی ایک اینٹ بھی سلامت باقی نہیں ہے مگر باوجود اس کے غالب یقین ہے کہ اندرپت
سلمانوں کا پرانا قلعہ اصلی شہر کے صحیح صحیح مقامات پر واقع ہیں ۔

ت کی بنا غالباً پندرہویں صدی میں اُس وقت پڑی جبکہ آریہ نسل کے پہلے پہل فاتح جو پانڈو کے
ہیں گنگا کے زرخیز میدانوں سے چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر حملہ آور ہوئے اور یہاں کے اصلی
ن کو وہ "ناگ" کے نام سے یاد کرتے تھے مار کر بھگا دیا اور اپنے عیش و آرام کے لئے یہاں ایک شہر
س کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا ۔

یان کرتے وقت سر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر مشہور و معروف مورخ ہندوستان تحریر کرتے ہیں کہ دارالخلافت
کے اردگرد اگر کوئی دلچسپی کی بات ہے تو وہ اس شہر کے تاریخی واقعات ہیں دہلی کے گرد ایسا معلوم
، بعد دیگرے شہر آباد ہوتے رہے ہیں اور اپنی اپنی باری برباد ہوتے رہے ہیں جن کے کھنڈروں
ں چاروں طرف اپنا نشان دیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے آثار اب تک پینتالیس میل مربع رقبہ میں پائے

جاتے ہیں +

اس فہرست میں پہلا دارالخلافت اندرپرستھ کے نام سے موسوم ہے۔ جو پندرہویں صدی سے بعد کا بنا ہوا نہیں ہے اور یہ وقت وہ تھا جب آریہ نسل کے حملہ آوروں نے جمنا کے کنارے کی طرف اپنی فتوحات پھیلانی شروع کی تھیں۔ فسانہ مہابھارت میں شاعرانہ انداز سے اس مہم کا حال مفصل ہے کہ کس طرح پانچ بھائی پانڈو آریہ لوگوں کا ایک بڑا مجمع ہستناپور سے اپنے ساتھ لائے اور اُن ناگوں کو مار کر بھگا دیا۔ اُنہوں نے جنگلوں کو صاف کیا اور اندرپرست کا مضبوط قلعہ بنا کر اس پر مگر جب یہ نسل بڑھی تو اُن میں بھی پھوٹ پڑی اور اُن کو اپنے رشتہ داروں سے جو کورہ کے نام سے مشہور لڑائی پیش آئی۔ اور اُن کو شکست فاش دی۔ اس سلطنت کا بانی جدامشٹر تھا۔ اور اس کے خاندان میں شخصوں نے یکے بعد دیگرے حکمرانی کی جس کے بعد رؤسا وزیر نے تخت و تاج غصب کر لیا اور اس کا خاندان پانچ سال تک حکمران رہا۔ اس کے بعد پندرہ گوتموں نے حکومت کی۔ یہاں تک کہ مسیح سے قبل ایک صدی شہر نے دہلی کے نام سے پہلی دفعہ تاریخ میں ظہور کیا اور اُس وقت سے اس علاقہ کے تاریخی واقعات ہند کے واقعات سے بالکل مطابق چلے آتے ہیں +

زمانہ جدید کی ایک تاریخ میں شہر اندرپرست کی نسبت ذیل کی عبارت درج ہے +

بیس میل تک کھنڈر ہی کھنڈر چلے گئے ہیں۔ شہر پر شہر آباد ہوئے اور پھر ان شہروں پر اور شہر اور اُن پر جہاں تک نگاہ ڈالی جاتی ہے مسجدیں مندر۔ محلات۔ قلعے۔ فیل خانے۔ سرائیں۔ کنویں۔ تالاب شکستہ در اور ٹوٹے پھوٹے گنبد نظر آتے ہیں اور ہزارہا عمارات کچھ ایسی بے سروسامانی کی حالت میں پڑی ہیں کہ دیکھ کر یہ یاد آتا ہے +

ازنقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

سنتے ہیں کہ یہاں ۱۸۰۰۰ بزرگوں اور شہیدوں کے مزار ہیں۔ اس مقام پر پہلے پہل ہندوستان کا شہر اندرپرست آباد تھا۔ اور اس کے بعد چھ سات شہر سلطنت مغلیہ کے عہد میں تعمیر ہوئے اور یکے بعد دیگر برباد ہو گئے۔ جہاں جابجا شکستہ دیواروں کے ڈھیر اور بادشاہوں کے محلات اور غریبوں کے جھونپڑوں کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ جہاں کہیں کہیں خوبصورت اور سڈول گنبدوں اور منقش میناروں کے آثار پائے جاتے

پٹھان - مغل - قزلباش - جاٹ - مرہٹے - روہیلے - سب اپنی اپنی باری آئے اور گذر گئے - اتنو یہ حال ہے

حال دارا و سکندر زیر تربت دیکھئے
جنکے ڈنکے بج رہے تھے اُنکی نوبت دیکھئے

انہیں مقاموں میں جہاں پادشاہوں اور امیروں کی بارگاہیں تھیں - اب شیر چیتے - لگڑ بگڑا اور بھیڑیے بسیرا
اور اُن کے مزار اور عبادت گاہیں اور محلات آج کل بھٹوں کا کام دیتے ہیں شکستہ برجوں اور میناروں
ے آکر بسیرا لیتے ہیں - اور بربادی اثر لہجوں میں گذشتہ شان و شوکت کے مرثیے پڑھتے ہیں - کہیں کہیں کسی
سے بندر بھی نکل کر مسافر کا منہ چڑا دیتا ہے اور اُس وقت کسی کی پیشین گوئی جو اُس نے پرانی دہلی کی نسبت
یاد آتی ہے - جنگل کے وحشی جانور تجھ میں بسیرا لیں گے اور تیرے گھروں میں نہایت منحوس پرند چیخیں اور چلائینگے
پر اُلّو پاسبانی کرینگے اور عشرت کی سراؤں میں بنات رنا چیں گے ✤

بربادی کا ہاتھ یہاں تک دراز ہوا ہے کہ دریائی جمنا نے بھی جس پر یہ امید تھی کہ وہ شہر کی آخری اُمید کو اپنے
بخش پانیوں سے تر و تازہ اور سرسبز کریگا دستگیری نہ کی - بلکہ اُلٹا ایسی بنجر اور ریتلی زمین پرانے کھنڈروں
تھ لاکر ملا دی ہے جس سے اور بھی وحشت اور بربادی کا سمان بڑھ گیا ہے - اور وہ میدان جو پہلے اپنی
ں اور زرریزی کے لئے مشہور تھے - اب وہاں گھانس تک نظر نہیں آتی - ہاں کہیں کہیں دلدل کیچڑ اور
، قدرتی تالاب نظر آتے ہیں جو وحشت خیز آسمان کو اور بھی دو بالا کرتے ہیں ✤

کریٹ بد نصیب کریٹ

تو سلطنت عثمانیہ سے علیحدہ نہیں ہوا۔ بلکہ اصل پوچھو تو تو نے ایک خونریز اور کامیاب فساد کی بنیاد ڈال دی۔ ترکوں کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ بغیر خون بہائے اُنہوں نے ایک جزو سلطنت کو علیحدہ ہونے دیا۔ تجھ میں اے خوشنما جزیرے اسلام کے لاڈلے بچوں کا بہت کچھ خون بہہ چکا ہے۔ اُن کے لالہ گوں خون سے صدیوں تیری زمین سینچی گئی ہے اور اخیر میں تو نے اچانک ان سے نظریں پھیر لیں۔ اور اُنہیں فی الحال ہمیشہ کے لیے تجھ سے رخصت ہونا پڑا۔

صلیب کا نشان تجھ پر اُڑے گرجوں کی گھنٹیوں سے تیرے گلی کوچے اور پہاڑ گونجیں تثلیث پرستی ہوشیاری باتیں بے پروائی سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ مگر سب سے غضبناک نظارہ جو خون کے آنسو رُلا رہا ہے وہ یہ ہے کہ تجھ پر ایک ایسی قوم حکمران بنائی گئی ہے جو انتہا درجہ بزدل۔ کوتاہ اندیش۔ ظالم اور نادان ہے۔ دغابازی اور فریب اس میں موجود ہے۔ بزدلی کے کل معائب اس کے خون میں ملے ہوئے ہیں اور شجاعت کے کسی ہُنر کی ان کو ہوا تک بھی نہیں لگی ہے۔ یونانیوں کو کون نہیں جانتا اور اُن کی بُزدلانہ طرزِ عمل سے کون واقف نہیں ہے جنہوں نے بے بس عورتوں اور اپنے ہی معصوم بچوں کو جنگ حال میں ریل گاڑی سے گولیاں مار مار کے گرا دیا اور خود جان بچا کے بھاگ گئے۔ جگہ کے لئے افسروں نے سپاہیوں کو نشانہ بنایا اور سپاہیوں نے افسروں پر فیر کئے۔ تو اگر بالکل برباد کر دیا جاتا تو اتنا گلہ نہ تھا۔ اگر تیری اینٹ سے اینٹ بج جاتی تو کچھ تاسف نہ تھا یہ رنج کہ تو ایک بزدل قوم کے ماتحت کر دیا گیا ہے ہمیں کسی طرح بھی نہیں بھولتا۔

مسلمانوں کے حقوق تجھ پر بہت ہیں اور تو انہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ تیرے ذرہ ذرہ میں اسلامی گرم گرم خون کے چھنٹے سے قطرے ملے ہوئے ہیں۔ اور تیری سرزمین پر شجاعانِ اسلام کے نقش قدم ابھی تک دکھائی دیتے ہیں۔ کریٹ بد نصیب کریٹ افسوس تجھ میں ابھی تک خونریزی کی قوت باقی ہے اور وہ ایک نہ ایک دن ہو کے رہے گی۔

اس بد نصیب جزیرے کی کچھ جغرافیائی اور تاریخی حالت بھی سُننی چاہیئے جو ہمیں ابھی خون کے آنسو رلا چکا ہے۔ انگریزی جغرافیوں میں اس جزیرے کے پائے تخت کو "کانڈیا" لکھا ہے۔ لفظ "کانڈیا" عام طور پر یہ خیال کیا گیا ہے کہ یورپ کی کسی زبان سے مشتق ہوا ہے۔ حالانکہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ جب سنہ ۲۱۰ ہجری میں مسلمانوں نے اس جزیرے کو فتح کیا تو اُس کے شمالی ساحل پر ایک شہر آباد کیا اور اُس کا نام خندق رکھا۔ یہ جزیرہ

کا نام بھی یہی مشہور ہوگیا۔ یوروپ کی زبانوں میں لفظ "خندق" بگڑ کے "کانڈیا" بن گیا۔ حال کے عربی جغرافیوں میں اس جزیرے کا نام "کندیہ" لکھا گیا ہے جو اسی لفظ کا معرب ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان جغرافیہ دان اُس کے قدیم نام خندق کو بھول گئے ✤

کریٹ اس جزیرے کا قدیم نام ہے۔ جس کی تعریب "قریطش" یا "اقریطش" ہے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں اس جزیرے کا نام اقریطش لکھا ہے اور مسلمانوں کے قدیم جغرافیوں میں بھی یہی نام صحیح ہے۔

یہ جزیرہ بحر روم میں مجمع الجزایر یونان کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا دور ۳۶۰ میل سے کم نہیں ہے۔ طول ۱۵۰ میل ہے اور چھ میل سے ۳۵ میل تک چوڑا ہے۔ اس کا طول بلد شمالی ۳۴ درجے ۳۵ دقیقہ اور ۳۵ درجے ۴۳ دقیقے کے درمیان ہے۔ آبادی ایک لاکھ ساٹھ ہزار جس میں پچاس ہزار ترک باشی بزوق وغیرہ مسلمان ہیں ✤

اس جزیرے کے ساحل ناہموار ہیں زمین پہاڑی ہے اور اُس میں جابجا نشیب و فراز ہیں۔ وادی کی زمین سرسبز و شاداب ہے آب و ہوا فرحت بخش اور صحت افزا ہے۔ پہاڑ کا ایک بلند سلسلہ اس جزیرے کے طول میں سے ہو کے گذرتا ہے۔ "ایڈا" پہاڑ اس کے مرکز میں سے اُٹھتا ہے جس کا ارتفاع ۷۶۷۴ فیٹ ہے یونانیوں کی "میتھالوجی" (یعنے علم الخرافات) میں لکھا ہے کہ اس پہاڑ پر کاری بیٹر (قریطوس) نے یونانیوں کے مشہور دیوتا جیپٹر (مشتری) کو تعلیم دی تھی۔ "افیتمون" جو مشہور دوا ہے اس کو سب سے اوّل اسی جزیرے کے باشندوں نے دریافت کیا۔ بلکہ بعض کا یہ خیال ہے کہ طب یونانی کے ابتدائی اصول اسی جزیرے میں ایجاد ہوئے ہیں ✤

لیموں۔ نارنگی۔ شراب انگوری۔ خرنوب۔ شہد۔ کشمش۔ روئی۔ ریشم۔ غلہ۔ روغنی تخم۔ یہ یہاں کی پیداوار ہے۔ تجارتی اشیا حسب ذیل ہیں۔ چمڑا۔ صابون۔ سن۔ اسپرٹ ✤

اس جزیرے کے گرد جو سمندر موجزن ہے اس میں اکثر طوفان آیا کرتا ہے۔ چنانچہ احمد زکی آفندی نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جب ہمارا جہاز اس جزیرے کے پاس پہونچا سمندر میں تلاطم شروع ہوا اور جہاز تہ و بالا ہونے لگا۔ انگریزوں کے تجارتی اور جنگی جہاز اس جزیرے کے پاس سے ہو کے گذرتے ہیں۔ ترکوں کے جہاز بحیرۂ مامورا سے نکل کے مجمع الجزایر یونان کے مشرق سے گذرتے ہیں۔ اور اس جزیرے کے شمالی ساحل پر پہونچ جاتے ہیں ✤

مسلمانوں کی فتح سے پہلے یہ جزیرہ رومیوں کے قبضہ میں تھا سنہ ۵۴ ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے جنرل جنادہ بن ابی امیہ نے جزیرہ ارواد کو فتح کرنے کے بعد اس جزیرے پر لشکر کشی کی۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں اس جزیرے کا ایک حصہ مفتوح ہوا۔ ہارون رشید کے عہد حکومت میں حمید بن معیوف نے جو اس کی فوج کا بحری سپہ سالار تھا اس جزیرے پر حملہ کیا۔ اور اس کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا + اس کے بعد مامون رشید کے جنرل ابو حفص اندلسی نے پہلے ایک قلعہ پر قبضہ کیا پھر بتدریج فتوحات حاصل کیں۔ یہاں تک کہ سنہ ۲۱۰ ہجری میں مسلمانوں نے پورا قبضہ کر لیا۔ رومیوں میں سے کوئی شخص اس جزیرے میں نہیں رہا۔ اور ان کے تمام قلعے برباد کر دیئے گئے +

خلفائے عباسیہ میں سے مطیع اللہ کے عہد حکومت میں نقفور بن فقاس نے اس جزیرے پر حملہ کیا اسکے بعد سنہ ۳۴۹ ہجری میں ارمانوس بن قسطنطین نے بہتر ہزار فوج سے اس پر لشکر کشی کی اور ایک سال تک محاصرہ کرنے کے بعد سنہ ۳۵۰ ہجری میں اس جزیرے کو بزور شمشیر فتح کیا۔ عبد العزیز بن شعیبہ کو جو مطیع اللہ کی طرف سے اس جزیرے کا گورنر تھا اور مامون رشید کے سپہ سالار ابو حفص اندلسی کی اولاد میں تھا مع بیوی بچے گرفتار کر کے اس جزیرے میں اس قدر کشت و خون اور قتل و غارت کیا کہ تاریخ میں اس بے رحمانہ سانحہ کے نقوش خون کی سیاہی سے لکھے ہوئے ہیں +

قلعہ کو بالکل برباد کر دیا اور اس کے پتھر سمندر میں ڈال دیئے ارمانوس جب اس جزیرے کو فتح کر کے قسطنطنیہ واپس آیا تو مال غنیمت اور اسیران جنگ کے تین سو جہاز اس کے ساتھ تھے +

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں جو ۶۱۵ھ میں تصنیف ہوئی لکھا ہے کہ اس جزیرے پر اسوقت تک اہل یوروپ قابض ہیں۔ بہت علما اور محدثین اس جزیرے کی خاک میں سوتے ہیں جن میں سے محمد بن عیسےٰ اقریطشی حدیث کے نامور عالم ہیں۔ خدا معلوم موجودہ حالت میں ان کے مزاروں کی کیا کیفیت ہو گی +

ترکوں نے سلطان محمد خاں رابع کے عہد حکومت میں سنہ ۱۰۸۰ ہجری مطابق ۱۶۶۹ء میں بیس سال کے متواتر معرکوں کے بعد اس جزیرے کو فتح کیا۔ اسوقت وینشین قوم اس جزیرے پر قابض تھی۔ آج دوسو انتیس برس کے بعد بغیر خون بہے ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ خبر نہیں آیندہ کیا ہو۔ لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے نے ایک ایسی خونریزی کا بیج بو دیا ہے جو آیندہ ہو گی اور پھر اس کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہ ملیگی +

قسطنطنیہ

یا

اسلامبول

قسطنطنیہ یا دو براعظموں کا شہر حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ سو سٹھ برس پہلے اپنا ظہور بتاتا ہے۔ اس عظیم الشان شہر کے چھ نام ہیں۔ تین زمانہ جاہلیت کے اور تین زمانہ تمدن و تہذیب کے۔ آخر الذکر تین ناموں کو مختلف پیرایوں میں علمائے جغرافیہ اور مورخین نے استعمال کیا ہے۔ ایک نام جو مسیح کی پیدایش سے پہلے رائج تھا اور عام طور پر وہی زبان زد تھا۔ آخر کار ایسا مٹا کہ کتابوں میں بھی دیکھنے میں نہیں آتا اور وہ بدقسمت نام "بائیزن شیم" ہے جو اس شہر کے اصلی بانی نے رکھا تھا ✦

تاریخوں میں یہ روایت ہوئی ہے کہ "بائی زاس" اپنے وطن کے ایک گروہ کو لیکر چھ سو ساٹھ برس قبل از مسیح "میگیرا" یونان کے چھوٹے سے شہر سے روانہ ہوا۔ جب وہ اس جگہ پر پہونچا تو غیب سے ایک آواز آئی کہ یہی جگہ ہے جہاں تجھے بستی بسانے کا حکم ہوا ہے "ڈارڈنیلز" سے ہوکر "بائی زاس" وہاں پہونچا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے دریائے باسفورس شروع ہوتا ہے۔ یہ سب ایک چھوٹے سے شہر کالسیڈن میں اپنے جہازوں سے اُتر پڑے۔ یہاں ان ہی کے ہموطن سترہ برس پہلے آباد ہو چکے تھے۔ یہ چھوٹا سا شہر اندھوں کا شہر کہلاتا تھا۔ ہیروڈوٹس کی تحقیق کے ایرانی سیاح نے جب وہ بائی زین شیم آیا تو اس نے اس جگہ کو قوت اور شوکت کا مقام پایا مگر یہاں کے باشندوں کو عجیب بیہودہ معاشرت اور خراب زندگی میں دیکھا تو اسے اندھوں کے شہر کے نام سے پکارا ✦

ایرانی سیاح نے تو شاید بطور مضحکہ کہا ہوگا۔ مگر مورخ لکھتا ہے کہ یہ اس قدر مشہور ہوا کہ قیامت تک نہیں مٹ سکتا۔ یہاں بائی زاس نے ایشائی کنارے سے یوروپی جانب ایک ایسے مقام پر قبضہ کر لیا جو زبان حال سے وعدہ کر رہا تھا کہ میں تمہارے لئے ایک باجاہ وجلال اقبال پیدا کروں گا ✦

غرض اس مقام نے اپنے وعدہ کی تکمیل کی یا اُسے ایفا کیا اور روز بروز اسقدر ترقی ہوتی رہی کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ ایک عظیم شہر بن گیا۔ اور اسے اس قدر عروج ہوا کہ جب "ہیرو ڈوٹس" نے اسے دیکھا ہے تو اس وقت یہ بڑی تجارت گاہ اور صلح و جنگ کے لئے بطور سنیٹ ہو گیا تھا۔ اس کی آبادی بھی بہت بڑھ گئی تھی اور اس میں غیر معمولی تازگی پیدا ہو گئی تھی۔ خشکی کی جانب کسی حملہ آور کے لئے ناممکن الفتح تھی اور ابھی اس شہر کو زیادہ ترقی ہونی تھی کہ گرجے اور مضبوط فصیلیں تعمیر ہو گئیں۔ اور یہ سب روک تھام وحشیوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے کی گئی

تھی۔ غلہ کی خوب تجارت ہوتی تھی اور اس ملک کی آمدنی کا دوسرا ذریعہ ماہی گیری تھا۔ جس سے روپے کی ایک مقدار کثیر جمع ہوجاتی تھی۔ اس کی دولت اس قدر بڑھی کہ اس کے بندر کا نام گولڈن ہارن (شاخ زرین) ہوگیا۔ چنانچہ اب تک ہم بھی اس نام سے پکارتے ہیں +

اب جوں جوں اس کو عروج ہوتا گیا۔ اس پر چاروں طرف طمع کی نظریں پڑنی شروع ہوئیں۔ سب سے اول ایران کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے اپنے لایق سپہ سالار کی ماتحتی میں ایک زبردست لشکر روانہ کیا۔ جس نے پیرڈیون ٹیبز اور باسفورس پر فتح پر حاصل کی اور بالآخر شہر زرین کو بھی فتح کر لیا۔ ایک زمانہ تک تو یہاں ایران کی حکومت رہی مگر چار سو تریسٹھ برس قبل از مسیح یونیا کی خطرناک بغاوت نے حکومت ایران کا خاتمہ کر دیا اور اس پر فضا شہر کی کنجیاں یونانیوں کے ہاتھ میں دیدیں +

ادھر سات سو اٹھاسی برس قبل از مسیح پلیٹیا کی جنگ نے مشرق اور مغرب کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ ادھر یونانیوں کے ہاتھ میں آتے ہی یہ شہر جنگ ہائے عظیم کا مرکز بن گیا۔ چوبیس بار اس پر حملہ کیا گیا۔ اور چھ بار یورش سے فتح کر لیا گیا +

ہر بار اس کے باشندے قتل کئے گئے اور بازاروں میں فروخت کئے گئے۔ آخر اس شہر کی قسمت میں مسیحی سنہ کا زمانہ آگیا اور قسطنطنین اعظم نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ سولہ برس سے یہاں ملکی لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اور آئے دن کے قحط اور جنگوں نے اُسے برباد کر دیا تھا یہاں تک کہ قسطنطنین آن دھمکے۔ اپنی بنیاد پڑنے سے دس صدی بعد یہ شہر قسطنطنین کے (جو سلطنت رومتہ الکبرےٰ کا حقیقی شہنشاہ تھا) ہاتھ میں آگیا۔ تمام فسادات اور خانہ جنگیاں دور ہوگئیں اور اس شہر کی نئی قسمت پھر شروع ہوئی۔ تین سو تیس عیسوی کے عرصہ میں اس شہر کی تاریخ بالکل بدل گئی قسطنطنین کو یہ شہر تجارتی منافعوں اور جنگی مقاصد کے لیئے اس قدر موزون معلوم ہوا کہ اس نے یک لخت رومتہ الکبرےٰ کو چھوڑ کر اُسے اپنا پایہ تخت بنا لیا۔ اب دو نام اس کے واسطے منتخب کئے گئے۔ ایک تو "رومتہ الکبرےٰ جدید" اور دوسرا "شہر قسطنطنین"۔ ہر شے میں تجدید پیدا ہوگئی اور گیارہ صدی تک خوب جاہ و جلال بنا رہا۔ نئے قلعے تعمیر ہوگئے۔ اور شہر کی باہر کی پانچ پہاڑیاں نئی قلعہ بندیوں میں محافظ بنائی گئیں۔ جہاں اس زمانہ میں بھی بندر سے بحیرہ مامورہ تک میلوں اُن آثار قدیمہ کا کھوج ملتا ہے جو نہایت شکستہ حالت میں ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن زمانہ انہیں مٹا کر رہے گا +

فاتح شہنشاہ کی یہ خواہش تھی کہ "رومتہ الکبرےٰ" کی طرح اس نئے دار الخلافہ کو بھی بنائے چنانچہ اُس نے

بکثرت حمام۔ سڑکیں۔ نہریں اور گرجے تعمیر کئے جو ہنوز باقی ہیں۔ مگر پھر بھی رومۃ الکبریٰ قدیم کی قسطنطنیہ کی برابری نہ کر سکا۔ گو اس میں صدہا شاہی محلات اور امرا کی حویلیاں اور عامہ خلایق کے مکانات بکثرت تعمیر ہو کے آباد ہو گئے تھے ۔

اس کے سوداگر دولتمند تھے۔ شہر میں تہرتیں اور سپان تش کی وجہ سے سونے چاندی کی کثرت نے اسے ایک مشہور اور معروف شہر دنیا میں بنا دیا۔ یہ سچ ہے کہ دنیا میں صرف ایک ہی شہر ہے جہاں ہزاروں اتار چڑھاؤ اور ہزاروں تغیرات ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کی سوانح عمری لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ہے ۔

سنہ ۳۲۰ء سے ۱۴۵۳ء تک متفرق شاہوں کی تخت نشینی پر ملکی لڑائیاں۔ ہنگامے۔ بغاوتیں خوب زور و شور کی ہوتی رہیں۔ جنہوں نے بہت کچھ اس کی عظمت کو نقصان پہونچایا۔ اسی عرصہ میں ایرانیوں نے اس پر کئی بار حملے کئے عربوں نے اس پر چڑھائی کی سب سے پہلے حضرت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک فوج کی سرکردگی میں اس کا محاصرہ کیا اور بعد میں یہ ہو گیا تھا کہ شہنشاہان قسطنطنیہ خلفائے عباسیہ کو خراج دیا کرتے تھے۔ خود عیسائی مجاہدین نے جو جنگ صلیبی میں ثواب کمانے آئے تھے اسکا محاصرہ کیا اور اسکے باشندوں کو سخت ایذائیں دیں۔ آخر محمد ثانی نے اس پر حملہ کیا۔ اور سینٹ صوفیہ پر بجائے صلیب کے ہلال کا نشان اڑایا ۱۴۵۳ء سے اس شہر کے نام کے ساتھ پایہ تخت عیسائیت اڑ کر دار الخلافہ اسلام ہو گیا۔ اب رومۃ الکبریٰ کی سلطنت صرف اپنے قدیم کھنڈروں۔ فصیلوں۔ نہروں اور مسیح گرجوں سے کچھ کچھ اپنی پرانی ترقی کی داستان کہتی ہے ۔

قدیم محل سرائے سلطانی

بلاشبہ تمام یورپ میں دنیا کے دوسرے کونے تک کوئی مقام ایسا ہوگا کہ جس کا نام کان میں پڑتے ہی استعجاب اور تواریخی عبرتناک واقعات کا تماشا ہو بہو آنکھوں کے آگے دکھا دے اور اس کا خیال آتے ہی عقل چکر میں اور عالم سکوت کی حالت میں ہو جائیں۔ جس میں بڑے بڑے راز دارانہ واقعات ٹرکی کے پوشیدہ ہیں ۔

سلطان محمد ثانی سے جس نے اس محل سرائے کی بنیاد ڈالی۔ سلطان عبد المجید تک۔ جس نے اسے ترک کر کے دولما باغچہ میں سکونت اختیار کی پچیس سلاطین جلوہ فرما رہے ۔

فتح قسطنطنیہ کے بعد یہاں خاندان سلطانی نے اپنے قدم جمائے۔ اس کی دیواروں کے اندر کیا کیا عجیب واقعات ظہور پذیر ہو گئے۔ یہیں سلاطین پیدا ہوئے۔ تخت نشین ہوئے۔ معزول کئے گئے۔ قید کئے گئے اور یہیں ہلاک کئے گئے۔ یہیں سازشوں کے بازار گرم ہوئے۔ اور یہیں بغاوتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہی محل سرا ہے جہاں

اُس جاہ و جلال نے قول ہار دیا تھا جو شہنشاہاں نے یوروپ کے خواب میں بھی نہیں آسکتا محبت۔ خیالی امیدیں۔ کرب و بلا۔ منصوبے بازی۔ مایوسی جو اکثر اوقات دیواروں کے اندر منڈلاتی رہیں۔ اگر اُن کی زندہ اور اصلی مجسم تصویریں دیکھنا چاہو تو یہیں ملیں گی۔ جن کا صرف ایک خیالی سایہ باہر پہنچا تھا مگر محل سے کسی کو خبر نہ ہوسکتی تھی ❖

یہ نادر الوجود واقعات کا مخزن استمبول کی مشرقی پہاڑیوں پر بنا ہوا ہے ایک طرف سے بحیرہ مامورا اپنے پانی سے اس کی شست شو کرتا ہے اور اس کی دوسری جانب دہانۂ باسفورس اور شاخ زرّین ہمکنار رہتی ہے

یہی مقام ہے جہاں فتح اسلام سے پہلے بائی زین تیئم کا اکیا پولس عظم رہتا تھا اور اسی کے قریب شہنشاہوں کے محلات بنے ہوئے تھے اب بھی اس کے چاروں طرف اُن محلات کے جنہیں شہنشاہان قسطنطنیہ نے بنایا تھا۔ کچھ آثار باقی ہیں محرابیں نصف زمین میں دھس چکی ہیں۔ سنگ مرمر کے گنبدوں پر پریشانی برستی ہے۔ بڑے بڑے ستونوں کے ڈھانچ رہ گئے ہیں۔ بعض گر پڑے ہیں اور سخت ابتری کی حالت میں اِدھر اُدھر پڑے ہیں ❖

یہی جگہ ہے جہاں محمد ثانی بعد فتح سیدھا چلا آیا تھا۔ کیونکہ اُس نے شہنشاہان یونان کے محلات کی بہت ہی تعریف سنی تھی۔ اور وہ یہی مقام ہے جہاں اُسنے کھڑے ہوکر فارسی کے یہ اشعار پڑھے تھے اور اُس وقت وہ سخت آبدیدہ تھا ؎

چشم عبرت بین کشا و حال شاہان را نگر ❖ تا چساں از گردشِ گردون گردان شد خراب

پردہ داری مے کند بر قصر قیصر عنکبوت ❖ بُوم نوبت مے زند بر گنبدِ افراسیاب

چند روز بعد محمد نے یہ حکم دیا کہ ایک صاف مقام پر ایک محل بنے۔ چنانچہ یہ وہی محل ہے جسے ہم نے محل سرائے قدیم سے تعبیر کیا ہے مگر سلیمان اعظم کے وقت میں اس اصلی محل سرائے میں اور بہت سے محلات اپنا و کئے گئے جواب صاف طور پر ممتاز ہیں ❖

مجاہت سلاطین کے شوق تعمیری اور آتش زدگیوں نے اس کی اصلی صورت کو بہت کچھ بدل دیا ہے قومی ترقی نے یہاں نئے نئے لباس بدلے ہیں۔ ریل اسی میں سے گذری ہے ریل کی گاڑیاں خاموشی سے اس کی دیواروں میں سے گذرتی ہیں اور بیٹھنے والوں کو استمبول کی ایک پریشان صورت نظر آجاتی ہے ❖

اس شہنشاہی عمارت کے مقدس احاطہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں چند صدی گذشتہ کے اُن عجوبہ روزگار واقعات کا ذکر کروں جو خاص اسی محل سرائے قدیم میں ہوئے اور جن کی یادگار کے نقوش نہ صرف دنیا کی تمام تواریخ میں پائے جاتے ہیں بلکہ زمانہ کی پیشانی پر روشن اور جلی خط میں لکھے ہوئے

ہیں - اور جب تک زمانہ باقی رہے گا وہ بھی فنا نہ ہونگے ؂

سمندر کی نیلی تیز موجوں کے بیچ میں باسفورس اور بحیرۂ مامورا کے بڑے نصف دائرہ کے وسط میں پہاڑی کا سبز جنگل نظر آتا ہے - وہ جنگل جس میں بے تعداد یادگاری درخت ہیں جو میناروں اور دیواروں سے محاط ہے اور جہاں توپوں کی گرج اور سنتریوں کی للکار سنائی دیتی ہے - ایک بلند قطع پر وسیع مستطیل صورت میں محلسرائے کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں جو تین ایوانوں میں تقسیم ہوئی ہیں - اُن میں مختلف الالوان بلند بلند چھتیں طلائی گنبد - سنگ مرمر کے مینار - نصف درختوں کے جھنڈ اور باغوں میں چھپے ہوئے لاثانی شان اور عظمت کی شہادت دیتے ہیں شہنشاہی عمارت کا یہ نظارہ ہے جو بادی النظر میں دکھائی دیتا ہے - گو یہ بہت وسیع نہ ہو جیسا کہ قصر الحمرا مگر اس کی تقسیم در تقسیم ناظرین کو اس قدر تعجب میں ڈالتی ہے کہ ایک بار دیکھنے کے بعد بھی یہ استعجاب میں ڈال دینے والا نظارہ خیال سے نہیں جاتا ؂

خاص اور بڑا دروازہ جو باب ہمایون کے نام سے مشہور ہے اور جو پشت پر سے ایک چھوٹے مربع پر ایا صوفیہ میں کھلتا ہے - اپنے سیدھے سادے فن عمارت کے لحاظ سے وہ مثل قلعہ کے دروازہ کی ہے اس کے اوپر ایک سنگ مرمر کی تقطیع لگی ہوئی ہے جس پر یہ لکھا ہوا ہے - یا اللہ مالک کی دائمی عظمت کو نگاہ رکھ یا اللہ اس عمارت میں مضبوطی دے - یا اللہ اس کی بنیادوں کو مستحکم کر دے ؂

اسی دروازہ کے سامنے کسی زمانہ میں استنبول کے باشندے صبح کو جمع ہو جاتے تھے تاکہ اُن مجرموں کے سروں کو دیکھیں جو شب کو ہلاک کئے گئے ہیں - یہ سر تو ایک طاق کے سامنے لٹکا دیئے جاتے تھے یا چاندی کے لگنوں میں رکھ کر سنگ مرمر کے چبوترے پر رکھ دیئے جاتے تھے ؂

روزمرہ اسی دروازہ میں سے ہزاروں اُمرا سردار رئیس ہر درجہ اور مرتبہ کے لوگ داخل بارگاہ سلطانی ہوتے تھے - ظفریاب لشکر فتوحات حصص یوروپ کی خبریں اسی دروازہ میں سے لاکر حضور سلطانی میں گذارتے تھے - فوجوں کی فوجیں - ہتھیار - جھنڈے اور مفتوحین سپہ سالاروں کے سر اسی دروازہ میں سے گھستے تھے - ایک زبردست محافظ فوج ہر وقت یہاں پہرہ دیا کرتی تھی - حکم ملنے کے بعد جب میں ہشت پہلو ایوان میں گیا تو میں نے ایک عجیب قسم کی فرش بندی دیکھی - جس کی خوبصورتی میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا - یہاں دوسرا دروازہ شروع ہوتا ہے جس کے اندر ایوان جان نثاری ہے یہ بڑا ایوان اب تک موجود ہے - اس کے گرد بے قاعدہ عمارتیں اور تر و تازہ درختوں کے جھنڈ عجیب لطف دیتے ہیں - اس کے سامنے اور اس کے گرد ایک زمانہ میں شفاخانہ -

خزانہ سلطانی۔ شہنشاہی اصطبل۔ فوجی مکانات اور اعلےٰ افسروں کی حویلیاں بنی ہوئی تھیں جو لوگ دیوان خانہ میں جانا چاہتے تھے انہیں اسی ایوان میں سے ہو کر گذرنا پڑتا تھا۔ اور اعلیحضرت سلطان المعظم سے اسی ایوان میں ہو کر شرف ملازمت حاصل ہوتا تھا۔

گروہ کے گروہ یہیں سے گذرتے تھے صبح سے شام تک امرائے دربار زرق برق وردیاں پہنے ہوئے یہیں سے آتے جاتے دکھائی دیتے تھے۔ جن میں جان نثاریوں کے سفید عمامے علیحدہ معلوم ہوتے تھے۔ سلطان کی محافظ فوج کے خود فولادی اور اُن پر چاندی کا کام اور جواہر نگار طلائی پرتلے پڑے ہوئے سلطنت کا عظمت و جلال ظاہر کرتے تھے۔ وزیر اعظم کے ملازمین سنہری چوبیں ہاتھوں میں لئے ہوئے اور بہالہ بردارون۔ تیراندازوں اور دوسرے سرکاری ملازموں کے جھنڈ کے جھنڈ یہیں سے آتے جاتے دکھائی دیتے تھے۔ یہیں بڑے بڑے عہدہ دار علے الصباح اپنی اپنی زرّیں وردیاں پہنے ہوئے سلطان المعظم کے احکام لینے کے لئے حاضر رہتے تھے ہر ایک اپنی وردی کے خاص رنگ سے پہچانا جاتا تھا۔ اسی طرح وزیر اعظم اپنے پھیکے سبز رنگ لباس سے ممتاز معلوم ہوتا تھا۔ اور شیخ الاسلام بنفشئی رنگ سے صاف شناخت ہو سکتا۔ مفتی کا سفید لباس تھا۔ اور شیوخ کا روشن نیلا رنگ تھا اور گہرا سبز رنگ شہنشاہی اراکین کے افسر اعلےٰ کا ہوا کرتا تھا اور خاص اُس شخص کا جو مقدس جھنڈا اُٹھا کر چلتا تھا۔ فوجی سپہ سالار سرخ بوٹ دربار کے ملکی عہدہ دار زرد بوٹ۔ اور علما نیلے رنگ کی جوتیاں پہنا کرتے تھے۔

اسی طرح صدہا عہدہ دار چشم زدن میں گذر جاتے تھے جن کی پیشانیوں پر ایک ہی قسم کا رُعب وہ بھی ایک ہی شخص کا جسے ظل اللہ اور خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے ہویدا ہوتا تھا۔

دربار عام یا بارگاہ سلطانی میں داخل ہو کر دو گنبدوں کے بیچ میں سے ایک تاریک رستے میں سے گذر کر اس دروازہ پر پہونچتے ہیں جس کا نام "درصحت" ہے جو اب تک جوں کا توں موجود ہے اس کے پیچھے کمرے اور متعدد راستے ہیں جو سیدھے دیوان کی طرف جاتے ہیں وہ یہی جگہ ہے کہ جب ارکان دولت میں سے کوئی شخص مغضوب سلطانی ہوتا تھا تو یہیں اُسے سزا دیجاتی تھی۔ اب آج کل جیسا کہ میں نے خود جا کر دیکھا ہے بائیں جانب ایک محرابی رستہ کے نیچے اس قید خانہ کا دروازہ لوہے کا ہے جہاں امرا قید ہوا کرتے تھے اور وہ قیدی یا تو زمانہ قید ختم کر کے رہا ہو جاتے تھے یا یہیں سے جلا وطن کر دیئے جاتے تھے۔ ہاں اگر وہ ایم المجلس ہو۔ تو تختہ دار پر جان بھی تسلیم ہو جاتے تھے۔

اس دروازے سے گذر کر ہم اندرون بارگاہ سلطانی میں پہونچ جاتے ہیں۔ زمانہ عروج میں عظیم الشان مکان اور محل سرائیں اس میں بنی ہوئی تھیں جن پر سرو و شمشاد کا سایہ پڑتا تھا۔ اور ان کے بیچ میں سنگ مرمر کے ستونوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ جانب چپ کمرۂ شورے لئے تھا اس پر سونے کا مینا کار گنبد بنا ہوا تھا اس سے کچھ آگے بڑھ کر استقبال کا مقام تھا۔ اس سے بہتر عمارت یورپ میں ملنی مشکل ہے اس کے سنگ مرمر کے ستون ان پر نہایت استادی سے مینا کاری کا کام بلند بلند چھتیں جن پر نقشی گلکاریاں۔ دیواریں طلائی زنگار رنگ کی بیلوں سے جگ مگ کرتی ہوئیں سنگ تراشی اور صناعی کے اعلےٰ نمونوں کا مخزن بن رہی تھیں۔ یہیں سلیمان اعظم نے اول ہی بار ایک عیسائی حکمراں کے سفیر کو شرف باریابی بخشا تھا۔ اس کے بعد مفصلہ ذیل سلطنتوں سے اسی خوبصورت مقام پر اس کی خدمت میں سفیر حاضر ہوئے تھے۔ چارلس پنجم۔ فرانسیس اول کی طرف سے اور دولت ہائے ہنگری۔ سرویہ پولینڈ۔ دولت جمہوری جنوا اور وینس کی طرف سے۔

دوسری بارگاہ کے اخیر میں ایک بہت بڑا دروازہ ہے جسے در راحت کہتے ہیں اس دروازہ میں سے تیسری بارگاہ سلطانی میں پہونچ جاتے ہیں۔ یہاں سلاطین کے خاص کمرے تھے۔ ان رازدار عمارتوں کے حالات کہ ان میں غم و خوشی محبت و عشق کے کیا کیا تماشے ہوگئے مطلق معلوم نہیں۔ یہ راستہ تھا اور یہ عمارتیں تھیں۔ جن کا لوگوں کو بڑا ادب ملحوظ خاطر تھا۔ اسی دروازہ میں...... بغاوت کا شعلہ بارہا اٹھا جس نے کئی بار سلطنت ترکی کے خاکستر کر دینے کی دھمکی دی اسی بارگاہ میں باغیوں کا جوشیلا ہجوم خون آلود تلواریں لئے ہوئے سخت اشتعال خیز اور غیظ انگیز حالت میں کھڑا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

جاں نثاریوں کا مہیب ہجوم خونریزی پر آمادہ یہیں کھڑا ہو کر سلطان سے مطالبہ کرتا تھا کہ فلاں فلاں وزیر ہمارے حوالہ کر دیے جائیں ورنہ ہم دولت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ یہ آوازیں وحشت اور خون کی بھری ہوئیں سلطان کے کمرۂ خاص میں جاتی تھیں۔ اس بغاوت کے فرو کرنے میں ہر طرح کوشش کی جاتی تھی اور جاں نثاریوں کو ٹھنڈا کیا جاتا تھا مگر کوئی چیز ان کے لئے سوائے ان وزرا کے جنہیں وہ مانگتے تھے اطمینان نہ دیتی تھی۔ جب پانی سر سے گذر جاتا تھا اور سلطان یہ سمجھتا تھا کہ بغیر ان کا مطالبہ پورا کئے اب اپنی جان کی بھی خیر نہیں ہے۔ تو ناچار وہ وزیر اعظم۔ وزیر خزانہ۔ خواجہ سرا۔ مصاحب خاص فوجی افسروں وغیرہ کو دیدیا کرتا تھا۔ اور ان بیچاروں کی اسی جگہ یکے بعد دیگرے گردنیں اڑا دی جاتی تھیں۔ اس قسم کے فساد اور خونی بغاوتیں عمر ثالث کے زمانہ میں ہوئی تھیں۔ جاں نثاریوں نے اس وقت حملہ کیا کہ جب عمر دربار کر رہا تھا انہوں نے محمد پاشا کا سر مانگا۔ اور یہ خوف دیا کہ اگر محمد پاشا کا سر

نہ دیا گیا تو ہم سلطان کی محل سرا میں گھس آئیں گے۔ سلطان نے آخر مجبوری حکم دیا کہ محمد پاشا کو حوالہ کر دیں چنانچہ خود سلطان کے آگے وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اسی مقام پر عمر دارابع کے وقت میں جان نثاریوں نے بغاوت کی اور اس کے بھی یہی خونی نتائج ہوئے باغی سلطانی محل سرائے کے بیرونی حصہ میں گھس آئے اور وزیر اعظم حافظ اور چند امرائے سلطانی کو مانگا یہ سب سترہ تھے۔ ان کے مطالبہ پر حوالے کئے گئے اور انکی گردنیں اڑا دی گئیں +

در راحت سے گذر کر ہم ایک پر جلال بارگاہ میں پہونچتے ہیں۔ جس کے گرد بکثرت خوبصورت عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اسی میں سلطانی تخت ہے۔ یہیں خزانہ ہے اور اسی جگہ حرم سرا ہے یہیں وہ عجیب و غریب حمام بنا ہوا ہے جو سلیم ثانی نے بنوایا تھا۔ اس میں بڑے بڑے ہال سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ جن پر مینا کاری کا طلائی کام ہو رہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بعض وقت سلاطین بیٹھ کر الف لیلہ کی کہانیاں سنا کرتے تھے۔ اسی کے قریب ایک کمرہ ہے جہاں حضرت رسالت مآب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں رکھی ہیں۔ آپ کا عمامہ مبارک جو سال میں ایک نہ ایک بار بڑے ادب سے بھری مجلس میں کھولا جاتا ہے۔ یہیں واجب التعظیم مقدس اور مبارک جھنڈا رہتا ہے اس پر کبھی ایک ریشمی غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اور یہ اسوقت کھولا جاتا ہے کہ جب سلطنت کے خطرہ میں پڑنے کا پورا خوف ہو جاتا ہے۔ جو چیز کہ نہایت متبرک اور قیمتی ہو بس یہیں رکھی ہوئی ہے۔ اس بڑی عمارت کے آخری گوشے میں حرم سرا ہے جو تفتیش خیز درختوں سے گھری ہوئی ہے۔ یہاں پہلے سلاطین کی بیگمیں رہا کرتی تھیں اس میں صدہا فوارے اور حوض بنے ہوئے ہیں جن کی خوبصورتی اور لطافت کی تعریف نہیں ہو سکتی جس طرح کہ صنعت اور کاریگری نے قول ہار دیا ہے۔ اسی طرح فطرت نے اسے حسین بنانے میں اپنا پورا ہنر اور اپنی بے نظیر لیاقت کی پوری ہنگی دکھا دی ہے۔ اب اسکے چاروں طرف بھری ہوئی بندوقیں اور ننگی تلواروں کا پہرہ لگا ہوا ہے۔

یہاں وہ لوگ رہتے تھے جن سے سلاطین بہت خوش تھے اور ان کی علیحدگی کسی وقت کی بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ بغداد اور وہ بغداد جو خلیفہ ہارون رشید اور مامون کے وقت میں تھا برباد ہو گیا۔ اس لئے الف لیلہ کے پڑھنے سے اپنا لطف نہیں آتا اگر کوئی سچا اور ہو بہو نظارہ الف لیلہ کے قصص کا دیکھنا چاہے تو خلفائے عثمانیہ کے محل دیکھ سکتا ہے۔ ایک نگاہ پڑتے ہی اسے معلوم ہو جائے گا کہ الف لیلہ کے پیچ بہشتم نزدن میں وہ مکانات محلات باغات آگے لا کے کھڑے کر دیئے کہ جن کی خوبصورتی نہ تو کسی شاعر کا بے لگام خیال اور نہ کسی مصور کا قلم ظاہر کر سکتا ہے ان مقامات میں بغیر سفرا کی سفارش کے کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا چونکہ خوش نصیبی سے ہمیں سفیر انگریزی

کی سفارش نصیب ہوگئی تھی اس لیئے ہم نے معہ اور دس ساتھیوں کے بہت آزادی سے یہاں کی سیر کرلی۔ ہمارے گرد سوائے سنگ مرمر کی عمارتوں کے اور کچھ نہ تھا اور ان ہی عمارتوں میں سلاطین عثمانیہ کا وہ خزانہ رکھا ہے جس میں وہ وہ بیش بہا چیزیں موجود ہیں جو تمام دنیا میں نہ نکلیں گی اور یورپ باوجود اس ترقی اور دولت وثروت کے بھی ویسی ایک چیز بھی پیش نہیں کرسکتا ❖

حقیقت یہ ہے کہ جس نے یہ مقام منتخب کرکے محل بنایا وہ بڑا ہی دوربین اور عالی دماغ شخص تھا۔ یہی مقام گویا دو بڑی عظموں کی کنجی ہے اور اسی کے نیچے کل ترکی ملک پڑا ہوا ہے۔ اس مقام کی بزرگی اس کا جاہ جلال اور اس کی وسعت اپنا ثانی تمام یورپ میں نہیں رکھتی ❖

ہم صحن بارگاہ کو طے کرکے اس مقام عظیم میں پہونچے جسے دیوان کہتے ہیں اس میں ہمیں جانے کی اجازت ملی۔ ہمارے رہنما دوست نے ہم سے کہا کہ اس دیوان کی قریب قریب وہی حالت ہے جو زمانہ قدیم میں تھی اور اس میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا ہے یہ مکان مربع صورت کا ہے اور اس میں بکثرت کھڑکیاں ہیں جن میں جواہر نگار چلونیں پڑی ہوئی ہیں۔ اس میں کسی قسم کا اثاث البیت نہیں سوائے خاص اس مقام کے جہاں وزرا بیٹھ کر معاملات سلطنت طے کیا کرتے تھے۔ اس کی دیواریں چھتیں ساری طلائی ہیں ننھی گلکاریاں اور سنہری پھول بوٹے دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ❖

اب بھی اس مقام کو دیکھ کر تن بدن میں لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ بڑے بڑے حاکم صوبہ سپہ سالار ملکی عہدہ دار یہاں کھڑے ہو کر کسی مقدمہ میں اظہار دیتے تھے اور اس سلطنت کا وزیر اعظم یہاں بیٹھتا تھا۔ کہ جس کے ہاتھ یورپ اور ایشیا کی کنجیاں تھیں۔ یہیں سے یورپ کی فتح کے لیئے احکام نافذ ہوتے تھے اور یہیں سے یورپ کے بڑے بڑے ملکوں کے پائے تخت پر ظفر موج فوج کے بڑھنے کا حکم دیا جاتا تھا ❖

ہم نے اس کے متعدد کمروں کو دیکھا جن میں سوائے چند غالیچوں کے اور کچھ اثاث البیت نہ دکھائی دیا ہاں بعض میں گھنٹے ضرور رکھے ہوئے تھے۔ دیواریں نہایت ہی مزین ہیں اور جو گلکاریاں بنائی گئی ہیں وہ قرآن مجید کی آیتوں سے بنی ہوئی ہیں۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمد ثانی نے اپنے ہاتھ سے نقشہ بنا کر یہ عمارت بنوائی تھی اور قرآن مجید کی اکثر آیتیں اسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ علاوہ خوشنویس ہونے کے اعلیٰ درجہ کا دستکار بھی تھا جب ہم اس سے آگے بڑھے تو ایک ایسے مقام پر پہونچے جو عربی فن عمارت کا نمونہ ہے اور یہاں مشرقی جاہ وجلال اور تزک واحتشام کا

کھوج ملتا ہے۔ عربی دستکاری فن عمارت اور نقشی گلکاریوں نے ہمیں گذشتہ شان و شوکت یاد دلادی دیواریں سنگ مرمر کی نہیں معلوم ہوتیں۔ بلکہ وہ سنہری گل بوٹوں سے لپی ہوئی ہیں۔ فرش ایرانی مرصع غالیچوں کا ہو رہا ہے۔ جن پر جواہر نگار بیلیں اور جھالریں بنی ہوئی ہیں جب آفتاب اپنی سنہری کرنوں سے نور افشانی کرتا ہے تو عجیب لطف آتا ہے ان کی چمک اور دمک دگنی . . . . . ہو جاتی ہے اور ان پر مطلق آنکھ نہیں ٹھیرتی اور ایک ایسا سماں دکھائی دیتا ہے جسے آنکھ کبھی نہیں بھول سکتی ❊

اس کو طے کرکے ہم اُس جگہ پہونچے جہاں تخت رکھا ہوا ہے۔ یہ کمرہ جس قدر وسیع ہے اسی قدر عجیب و غریب ہے۔ یہاں متعدد و برنجی ستون نظر آئے۔ جن پر سونے کے پتری چڑھے ہوئے ہیں اور اُن پر قیمتی جواہرات لگا ہوا ہے اُن جواہروں کی قیمت کا اندازہ کوئی بڑا جوہری کرسکتا ہے۔ اس میں جو تخت بچھا ہوا ہے گو اس کی ہیئت تخت طاؤس سے مختلف ہے مگر ایک مبصر اندازہ کرسکتا ہے کہ اس کی قیمت میں کئی تخت طاؤس بن سکتے ہیں۔ بڑے بڑے یوروپی جوہری اس تخت کو دیکھنے آئے مگر کوئی اس کی اصلی قیمت کا اندازہ نہ کرسکا اور یہ امر مسلّم ہوچکا ہے کہ اس سے زیادہ ٹرکی میں کوئی قیمتی چیز نہیں ہے۔ پہلے سلاطین عثمانیہ اسی تخت پر جلوہ فرا ہوتے تھے اور اسی تخت کے پائے پر بڑے بڑے وزیر سپہ سالار شہنشاہان یوروپ کے ایلچی بوسے دینا اپنا دائمی افتخار سمجھتے تھے۔ تخت کے سامنے ایک کھڑکی ہے جو جواہرات سے بھری ہوئی ہے اسی کھڑکی میں سے سلطان تخت پر آکے بیٹھا کرتا تھا ❊

یہاں سے ہم دوسری بارگاہ سلطانی میں پہونچے جو فن عمارت عربی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اور اسی میں کتبخانہ سلطانی ہے۔ وہ برنجی دروازہ جس میں ہوکر ہم کتبخانہ میں جاتے ہیں اپنی عمدگی اور جواہر نگاری میں لاثانی ہے اور اس میں اس صنعت سے کام ہو رہا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ ایسی باریک بیلیں اور گلکاریاں ہاتھ سے کیونکر بن سکتی ہیں پیچ در پیچ بوٹے اس قدر حیرت انگیز ہیں کہ بس گھنٹوں آدمی ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھا کرے۔ کمرے میں الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ جن میں نادرالوجود اور عجیب غریب تصانیف ترکی۔ فارسی۔ عربی مصنفوں کی رکھی ہوئی ہیں۔ اور ساتھ ہی قلمی قرآن مجید۔ سلاطین ترکی کے دیوان اور مصنفہ کتابیں سنہری جلدوں کی جگ مگ کر رہی ہیں۔ اُن کے پاکیزہ خط جس سے آنکھوں میں نور اور روح کو تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اپنا مثل نہیں رکھتے وہ تصانیف جن کا نام تک ہمارے کانوں میں نہیں پڑا اور جو ہزاروں روپے پر بکی سکتی ہیں اسی کتبخانہ میں موجود ہیں۔

(خزانہ سلطانی)

کتبخانہ کو خوب دیکھ کے ہم خزانہ سلطانی میں گئے یہ وہ خزانہ نہیں ہے جسے دار السعادت کے نام سے پکارا جاتا ہے بلکہ یہ وہ خزانہ ہے جسے سیاح بڑی سفارش پر دیکھ سکتا ہے اور جہاں ترکی کی قیمتی اشیا رکھی ہوئی ہیں۔ جو پاشا کہ یہاں کا افسر اعلےٰ تھا۔ اُسے پہلے ہی سے اطلاع دیدی گئی تھی کہ اس گروہ کے لئے وہ دروازہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ ہمارے جاتے ہی دروازہ کھولدیا گیا۔ ایسی درخواستیں منظور نہیں ہوتیں۔ جبتک خاص طور پر سفیر کوشش نہ کرے اور بڑے بڑے ترکی افسروں کے پاس سفارش نہ پہونچائے۔ ہمارے ساتھ اعلےٰ حضرت سلطان المعظم کا ایڈیکانگ بھی تھا خیر یہ دروازہ کھلا جسکے معاینہ کرنے کی ہمیں از حد خواہش تھی۔ اس میں ایک اور دروازہ تھا جس کی کنجی ایک مخملی صندوقچی میں رکھی ہوئی تھی۔ اور اس مخملی صندوقچی پر جواہر ٹنکا ہوا تھا۔ غرض اسی کنجی سے یہ بھی دروازہ کھلا۔ اس کے بعد ایک اور دروازہ دکھائی دیا جس کے قفل پر سلطانی مہر لگی ہوئی تھی۔ اعلےٰ حضرت سلطان المعظم کے ایڈی کانگ نے وہ مہر توڑی۔ اخیر خدا خدا کرکے اس دروازہ کے کھلنے کی بھی نوبت آئی۔ فوراً ایک فوجی گارڈ آموجود ہوا اور جگہ بجگہ اس کمرے میں اس کے افسر نے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ یہ انتظام صرف اس لئے کیا گیا تھا تاکہ ہم کسی چیز کو جو ہمارے آگے ہوگی ہاتھ نہ لگائیں بلکہ صرف نگاہ سے دیکھ لیں۔ اگرچہ اس کی ہمیں ہدایت بھی کردی گئی تھی مگر مزید نگرانی کے لئے فوجی دستوں کا ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

کیا حیرت انگیز اور ششدر کرنے والا نظارہ ہماری نظر سے گذر گیا۔ ہم حیران تھے کہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں۔ علی بابا کی غار کی دولت جس کا ذکر الف لیلہ میں ہوا ہے اسکے آگے ہیچ معلوم ہوتی۔ آٹھ صدی کے بیش قیمت نادر الوجود جواہرات اور اعلےٰ درجہ کی صنعتی اشیاء یہاں رکھی ہوئی ہیں۔ جب باہر کی آفتابی روشنی کی چکاچوند ہماری آنکھوں سے کم ہوگئی۔ بلکہ قریب قریب جاتی رہی تو ہمیں قسم قسم کے جواہرات کی دھیمی دھیمی روشن شعاعیں آنکھوں میں اپنا اثر کرنے لگیں۔ لعل ہیرے نیلم پنا یاقوت موتی غرض جواہر کی قسم سے ہر شے نہایت اعلےٰ درجہ کی جس کی نظیر شاید مشکل سے یوروپ کی سرزمین سے ملے ہمیں بکثرت یہاں دکھائی دے رہی تھی بہت سی حیرت انگیز اشیاء ایسی تھیں جن کا زمانہ تاریخی نہیں معلوم ہو سکتا اور جن کی غیر فانی خوبصورتی اور لازوال قیمت کی صفت اب بھی جوں کی توں باقی تھی یہ صنعتی جواہر نگار تاریخی یادگار سلاطین اشیاء مختلف قسم کی تھیں۔ ان کی رنگارنگی اور بھی استعجاب پیدا کرتی تھی یہاں ہر زمانہ کے آلات حرب دکھائی دیئے۔ چنگیز خاں کی ڈھالیں تلواریں بہ عجیب آراستگی سے رکھے ہوئے دیکھے۔ سب سے زیادہ عجیب ترین امر یہ تھا کہ چنگیز خان سے لگاکے محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ تک کل سلاطین منگولیہ اور عثمانیہ کے ہتھیار اور بالخصوص وہ ہتھیار جو ان کے قبضہ میں تھے اور کسی وقت اپنے پاس سے علیحدہ نہ کرتے تھے

یہاں سجے ہوئے ہیں۔ ان ہتیاروں پر چاندی سونے کے قبضوں وغیرہ کے علاوہ سب پر بکثرت جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ جواہرات وہ ہیں کہ کروروں پونڈ خرچ کرنے کے بعد بھی بمشکل سے مل سکتے ہیں ہر طرز اور قد کی مختلف الماریاں دیکھیں جن میں یاقوت رمانی جڑے ہوئے اپنی شاہانہ عظمت ظاہر کر رہے تھے۔ بعض پر لعل چمک رہے تھے۔ اور بعض کی نیلم یا یاقوت رونق بڑھا رہے تھے۔ قہوہ پینے کی پیالیاں جو جواہرات سے بنی ہوئی تھیں اور جن کے کناروں نے مدت تک قہار سلاطین کے لب مس کئے ہیں اس خوبصورتی اور حسن انتظام سے سجی ہوئی تھیں کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ ان پیالیوں سے اُن سلاطین عثمانیہ کے ہاتھ اور لب مس کر چکے ہیں جن سے کسی زمانہ میں یوروپ کانپا کرتا تھا اور جنہوں نے وائنا پائے تخت آسٹریلیا پر ہلال کا عثمانی جھنڈا اُڑایا تھا۔

قرابے۔ صراحیاں۔ آفتابے۔ مختلف الالوان صُور اور رنگا رنگ اور نئی نئی طرز اور عجیب صنعت و حرفت کے جن کی لاجواب صنعت درحقیقت سمجھنی بہت مشکل ہے ہم نے حیرت اور استعجاب سے دیکھے یہ اعلےٰ صنعت سے بنائے گئے ہیں اور ان میں بیش قیمت جواہرات جڑے گئے ہیں اسی قدر ان میں یہ قوت پیدا ہوگئی ہے کہ ناظرین کے دل کو جبراً اپنی طرف مائل کر لیں

طرح طرح کے زین ولجام جن پر ایک بے مثل زردوزی کا کام ہو رہا ہے اپنی اپنی جگہ بحفاظت رکھی ہوئی ہیں۔ زین پوشوں پر جواہرات کے پھول اور بیلیں اس خوبصورتی سے بنائی گئی ہیں جن کے آگے کو شیروانی غالیچہ بھی گرد ہوتا ہے کسی قسم کا کلابتوں یا سلمہ نہیں لگایا گیا ہے بلکہ ان زین پوشوں پر سونے اور چاندی کے باریک تاروں سے جواہرات کے پھول بوٹے اور بسنتی گلکاریاں بنائی ہیں جن سے شاہان عثمانیہ کا اصلی جلال ہویدا ہوتا ہے۔

پھر سلاطین سابق کے بیٹھنے کی کرسیاں ہیں اُنہیں جواہرات رنگا رنگ سے اسقدر چھپا دیا ہے کہ بہت غور کرنے کے بعد بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کرسیاں بنی ہوئی کاہے کی ہیں آیا صرف جواہرات ہی سے ان کی ساخت کی گئی ہے یا کسی لکڑی کی بنائی گئی ہیں۔ موتی ہیرے اور لعل اتنے بڑے بڑے جڑے ہوئے ہیں کہ ہم دیکھ کر خیال آتا ہے کہ ایسے نادرالوجود جواہرات اس قدر اور اس وزن کے کہاں سے دستیاب ہوئے ہوں گے۔ جن کی نظیر ظاہر طور پر تو کہیں بھی نہیں ملتی۔

بہت سی کرسیاں دوسری قسم کی ہیں اور ان میں صرف زبرجد ہی زبرجد لگایا گیا ہے میں نے ایک نیم مدہوشانہ حالت میں ٹکٹکی باندھ کے ان زبرجد کی کرسیوں کو دیکھا تو مجھے بالکل یہی معلوم ہوا کہ سمندر کی نیلی موجیں آہستہ آہستہ بہہ رہی ہیں اور ان میں نیلی روشنی کے چمکارے پیہم نکل نکل کے ہم سب کی آنکھوں میں چکا چوند کر رہے ہیں۔

اس میں ہرگز شک نہیں کہ ان چیزوں نے ہیں سخت متعجب بنا دیا۔ اس میں کلام نہیں کبھی ہم ان چیزوں پر نظر ڈالتے تھے۔
اور کبھی حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کی صورتوں کو تکنے لگتے تھے۔ تمام ہی چیزیں اس مقام میں ایسی تھیں کوئی بھی ایسی چیز
نہ تھی جس پر نظر ڈالنے سے ہمیں کم استعجاب ہوا ہو +

اب ہمارا استعجاب اور ہماری حیرت کو اور بھی ترقی ہوتی ہے اور ہم ایک ایسی چیز کا ذکر کرتے ہیں جسے
شاعر کا بے لگام خیال اور مصور کا خودسر قلم بھی نہیں کھینچ سکتا اور وہ ہاتھی دانت کا تخت ہے جس کی صنعت
اور کاریگری کی تعریف ہم سے نہ پوچھو۔ لاکلام اعلےٰ صنعت اور اعلےٰ کاریگری اس پر ختم کر دی گئی ہے اسکی
طلائی قلم کاریاں اور منبّت کاریاں ایک ایسا دایمی اثر ناظر کے دل پر ڈالتی ہیں کہ مدت العمر اس کا نقش لوح دل
سے محو نہیں ہوتا۔ پھر ان پچی کاریوں پر رمانی یاقوت۔ شاہوار موتی اور سلطانی لعل جڑے ہوئے ہیں اور نشست
کی جگہ ایک طلائی کپڑا بچھا ہوا ہے جس کی بناوٹ بھی اسی قدر حیرت انگیز ہے جتنا اس عجیب تخت کی قیمت کا اندازہ
اگر اس کی اصلی اصلی قیمت لگائی جائے تو خدا جانتا ہے کئی تخت طاؤس بن سکتے ہیں۔ الحمد للہ کہ زمانہ کی دستبرد سے
یہ ابھی تک محفوظ ہے اگرچہ اب اس پر سلاطین آل عثمان جلوہ فرما نہیں ہوتے پھر بھی اس کے قریب جانے سے
ایک رعب دار جلال اور شاہانہ عظمت کی چمک معلوم ہوتی ہے اور نظر ڈالتے ہی صدیوں کے تاریخی گذشتہ واقعات
چشم زدن میں آنکھوں کے آگے گردش کھانے لگتے ہیں تاریخ جانتی ہے اس تخت پر بیٹھ کے یوروپ کے کس حصہ کے
فتح کرنے کے احکام جاری ہوئے تھے اور ظفر موج فوج نے فتوحات ممالک کی خبریں کس کس وقت یہاں آکے
سنائی تھیں کتنے سلاطین یوروپ کے سفرا نے جبیں نیاز اس تخت سے گھسی تھی اور کتنے حکمران یوروپ کے نیاز مندانہ
نامے اور طلب مدد کی عرضیاں اس تخت کے پایوں کے نیچے ڈالی گئی تھیں +

اس وسیع اور دولت مند کمرے کے بغلی حجروں میں جو اپنی وسعت میں ایک موزون ہال سے کم نہیں
معلوم ہوتے۔ مخمل رومی اور ریشم کی جانمازیں رکھی ہوئی ہیں ان میں سوزن کاری نہیں ہو رہی ہے بلکہ طلائی تاروں
کا اس خوبصورتی اور صنعت سے جال بچھایا ہے اور اس جال میں اس عمدگی سے جواہرات جڑے ہیں کہ بالکل
ایک تر و تازہ جواہرات کا باغ نظر آتا ہے۔ علاوہ ان قیمتی جواہرات کے جن کی قیمت کا ٹھیک اندازہ انہوں نے
ہی بہتر کیا ہوگا۔ جنہوں نے انہیں بنایا ہے سب سے زیادہ متعجب کرنے والی چیز ان جانمازوں کی تاریخ اور انکی بناوٹ ظاہر
سمجھ میں نہیں آتا کہ کن نازک ہاتھوں نے ان کو بنا تھا اور جب یہ خیال آتا تھا کہ بڑے بڑے مغرور سرکش
زبردست سلاطین کی پیشانیاں ان پر ٹکی ہیں۔ تن بدن میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ شہنشاہ جو اپنے کو ظل اللہ اور

نائب یا خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے اور ان کی تاداری کی کہیں پناہ نہ تھی۔ اپنے خداوند حقیقی وحدہ لاشریک کی بارگاہ عالی میں نہایت عاجزی اور فروتنی سے جو ایک سچے مسلمان کا خاصہ ہوتا ہے جبین نیاز۔ انتہا درجہ کی عبودیت تضرع اور زاری کے ساتھ اپنی خطا کاریوں اور گناہوں پر مقر ہو کے ان ہی جانمازوں پر ٹکاتے تھے۔ وہ شہنشاہ جو تقریباً نصف یوروپ کے مالک ہونے پر بھی اپنے کو بدقسمت خیال کرتے تھے۔ چنانچہ سلیمان عاقل کی ترکی نظم میں سے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے جس سے یہ اندازہ معلوم ہو جائے گا کہ اتنا جلیل القدر اور عظیم الشان ہونے پر بھی وہ اپنے کو بدقسمت ہی خیال کرتا تھا۔

جانتا ہوں میں کہ بیشک زندۂ جاوید ہوں۔ میری شہرت ثبت انجم ہے نہیں جس کو فنا
فتح کرلیتا میں آسانی سے ہفت اقلیم کو۔ گر زمانہ میں نہ ہوتا مجھ سا کوئی دوسرا
کیا کہوں یہ تھی مری تقدیر میں سختی بہت۔ اور صدہا مملوں تھی اُن لوگوں سے جن کا زور تھا
جو مقابل تھے مرے تعداد تھی ان کی بہت۔ اور ہر ایک زور و قوت میں بھی مجھ سے کم نہ تھا
یوں تو حاصل کرنے کو حاصل کیا میں نے سبھی۔ پر نہ مانوں گا کہ قسمت کا تھا میں کچھ ڈالا
میری ہمت میں بھی وہ قوت کہ جس کے زور سے۔ میں نے قسمت کو بھی استقلال سے پسپا کیا
اور لی وہ چیز اس سے جس سے انکار اس کو تھا۔ گو خوشامد میں دقیقہ ایک بھی چھوڑا نہ تھا

اس کی فوج کے سپاہی کلام اللہ کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ ۲ الا تعلوا علی واتونی مسلمین (ترجمہ) یعنے میرے خلاف سرتابی کرنے کی مجال نہ کرو بلکہ آؤ میری اطاعت اور سچا دین اختیار کرو +

(ہتھیار)

دوسرے حجروں میں قسم قسم کے قدیمی ہتھیار رکھے ہوئے ہیں۔ جو کسی خیال میں بھی نہیں معلوم ہو سکتے تلواریں جن کے غلافوں پر قرآن مجید کی آیتیں جواہرات سے بنائی گئی ہیں۔ سخت متحیر کرتی ہیں صرف طلائی تاروں سے کام لیا گیا ہے اور سب سے بڑا کمال حروف بنانے کا نہیں کیا بلکہ جو صنعت اس میں رکھی ہے وہ عربی خط کی ہے جواہرات سے وہ خوشخطی پیدا کی گئی ہے کہ شاید کوئی خوشنویس ایسا لکھ سکے۔ پھر پیش قبض دیکھے جن کے قبضے جواہرات سے پر تھے اور ان قبضوں پر عثمانی طغرے بنائے گئے ہیں اور یہ طغرے جواہرات ہی سے بنے ہوئے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے لعل اور ہیرے ہم نے تو آج تک دیکھے نہیں بھالے اور پرانی توڑے دار بندوقیں۔ خوشنما اور جواہر نگار پستول جن پر موتی۔ مرجان اور دوسرے قیمتی اور خوبصورت جواہرات جڑے ہوئے کمروں میں آراستہ ہیں

(ظروف)

صدہا ترکی ساخت کے ظروف جو طرح طرح کے بیش قیمت جواہرات سے بنے ہوئے ہیں قرینے سے سجائے گئے ہیں و سنگ سلیمانی۔ مرجان۔ عقیق۔ پکھراج اور عنبر کی تسبیحاں صندوقچوں کے مختلف خانوں رکھی ہوئی ملاحظہ کیں۔ یہ صندوقچے بھی نئی وضع اور نئی صورت رنگا رنگ کے جواہرات سے بنے ہوئے ہیں جن میں عجیب غریب صنعت رکھی گئی ہے اور سنے ظروف نظر آئے جو عجیب۔ سنگ سلیمانی کے بنے ہوئے تھے ان کی بابت ہم سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنی آزادانہ رائے بیان کرو سب نے بے انتہا تعریف کی اور اصل یہ ہے کہ ان کی سچی تعریف کرنے کے لیئے الفاظ ہی نہیں تھے۔ پھر دوسری جانب گھوڑوں کے زین زین پوش اور گھوڑوں کا ہر قسم کا سامان دیکھا۔ جسے دیکھ کے خدا کی خدائی یاد آتی تھی۔ مگر ان سب چیزوں میں عجیب ترین ایک سنگار آمیز تھی جس نے ہمیں دنگ کر دیا تھا جو کچھوے کی پشت سے بنی ہوئی تھی اس پر لعل۔ یاقوت۔ مرجان۔ مروارید جڑے ہوئے جگ مگ کر رہے تھے میز کے پایوں پر آئینے لگے ہیں۔ اور ان آئینوں کے حواشی پر اس کثرت سے لعل اور ہیرے جڑے ہیں کہ عقل چکرا ہیں اور ہوا س خمسہ سناٹے میں آ گئے ان آئینوں کی چوکٹوں پر جتنے ہیرے اور لعل جڑے ہیں وہ سب بڑے بڑے ہیں چھوٹا ایک بھی نہیں دکھائی دیا۔ چوکٹوں میں اور میز کے کونوں اور حواشی پر چار ظروف جو جالی پڑی ہیں اور جن کا وزن تین یا چار انچ سے کم نہ ہوگا بہی قیمتی بڑے بڑے پتھر ان میں بھی لگائے گئے ہیں میں نہیں خیال کر سکتا کہ اس قدو قامت اور اس کثیر تعداد کے لعل۔ ہیرے۔ موتی۔ مرجان یاقوت وغیرہ آئے کہاں سے اور دنیا کی کن کن کانوں یا شہنشاہان ایشیا۔ آفریقہ اور یوروپ کے خزانوں سے لائے گئے ہیں نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ منوں خوبصورت جواہرات کیوں کر جمع ہوئے ہوں گے۔

(ترکی گھنٹے)

ہم نے ایک مقام پر زمانہ دراز کے صدہا گھنٹے دیکھے جو اپنی عجیب غریب ساخت میں جس قدر تعجب انگیز ہیں اُسی قدر لاثانی ہیں یہ بہت بڑے بڑے ہیں اور ان کا قد تعجب خیز ہے۔ ترک ہی ان حیرت انگیز گھنٹوں کے موجد ہیں کیونکہ ترکوں میں ہمیشہ اس قسم کا مذاق بہت رہا ہے اگرچہ انہوں نے ہمیشہ تلوار کو ہر ایک بات پر سبقت دی ہے تاہم ان کی لاجواب صنعت چشم پوشی کرنے کے قابل نہیں ہے ان گھنٹوں میں جا عجوبہ بات ہم نے ملاحظہ کی وہ یہ ہے کہ صبح سے لے کر نماز عشا تک ہر نماز کے وقت گھنٹہ باآواز بلند گجر بجا دیتا ہے اور انہیں نمازی بہت جلد خدا سے واحد کے حضور سجدہ کرنے اور فرایض دینی ادا کرنے کے لیئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ گذشتہ زمانہ میں اس قسم کے گھنٹے نہ صرف

رکھے جاتے تھے بلکہ تمام بڑے بڑے بازاروں اور مسجدوں میں بھی پائے جاتے تھے۔ گھنٹہ کیا ایک موذن تھا جو نماز کے وقت اذان دینے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہ کرتا تھا ابھی تک یہ گھنٹے صحیح وسالم ہیں اگرچہ اب ان کا رواج نہیں رہا۔ پھر بھی ایک اجنبی شخص کی توجہ اپنی طرف مائل کرنے میں انہیں ید طولےٰ عطا کی گئی ہے ✣

(دولت)

تمام دولت جو یہاں جمع ہے وہ تمام بیش قیمت جواہرات جو یہاں رکھے ہوئے ہیں اس کی قیمت کا اندازہ سلیمان عاقل سلطان وزیر اعظم کے قول سے ہوسکتا ہے جس نے یہ کہا تھا۔ ہم اس دولت سے ایک عظیم الشان بحیرہ جہازات صرف سونے اور چاندی کا بنا سکتے ہیں اور ہر جہاز میں اس قدر جواہرات جڑ سکتے ہیں کہ وہ چھپ جائے اور یہ معلوم ہو کہ وہ جواہرات ہی سے بنا ہوا ہے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان عاقل کے وقت میں جتنی دولت تھی اب ½ بھی نہیں رہی مگر جو کچھ اب موجود ہے وہ ہی انگشت بدندان کرنے کے لئے بہت ہی کافی ہے ✣

(سلاطین کی شبیہیں)

ایک وسیع کمرے میں اور بھی حیرت انگیز چیز جس نے ہمیں سخت ششدر بنا دیا پچیس سلاطین کی شبیہیں محمد ثانی (۱۴۸۱ء) محمود ثانی (۱۸۳۹ء) تک کی رکھی دیکھیں جو اپنی اصلی شاہانہ درباری لباس میں موجود ہیں۔ وہ اپنے جواہر نگار لباس میں نہایت ہی عالیشان نظر آتے ہیں۔ پاجامے نہایت خوبصورت ہیں جو بروسا کے ریشمی کپڑے کے بنے ہوئے ہیں جو پٹکے ان کی کمروں میں پڑے ہیں بیش قیمت جواہرات ٹکے ہوئے ہیں قبضہ صرف لعلوں کا ہے اور ابھی ان کی پوری ہیئت کذائی جوں کی توں باقی ہے۔ بتدریج ان شبیہوں کی تعداد میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور یکے بعد دیگرے یہاں وہ سلاطین جو اپنا زمانہ عمر پورا کر چکے ہیں آکر آرام فرماتے ہیں اگرچہ اب بھی جلال و جبروت سلاطین ہویدا ہوتا ہے مگر ان کا سکوت اور سکون یہ یقین دلاتا ہے کہ سلطنت کی باگ دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور ہم نے اب ہمیشہ کے لئے دُنیا سے کنارہ کر لیا ہے۔ یہاں ملک الشعرائے انگلستان شیکسپیر کے چند اشعار کا ترجمہ کرتے ہیں جو غالباً ناظرین کی دلچسپی بڑھائیگا ✣

آؤ اب ہم قبروں کیڑوں اور بوسیدہ ہڈیوں کے بارے میں ذکر کریں۔
اپنے نوشتہ پر خون کے آنسو بہائیں۔
زمین کے جگر پر اپنے غموں کے نقوش کر دیں۔
وصیوں کو منتخب کریں اور ان سے اپنی مرضی کا ذکر کریں۔

یہ بھی کچھ نہیں۔ بھلا کس کے لئے ہم وصیت کر جائیں۔

اب ہمارے خارج شدہ اجسام کو زمین کے سپرد کردو۔ ہمارے باغات ہماری زمینیں اور تمام ہمارا مال ومتاع ٭

ان میں سے ہم کسی کی نسبت اپنے ہونے کا دعوے نہیں کرسکتے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہماری بن سکے سوائے ایک موت کے جو ہماری ہے اور وہ غیر زمین کا ایک چھوٹا سا قطعہ۔ جس میں ہمارا گوشت پوست آمیز ہوگا اور یہ قطعہ ہمارے جسموں کو بالکل ڈھانک لیگا ٭

خدا کے لئے آؤ ہم زمین پر بیٹھیں۔ اور شاہوں کی غمناک موتوں کی کہانیاں کہیں۔

شاہوں پر کیا کیا گذری جس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ٭

بعض ان کے دوست نما دشمنوں نے جنہیں مار آستین کی طرح پرورش کیا قتل کرڈالا ٭

بعض شاہوں کو ان کی بیویوں نے زہر ہلاہل دیدیا اور بعض اپنی خوابگاہ میں ایسی حالت میں مارے گئے کہ جب وہ بیہوش پڑے سوتے تھے ٭

سب نے اس منحوس تاج پر جو اپنی جانیں قربان کردیں۔ ان شاہوں کے یہ فانی مقابر سامنے افسردہ رنگت میں دکھائی دیتے ہیں ٭

اب ان کے دربار میں درباری موت ہے اور خیالی صورت تخت پر جلوہ افزا ہوتی ہے

ان کی حالت قابل تحقیر ہے اور ان کی جاہ وحشم کا طمطراق زہرخندہ کررہا ہے ٭

اس کی منحوس بادشاہت آن کی آن کے لئے چشم حسرت سے اُس کی طرف دیکھتی ہے لیکن موت کا خوف پھر اُس کی نظریں واپس کردیتا ہے ٭

ان ہی شبیہوں میں فاتح عمرو سلیمان قانل۔ محمد فاتح۔ قسطنطنیہ بھی موجود ہیں جنہوں نے کیا کیا کارنمایاں کیئے۔ اور یورپ ان کے ناموں سے کس درجہ کانپا کرتا تھا اب وہ خاموش بے حس وحرکت کھڑے ہوئے ہیں اور یہ خاموشی اور سکوت اُن کا دائمی ہے ٭

اس عمارت کے دوسرے حصّہ میں خاص ایک مقام ہے جہاں نبی معصوم و برحق محمد عربی رسول خدا احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان تبرکات کے آگے نہ صرف جواہرات کی بلکہ خود سلطنت کی تُرک کوئی ہستی نہیں سمجھتے اور انہیں وہ دنیا سے زیادہ قیمتی جانتے ہیں۔

ے ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ ؛ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز ☆

یہی کیفیت ہے اور ترک ان تبرکات کو ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ ترک کیا تمام اسلامی دنیا کا یہی یقینی و ایمان ہے۔ ان مقدس چیزوں پر غیر مومن کی آنکھ نہیں پڑ سکتی، ہر چند بڑے بڑے شہنشاہوں نے ان کی زیارت سے شرف حاصل کرنا چاہا مگر سوائے نفی میں جواب پانے کے اور کچھ بھی نہیں ملا ☆

ان تبرکات کی تعداد سات ہے۔ ان میں ایک سبز کپڑا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ کا ہے بعض کا یہ مقولہ ہے کہ جب رسول خدا نبی برحق صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کو معراج ہو چکی تھی۔ ایک دن آپ ایک وسیع سبزہ زار میں تشریف لے گئے جہاں سبز ہی سبز جنگل اور کھیت نظر آ رہے تھے تو آپ نے یہ فرمایا تھا "فطرت کا رنگ سبز ہے اسلئے ہماری علامت سبز رنگ رہے گا۔ کیونکہ اسے مداومت اور قیام ہے" اگرچہ کئی صدیاں گذر گئیں پھر بھی اس کی وہی صورت باقی ہے۔ اس چادر پر جو بطور پھریرہ جنگ استعمال ہوتی ہے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لکھوائی تھی۔ جب آپ مکہ معظمہ ہی میں تشریف فرما تھے" جو لوگ تلوار اٹھائینگے۔ انہیں غیر معمولی صلے اور نعمتیں ملیں گی۔ ہر خون کا قطرہ جو زمین پر گرے گا۔ ہر قسم کی جانکاہی جو میدان جنگ میں برداشت کی جائے گی وہ روزے رکھنے اور عبادت کرنے سے زیادہ اجر عظیم کی مستحق ہے۔ اگر وہ جنگ میں شہید ہو جائینگے ان کے اگلے پچھلے گناہ سب بخشے جائینگے اور انہیں فردوس بریں نصیب ہوگی اور وہاں وہ غیر فانی دائمی راحت میں اپنی روحانی زندگی گذاریں گے ☆

یہ تاریخی روایت ہے کہ اس مقدس جھنڈے کو کبھی میدان میں نہیں لایا گیا۔ تاہم جو کچھ اس کی تاریخ ہے ہم مختصر طور پر ذیل میں درج کرتے ہیں ☆

اس چادر کو امیر معاویہ نے اسی ہزار اشرفیوں میں ہدیہ لیا تھا پھر بنو عباس نے آٹھ لاکھ اشرفیوں میں لیا۔ اور اس کے بعد اب یہ آل عثمان کے پاس ہے جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اس کے اعزاز اور احترام میں نمایاں ترقی ہوتی گئی۔ محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کی اپنے جانشینوں کو یہ وصیت ہے کہ اسے کبھی نہ کھولیں مگر اسوقت یہ محمدی جھنڈا کھولا جائے جب پورے طور پر یقین ہو جائے کہ سلطنت نہیں بچ سکتی جب ۱۸۲۶ء میں سلطان محمود دستہ جان نثاریوں نے بغاوت کی اور دولت علیہ عثمانیہ کو نقائص کرنے کی ٹھانی تو ناچار پیشتر کہ جھنڈا کھولا گیا تھا۔ جھنڈا کھلنے کی دیر تھی کہ ایک عام جوش کل مسلمانوں میں پیدا ہو گیا اور سپاہی محمدی جھنڈے

کے نیچے آکر جمع ہو گئے۔ جان نثاری اگرچہ شایستہ اور خوفناک تھے پھر بھی وہ پارہ پارہ کردیئے گئے اور جوشیلے مسلمانوں کے آگے اُن کی خونخواری قواعد اور توپوں کی کچھ بھی دال نہ گلی۔ وائنا کے محاصرہ کے وقت بھی یہ جھنڈا کھولا گیا تھا اور اس سے بڑا نتیجہ مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا ۱۸۷۷ء کی جنگ روم وروس میں بھی یوروپ کئی بار اس جھنڈا کھلنے کی خبروں سے چونک چونک اُٹھا۔ کیونکہ اس جھنڈے کے کھلنے کے یہ معنے تھے کہ عرب۔ شام و ایشیائے کوچک۔ مصر اور ایران میں عام طور پر مذہبی آتش جنگ بھڑک جاتی۔ اعلےٰحضرت سلطان المعظم کی خواہش ہوئی تھی کہ جب ایڈریانوپل میں روس آگیا تو جھنڈا لیکے میدان جنگ میں جانا چاہیئے۔ اس ارادے کی مخالفت آپکے نسبتی بھائی محمود دنے کی اور چند در چند وجوہات سے آپ کو باز رکھا ✤

دوسری متبرک اور مقدس چیز حضور انور نبی معصوم و برحق صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ شریف ہے جس کی روایت صحیح یہ ہے کہ خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بطور تحفہ آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فطری طور پر ہر باایمان پاک دل مومن اس کی بڑی عزت اور احترام کرتا ہے ✤

تیسری چیز حضور رسالت مآب کے ریش مبارک کے چند بال ہیں اور آپ کا ایک واجب الاحترام دانت ہے جو جنگ احد میں شہید ہوا تھا ✤

پانچویں چیز آپ کا ایک قدم شریف ہے ✤

چھٹی چیز تلوار ہے جو حضور انور رسالت مآب نے مرض الموت کے وقت اُسامہ بن زید کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماکے اسے جنگ میں جانے کی اجازت دی تھی ✤

ساتویں چیز ایک پٹکا ہے جو آپ کبھی کبھی اپنی کمر مبارک سے باندھا کرتے تھے ✤

یہ تبرکات ہیں جو ترکی میں محفوظ ہیں اور جو غیر مومن کو ہرگز نہیں چھُنے جاتے جس کمرے میں یہ واجب الاحترام اشیا رہیں اس کی کنجی وزیر خزانہ کے پاس رہتی ہے اور خود اس کنجی کی نہایت سرگرمی سے حفاظت کی جاتی ہے۔ یہ تبرکات خاص خاص موقعوں پر زیارت کے لئے کھولے جاتے ہیں مثلاً خرقہ شریف کے موقع پر جس کا ذکر تفصیل وار ہم آگے کرینگے ✤

اب ہمیں معلوم ہوا کہ ہم ہر شے دیکھ چکے پھر بھی ہم نے ایک اور چکر لگایا اور ان دلکش اور حیرت انگیز چیزوں کو جن کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں ایک نظر سے دیکھا اندر کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور اسکی بڑی سخت

حفاظت کی جاتی ہے ۔یہاں سے فارغ ہوکے ہم اعلےٰ حضرت سلطان المعظم کے خاص کوشک میں گئے جہاں ہمارے لئے قہوہ چاے اور کچھ فصلی میوہ اور سگرٹ رکھے ہوئے تھے ۔کچھ دیر تک ہم نے بیٹھ کے قہوہ پیا۔ پھر ہم اُٹھ کھڑے ہوئے اپنے مہربان پاشا کو جس نے ہمیں یہ سیر کرائی خدا حافظ کہا اور اب ہم دروازوں میں سے ہوتے ہوئے باہر آئے ✤

روانہ ہونے سے پہلے ہم قدیم گرجے سینٹ ارانی میں ہوکے گذرے اس خوبصورت گرجہ کو خود قسطنطین اعظم نے بنایا تھا اب اس میں عجائب گھر اور سلح خانہ ہے اس گرجے کے ایک حصہ میں تو موجودہ زمانہ کے ساخت آلات حرب رکھے ہوئے ہیں اور دوسرے حصہ میں قدیمی ساخت کے ہتھیار ہیں جنہوں نے جبراً ہماری توجہ اپنے اوپر مائل کر لی ۔یہاں سلاطین آل عثمانیہ کے نیزے اور تلواریں ہیں ایک پیش قبض ہے جس کی نسبت ہم سے بیان کیا کہ محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کو اس سے بہت ہی محبت تھی ۔اس کا فولاد دمشقی ہے اور یہ بھی یہ دمشق ہی ساخت کا ۔قرآن مجید کی آیتیں سونے سے اسپر خط کوفی میں نقش کی گئی ہیں ۔ایک بینا کاری تعویذ تیمور کا دیکھا اور سب سے عجیب ترین ایک قدیمی ہلال نما تلوار دیکھی ۔کہتے ہیں کہ یہ مشہور سکندر بیگ کی ہے ۔مفتوحین کی اسلحہ اور مفتوح ملکوں اور شہروں کی کنجیاں آئینوں میں پہلو بہ پہلو رکھی ہوئی ہیں یہاں ہم نے تین منھ کا ایک برنجی سانپ دیکھا جس کی تاریخ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ محمد ثانی نے اپنے جنگی تیر سے توڑ ڈالا تھا سانپ کی تاریخ نہایت ہی طول طویل ہے اسلئے ہم اُسے قلم انداز کرتے ہیں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ اُس زمانہ میں یونانیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جوں ہی میدان جنگ میں یہ تین منھ کا سانپ چھوڑا جائے گا کہ تمام مسلمانوں کو ہڑپ کر جائے گا اس کا فیصلہ خود محمد ثانی نے اپنے تیر سے کر دیا ۔بتوں کے بہت سے سر اور دھڑ جو اُس زمانہ میں نصاریٰ کے معبود مطلق مانے جاتے تھے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے دیکھے ۔یہ بت اس کاریگری سے بنائے گئے کہ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے ہمیں ان کے نام بھی بتائے گئے ۔اور اُن کی مختصر تاریخ سے ہمیں آگاہ کیا گیا ✤

رواق کے بائیں جانب جنگجو اور خوفناک جان نثاریوں کے جن کے نام سے ایک دن یورپ کانپ کانپ اٹھا تھا ۔نقارہ جنگ رکھے ہوئے ہیں ۔جب جان نثاری بغاوت کرتے تھے تو پہلے ان نقاروں یا طبل ہائے جنگ کو اوندھا کر دیتے تھے جس کے یہ معنے ہوتے تھے کہ انہوں نے اپنی ہی سلطنت سے بغاوت کی ہے ۔محمود ثانی نے انہیں ان نقاروں کے اُلٹے یعنے بغاوت کرنے کا ایسا سبق پڑھایا جو وہ قیامت تک نہ بھولیں یہاں قدیمی اسلحہ کے چند نمونے بھی موجود ہیں جن سے ترکوں کا قانون جنگ معلوم ہوتا ہے پرانی اور قدیمی

توپیں بھی موجود ہیں اور بھالے - برچھیاں - خنجر - تیر اور تلواریں بھی رکھی ہوئی ہیں - غرض جو چیز ہے اس خوبصورتی سے رکھی گئی ہے کہ سارا مکان ایک حسین تصویر بن گیا ہے +

(شہنشاہی محلات)

وہ محلات جو دریائے باسفورس کے کنارے کنارے بنے ہوئے ہیں یکے بادیگرے طے کئے جائیں تو بمشکل کہیں اندر جا کے وہ محل نظر آتا ہے جس کی ہمیں مدت سے آرزو تھی اور جس کے دیکھنے کی ہم نے کوشش بھی بہت ہی کی تھی - اصل یہ ہے کہ بہ نسبت یورپ کے محلات کے دیکھنے کی اجازت یہاں بمشکل حاصل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ سیاح کو اس کوشش ہی میں کئی کئی دن لگ جاتے ہیں +

اخیر ہمیں تو اللہ نے کامیابی دی یعنے ہمیں محلات شہنشاہی کے دیکھنے کی اجازت مل گئی - ایک دن علی الصباح میرے پاس معتمد سفیر انگریزی کی چھٹی آئی - جس میں یہ لکھا تھا کہ باب عالی سے آپ کے لئے اجازت آگئی ہے اور کل پانچ بجے طولمہ باغچہ میں اعلیحضرت سلطان المعظم کا ایڈیکانگ بھی موجود ہوگا -

ہم سب دس آدمی جہاز اینٹی لوپ نامی سے اس سرزمین پر اُترے جو باسفورس کے منھ ممنھ آکے واقع ہوئی ہے اور یہیں سے طولمہ باغچہ کو رستہ جاتا ہے ہم نے ایک محفوظ مقام پر ترکی کرنیل کو دیکھا جو ہمارا منتظر کھڑا ہوا تھا - مربع زمین کو طے کر کے ہم اس اعلےٰ درجہ کے جواہر نگار دروازہ میں پہونچے جو بہت بڑا تھا اور اس پر طلائی کام نہایت عمدہ کاریگری سے ہو رہا تھا اس دروازہ میں ہو کے ہم اس کمرے میں پہونچے جہاں کا اعلےٰ افسر ایک ترک تھا اُسے ہمارے آنے کی اطلاع دیدی گئی تھی - ہم بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے اور یہیں اس ترکی افسر کے ذریعہ سے سلطانی محل کی پوری پوری تاریخ معلوم ہوئی - +

موجودہ عمارت سلطان عبدالمجید کے وقت میں بنی شروع ہوئی تھی اس کے پہلو میں ایک چوبی محل تھا جسے محمد ثانی نے بنوایا تھا - عبدالمجید اور اُن کے جانشین سلطان عبدالعزیز نے آنکھ بند کر کے اس محل پر روپیہ خرچ کیا ہے - اس محل کا حصہ رو کار جو کنارہ دریا کے برابر برابر نصف میل تک چلا گیا ہے بہت دور سے صاف نظر آتا ہے - لطف تو اُس وقت آتا ہے کہ جب مطلع صاف ہوتا ہے - آسمان کا گہرا نیلا عکس سمندر کو نیلگوں کر دیتا ہے اور ارد گرد سر سبز درخت اور سبزہ زار نظر آتا ہے - اور بیچ میں اس محل کے سفید سنگ مرمر کے قبے اور برجیاں کیا ہی خوشنما لگتی ہیں - کھڑکیوں پر اس خوبصورتی سے پھولوں کی بیلیں چڑھائی ہیں اور ایسے گل کترے ہیں کہ آدمی دیکھ کے عش عش کرنے لگتا ہے محرابیں نہایت نازک زیبایش سے آراستہ دروازے

اور ان کے راستے ایک خوشنما صورت اور شکل کے ناظر کے لئے مسرت کا پورا سامان جمع کرتے ہیں شہ نشین پرکھڑے ہو کر دیکھئے سورج اور ساتھ ہی سنگ مرمر کے ستونوں کا ایک بڑا جنگل کیا کچھ ترکی عظمت کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس کے اردگرد سر بفلک کشیدہ درخت صدہا قسم کے سرسبز حسین پودے ہزارہا قسم کے پھول اور بے تعداد میووں کے درخت سب پر فن باغبانی کا سایہ پڑا ہوا کیا کچھ لطف نہیں دیتے۔ یہ ایسا خوبصورت منظر ہے جسے دیکھنا لازمی ہے +

ہم محل میں ایک چھوٹے سے کمرے میں قہوہ پینے بیٹھے جو ہمارے لئے پہلے ہی تیار تھی۔ جو بات عجیب ترین تھی وہ یہ تھی کہ جن پیالوں میں ہم نے قہوہ پی ان میں لعل اور ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کا تو کیا ذکر امراء اور اعلے افسر ہمیشہ ایسی ہی پیالیوں میں قہوہ پیتے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر تک سگرٹ پیتے رہے جب ہم نے خوب دم لے لیا تو اب ہمارے رہنما نے دوسرے کمروں کی طرف ہمیں جانے کو کہا۔ ہم نے جس کمرے میں پہلے ہی قدم رکھا۔ اسمیں کمخواب اور زربفت کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور جو فرش ہو رہا تھا وہ سرتاپا طلائی تھا۔ گھنٹے۔ آئینے۔ فانوس جھاڑ اور اسی قسم کی بہت سی اشیاء جو سنہری بیلوں سے لپی ہوئی ہیں اس کمرے کا اثاث البیت تھا اور ان سے سارا کمرہ جگمگ کر رہا تھا۔ اس کمرے میں ہم نے ایک تصویر بھی نہیں دیکھی جو خاصہ یورپ ہے اور تمام یورپ میں ادنےٰ و اعلےٰ شخص کا ایک کمرہ بھی ایسا نہ ہوگا۔ جس میں تصویر بطور آرایش کے نہ ہوں +

ہم اس کمرے کو دیکھ کر خوبصورت محرابی آراستہ و پیراستہ دروازوں میں ہو کے گذرے جو نفیس نفیس کمروں اور سجے ہوئے ہال میں کھلتے تھے۔ ایک بہت بڑے سنگ مرمر کے زینے سے اُتر کے ہم دربار عام پہنچے جو بلحاظ اپنے فن عمارت اور آراستگی کے اپنا نظیر آپ ہی ہے اور بعینہٖ اُس محل کا نقشہ کھچا ہوا ہے جس کا بیان الف لیلہ میں ہوا ہے۔ صناع نے قوت متخیلہ کی کتنی قابلیت محل کے دربار عام اور دوسرے کمروں کی آراستگی میں صرف کی ہوگی اس محل میں تین سو بڑے بڑے کمرے ہیں اور ہر کمرہ نئی وضع اور طرز کا بنایا گیا ہے اور ہر ایک کی سجاوٹ بھی جدید ہی طرز کی ہے بعض تو عربی فن عمارت کا بالکل نمونہ ہیں جو اندلس میں بنائے جاتے تھے اور بعض کمرے حجازی وضع اور طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ ہاں صرف ایک بات نے ان کل کمروں کو مشرقی جامہ پہنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ سب پر طلائی بیلیں پھول بوٹے اور گلکاریاں ہو رہی ہیں اور رنگ بھی سنہری پھیرا گیا ہے اس دربار عام میں ترکی پارلیمنٹ کی پہلی نشست ہوئی تھی۔ اور یہ صورت و شکل سے اسوقت سجایا گیا تھا۔ اب بھی اسی طرح سجا ہوا ہے کہ دیکھ کر انسان دنگ رہجاتا ہے۔ اس میں

یورپی اور مشرقی مذاق دونوں ہی پائے جاتے ہیں وہ کمرے جو دربارِ عام کے سلسلہ میں بنے ہوئے ہیں۔ سب ایرانی طرز کے ہیں اور اُن کی آراستگی صرف جواہرات سے ہو رہی ہے۔ کمروں میں جو کرسیاں بچھی ہوئی ہیں اُن کی جواہر نگاری خیال سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ کشمیری اعلےٰ درجہ کی چادریں آویزاں ہیں اور گھنٹے یا آئینے وغیرہ جو یہاں رکھے ہوئے ہیں دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں ❖

خود سلطان المعظم کے رہنے کے کمروں میں جو پردے کھڑکیوں پر پڑے ہوئے ہیں اُن کے حسن و خوبی اور قیمت کا اندازہ الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ دیوان پر دمشقی ریشم کے خوشنما پردے کیا ہی جوبن دکھاتے ہیں اور جو سامان ان کمروں میں ہے وہ مذکورہ بالا سامان سے زیادہ قیمتی اور خوبصورت ہے ❖

وہ کھڑکیاں جو ایشیائے ساحل کی طرف کھلی ہوئی ہیں اُن سے کیا ہی پینورا ما (وہ تصویر جو روشنی سے ایک سطح مدور پر بنتی ہے اور مرکز سے دیکھی جاتی ہے) کی بہار معلوم ہوتی ہے یہاں ایک عالی شان سنگ مرمر کی عمارت ہے۔ جو جنگ کریمیا میں بطور شفاخانہ کے مستعمل ہوتی تھی۔ شمشاد اور صنوبر کے باقاعدہ بلند بلند درختو نے عجیب پر اثر سماں باندھ دیا ہے کنارہ پر ہر وقت جہازوں کی کثرت رہتی ہے اور یہاں سے مختلف مسجدوں کے سنگ مرمر کے گنبد اور برجیاں صاف صاف عیاں نظر آتی ہیں۔ یہاں کھڑے ہو کے جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو باسفورس ہمارے قدموں میں بہتا دکھائی دیتا ہے اس کی تیز موجیں جنگی جہازوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ سلطنت کا غیر کمپنی جہاز۔ ہوا خوری کی کشتیاں۔ چھوٹے چھوٹے بوٹ۔ ترکی جنگی جہازوں کے بجیرہ نے تمام دریا کو ہر جانب سے گھیر رکھا ہے۔ خوبصورت پرندوں کے جھنڈ دریا کی سطح سے کچھ بلندی پر اُڑتے نظر آتے ہیں اصل یہ ہے کہ ایسا نادر الوجود اور حسین نظارہ ہماری نظر سے تو کبھی گذرا نہیں ❖

ہم یہاں سے ایک ایسے محل میں پہونچے جو درحقیقت تمام عمارت کا ایک نگینہ یا عروس محل ہے اور وہ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کا حمام ہے۔ اُندلسی عربی وضع پر اس کی تعمیر کی گئی ہے اور مصری مرمر سفید و نرم اس میں لگایا گیا ہے بڑے بڑے خوبصورت ستون اور ان پر نئی نئی قسم کی گلکاریاں اور پھول بوٹے بنائے گئے ہیں پیچ لپ چیونٹوں کی تعریف کرنے کے الفاظ ہمیں نہیں ملتے۔ الفاظ کو درحقیقت اس تعیش خیز سامان کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے جو ہر طرف موجود ہے پوری ناکامی ہوئی ہے کمرے میں اُن رنگا رنگ قنادیل سے روشنی کی جاتی ہے جو چھت میں آویزاں ہیں۔ ان کی نورانی شعاعیں صحن تک پہونچتی ہیں اور اسے بالکل نقرئی بنا دیتی ہیں یہ مقام جہاں ترکی عظمت نے قول ہار دیا ہے فی الحقیقت ایک عظیم الشان یادگار ٹرکی کا ہے۔ ہم نے

خوب پیٹ بھر کر حمام کی سیر کی اور پھر ہم کمرے در کمرے ہوتے ہوئے آگے بڑھے ہلکی ہلکی روشنی اور ان کی دھیمی دھیمی شعاعیں قرمزی آئینوں میں ہو کے عجیب جوبن دکھا رہی تھیں حرم سرائے سلطانی اسی سے لگا ہوا ہے جو ایک نہایت خوبصورت دروازہ سے شروع ہوتا ہے اور جسے باب الاقبال کہتے ہیں۔ اس میں قطعی ممانعت ہے کہ مرد کے نام کا ایک بچہ بھی اس وقت قدم نہ رکھ سکے جب اس میں سلطانی بیگمیں ہوں۔ اب یہ حرم سرائے خالی پڑی ہوئی ہے۔ ہاں سلطان عبدالعزیز شہید کے زمانہ میں یہاں بڑی چہل پہل اور رونق رہتی تھی اور یہاں جورتمثال خواتین کا جوسرکیشیا۔ جارجیا اور دوسرے حسن خیز مقامات سے لائی گئی تھیں ایک ہجوم رہتا تھا +

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان عبدالعزیز تخت سے اُتارے گئے تھے تو پچاس یا ساٹھ جہاز ان جمیلہ خواتین کے بھر کے قدیم محل سرائے سلطانی میں بحفاظت پہنچا دیئے گئے تھے جہاں باقاعدہ اُن کے نکاح کر دیئے گئے ہیں اور پھر سب کو آزادی دے دی گئی۔ ہم نے متعجب نظروں سے اس محل کے کمروں دریچوں اور فرش کو دیکھا۔ بڑے بڑے قیمتی غالیچے یہاں اب بھی بچھے ہوئے ہیں اور اسی طرح یہ کمرے آراستہ و پیراستہ ہیں جیسے پہلے تھے +

یہاں ہم نے کشمیری پردے اور دمشقی ریشم کی چادریں اور جواہرنگار مسہریاں نہیں دیکھیں شاید بیگمات کے چلے جانے سے یہ چیزیں بھی اُٹھائی گئی ہوں۔ سلطان ولیدہ کے کمروں کی بہت تعریف سنی تھی لیکن ہم نے ایک کمرہ بھی ایسا نہیں دیکھا۔ جسے ہم سلطان ولیدہ کا کہہ سکیں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ جب سلطانہ یہاں رہتی تھیں ان کا کمرہ دیکھنے کے قابل تھا اب نہ سلطانہ ہیں نہ اُس کمرے کی زیب و زینت وہ فقط سلطانہ ہی کے دم کے ساتھ تھی۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ خارجی آرایش جواہرات نہ سہی طلائی بیلیں اس بات کا پتہ دیتی تھیں کہ اصلی آرایش اب بھی جوں کی توں باقی ہے۔ یوں تو قدآدم آئینے جھاڑ فانوس شرقی طرز و وضع کے اب بھی موجود ہیں مگر مکین کے نہ ہونے سے مکان کی اصلی رونق جاتی رہتی ہے +

حرم سرائے کا خرچ بہت بڑا ہے اُن کے لباس اور کھانے وغیرہ میں پانچ لاکھ پونڈ مہینہ کا صرفہ ہوتا ہے اور پانچ لاکھ پونڈ سالانہ ان کے ملازمین کی خوراک اور تنخواہ کا خرچ ہے +

ہم یہاں سے ایک نفیس غلام گردش میں پہونچے یہاں ہم نے صدہا قسم کی روغنی تصاویر آئینوں میں جڑی ہوئی آویزاں دیکھیں اور یہ تصویریں زیادہ فرانسیسی اور جرمنی مصوروں کی بنائی ہوئی تھیں یہ تصاویر اُن معرکوں کی ہیں جن میں عثمانی تلوار سمندر اور زمین میں فتحیاب رہی تھی۔ بہت تصاویر جنگی جہازوں کی بھی ہیں۔ آدمی کی تصویر

تو میں نے ایک بھی نہیں دیکھی بہرحال جو کچھ ہے وہ لاجواب کاریگری سے بنایا گیا ہے ❖

اب یہ فضول ہوگا کہ ہم اور متعدد کمروں کا تذکرہ کر کے اپنے ناظرین کا وقت لیں صرف اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ جتنے کمرے اور صحن ہم نے دیکھے اپنی خوبصورتی اپنی دولتمندی اپنے احتشام اور اپنے شاہانہ جلال میں ایک سے ایک بڑھ کے تھا۔ اور اس پر لطف یہ کہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ دیکھ کے لطف پیدا ہوتا تھا۔ سب کی وضع نرالی اور سب کا ڈھنگ جدا اور سب میں شاہانہ اثاث البیت نئی نئی قسم اور نئی نئی طرز کا سجا ہوا تھا

ہم نے باغوں کی بھی سیر خوب کی جو کمروں کے آگے لگے ہوئے ہیں اور جہاں تمام دنیا کے خوشنما پھولوں کے درخت اور پودے عجیب و غریب صنعت باغبانی سے لگائے گئے ہیں۔ محلوں کے بروج شیدہ اور فلک نما قبوں سے اندروں کی عظمت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے گرد فصیلیں ایسی بلند بلند بنی ہوئی ہیں کہ آدمی بغیر اندر آئے کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ باغوں کی سرسبزی اور رونق کبھی بھی نہیں بھولیں گے بیچ بیچ میں حوضوں میں فواروں کا اچھلنا اور اُن پر آفتاب کی شعاعیں سرسبز اور بارآور درختوں سے چھن چھن کے پڑنا عجیب لطف دیتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس شان اور عمدگی کے باغ یوروپ میں بھی نظر نہیں آتے۔

جب ہم پوری سیر کر چکے تو ہم نے اُن لوگوں سے خدا حافظ کہا جو ہمیں اتنی دیر سے پھرا رہے تھے اور ہم وہاں سے روانہ ہو کے اپنے جہاز انیٹی لوپ میں آ کے بیٹھے اور اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے ❖

(محل چراغان)

محل چراغاں بھی ایک عجیب و غریب اور دلچسپ مقام ہے جس کی یاد کے نقش ہمارے دل پر ہیں اور ہمیں اعلیحضرت سلطان المعظم کا ایڈی کانگ لے گیا تھا اور باب عالی کا ایک اعلےٰ افسر بھی ہمارے ساتھ تھا اخیر ایک خنک اور خوشگوار صبح کو ہم جہاز پر سے اُترے ❖

ہم ایک وسیع استقبالی کمرے میں داخل ہو کے اندروں محل کے حصہ میں پہونچے کمرے اور ہال نہایت خوبی اور جواہر نگاری سے سجے دیکھے۔ ان کی سنہری روشنی سے آنکھوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی۔ یہیں سلطان عبدالعزیز شہید معزولی کے بعد لائے گئے تھے۔ اسی محل میں وہ کمرہ ہے جہاں اس عالی جاہ سلطان نے خواہ خودکشی کی یا وزراؤں نے اُسے شہید کیا تھا۔ اور جس جرم میں مدحت پاشا اور چند ارکین سلطنت گرفتار ہوئے تھے۔ اور اُن پر جرم قتل اور معاونت قتل کا عاید کیا گیا تھا۔ موجودہ سلطان المعظم اور آپ کے مشیر خودکشی کے قایل نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کا یقین ہے کہ سلطان عبدالعزیز کو شہید کیا گیا۔ مگر سفارت برطانیہ کے ڈاکٹر نے کسی اور

ڈاکٹر ملیگن معالج حرم سرائے سلطانی کا یہ بیان ہے کہ سلطان نے خودکشی کی تھی۔ سلطان شہید کے ہاتھوں کی رگیں کٹی ہوئی ملیں اس کے سوا مذکور ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ ہم نے کوئی اور نشان نہیں دیکھا۔ سبب وفات ایک بیگم کی شہادت سے معلوم ہوا تھا جو ایک کمرہ میں سے دیکھ رہی تھی ✤

عدالت میں جب اس بیگم کی شہادت ہوئی اس نے یہ بیان کیا کہ میں نے مرحوم سلطان کو ایک آئینہ کے آگے کھڑا دیکھا اُن کے ہاتھ میں دو استرے تھے اس کے بعد میں اس جگہ سے چلی گئی جہاں سے یہ نظارہ دیکھ رہی تھی اندر سے جہاں میں چلی گئی تھی کسی قسم کی آواز نہ سن سکی۔ میں پھر دروازے کے قریب آئی اور میں نے ایک بیگم کا خوفناک نظارہ دیکھا جس سے میں کانپ گئی۔ اتنے میں بہت سی عورتیں روتی پیٹتی دروازہ کے پاس آگئیں اور اُنہوں نے اپنے آقا کو خون میں لت پت پایا ✤

میں نے بھی سلطان کو دیکھا جو آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹے تھے گو وہ آرام کی نیند میں سوتے ہیں ایک بازو برہنہ اور خون میں آلودہ تھا اور ایک چھوٹے سے زخم سے شرشر خون بہ رہا تھا یہ وہ بازو تھا جو چند ساعت پہلے ایک عظیم الشان سلطنت کا سہارا تھا اور اسی ہاتھ میں ایک زبردست سلطنت کی باگ تھی ایک ہاتھ میں استرا تھا اور دوسرا ہاتھ ڈاڑھی پر رکھا ہوا تھا۔ عورتیں نعش کے گرد روتی اور پیٹتی تھیں مگر ایک خاتون بالکل خاموش کھڑی تھی اور وہ سلطان عبدالعزیز شہید کی والدہ ماجدہ تھیں۔ یہ زبردست دل و دماغ کی خاتون بالکل سکوت میں تھی اور اس کے چہرہ سے صبر اور استقلال پایا جاتا تھا۔ اسی موقع پر اس صابر خاتون نے کل بیویوں بیگمات کو کمرہ سے باہر جانے کا حکم دیا۔ اور پھر سبب وفات بیان کر دیا۔ کہ یہ وجہ میرے بیٹے کی موت کی ہے ✤

دوسرے بازو پر بھی ایک زخم تھا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ زخم بھی استرے ہی کا ہے حاضر باش فوراً طلب کئے گئے اور انہیں ارکین سلطنت کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا اور بہت سے اطبا اور ڈاکٹر نعش کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے اُنہوں نے آکے سلطان کی وفات کا اصلی سبب بیان کیا۔ عام طور پر ڈاکٹروں کی یہ رائے تھی کہ خودکشی کی گئی ہے ✤

چند گھنٹہ کے بعد جنازہ اُٹھایا گیا اور سلاطین عثمانیہ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا یہ وہ شخص تھا کہ جو کچھ دیر پہلے یورپ اور ایشیا کی دو بڑی سلطنتوں کا مالک تھا اور اُسے امیرالمومنین کے محترم لقب سے پکارتے تھے اب وہ نہایت بے بسی کی حالت میں تنہا ایک تنگ و تاریک گوشہ میں سُلا دیا گیا جہاں سلطنت کے جاہ و جلال کا نام و نشان بھی نہ تھا اور نہ ملازمین سے ایک نفس بھی اس کے پاس رہا تھا ✤

ہم نے ان متعدد کمروں کو جو حرم سرا سے ملحق ہیں بنظر غور ملاحظہ کیا اُن کی تمام دیواریں اور چھتیں سنہری بیلوں سے لپی ہوئی ہیں اور اُن کے جواہر نگار پردے اور اُن کا شاہانہ اثاث البیت ترکی عظمت کا پورا نمونہ ہے یہ مکان تھا اُن ہزارہا حور تمثال خواتین کا جو سلطان شہید کے خوش زمانہ میں اپنی زندگی عشرت اور آرام سے بسر کرتی تھیں۔ وہ حمام اس محل کا ایک خاص حصہ ہے جو سرتاپا سفید مرمر کا بنا ہوا ہے اور اپنے تعمیری فن کے لحاظ سے نہ صرف اعلےٰ درجہ کا ہے بلکہ دلکش بھی ہے +

وہ بڑا کمرہ جہاں امیر المومنین خلیفۃ المسلمین اعلےٰ حضرت سلطان المعظم حجاج کے اس قافلہ کا جو مکہ معظمہ روانہ ہوتا تھا۔ استقبال کرتے تھے اور تمام مذہبی تقریبات اُن کی روانگی کے متعلق اسی مقام پر ادا کیجاتی تھی۔ اس بڑے کمرے میں سفید اور سیاہ مرمر کے ستونوں کا جنگل اور اُن کی ساخت دیکھنے کے قابل ہے یہ مذہبی تقریبات سلطنت کا ایک لازمی حصہ ہے خوش قسمتی سے ایک بار مجھے بھی جانے کا اعزاز حاصل ہوا تھا جہاں تمام سلطنت کے امراء وزراء علمائے شیوخ جمع ہوئے تھے +

باغ طرح طرح کے پھولوں سے بھرے اور بہت وسیع ہیں بہت زمانہ گذرا یعنی سنہ ۱۷۲۰ء میں احمد ثالث کی سلطنت میں ہم نے ان تعیش خیز مقامات کا ذکر سنا ہے اس زمانہ میں موجودہ عمارت کی زمین پر ایک چھوٹا مکان اور ایک باغ بنا ہوا تھا جہاں ابراہیم پاشا رہتے تھے پاشا مذکور کو بڑا شوق طرح طرح کے گل لالہ کی کاشت کا تھا جسے وہ بہت ہی پسند کرتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ اُن پھولوں کو اپنے آقائے نامدار سلطان المعظم کے سکے بچھونے نئے نئے شب کو بھیجا کرتے تھے +

اور جب کسی موقع پر شب کو اپنے آقائے نامدار کو مدعو کرتے تھے تو ہر گل لالہ میں اُسی صورت اور شکل کا فانوس روشن ہوتا تھا جس سے تمام باغ جگ مگ کرنے لگتا تھا اسی لحاظ سے خود سلطان المعظم نے اس کا نام لالہ چراغانی رکھا تھا جب ابراہیم پاشا کی وفات ہوگئی تو یہ عمارتیں اور باغ تنزل کی صورت میں آگیا اور جیسی کہ چاہئے تھی اس کی خبر گیری نہ ہوئی لیکن اس مقام کا نام یہ پڑ چکا یعنے لالہ چراغانی سے مشہور ہو چکا تھا اخیر سنہ [illegible]ء میں محمود ثانی نے یہاں موجودہ محل کی بنیاد ڈالی اور اپنی زندگی کے دنوں میں اُسے پورا کر دیا +

اس محل کی عمارات دریا کے کنارے سے پہ پاؤ میل تک برابر چلی گئی ہیں اس میں سلاملق ہے یہیں دیوان ہے اور یہیں حرم سرا۔ اور اسکی پشت پر وہ خاص کمرے ہیں جو اعلیٰحضرت سلطان المعظم کی ذات سے خصوصیت رکھتے ہیں +

ان عمارات میں وہ حویلیاں بھی شامل کرنی چاہئیں جو امراء اور وزراء کی ہیں۔ یہیں باورچی خانے بھی ہیں یہیں اصطبل بھی ہیں اور یہیں فوج کے رہنے کی بارکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محل اور حویلیاں نہیں بلکہ خاصہ اچھا شہر ہے دو ہزار آدمی تو شاہی خاندان ہی کے رہتے ہیں اور ایک بڑی تعداد سلطان المعظم کی باڈی گارڈ کی یہیں مقیم ہے اور حرم سرا کی بیگموں کنیزوں اُردہ بیگنیوں قلماقنیوں خواجہ سراؤں کا شمار نہیں ✤

اُرناکوی یعنے یلدز کرشک ہے جو ایک خوبصورت سفید مرمر کی عمارت ہے جسے سلطان عبدالمجید نے تکمیل پر پہونچایا تھا اور جہاں سلطانہ ولید سلطان عبدالمجید کی والدہ ماجدہ رہتی تھیں۔ دوسرے محلات کی طرح اس محل کے گرد بھی بڑی بڑی بلند فصیلیں اور جگادری درخت اور وسیع زمینیں ہیں یہ محل پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے جہاں سے ایک عمدہ نظارہ ہر طرف کا معلوم ہوتا ہے جس وقت باس فورس کی موجوں اور لہروں پر آفتاب کی سنہری شعاعیں پڑتی ہیں ایک عجیب لطف پیدا ہوتا ہے۔ اس پہاڑی پر سے ویران محل پرانے قلعے۔ تابان اور درخشان سفید مرمر کے محلات۔ سنہری برج۔ عظیم الشان منارے۔ مسجدیں۔ پہاڑی حویلیاں۔ فوجی افسروں کے مکانات دھوپ میں چمکتے ہوئے کیا ہی جوبن دکھاتے ہیں یہاں اعلیحضرت غازی سلطان عبدالحمید خان موجودہ حکمران ترکی بود و باش رکھتے ہیں آپ نے اسی چھوٹے سے محل کو ان عظیم الشان محلات پر جو کنارۂ دریا پر بنے ہوئے ہیں ترجیح دی ہے اور یہیں رہنا پسند فرمایا ہے۔

اسی محل میں لاٹ ڈفرن سفیر انگلستان کو شرف باریابی حاصل ہوا تھا اور وقتاً فوقتاً سرکاری دعوتیں بھی محل میں ہوا کرتی ہیں مجھے اطلاع دی گئی کہ سفیر انگلستان کے ساتھ چلنے کا بڑا اچھا موقع ہے اور اس سے بہتر وقت ملنا مشکل ہے مہمانوں کے لئے شاہی گاڑیاں بھیجدی گئیں تھیں سفیر کے پہنچتے ہی اُس کی سلامی اُتاری گئی اور انگریزی قومی گیت گایا گیا۔ لاٹ ڈفرن کا جن کے ساتھ اُن کا معتمد جنگی اتاچی اور مشرقی معتمد تھا میر لیے وزیر تقریبات نے دروازے میں قدم رکھتے ہی استقبال کیا اور وزیر موصوف نے انہیں بغلی کمرے میں بٹھایا جہاں سگرٹ اور قہوہ سے تواضع کی گئی ✤

مفصلہ ذیل مہمان مدعو کئے گئے تھے۔ غازی عثمان پاشا۔ سرور پاشا۔ پریزیڈنٹ کونسل۔ یاربرٹ پاشا اور اسی طرح متعدد ارکین سلطنت تھے جنہوں نے اس جلسہ میں شرکت کی تھی ✤

ایک ہی اشارہ میں سفیر برطانیہ اور ان کے ساتھی استقبالی کمرے کی طرف بڑھے جہاں اعلیحضرت سلطان المعظم ان کے منتظر تھے ہر مہمان ایک ایک کرکے آگے سے گذرا اور تین تین بار جبیں نیاز بارگاہ عالی

ہیں جھکائی اور کھانے کے کمرے میں جا کے کھڑے ہو گئے جب تک اعلے حضرت تشریف فرما نہ ہوئے سب اپنی اپنی کرسیوں کے پاس ایستادہ رہے۔ اخیر سلطان المعظم تشریف لے آئے۔ اور اپنی کرسی پر جلوہ افزا ہوئے آپ کے بیٹھتے ہی سب بیٹھ گئے۔ اعلی حضرت کے دائیں طرف سفیر انگلستان تھا اور بائیں طرف اُن کا معتمد۔ سلطان المعظم کے سامنے آپ کے دو صاحبزادے بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسرے مہمان اپنے اپنے مراتب کے موافق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے +

اعلیحضرت ایک متوسط قد کے شخص ہیں بہت ہی قلیل کھانا کھاتے ہیں اور صرف پانی پیتے ہیں چونکہ آپ کو طبعاً اور شرعاً شراب سے بہت نفرت ہے اس لئے میز پر کسی قسم کی شراب نہ تھی نہ آپ کے سامنے مہمانوں میں سے کوئی پی سکتا تھا +

کھانے کے بعد اعلے حضرت نے دوسرے کمرے میں سفیر اور اُن کے ہمراہیوں کو بلایا جہاں سگرٹ وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ اس میں شک نہیں سلطان المعظم میں یہ عجیب ملکہ ہے کہ ایک ہی ملاقات میں ملنے والے کا دل مسخر کر لیتے ہیں۔ اور رخصت ہونے کے بعد وہ دنوں آپ کی ملاقات کا تذکرہ کیا جاتا ہے +

(مسجد ایا صوفیہ)

اس عمارت کی بھی کیا عجیب و غریب تاریخ ہے جس کا آغاز قسطنطین اعظم کے عہد حکومت میں ۳۲۵ء سے بیان کیا گیا ہی ۳۲۵ء سینٹ صوفیہ کی بنیاد پڑی تھوڑی ہی عرصہ میں یہ بنکے طیار ہو گئی اور عام طور پر تثلیث پرستی کے لئے کھولدی گئی۔ ۴۰۴ء میں ہمیں اور بھی چند عمارتیں بڑھانی پڑیں۔ کیونکہ آتشزنی نے اسے بہت نقصان پہونچایا تھا دس برس تک تو یہ یوں ہی برباد پڑی رہی خیر تھیوڈوسس ثانی نے اسے دوبارہ بنوایا لیکن پھر ۵۳۲ء بماہ جنوری یہ عمارت ایک خونریز بغاوت کے زمانہ میں آتشزنی سے برباد ہو گئی چھ برس کے بعد جسٹینین کے عہد حکومت میں یہ عمارت دوبارہ بننی شروع ہوئی۔ اور اب تک اسی طرح سے قایم چلی آتی ہے پہلے کی نسبت جسٹینین نے اسے نہایت شاندار اور خوبصورت بنایا۔ جس کی اب تک تعریف ہوتی ہے +

ہر شے جو اس زمانہ میں اس مذہبی عمارت کو خوبصورت بنانے کے لئے دستیاب ہو سکی بہم پہونچائی گئی بڑے بڑے معمار اسکی تعمیر کے لئے تمام دنیا سے بلائے گئے دیواریں اور محرابیں اینٹ کی بنائی گئیں مگر مرمر کے ستونوں کے جنگل نے اسکی شان کو دوبالا کر دیا۔ اس میں آٹھ وہ ستون بھی ہیں جو آرولئس معبد خورشید سے (جو بلبک میں بنا ہوا ہی) لایا تھا آٹھ ستون ایفسیس کے معبد سے لائے گئے تھے اور باقماندہ ستون ٹروس سسی کس۔ ایتھنس او سکلیدس سے آئے تھے غرضیکہ

تمام معبدوں سے اس گرجہ میں مدد لی گئی تھی۔ اور اس طرح یہ عظیم الشان عمارت بن کے تیار ہوئی تھی +

اس زمانے سے جب اس کی بنیاد پڑی اُس زمانے تک جب یہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئی اس کی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے اور اتنی لمبی تاریخ ہے جو کئی جلدوں میں جاکے پوری ہو +

کہتے ہیں کہ مسیح شہنشاہ کے خواب میں فرشتہ نے آکے اس گرجے کا نقشہ دکھایا تھا۔ پھر وہ فرشتہ ایک نوجوان بچہ کے پاس آیا جو اس عظیم تعمیر کا منتظم مقرر ہوا تھا۔ اور دیکھا کہ معمار وغیرہ حاضر نہیں ہیں۔ فرشتہ کو نوجوان نے نہ پہچانا اور کچھ توجہ اُس کی طرف نہ کی۔ فرشتہ نے حکم دیا کہ معماروں کو فوراً بلایا جائے تاکہ یہ عمارت بہت جلد تیار ہو جائے اتنی ڈھیل ٹھیک نہیں ہے لڑکے نے فرشتہ کی تعمیل حکم سے روگردانی کی اور کہا تو کون ہے جو مجھ پر حکم کرتا ہے۔ فرشتہ نے کلام خدا کی قسم کھاکے کہا جب تک اے لڑکے تو یہاں سے نہ چلا جائے گا میں ہرگز نہیں ٹلنے کا۔ یہ سنتے ہی لڑکا کچھ خوف زدہ سا ہو گیا اور سیدھا بھاگا ہوا پادشاہ کے پاس آیا۔ اور ساری کیفیت سے اطلاع دی۔ پادشاہ سمجھ گیا کہ وہ شخص فرشتہ ہے جس نے یہ تقریر کی۔ چونکہ فرشتہ عہد کر چکا تھا کہ جب لڑکا یہاں سے چلا جائے گا تو میں خود اس تعمیر کا انتظام کروں گا اس وجہ سے پادشاہ نے بہت کچھ انعامات دے کر لڑکے کو رخصت کر دیا تاکہ وہ سکلیڈ میں اپنی زندگی بسر کرے +

فرشتہ کے انتظام میں وہ عمارت بننی شروع ہوئی۔ جب وہ تمام ہونے کو آئی تو روپیہ کی کمی ہو گئی تو فرشتہ آسمان پر چلا گیا اور وہاں سے کئی خچر اشرفیوں کے بھرے ہوئے لایا اور ان اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا۔ پادشاہ کو ان اشرفیوں کی اطلاع ہوئی وہ فوراً سمجھ گیا کہ سب فرشتہ کا کام ہے تو گویا مسیحی روایت کے بموجب فرشتہ ہی نے اباصوفیہ کا نقشہ بنایا۔ فرشتہ نے نام رکھا اور فرشتہ ہی نے روپیہ سے مدد دی ۔ . . . . اور فرشتہ ہی اس کے بنانے پر متعین رہا۔ اباصوفیہ کے اندر خوب سونا چڑھایا گیا ہے اور ایسا عمدہ کام کیا ہے کہ آدمی دیکھا ہی کرے وہ مقام جو بطریق اعظم کے بیٹھنے کے لئے بنایا گیا تھا نصف دایرہ کی صورت کنگا جمنی بنا ہوا تھا۔ یہاں ایک پردہ پڑا رہتا تھا۔ اور چاروں طرف اولیائے نصاریٰ کی تصویریں لٹک رہی تھیں۔ خاص دروازہ نہایت متبرک گنا جاتا تھا جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لکڑی لگی ہوئی تھی +

اس وقت کی اباصوفیہ وہ ہے جو جسٹنین نے سنہ ۵۳۷ء میں چھوڑی تھی مگر پھر بھی اندرونی حصص کی صورت بہت کچھ بدل گئی سنہ ۱۴۸۱ء میں نو برس کے بعد تین خداوں کی پرستش کے بجائے خدائے واحد

و مطلق کے آگے یہاں سجدہ کیا گیا اور ابھی تک ایک ہی خدا کی پرستش کی جاتی ہے - جب ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء
یہ خبر آگ کی طرح شہر میں اُڑی کہ ترک قسطنطنیہ کی فصیل کے اندر چلے آئے ہیں تو ہزاروں لاکھوں نصاریٰ
سینٹ صوفیہ میں جمع ہو گئے تھے۔ انہیں یقین تھا ممکن نہیں کہ مسلمان اس طرف قدم بڑھا سکیں مگر یہ
ساری باتیں اور خیالات باد ہوا تھے - جب اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ترکی فوج نے یونانی
محافظ رسالہ کو پارہ پارہ کر دیا - اور وہ سیدھے دروازہ میں گھس آئے تند و تیز ترک فوراً ایا صوفیہ
کے وسط میں دکھائی دیئے۔ تصویریں پھاڑ ڈالی گئیں - صلیب پھینک دی گئی - خون اس معبد بزرگ میں
بہ نکلا کہ اتنے میں فاتح قسطنطنیہ یعنے محمد ثانی معہ سپہ سالاروں اور امراء و وزراء کے مسجد میں داخل ہوا
سب عیسائیوں کو امن دی اور بڑے زور سے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
کی کلیجہ دہلا دینے والی صدائیں اس معبد بزرگ میں گونج اٹھیں ✤

تاریخ شہنشاہان عثمانیہ

عثمان

شہنشاہ اوّل ترکی سنہ ۱۳۰۰—۱۳۲۶ء

قسطنطنیہ کا حال ختم کر کے ہم چاہتے ہیں کہ سلاطین ترکی کی مفصل اور صحیح تاریخ تحریر کریں جو اب تک اُردو میں نہیں لکھی گئی - ہم نے بڑی بڑی معتبر تاریخوں سے مضامین اخذ کئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ناظرین کے پاس سال ڈیڑھ سال میں پوری اور صحیح تاریخ سلاطین عثمانیہ کی جمع ہو جائے گی - ابھی قسطنطنیہ کا بہت کچھ حال باقی ہے مگر سلاطین آل عثمان کے آگے ہم نے فی الحال اُسے قلم انداز کر دیا ہے اور ہم نے التزام کیا ہے کہ ہم اس سلسلہ کو بغیر ختم کئے ادھورا نہیں چھوڑیں گے چنانچہ اول ہی عثمان کا حال شروع ہوتا ہے جو دولت عثمانیہ کا بانی ہے ✤

دولت عثمانیہ کا آغاز سنہ ۷۰۰ھ ہجری اور سنہ ۱۳۰۰ء سے ہوتا ہے - نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۱ھ کے خلفائے راشدین کی اولوالعزمی اور دینی جوش سے بڑا حصہ دنیائے معلوم کا فتح ہو چکا تھا اسی ترقی کے زمانہ میں طغرل کا بیٹا عثمان جو شہزادوں یا امراؤں میں سے تھا اپنی ایشیائی سلطنت تقسیم کرنے کے بعد اس امر پر اُٹھ کھڑا ہوا کہ چنگیز خان اور اُس کے جانشینوں کی وجہ سے جو کچھ صدمہ اسلام کو پہونچا ہے اُس کی تلافی کرے اور دین خدا کو اشاعت دے - عثمان کی اولوالعزمی - جوش اور

بہادری نے لاکھوں کو اس کا حلقہ بگوش بنا دیا اپنے کو ہر صورت سے مضبوط پاکے سب سے پہلے بت پرست یونانیوں کی طرف رخ کیا اور لکھ کے بھیجا کہ یا تو اسلام قبول کرو ورنہ خراج دو۔ پھر اس نے نہایت اطمینان بخش صورت سے اپنی سلطنت کو قایم کیا اپنی قوت کی بانگی دیکھنے کے لیئے اس نے تھوڑی فوج کے ساتھ اکوتم پر حملہ کیا اور تاتاریوں سے یہ مقام چھین لیا۔ اس کامیابی نے اسے آگے قدم بڑھانے کا حوصلہ دیا اس نے قدم اٹھاتے ہی پروسہ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن یہاں اسے کامیابی نہیں ہوئی ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس نے تھینا کی تجارت کو جس کا پائے تخت پروسہ تھا بالکل برباد کر دیا اور پاس کے مقامات پر اپنی فوجوں سے قبضہ کرلیا۔ اس وجہ سے کہ اس کا لشکر بیکار نہ پڑا رہے اس نے تاتاریوں کے ایک بڑے گروہ پر حملہ کیا جو شام کو برباد کر رہے تھے اور انہوں نے ایک تہلکہ برپا کر رکھا تھا۔ اس مہم میں عثمان کامیاب ہوا اور ہزاروں تاتاریوں کو گرفتار کرلیا۔ ان قیدیوں سے نہایت اولوالعزمانہ برتاؤ کیا گیا۔ اور ان سے یہ شرط کی کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو انہیں بہت سے قطعات اراضی دی جائیں گی اور انہیں اپنا ہی بھائی خیال کیا جائے گا +

تاتاریوں نے عثمان کی اس شرط کو بہت خوشی سے قبول کرلیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور بہت ایک زبردست اور خونخوار قوم عثمان کے جھنڈے کے نیچے لڑنے کے لیئے بن گئے +

جب تاتاری مسلمان ہو کے اس کی فوج میں شریک ہو گئے تو اس نئی جماعت کو ساتھ لے کے عثمان کے بیٹے ارخان نے دوبارہ پروسہ کا محاصرہ کر کے اخیر اسے فتح کرلیا +

۱۳۲۶ء میں ماہ اگست عثمان کا انتقال ہو گیا اس وقت اس کی عمر ۶۹ برس کی تھی وہ اچھے زبردست ہاتھ پیر کا اور خوبصورت شخص تھا۔ اس کے چہرہ پر جس طرح سپاہیانہ پن برستا تھا اسی طرح متانت اور صوفیانہ پن کی جھلک پائی جاتی اس کے خیالات وسیع اور روشن تھے اور جودلیری اور جرأت اس کی فطرت میں ودیعت ہوئی تھی وہ اسی کا حصہ تھا ساتھ ہی صبر بھی اس کی طبیعت میں بہت بڑا تھا۔ وہ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ مسلمانوں میں ترقی اور حوصلہ کی روح کیونکر پھونکا کرتے ہیں اور اس اولوالعزم اور عالی ہمم قوم کو ایسی کس تحریک کی ضرورت ہے کہ یہ آناً فاناً میں یوروپ کی سرزمین کو ہلا دے۔ سب سے بڑا خیال اگر عثمان کو تھا تو صرف یہ کہ اپنی قوم کو مہذب اور شایستہ بناکے کام کا آدمی بنا دوں۔ وحشت سے تہذیب لاکھ درجہ اچھی ہے +

سلطان ارخان (ترکی کا دوسرا پادشاہ)

۳۵ برس کی عمر یہ شہزادہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا اس نے اپنے دربار کو شوکت و عظمت سے مالا مال بنا دیا۔ اور اسی نے سلطان کا لقب اپنے لئے تجویز کیا۔ اپنے بھائی الہ دین کو وزیر اعظم کے عہدہ سے سرفراز کیا۔ جس کا دوسرا درجہ سلطان سے قرار دیا گیا مگر اُس کے جانشینوں نے اس خیال کی کہ سگے بھائی کو وزیر اعظم بنایا جائے تقلید نہیں کی۔ اور اُنہوں نے ہمیشہ غیروں ہی کو سلطنت میں عہدے دیئے تاکہ انتظام مملکت میں کوئی فرق نہ آئے +

ارخان نے سونے اور چاندی کے سکوں کی ایجاد کی اور اپنے ہاں جاری کئے۔ فوجی حالت کی درستی اور شایستگی کی ایک اعلےٰ نظیر قایم کردی اور نصرانیوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو مختلف ممالک یسحی سے چوری کرلئے جاتے تھے۔ اپنے ہاں رکھ کے فوجی تعلیم دی اور انہیں ایک خوفناک فوج کی صورت میں بنا دیا۔ اور جو بعد ازاں اُس کی سلطنت اور ترقی کے اعلےٰ درجہ کے معاون ثابت ہوئے اُسی نے رسالہ اور پیدل سپاہیوں کی تقسیم کی اور اُنہیں دشمن کے لئے ملک الموت بنا دیا۔ میدان جنگ میں جو کام وہ سواروں سے لیتا تھا۔ اُس کے دشمن سخت پریشان ہوئے تھے۔ اور وہ کثیر التعداد فوج پر بھی میدان میں نہ ٹھیر سکتے تھے +

ارخاں تخت پر بیٹھتے ہی پایا تھا کہ چاروں طرف سے نئی آفتوں نے اُسے گھیر لیا۔ انڈرونیکس یونانی پادشاہ سمندر کو عبور کرکے ترکوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے آمادہ پیکار تھا ارخان نے اُس کی نہایت آسانی سے مزاج پرسی کی اور ایک ہی حملہ میں اُسے پارا پارا کر دیا۔ پھر نیکومیڈیا پر ۱۳۲۶ء میں حملہ کیا۔ اور اپنی شایستہ فوج کے طفیل سے اُسے بھی آناً فاناً میں فتح کر لیا ارخاں کے بیٹے کی قابلیت جرات اور جفاکشی نے فوج میں زندگی اور شجاعت کی روح پھونک دی تھی۔ سپاہیوں کے چہرے اور اُن کا لباس خاک آلودہ اس قدر ہو جاتا تھا کہ ایک غبار ہی غبار معلوم ہوتا تھا۔ مگر اُن کی تیزی اور اولوالعزمی میں اس ظاہر خاک سے کوئی فرق نہ آتا تھا اور وہ برابر ملک پر ملک فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ نائیس ایک مشہور شہر جس کا دو برس سے محاصرہ ہو رہا تھا اخیر سلطان کے قبضہ میں آگیا پھر ارخاں نے اپنی فوجوں کا رخ امرا کی جانب کیا۔ جنہوں نے اناطولیہ کو باہم تقسیم کر لیا تھا۔ کئی خونریز لڑائیوں کے بعد کل امراء اُن کی عملداری سے خارج کر دیئے گئے +

اناطولیہ اور باسفورس کے کناروں پر قابض ہوگئے اور ہلسپونٹ کو اپنے قبضہ میں لاکے اُرخان کو یوروپ میں یونانیوں پر حملہ کرنے کی بے صبری ہوئی۔ اُس کے بیٹے سلیمان نے جس میں حوصلہ اور جُراءت کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ اسی بہادروں کو سات سے کے دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے کیونکہ اس زمانہ تک ترکوں کے پاس ایک کشتی بھی نہ تھی دریا اگرچہ اپنی تیز موجوں کی وجہ سے سخت خطرناک تھا مگر یہ بہادر بغیر کسی نقصان ٹزمپی محل کے پائیں پہونچ گئے۔ اب گویا ہلسپونٹ کے یوروپی کنارے پر اُن کا قبضہ ہوگیا ✤

یہاں ایک کسان کی رہنمائی سے وہ ایک پوشیدہ رستہ سے محل میں داخل ہوئے۔ محل کی محافظ فوج ترکوں کی صورت دیکھتے ہی سکتہ میں رہگئی اور اُسے سوائے فرار ہونے کے اور کوئی چارہ نہ ہوا۔ حالانکہ وہ بہادری سے مقابلہ کرتی تو اسی آدمیوں کا چٹنی کر لینا کچھ بات ہی نہ تھا مگر اُس کے اوسان اس قدر باختہ ہوئے کہ اُنہوں نے ذرا بھی ہاتھ پیر نہ ہلائے اور آسانی سے ترکوں کا قبضہ محل پر ہونے دیا اُنہوں نے اپنے ہتھیار ترکوں کے قدموں پر ڈال دیئے۔ اور اُن کی اطاعت قبول کر لی سلیمان نے وقت کو ضائع نہیں جانے دیا۔ اعیان شہر کو جمع کیا اور تمام قسم کی آزادی اور بہبودی کی اُنہیں امیدیں دلائیں اُنہوں نے وفاداری کا عہد کیا اور بہت سے جہاز آناً فاناً میں بہم پہونچا دیئے۔ جہازوں کا ملنا تھا کہ ایک ہی دن میں چالیس ہزار ترک اس مقام پر داخل ہوگئے ترکوں کا قدم اب یوروپ میں جم گیا اُنھوں نے بہت آسانی سے کئی قلعوں کو فتح کرکے گلیلی پولی کا محاصرہ کرلیا۔ عیسائی نہایت بہادری سے لڑے اور اُنھوں نے ایک حد تک جان توڑ کے مقابلہ کیا مگر سامان رسد نہ ہونے کی وجہ سے وہ عاجز ہوگئے۔ اخیر اُنھوں نے گلیلی پولی کو ترکوں کے حوالہ کیا۔ اس طرح یہ شہر جو درحقیقت کلید یوروپ تھی ترکوں کے ہاتھ میں آگیا ✤

اسوقت سلطنت یونان میں ایک عجیب تزلزل برپا تھا کینٹے کیوزن نوجوان پلیولوگس کا محافظ اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح خود مسند نشین بیٹھے اور تمام دنیا کی شوکت اپنے لئے بہم پہونچا لے اگرچہ اس کی یہ کوششیں ناکام ہو رہی تھیں اپنی کامیابی کا اس شخص نے ایک نیا رستہ نکالا اور وہ یہ تھا کہ اس نے اپنی خوبصورت لڑکی ارخان کی نذر کی حالانکہ اختلاف اور تعصب مذہبی حد درجہ تھا مگر لڑکی کے دینے میں کچھ بھی پس و پیش نہ کیا ✤

ارخان نے اپنے اولوالعزم بیٹے کی سرکردگی میں فوج روانہ کی جس نے جاتے ہی تمام تھرلس اور اس کے گرد نواح کے اضلاع پر فتح حاصل کر لی - اسی اثناء میں کینٹے کیوزن اور پیلیولوگس میں اتفاق ہو گیا - پھر بھی ان کے اتفاق نے سلطان کے لشکر کی رو کو نہ روکا اور ترکی لشکر برابر فتح کی لین ڈوری بڑھائے چلا گیا - کینٹے کیوزن نے جب دیکھا کہ ترک تمام سلطنت کو تاخت و تاراج کر ڈالیں گے تو اس نے ایک سفارت ارخان کے حضور میں روانہ کی کہ میں اس قدر روپیہ دیتا ہوں فتح کیا ہوا ملک مجھے واپس دیا جائے اور پھر ترکوں کے قدم ہمارے ملک کی طرف نہ اُٹھیں - سلطان نے روپیہ لینے پر بھی اپنی ظفر موج فوج کو آگے بڑھنے سے نہ روکا - اور اب گویا مسیحی یوروپ میں ایک ہلچل پڑ گئی ٭

سلیمان ادہر مشرق کی طرف اپنی فتوحات روز بروز بڑھاتا جاتا تھا اس نے تاتاریوں سے انقرہ اور کرنیّا چھین کے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور پھر تھرلیس کے باقیماندہ حصّہ کو تصرف میں لانے کی کوشش کر رہا تھا - سلیمان جب یہ نمایاں فتوحات کر رہا تھا کہ یکایک ایک دن گھوڑے پر سے گر کر مر گیا - ارخان کی اپنے نوجوان بیٹے کی اچانک موت سے کمر ٹوٹ گئی وہ صرف اس سانحہ کے دو مہینے بعد تک زندہ رہا اخیر ستر برس کی عمر میں ۳۵ برس سلطنت کے بعد ۱۳۶۰ء میں راہی ملک بقا ہوا ٭

سلطان ارخان کی بڑی بڑی فتوحات صرف اُس کے بیٹے سلیمان کی وجہ سے ہوئیں مگر افسوس ہے کہ وہ اس کے آگے ہی کوچ کر گیا تھا - ارخان ہی کے زمانہ میں ترک ایک زبردست قوم بن گئے اور اُنہیں یوروپ کی سرزمین پر ایک عظمت حاصل ہو گئی ٭

مراد خان (ترکی کا تیسرا بادشاہ)

یہ شہزادہ ارخان کا دوسرا بیٹا تھا ۴۱ برس کی عمر میں باپ کی جگہ تخت نشین ہوا اس نے پہلے آرا کین سلطنت اور اپنی رعایا کی تالیف قلوب میں کامیابی حاصل کی اس نے اپنی توقیر لوگوں کے دلوں میں جادی اور پھر ظل اللہ کا واجب الاحترام لقب اختیار کیا تخت پر بیٹھتے ہی یہ فرض اس نے سمجھا کہ یوروپ کی ناتمام فتح کی تکمیل کروں اور جس عظیم الشان کام کو واجب التوقیر والد اور اولوالعزم بھائی نے ناتمام چھوڑ دیا ہے اُسے مستعدی سے پورا کروں - پہلے لئے گولس سے عہد نامہ کر کے اس نے ایڈریانوپل کو دارالخلافہ بنایا اسی اثناء میں اس کو یہ وحشتناک خبریں پہونچیں کہ ایشیائے صوبوں میں بغاوت کی آگ لگ گئی اور بہت سے حصّوں پر باغیوں نے قبضہ کر لیا - یہ سنتے ہی مراد خان خاں نے بہت سی فوجوں کو جمع

کیا اور ہلس بوٹر کو عبور کرکے آندھی اور مینہہ کی طرح سے باغیوں پر حملہ آور ہوا اس نے آناً فاناً مین باغیوں کو پارا پارا کر دیا اور تمام شہروں میں جہاں بغاوت کی آگ لگ رہی تھی امن قایم کیا یوروپ واپس ہوتے وقت اس نے فیربس پر حملہ کرنے کے موقع کو ضائع نہیں جانے دیا۔ اخیر اس کا محاصرہ کر لیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد فتح کرکے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے اس نے اپنی افواج قاہرہ کا رُخ سرویا کی طرف پھیرا اور ایک سخت جنگ کے بعد اس کے بہت سے حصّہ کو فتح کرکے پھر اس کی تاج بخشی کر دی۔ تاج بخشی کرنے کا سبب مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ شاہ سرویا نے اپنی بیٹی سلطان کے نذر کی تھی۔ نصرت اور کامیابی اس کے ہمرکاب رہتی تھی۔ جہاں اس نے باگ اُٹھائی اُسے اپنی فتح کا پورا یقین ہو جاتا تھا۔ وہ یوروپ کی سرحدات پر حملہ کرتا اور ہزاروں کو قید کراتا۔ ان قیدیوں میں سے جو لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے انہیں رسالہ میں بھرتی کر لیا جاتا تھا جو بعد ازاں ایک خوفناک اور زبردست لشکر کی صورت میں عیسائیوں کے مقابل میں ظاہر ہوئے پھر اس نے اپنی پیادہ فوج کی طرف توجہ کی جس کی ضرورت مختلف جنگوں میں اسے محسوس ہوئی تھی۔ اس نے پیادہ فوج کو رفتہ رفتہ اس مضبوط پایہ پر کر دیا کہ اسکی صفیں مثل سیسے کی دیواروں کے میدان جنگ میں قایم ہو جاتی تھیں اور عیسائیوں کی مشتعلہ قوت اور ان کے دُھواں دھار اور مذہبی جوش کے حملے انہیں جنبش نہ دے سکتے تھے سنہ ۱۳۶۱ء میں اس نے جان نثار ہونے کی ایک فوج بنائی۔ اور قیدیوں میں سے پانچواں حصّہ اس میں داخل کیا یہ لوگ سب مسلمان ہو گئے تھے اور باقی عیسائی رہے تھے۔ جان نثاریوں کے پہلے صرف دس ہزار تعداد تھی۔ لیکن بعد ازاں اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور ہوتے ہوتے وہ لاکھوں تک پہونچ گئے سجوتی مراد خاں کے بڑے بیٹے اور انڈونیکس ویلیوگس کے بیٹے نے مل کر جان نثاریوں کی فوج کو پوپناوں پر سخت شکست دی اور اس فتح مندی سے پھول کر اُنہوں نے مراد خان سے بغاوت کی یہ وقت مراد خان کے لیئے بہت نازک تھا۔ کیونکہ وہ ایشیا میں جنگ کر رہا تھا۔ اس بغاوت کی خبر سنتے ہی مراد خاں نے نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیا۔ کل فوج کو ایشیا میں چھوڑا اور تھوڑے سے سپاہیوں کو ساتھ لے کے باغی شہزادوں پر حملہ آور ہوا۔ ایمن پادشاہ کے آنے سے پریشانی چھا گئی اور آخر وہ فاتح اولوالعزم شہنشاہ کے قبضہ میں آ گئے۔ جس کی سزا یہ دی گئی کہ ان دونوں کی آنکھیں نکال لی گئیں ❖

شہنشاہ کی حکمت عملی اس کی تلوار سے کم زبردست نہ تھی اس نے ایشیائے میں بہت سے

صوبے فتح کر لیے تھے۔ اور اس [illegible] سپہ سالار نے جان نثاریوں کے ذریعہ سے کل البینا پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب وہ یورپ میں و[illegible] پایا تو اُسے ایک دشمن صعب سے مقابلہ پڑا اور وہ دشمن شہزادہ سرویہ تھا جو ولیجین ہنگرین۔ ڈیمیئن وغ[illegible] کے خوفناک لشکر کو ساتھ لے کر مسلمانوں کی یلغار کرتی ہوئی فوجوں کو ساتھ لیے کے آگے بڑھا تھا۔ [illegible] بنفس نفیس ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۹ء کو ان کے مقابلہ میں آیا۔ اور ان کو فاش شکست دی [illegible]

فتح کے بعد سلطان [illegible]ن جنگ میں گھوڑے پر سے اُترا اور پاپیادہ اس نے سیر کرنی شروع کی اس نے میدان کارزار کے پرجلال تماشہ گاہ کو دیکھا اپنے مقتول ساتھیوں کو نظر حسرت سے ملاحظہ کیا اپنے دشمنوں کے بے ریش و بروت چہروں کو خاک و خون میں آلودہ دیکھا اور متعجب ہو کر اپنے وزیر سے کہا۔ تعجب ہے ان نوجوان لڑکوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی کس طرح جرائت ہوئی اسی اثنا میں کہ یہ اپنے وزیر سے باتیں کر رہا تھا۔ دشمن کی فوج کے ایک زخمی افسر نے زمین سے سر اٹھایا اور بمشکل اُٹھ کے چاہا کہ اپنے پیش قبض سے سلطان کا کام تمام کر دے مگر فوراً ہی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا۔ مراد خاں کی عمر ۷۱ برس کی تھی جس میں تیس برس اس نے سلطنت کی۔ انتظام لشکر میں اور انصاف میں اس کی سختی مشہور و معروف ہے اس نے بہت سی تعلیم گاہیں بنائیں عامہ خلائق کے لئے سرکاری خرچ سے بہت مدارس اور اسپتال کھولے وہ نہایت متقی اور مذہبی سلطان تھا۔ اس کی وفات بروسہ میں ہوئی جہاں اس کے بیٹے بایزید نے ایک عالیشان مقبرہ اس کی یادگار میں بنوایا +

سلطان بایزید خان اوّل

مراد خان کی آنکھیں بند ہوتے ہی فوج نے بڑے بیٹے بایزید کو تخت پر بٹھایا۔ تخت پر بیٹھتے ہی بایزید نے شہزادہ فرغیا پر حملہ کیا۔ اُسے شکست دیکے اُس کی بیٹی کے ساتھ شادی کی اپنے سسرے کو شیبہ میں جلا وطن کر دیا۔ اُس نے جان کے خوف کے مارے شاہ فارس کے ہاں پناہ لی۔ بایزید کی خوش قسمتی سے یورپ میں جھگڑا ہوا۔ ایک فریق نے بایزید کی فوج کی مدد طلب کی اسٹیفن حکمران مالڈیویا نے پولس اور ہنگیریا فتح کر لیا تھا اور بہت سے موقعوں پر اسلامی سپہ سالاروں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ اخیر بایزید نے اپنی باگ اسٹیفن سے دو دو کرنے کے لئے یورپ کی طرف پھیری ایک سخت جنگ کے بعد اسٹیفن میدان چھوڑ کے بھاگ گیا چند ہمراہی بھی اُسکے ساتھ تھے۔

وہ محفوظ مقام پر اپنے بال بچوں میں قلعہ بند ہو گیا۔ جوں ہی سٹیفن کی ماں نے دیکھا کہ بیٹا میدان جنگ سے بھاگ کے آیا ہے اُس نے باآواز بلند کہا تو مرد ہو کے میدان سے بھاگ آیا تجھے شرم کرنی چاہیئے جا اور میدان میں دشمن کے مقابلہ میں اپنا سر دے میں تیرا چہرہ خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھنا اچھا سمجھتی ہوں یہ سنتے ہی اسٹیفن کو حرارت آگئی وہ قلعہ سے باہر نکلا اپنے پریشان لشکر کو مجتمع کیا اور آندھی اور مینہ کی طرح دشمن کی فوج پر آ پڑا۔ جو بیخبری اور فتح کی خوشی میں لوٹ پر گرے ہوئے تھے ایک سخت قتل ہوا۔ آخیر سٹیفن کو فتح حاصل ہوئی۔ کرمان اوغلی جو ایشیا میں ایک باجگذار ریاست کا بایزید کی طرف سے حکمران تھا بایزید کی شکست کی خبر سنتے ہی اُس نے اس موقع سے فایدہ اُٹھانا چاہا سلطان ایسے باغیانہ خیالات کا خوب اندازہ کر سکتا تھا جوں ہی اُسے یہ خبر لگی وہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ اوغلی پر حملہ آور ہوا۔ ایک خون ریز میدان کے بعد شکست دے کے قتل کر ڈالا۔ تیزی اور شتابی میں بایزید کی مثل کوئی حکمران نہیں ہوا۔ اس لیئے اس کا نام یلدرم پڑ گیا تھا جس کے معنی روشنی کے ہیں جس طرح روشنی تیز دوڑتی ہے اُسی طرح وہ یلغار کرتا ہوا دشمن پر حملہ آور ہوتا تھا اسی اثنا میں سلطان یلدرم نے کئی صوبے آرمینیا کے بھی فتح کر لیئے۔ ان فتوحات نے سلطان کے خیال کو یوروپ کی طرف سے نہیں پھیرا۔ اُس کا مستقل ارادہ ڈینیوب کی ریاستوں کو ہڑپ کرنے اور کل ویلچیا پر قبضہ کرنے کا تھا۔ سجسمنڈ ہنگیریا کے پادشاہ نے جب سلطان ترکی کا یہ ارادہ دیکھا تو اُس نے مسیحی شہزادوں سے ایک اپیل کی اور لکھا جب تک ہم سب ایک جگہ جمع ہو کے ترکوں کا مقابلہ نہ کریں گے۔ ہماری آبائی ممالک اسی طرح یکے بعد دیگرے ہمارے ہاتھ سے نکل جایئں گے۔ اس اپیل سے مسیحی شہزادے متاثر ہوئے اور سب سجسمنڈ کے جھنڈے کے نیچے آ کے جمع ہو گئے اس وقت عیسائیوں کا لشکر ایک لاکھ ہو گیا تھا۔ بایزید کل ساٹھ ہزار فوج لے کے اُن کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہوا۔ دونوں فوجیں پراپھا کے آمنے سامنے کھڑی ہوئیں۔ ایک سخت ہیبت ناک میدان ہوا۔ عیسائی جس طرح جان توڑ کے بہادری سے لڑے ویسے ہی ضائع بھی زیادہ ہوئے۔ مسلمانوں کو اس سخت اور شدید خونریزی کے بعد فتح ہوئی۔ سجسمنڈ اندھیری رات میں جہاں ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا اور جہاں سوائے زخمیوں کے دردناک صداؤں اور نالہ و بکا کے کچھ نہ سنائی دیتا تھا۔ بھیس بدل کے تنہا بھاگ گیا۔ مدت تک سلطنت مشرقی کم ہوتے ہوتے اخیر قسطنطنیہ تک محدود رہ گئی تھی اور وہ زبان حال سے عثمانی سلطان کو پیغام

بھیج رہی تھی کر آؤ اور مجھے اپنے قبضہ میں کر لو۔ جان اینڈرونیکس کے بیٹے نے بایزید کی حفاظت میں آنے کی التجا کی اور وعدہ کیا کہ اگر آپ مجھے مدد دیں گے نہ صرف قسطنطنیہ بلکہ موریا تک یونانیوں سے دلوا دوں گا بایزید نے دس ہزار ترکوں کی فوج اُس کی مدد کے لیئے روانہ کی۔ جان نے کچھ اپنے مددگار ساتھی بھی شریک کر کے شہر کے آس پاس کے مواضعات پر تاخت و تاراج کی یہاں تک کہ اہل شہر کی آمد و رفت کا رستہ بند کر دیا۔ مینوئیل نے جب دیکھا کہ یونانی حکومت کی آنکھیں بند ہونے کو ہیں۔ اور اب مفر کی کوئی صورت نہیں اُس نے فوراً جان سے صلح کر لی۔ شہر کی کنجیاں بھی اُس کے حوالہ کر دیں خزانہ بھی اُس کی تحویل میں دیدیا اور ساتھ ہی شہنشاہ کا خالی خولی لقب بھی نذر کر دیا۔ اور آپ خزانہ میں سے بہت سا قیمتی زر و جواہر لے کے نکل کھڑا ہوا اور اپنی عمر یورپ کے کسی حصہ میں گذار دی ✤

یونان کی سلطنت بالکل صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی اور اُس کے مٹنے میں ہرگز شک و شبہ نہ تھا کہ ناگہانی بایزید پر ایک آفت نازل ہوئی۔ یعنے حضرت تیمور لنگ اُٹھ کھڑے ہوئے تاتاریوں کا ایک جم غفیر اکٹھا کیا اُنہیں قواعد جنگ سے شایستہ بنایا۔ آندھی اور مینہ کی طرح جھپٹا ایشائی سرچشما کو فتح کر کے فارس۔ عراق۔ عرب اور شام کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور بغداد کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دروازے تیموری لشکر کے لیئے کھول دے۔ تیمور نے یہ اعلان دیا کہ میں صرف اُن مسلمان شہزادوں کی حفاظت کرنے آیا ہوں جن پر بایزید نے ظلم کیا ہے۔ بالخصوص امیر ارسجان کی حمایت کے لیئے میں نے ادھر کا رُخ کیا ہے امیر ارسجان جو بایزید کے باج گزاروں میں تھا بھاگ کے تیمور کی سرپرستی میں آگیا۔ جب سلطان بایزید نے تیمور کی فتوحات کی خبریں سُنیں اور دیکھا کہ اُس نے شام پر اپنا سکہ بٹھا لیا ہے۔ ناچار ایک لشکر کثیر جمع کیا اور اس خیال سے شاید میں تیمور کو پسپا کر سکوں مقابلہ کے لیئے بڑھا ✤

اخیر ۲۸- جولائی سنہ ۱۴۰۲ء میں انگورا کے میدان میں تیموریوں اور ترکوں کا بڑا خونریز میدان ہوا۔ ترک اگرچہ ترکمانوں سے تعداد میں نصف تھے پھر بھی اس شجاعت اور استقلال سے لڑے کہ تیمور کو دنگ کر دیا تاہم ترکمانوں کی کثرت نے ترکوں کو پسپا کر دیا۔ بایزید میدان جنگ میں اپنی کوششیں پوری کر چکا۔ اور اسے اب کوئی امید خفیف سی بھی فتح کی نہ رہی اور ساتھ ہی اس نے اپنے بیٹے مصطفےٰ کو اپنے پہلو میں میدان کارزار میں خاک و خون میں لتھڑا ہوا پایا تو ناچار وزیر کو بلا کے کہا کہ میدان ہاتھ سے جاتا رہا ہے مجھے اسی میدان میں سر دینا ہے تو میرے چھوٹے بیٹے سلیمان کو ساتھ لے کے بروسا

چلا جا کہ عثمانی نسل کا ایک شخص تو بچ جائے تاکہ دنیا میں ہماری آیندہ نسل قایم رہے وزیر تو شہزادہ سلیمان کو لے کے روانہ ہوا۔ اور یہاں میدان کارزار اسی شدت سے پھر شروع ہوا اور اخیر بایزید زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ تیمور کے سپاہیوں نے اُس کی مشکیں کس لیں اور تیمور کے حضور میں حاضر کیا اسوقت تیمور اپنے بیٹے کے ساتھ چوسر کھیل رہا تھا۔ جب اُسے اطلاع ہوئی کہ بایزید حاضر ہے تیمور نے حکم دیا کہ قیدی منتظر رہے ہم اپنی بازی کو ختم کر لیں۔ بازی ختم کر کے تیمور آکے تخت پر بیٹھا اور حکم دیا کہ مفتوح شہنشاہ کی مشکیں کھول دی جائیں۔ ساتھ ہی تیمور نے ایک پشمینے کا کرتا بایزید کو پہننے کے لئے دیا اور کہا تیرے مظالم پر مجھے افسوس آتا ہے کہ تو نے خلق خدا پر بڑے بڑے ظلم توڑے کیا تجھے خبر نہیں تھی کہ ایک دن تیرا یہ حال ہوگا ✤

بایزید نے نہایت عظمت اور وقار سے کلہ بکلہ جواب دیا اور تیمور پر لعنت کی کہ تُو نے بلا وجہ ایک اسلامی سلطنت کو برباد کیا یہ سارے تہدید آمیز جوابات تیمور نے نہایت صبر سے سُنے اور جب تک بایزید کہتا رہا۔ ایک لفظ تک زبان سے نہ نکلا۔ تیمور اس امر سے بیخبر نہ تھا کہ یہ بھی شہنشاہ ہے اور اس کا بھی وہی دل و دماغ ہے جو میرا ہے اگرچہ اس وقت وہ ایک قیدی کی صورت میں کھڑا ہوا ہے ✤

تیمور نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز تجھے قتل نہ کروں گا۔ اور تیری وہی عزت کرونگا جو ایک شاہنشاہ کی ہونی چاہئے۔ تیمور نے بایزید کے بال بچوں کو بلایا۔ اور شاہانہ تزک سے اُن کا استقبال کیا اور اُن کے ساتھ شاہانہ سلوک اس طریقہ سے کیا۔ گویا وہ قیدی ہی نہیں ہیں۔ اس جنگ کے بعد خشیر نے اپنے دروازے تیمور کے لئے کھول دئے۔ بروسا قریب قریب برباد کر دیا گیا۔ نیسیا کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ غرض کل تھریشئین باسفورس میں ایک تزلزل برپا ہو گیا۔ جن شہزادوں کو بایزید نے مطیع کیا تھا۔ تیمور نے اُن کے صوبے پھر اُنہیں دیدیئے۔ باوجودیکہ تیمور حد سے زیادہ بایزید کی خاطر و مدارات کیا کرتا تھا پھر بھی اُسے اس بھاری شکست کے غم کا گھن لگ گیا۔ اور وہ اسی میں گھلتا چلا گیا۔ اخیر ۹۔ مارچ ۱۴۰۳ء کو اُس کی وفات ہو گئی۔ تیمور نے فوجی اعزاز سے بایزید کے جنازے کو بروسا پہونچا کے شاہی مدفن میں دفن کرا دیا۔ اور اسی مقبرے میں دفن کیا جو خود بایزید نے اپنے لئے بنایا تھا ✤

بایزید میں اگرچہ جنگ کا بہت بڑا جوش تھا اور وہ ہمیشہ شمشیر بدست میدان جنگ میں رہا کرتا تھا پھر بھی اندرونی ملکی انتظام سے اُس نے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔ اُس نے قسطنطنیہ کے مقابل میں ایک بہت

بڑے صوبے کی بنیاد ڈالی اور اُسے طرح طرح کی شاہانہ عمارتوں اور خوبصورت بازاروں سے ایسا سجایا کہ وہ ایک خوبصورت صوبہ بن گیا۔ وہ ہمیشہ اپنی فوج کو اپنے ساتھ فتح مین حصہ دار بناتا اور مال غنیمت ساری فوج کو تقسیم کر دیتا۔ اس طرح اُس نے اپنی فوج کو اپنے اوپر عاشق بنا لیا تھا کوئی ترکی سلطان ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی فوج کو اتنے انعامات دیئے ہوں مورخوں نے جو یہ بیان کیا ہے کہ تیمور نے جو بایزید کو لوہے کے پنجروں میں قید کیا تھا محض لغو اور بے سرو پا ہے اگرچہ گبن نے بھی دبی زبان سے اس مہمل روایت کی تائید کی ہے۔ مگر ہمعصر اور معتبر تاریخیں ایسی بیہودہ واقعہ کی نسبت اشارہ تک نہیں کرتیں

سلیمان اور موسیٰ کے زمانہ میں خلوے تخت سنہ ۱۴۰۳ء سے سنہ ۱۴۰۶ء تک

جنگ انگورا کے بعد جہاں سلیمان فرار ہونے پر مجبور کیا گیا تھا اور جہاں بایزید گرفتار کر لیا گیا تھا میدان جنگ سے آکے مینول کے ہاں پناہ لی جو دوبارہ تخت نشین ہوا۔ سلیمان اگرچہ اُس کے بہت بڑے دشمن کا بیٹا تھا پھر بھی بڑی عزت سے پیش آیا۔ اور شاہانہ استقبال کیا اور ساتھ ہی تھریس کی حکومت اُسے سپرد کر دی۔ شہزادہ سلیمان پھر ایڈریانوپل چلا آیا۔ یہاں اُس نے عیاشی میں اپنے دن گذارنے شروع کر دئے اور اپنے باپ اور بھائیوں کی قید کی کچھ خبر نہ لی۔ اسی اثناء میں تیمور کا ایک ایلچی اُس کے پاس پہونچا اور اُس کے یعنے بایزید کے انتقال کی خبر اُسے دی اور کہلا بھیجا تو اگر آئے تو میں مفتوحہ ملک تیرے حوالہ کر دوں۔ شہزادہ سلیمان اُس وقت نشہ میں سرشار تھا اس بات کا ایسا مغرورانہ اور درشت جواب دیا کہ سفیر دیکھتا رہگیا اُس نے وہاں سے واپس آکے یہ ساری کیفیت تیمور سے کہدی اس نے ناچار اُس کے بھائی موسیٰ کو اور بایزید کے دوسرے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اناطولیہ اور ایشیا کی سلطنت دیدی۔ تیمور نے ان بچوں کے پاس اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھ کے بھیجا جس میں یہ فقرہ لکھا ہوا تھا " یہ ملک تمہیں تمہارے باپ کی میراث میں دئے جاتے ہیں۔ نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہے اور تمام یوروپی مورخ اس واقعہ سے انگشت بدندان ہیں کہ کس خونریزی سے تو ملک لئے جاتے ہیں اور پھر کس فیاضی اور رحمدلی سے واپس دیئے جاتے ہیں۔ تیمور ان شاہزادوں کو تخت پر بٹھا کے جن سے بایزید نے ملک چھین لئے تھے سمرقند روانہ ہو گیا۔ اور ایک انچ مفتوحہ زمین پر اُسنے اپنا قبضہ نہیں رکھا ❊

سلیمان نے تیمور کے چلے جانے کے بعد اپنے بھائیوں سے سلطنت کا دعوےٰ کیا باہم خوب جھگڑا ہوا ان پر حملہ کیا اور انہیں وہاں سے نکال دیا ❊

اس کی غیر محتاط عیاشی سے امرا بد دل ہو کے موسےٰ سے مل گئے۔ سلطان نے اپنا رخ بھائی کی طرف کیا۔ موسےٰ بھائی کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگ گیا۔ چند روز کے بعد موسےٰ کو خبر پہونچی کہ اُس کا بھائی ایک قصبہ میں مارا گیا۔ اور قتل ہونے کا سبب اُس کی مدہوشی اور مدہوشی میں اُلٹا سیدھا بکنا تھا۔ چنانچہ اُس کے ساتھیوں ہی نے اُس کا کام تمام کر دیا تھا۔ موسےٰ موقع واردات پر پہونچا۔ اپنے بھائی کے قاتلوں کی گردن ماری اور اپنے بھائی کے جنازے کو بڑے تزک احتشام سے اُٹھا کے بروسا میں دادا کے مقبرہ میں دفن کر دیا ◆

موسےٰ کے زمانہ میں خلوئے تخت سنہ ۱۴۱۰ء

موسےٰ نے اپنی کامیابی کے بعد وہ ملک پھر لینے چاہے جو سلیمان نے شاہ یونان کو دئے تھے موسےٰ نے اپنے بھائی سے سمجھوتہ کر لیا۔ اُس نے تمام ایشیائی سلطنت دیدی اور یہ معاہدہ ہو گیا کہ تو ایشیا میں حکمرانی کر اور یوروپ میں میں حکمرانی کرتا ہوں۔ نہ تو آنکھ اُٹھا کے میری طرف دیکھ اور نہ میں تیری طرف نظر کروں ◆

اس کے بعد موسےٰ نے عظیم لشکر کے ساتھ سوریا پر کئی کامیاب حملے کئے۔ سجسمنڈ شاہ ہنگری کو شکست دے کے سربیا کو فتح کر لیا۔ اُس کے وزیر اعظم نے جنگ کے تمام انتظامات کئے تھے اور بذات خود ایک انقطاعی جنگ اُس نے جیتی ◆

موسےٰ لڑتے لڑتے اب بہت تھک گیا تھا اُس نے اخیر اپنے سپہ سالاروں پر چھوڑ دیا تھا اور جنگ اور حملہ میں موجود نہ ہوتا تھا سپہ سالاروں نے سیلونیکا فتح کر لیا اور اپنی فتوحات کی لین ڈوری آگے بڑھاتے چلے گئے۔ موسےٰ ایڈریانوپل میں واپس آگیا۔ اور اپنے خاص محل میں گوشہ نشینی اختیار کی اور شاہانہ عیش ہونے لگے ◆

اسی زمانہ میں اُس کا بھائی محمد اپنے ایشیائی صوبوں میں انتظام کر رہا تھا۔ کیونکہ جب سے تیموریوں کا یہاں قدم آیا تھا اس کا نام ونشان مٹ گیا تھا۔ چند امراء کی موسےٰ سے بدمزگی ہو گئی وہ محمد کے پاس چلے آئے۔ اور اُنھوں نے موسےٰ پر حملہ کرنے اور یوروپ پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی اُنھوں نے محمد کو ہر طرح کا اطمینان دیا کہ جب تو وہاں پہونچے گا تو ہم تیری مدد کریں گے۔ محمد نے یہ اشارہ پا کے فوج جمع کی اور یلغار کرتا ہوا یوروپ کی طرف منہ کیا۔ اور یہ مشہور کر دیا ◆

کہ میں اپنے بھائی سلیمان کا انتقام لینے آیا ہوں۔ موسےٰ نے جب بھائی کے حملہ کی خبر سنی یونانی شاہ کو ساتھ لے کے مقابلہ کے روانہ ہوا۔ ایک سخت خونریز میدان کے بعد موسےٰ کو شکست ملی۔ سپاہیوں نے اُس کا پیچھا کیا۔ اخیر ایک مقام پر بھٹیر گیا۔ اور جب تک اُس کا بازو نہ کٹ گیا تلوار ہاتھ سے نہ چھوڑی بازو سے خون اس قدر گیا کہ اسی میں موسےٰ ہلاک ہوگیا ❊

اب محمد نے بڑی دھوم دھام تزک و احتشام سے ایڈریانوپل کی طرف باگیں پھیریں۔ جہاں تعریف کے نعروں اور سچی خیر خواہی سے اُس کا استقبال ہوا۔ تمام لشکر اور کل اُمرا نے اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا۔ ترکی مورخ سلیمان اور موسےٰ کو سلاطین کی فہرست میں نہیں رکھتے کیونکہ ان کا مقولہ ہے کہ ان شہزادوں نے ایک دن بھی تمام ممالکت پر سلطنت نہیں کی۔ سلاطین کا سلسلہ بایزید پر ختم ہو کے اُس کے چھوٹے بیٹے محمد سے شروع ہوتا ہے ❊

محمد خان اوّل (ترکی کا پانچواں سلطان ۱۴۱۳ء سے ۱۴۲۱ء تک)

محمد کی تخت نشینی پر عالمگیر خوشی منائی گئی۔ اس عالی ہمم سلطان نے تھسلیون اور دریائے ایگزاین کے تمام قلعے ینول کو دیدیئے اور اُن سفرا کا بڑے جوش و خروش سے استقبال کیا جو ولیچیا، بلغاریہ اور بالڈیو کے شہزادوں کے پاس سے آئے تھے۔ اور جو خراج اُنہوں نے بھیجا تھا اُسے بخوشی قبول کیا۔ جس طرح محمد یورپ میں سلطان مانا گیا۔ اسی طرح ایشیا میں بھی اُسے سلطان تسلیم کر لیا۔ محمد نے جب کرمان اوغلی کو زیر و زبر کر لیا۔ جو برابر بغاوت پر تلا ہوا تھا۔ تو پھر سمرنا کی طرف باگیں اُٹھائیں۔ بہت جلد سمرنا اُس کے قبضہ میں آگیا۔ پھر یونانی شہروں کی طرف مراجعت کی۔ اُنہیں بھی یکے بادیگرے فتح کیا مگر سلطان سمندر میں خوش قسمت ثابت نہیں ہوا۔ وینس کی جمہوری سلطنت آج کل خوب زوروں پر تھی اور اُس کی ترقی اور دولت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ یورپ کی بالکلیہ تجارت اُس کے قبضہ میں آگئی تھی۔ کوئی یورپی دولت اُس سے آنکھ نہ ملا سکتی تھی اُس کے مقبوضات کیپ ڈسٹرپا سے قسطنطنیہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ وینس کی جمہوری سلطنت نے جب ترکوں کے قدم یورپ پر بڑھتے دیکھے تو ایک بحیرہ جہازات کا روانہ کیا۔ اس بحیرہ نے بڑا کام کیا ترکوں کے تمام جہازوں کو ہلسپانٹ پر غارت کر دیا۔ مگر خشکی میں اُنہیں اُترنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی عرصہ میں ایک جوشیلا شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا نام بیرسکلیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے برخلاف وعظ کرنے لگا اور اُنہیں کافر اور ملحد کے بُرے الفاظ سے یاد کیا۔ جو شخص اس کے ساتھ نہ ہوا اور یا جس نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کے ساتھ

شرکت نہ کی وہ فوراً قتل کردیا گیا۔ اس خوف سے لاکھوں آدمی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیئے اس جوشیلے شخص کے ساتھ ہوگئے۔ محمد نے جب عیسائیوں کا یہ جوش دیکھا تو اُس کے کان کھڑے ہوئے اُس نے اپنے بیٹے کی سرکردگی میں جس کی ابھی بارہ برس کی عمر تھی ساٹھ ہزار ترکوں کا لشکر روانہ کیا بڑی سخت جنگ ہوئی میدان کارزار اس شدت سے گرم ہوا کہ خون کے دریا بہ گئے۔ عیسائی خوب جان توڑ کے لڑے اور اپنے جوشیلے روح القدس کی سرپرستی میں اُنہوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی مگر پھر بھی ترکوں نے اُنہیں شکست دی ہزاروں گرم جوش مسیحی اپنے مصلوب خداوند کے نام پر ترکوں کی دو دھاری تلواروں کے نذر ہوگئے۔ بر سکلیا اخیر میدان جنگ میں گرفتار کرلیا گیا۔ فوراً اُسے صلیب دے دی گئی۔ اُس کے باقی ماندہ ساتھی بھاگ کے اِدھر اُدھر چلے گئے ؎

نہ شدھ بدھ کی لی نہ منگل کی لی ✤ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

تھوڑے ہی زمانہ کے بعد ایک اور صاحب آمادۂ پیکار ہوئے انہوں نے کہا میں حضرت مسیح کا روحانی حواری ہوں اور مجھے خداوند نے کفار یعنے مسلمانوں کے لیئے بھیجا ہے۔ اس نے تخت ترکی کا دعوے کیا۔ اور کہا یہ کل سلطنت مجھے پہونچتی ہے۔ محمد ایک عالی ظرف سلطان تھا اُس نے نئے دعویدار سلطنت کو نکلوپولس حوالہ کردیا اور کہلا بھیجا کہ تم اسی پر قناعت کرو۔ یہی تمہارے لیئے بہتر ہے نکلوپولس ملنے سے وہ یہ سمجھا کہ محمد مجھ سے دب گیا۔ اُس نے تھوڑی سی فوج جمع کی اور اب وہ کل ملک پر قبضہ کرنے کو آمادہ ہوا۔ اخیر جان نثاریوں کی فوج اُس کے مقابلہ کے لیئے بھیجی گئی۔ جس نے جاتے ہی دعویدار سلطنت کا چشم زدن میں خاتمہ کر دیا۔ اس دعویدار کا نام مسلس تھا۔ جب اسے سخت بے عزتی سے شکست ملی یہ معہ چند ساتھیوں کے بھاگ کے یونانی شہنشاہ کے ہاں آکے پناہ گزیں ہوا۔ جب محمد نے باغیوں کو طلب کیا تو یونانی شاہ نے دینے سے انکار کیا۔ ہاں یہ کہا کہ میں انہیں آرگیپلیگو کے ایک جزیرہ میں جلاوطن کردیتا ہوں اور اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ یہ وہاں سے نکل نہ سکیگا ✤

اس باغی کی ویلچیا کی ریاستوں نے مدد کی تھی محمد کو اس امر پر بہت غصہ آیا کہ اتنی رعایت کرنے پر بھی اُنہوں نے مجھ سے دغا کی۔ اخیر اُنہیں سزا دینے کی غرض سے ویلچیا پر چڑھائی ہوئی۔ اچھی طرح ۱۴۲۱ء میں اُنہیں زیر و زبر کیا اور اُن کی سزا یہ مقرر کی کہ وہ دگنا خراج دیا کریں۔ یہ مہم ختم ہوئی تھی کہ سلطان محمد ایک مرض سخت میں گرفتار ہوگئے۔ اور اخیر اسی مرض میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ ۴۷ برس کی عمر تھی اور کل آٹھ برس سلطنت کی تھی۔ اپنی وفات سے پہلے اس نے اپنے دو وزیروں کو جو جنگ پر بھیجے گئے تھے بلا کے کہا کہ

تم مرادخاں کا ساتھ نہ چھوڑنا اور ہمیشہ اس کے ساتھ وفاداری سے رہنا۔ اور اپنے دو چھوٹے بیٹوں کو یونانی شاہ کی سرپرستی میں دے دیا تھا ؛

سلطان محمد خاں اول کی سلطنت انصاف اور رحم کے ساتھ بہت مشہور ہے۔ اس سلطان نے سلطنت کی وہ شوکت و عظمت نئے سرے سے قایم کر دی جو بایزید کے وقت میں برباد ہو گئی تھی۔ سلطان بروسا میں دفن ہوا۔ خاص اسی عظیم مقبرے میں جو اُس نے خود بنوایا تھا اسی مقبرہ کے پاس ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے جو اسی نے بنوائی تھی۔ ابھی تک یہ مسجد موجود ہے اور اس کی خوبصورتی اور آرایش قابل دید ہے یہ مسجد مسجد سبز کے نام سے مشہور ہے ؛

سلطان مرادخان ثانی ۱۴۲۱ء سے ۱۴۵۱ء تک (ترکی کا چھٹا بادشاہ)

عین شباب میں ۱۸ برس کی عمر میں سلطان مرادخان ثانی تخت نشین ہوا۔ شہزادہ کو جہانداری کی ایسی اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہوئی تھی کہ وہ اس عظیم الشان اور اہم عہدہ کی پوری قابلیت رکھتا تھا۔ اُس کے باپ نے اپنی زندگی ہی میں اسے ایچ کی گورنمنٹ پر حاکم کر دیا تھا اور ساتھ ہی ایشیا میں باغی قوموں کی سرکوبی کے لئے بھی روانہ کیا گیا تھا۔ اس لئے اس نے عجیب قوت سے حکمرانی شروع کی۔ اس نے مینویل شہنشاہ یونانی کو لکھا۔ کہ مجھے اپنے مرحوم والد کی وصیت کے بموجب ایک کافر شہنشاہ پر بھروسہ نہیں ہے کہ وہ بطور اتالیق یا محافظ میرے دو چھوٹے بھائیوں کو اپنے پاس رکھے اور اُنہیں تعلیم دے۔ اگرچہ میرے باپ نے اپنے دو چھوٹے بیٹوں کو اُس کے سپرد کر دیا تھا۔ یہ خط پڑھ کر مینویل کے آگ لگ گئی۔ اُس نے مرادخاں سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ مصطفےٰ کو ساتھ لیا۔ اوسہنس کی مدد سے لیمن کو چھوڑ دیا اور گیلی پولی میں اُتر آیا۔ مرادخاں نے اپنے وزیر کو تھوڑی سی فوج دے کے روانہ کیا۔ جنگ ہوئی۔ اور اُس میں وزیر کامیاب ہوا۔ مصطفےٰ کے ساتھ سپاہ کا ایک حصہ ہو گیا وہ بڑی شان سے ایڈریانوپل میں بطور فاتح کے داخل ہوا ؛

یونانیوں نے اس کامیابی پر اس خوش قسمتی کے فرزند سے اپنی امداد کے معاوضہ میں چند صوبے طلب کئے۔ مصطفےٰ نے صاف انکار کر دیا کہ میں ایک انچ زمین بھی نہیں دینے کا۔ مینویل نے جب یہاں صاف جواب پایا تو مرادخاں سے سازباز کرنے لگا۔ اسی اثنا میں مصطفےٰ کو یوروپ میں کامیابی ہونے سے اور بھی ہمت ہو گئی۔ اُس نے اپنی سپاہ کی سرکردگی میں ابناے کو عبور کیا اور مرادخاں سے دو دو ہاتھ

کرنے کے لئے بڑھا۔ مراد خان بہت بڑا مدبر اور ہوشیار تھا۔ اس نے دیکھا کہ سنس مصطفےٰ کی فوج کے بڑے حصہ کی کمان ہے اور نہایت اعلےٰ درجہ کا سپہ سالار ہے فوراً جوڑ توڑ کر کے اُسے توڑ لیا اور اس سے یہ کہا کہ تو مصطفےٰ کا ساتھ چھوڑ دے میں تجھیں سمرنا دے دیتا ہوں سنس راضی ہوگیا وہ معہ اپنی فوج کے مراد خان کے لشکر گاہ میں چلا آیا۔ جب مصطفےٰ نے یہ دیکھا کہ اتنا بڑا مددگار چلا گیا اور اس نے ایسے نازک موقع پر یوں دغا دی تو اب اُسے اثنائے سے پار اُترنے کے لئے جہاز کی تلاش ہوئی۔ فوراً اس نے اپنا بھیس بدلا اور ایشیا میں چلے جانے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن سلطان مراد خان کے لشکر نے سارے ناکے بند کر رکھے تھے۔ اخیر یہ راز کھل گیا اور مصطفےٰ معہ اپنے ساتھیوں کے گھیر لیا گیا۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو تلوار چلنی شروع ہوئی۔ مگر نتیجہ سوائے شکست کے اور کیا ہونا تھا۔ ایک شخص بھی نہ بچا۔ سب نے تلواروں کے منہ پر جان دے دی مصطفےٰ خود گرفتار ہو کے ایڈریانوپل لایا گیا۔ جہاں سلطان کے حکم سے اُس کی بھی گردن اُڑا دی گئی ❊

مراد خاں کے دل میں اس بات کا کانٹا سا کھٹک رہا تھا کہ مینوئل شہنشاہ یونان کی خبر لینی چاہیئے کیونکہ وہ بلا وجہ میرے رقیب کی مدد کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔ اس بنا پر اُس نے اپنی ترکی فوج سے تھسلی۔ مقدونیا اور تھریس کو زیر و زبر کر ڈالا اور قسطنطنیہ کے بھی فتح کر لینے کی دھمکی دی۔ یونانی شہنشاہ نے جب یہ دیکھا کہ پائے تخت بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ اُس نے سلطان مراد خاں کے خاندان میں کتر بیونت کرنی اور جوڑ توڑ لڑانے شروع کئے اِدھر مراد خان کو سنس باغی کی سرکوبی کا معرکہ پیش آیا۔ جسے اُس نے سمرنا کی سلطنت دی تھی اور وہاں وہ بے وجہ بغاوت پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سلطانی ظفر موج فوج روانہ ہوئی اور اخیر اُس نے سنس کو شکست دے کے بھگا دیا۔ کچھ عرصہ تک تو وہ جنگل میں ڈاکہ زنی کرتا رہا۔ مگر اخیر گرفتار ہو کے قتل کر دیا گیا۔ اسی اثناء میں یونانی شہنشاہ مینوئل کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ پیلیولوگس تخت نشین ہوا جو مینوئل کا اوّل درجہ کا مشیر تھا۔ جدید یونانی شہنشاہ نے مراد خاں سے صلح کر لی۔ تمام سیلونیکا اور تمام وہ شہر جو اس نے ابھی لئے تھے سب سلطان کے حوالہ کر دیئے تھسلونیکا ایک متنازعہ فیہ مقام تھا۔ اور اس نے اپنے کو دینے کی سرپرستی میں دے رکھا تھا۔ جنہوں نے ایک گورنر بھی اپنا یہاں بھیجا تھا۔ سلطان مراد خاں کو یہ کیفیت معلوم تھی۔ اس نے ایک دن اپنے کل لشکر کو جمع کیا اور کہا کہ میں تمام لوٹ اور لونڈی غلام تھسلونیکا کے سوائے شاہی عمارتوں کے دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ سلطان کے اس اعلان سے ترکی فوج کا جوش

پھڑکا۔ اُنھوں نے ایک زبردست حملہ تھسیلونکا پر کیا اور چشم زدن میں ۱۴۲۹ء میں اُس نے فتح کر لیا۔ تمام شہر لونڈی غلام بنا لیا گیا۔ جب تک دینے ٹس سے مراد خاں کی صلح ہوئی اطولیا کے بہت سے شہر فتح ہو چکے تھے۔ بارہ برس تک مراد خان برابر فتوحات میں لگا رہا اور جہاں تک اُس کے قدم گئے تھے وہاں نہایت مضبوطی سے قبضہ کر لیا تھا۔ تمام مفتوحہ ریاستوں میں وہیں کے شہزادے مقرر کر دیئے تھے اور اُن پر بھاری بھاری خراج لگا دیا تھا +

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ساری مشکلات بعض بیگمات کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں یہ بیگمیں اگرچہ محلات شاہی سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔ پھر بھی اُن میں قوت بہت تھی اور وہ سلطنت پر ایک حد تک بڑا قابو رکھتی تھیں۔ ان میں سے ایک بیگم جو مذہباً عیسائی تھی۔ لیڈسلاک شاہ ہنگری اور پولینڈ کے پاس بھاگ کے چلی گئی تھی اور اُس نے اپنی طرف سے بلغراد اس کی حفاظت میں دیدیا تھا۔ مراد خاں کو یہ سن کے بہت غصہ آیا۔ اُس نے فوراً بلغراد کا محاصرہ کر لیا۔ مگر یہاں جنگ کا رنگ ہی اور تھا۔ ترکوں کے پاس توپخانہ مطلق نہیں تھا۔ اور بلغراد کے قلعہ سے توپوں کے گولے برسنے لگے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ترکوں پر گولوں کا مینہ برسایا گیا۔ یہ صورت دیکھ کے وہ سخت پریشان ہوئے اور اُنھوں نے اخیر محاصرہ اُٹھا دیا۔ جب ترک محاصرہ اُٹھا کے واپس ہو رہے تھے۔ ٹرینسلو سے نیا کے جنرل ہینیڈس نامی نے ترکوں پر حملہ کیا۔ اور اسمیں ترکوں نے دس برس کے لئے لیڈسلاس سے مجبوراً معاہدہ کر لیا۔

کریان اوغلی کرمینیا کا شہزادہ جسے سلطان مرادخان کی بہن منسوب تھی۔ ایک نہایت ہی طامع شخص تھا اور اُسے سلطان کی ترقی کانٹے کی طرح سے کھٹکتی تھی وہ چاہتا تھا کہ مراد خان کی جگہ میں یوروپ اور ایشیا کا حکمران بن جاؤں۔ ایشیا ہی میں بیٹھے بیٹھے اُس نے عیسائی شہزادوں کو سلطان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ جنھوں نے اخیر اپنا سردار لیڈسلاک کو بنایا معصوم یوروپ ایجن چہارم نے شاہ ہنگری کو لکھا کہ تو اپنا عہد توڑ ڈال۔ اور ہمارے مذہب میں کافر سے عہد شکنی کرنی ثواب ہے چنانچہ اس دین مسیح کے پیرو نے بلا وجہ اور بلا سبب عہد شکنی کی۔ اور ایک کیثر لاؤ لشکر کے ساتھ سلطان کی ترقی کا سد راہ ہو کے آ کے کھڑا ہوا۔ شاہ ہنگری کی فوج میں تمام یوروپ کی قوموں کے جنگجو موجود تھے۔ جن کی تلواریں ترکوں کا نام لینے سے نکلی پڑتی تھیں۔ اور اُن میں ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ میں تنہا صدہا ترکوں کو کافی ہوں۔ اُن کا جوش قابل دید تھا اور اُن کی بہادری کے بیانات عجیب تھے ہر جنگجو اسلامی دنیا

کو الٹ دینے کا عزم رکھتا تھا۔ اور سب کو یقین تھا کہ ہم ترکوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکوں کے مقابلہ میں اتنی بڑی جمعیت جنگ آور عیسائیوں کی جمع ہوئی تھی اُن کی اولوالعزمی لاثانی تھی اور وہ اپنی فتح یقینی سمجھتے تھے۔ ان کی تعداد کئی لاکھ تھی اور اُنہیں اپنی بے نظیر شجاعت اور دلیری پر اسقدر بھروسہ تھا کہ انہوں نے جنگ سے پہلے ہی ترکوں کے مفتوحہ شہر باہم تقسیم کر لئے تھے سلطان مراد خاں نے اس خوف کو پورا محسوس کر لیا تھا۔ اور وہ جان گیا تھا۔ کہ صرف اسی میدان پر کل سلطنت کا دار و مدار ہے۔ اُسے ذرا بھی ہراس نہ تھا وہ بڑی شان و شوکت سے جان نثاریوں کی توج لے کے اپنے سے دس گنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بڑھا۔ ۱۰۔ نومبر ۱۴۴۴ع میں نقارۂ جنگ پر چوب پڑی۔ بہادروں کے دل ہل گئے۔ خون شجاعت مسیح اور اسلامی رگوں میں جوش زن ہونے لگا۔ دور دور تک آفتاب کی تیز شعاعوں میں ننگی تلواریں اور مصفا برچھیاں چمک رہی تھیں میدان کارزار میدان قیامت نظر آرہا تھا۔ خود فولادی کا سروں پر چمکنا اور کلغیوں کا جو اُن پر نصب تھیں جگ جگ کرنا ایک عجیب لطف دکھا رہا تھا سلطان نے بغور اس میدان جنگ کو ایک بلند ٹیلہ پر سے دیکھا اور اپنا باڈی گارڈ لے کے علیحدہ جا کھڑا ہوا۔ عیسائیوں کی تلواریں نکلی پڑتی تھیں اور وہ سخت بیچین دکھائی دیئے دیتے تھے۔ اِدھر پادری اُنہیں کافروں (مسلمانوں) کے خلاف اُبھار رہے تھے۔ اور اِدھر شاہ ہنگری بار بار اپنی فوج کے پاس ثابت قدمی اور شجاعت سے جنگ کرنے کے پیغام بھیج رہا تھا۔ اخیر توپوں پر تیلی پڑی اور دونوں جانب سے خوفناک گرجیں مسموع ہونے لگیں ہر جگہ قہر خدا کی مجسم تصویر آنکھوں کے آگے پھر رہی تھی۔ آخر معاملہ تلوار پر آپڑا۔ عیسائی شیر غراں کی طرح چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے یہ جوش شجاعت دیکھ کر خون عثمانی نے ترکوں کی رگوں میں بھی جوش مارا۔ اللہ اکبر کی دل دہلا دینے والی صدائیں اُٹھیں تلواروں کی کھچا کھچ۔ نیزوں کی چمک تیروں کی شائیں شائیں توپوں کی گرج نے آسمان سر پر اٹھا لیا مگر ان خطرناک آوازوں میں سب میں غضب انگیز اور دل میں بیٹھ جانے والی صدا اللہ اکبر کی تھی۔ عیسائی اور مسلمان اب دست بدست جنگ کرنے لگے۔ سر سڑا سڑ اُڑ رہے تھے خون پانی کی طرح بہ رہا تھا۔ تھوڑی سی دیر میں کشتوں کے پشتے ہوگئے۔ خون کے دریا بہ گئے جان نثاریوں کی اللہ اکبر کی صدائیں غالب آگئیں۔ اُنہوں نے بہادر لڑاکوں کو تلوار کے منہ پر رکھ لیا۔ اسلامی تلوار نے اپنے پورے جوہر دکھائے جنگجو مسیحی جان توڑ کے لڑے مگر جان نثاریوں کی دو دھار تلوار اور سچی شجاعت کے آگے کچھ نہ چلی۔

جان نثاری مارتے مارتے قلب لشکر میں گھس گئے اور شاہ ہنگری کو جسے تمام مسیحی شہزادوں نے اپنا سردار بنایا تھا اُسے پکڑ لیا۔ اور اس کا سر عین معرکہ کشت و خون میں اُتار کے نیزہ پر آویزان کیا گیا۔ عیسائی مجاہد تتر بتر ہو گئے اور اس قدر قتل کئے گئے کہ گھوڑوں کے سُم خون میں تنہ ہو رہے تھے +

سلطان مراد خان نے اس عظیم جنگ کے بعد سلطنت سے استعفا دے دیا۔ اور سلطنت اپنے بیٹے محمد کو تفویض کر دی۔ جس کی عمر بمشکل شاید ۱۵ برس کی ہوگی۔ ایڈریانوپل میں باقاعدہ اپنے بیٹے کو سلطان نامزد کر کے آپ میگنیسا چلا گیا اور اپنی باقیماندہ زندگی عیش و آرام سے بسر کرنے کی ٹھان لی۔ محمد ابھی بچہ ہی تھا سلطنت کے بدخواہوں نے شہنشاہ کی ناتجربہ کاری اور بچپن سے فایدہ اٹھا کے فساد کرنے شروع کئے اور یہ فساد اس حد تک پہونچے کہ سلطنت کے خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو گیا۔ اخیر وزیر مراد خاں کے پاس گئے اور ساری کیفیت بیان کی اور عرض کیا کہ اگر حضور نہ تشریف لے چلیں گے تو سلطنت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ناچار مراد خان آیا۔ اور ایڈریانوپل میں دوبارہ تخت نشین ہوا۔ فوج نے مراد خان کے آنے پر خوشی کے نعرے مارے۔ سلطان مراد خان نے محمد کو میگنیسیا بھیجدیا تاکہ حکمرانی کے اصول سیکھے اور وہاں اُس کی تعلیم کے لئے اعلےٰ درجہ کے مدبر مقرر کر دئے +

کارزار تھسلی

مصنفہ سر آشمیڈ بارٹلٹ ممبر پارلیمنٹ لنڈن

پہلا باب

ترکی اور یونان کی جنگ کا اصلی سبب دریافت کرنا کچھ آسان بات نہیں ہے یہ خیال میں نہیں آسکتا کہ اُن مشکلات نے جو یوروپ نے ترکی کی راہ میں پیدا کر دی ہیں یہ جنگ برپا کی اگر نہایت توجہ سے دیکھا جائے تو جنگ کا اصلی سبب یونان کی شیخی اور گھمنڈ کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بالخصوص یونانی مدبروں کی غلط کاریوں نے سب سے زیادہ یہ زور بد دکھایا۔ سچ پوچھا جائے تو دنیا میں کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے جہاں کے وزرا اور مدبرین ایسے خود فروش اور کوتہ اندیش ہوں جیسے یونان کے ہیں ایک سے ایک زیادہ ہے اور ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ ہم سے زیادہ دلاور اور عقلمند دنیا کے پردہ پر کوئی نہو گا یونانیوں کی ان نالایق حرکتوں کی شہادت زمانہ حال کے بڑے بڑے مصنف دیتے ہیں۔ جنہوں نے

آنکھوں سے دیکھا اور اپنی ذات سے اس کا تجربہ کیا ہے ✣

مسٹر بینٹ برلے جو مشہور جنگی نامہ نگار ہیں یونانیوں کے طرز انداز معاملات روزمرہ معاشرت وغیرہ کی نسبت حسب ذیل لکھتے ہیں لطف یہ ہے کہ مسٹر بینٹ برلے ایک نہایت ہی متعصب شخص ہیں اور ترکوں پر تو یونانیوں کے مقابلہ میں ادھار کھائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ عین معرکہ جنگ میں وہ یونانیوں کے ساتھ ساتھ رہے چونکہ وہ یونانیوں کے لاانتہا طرفدار ہیں اور انہیں ذاتی تجارب بھی بہت حاصل ہوئی ہیں اسلئے اُن کا بیان قابل وثوق ہے اور اُس پر پورا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اس سال کے رسالہ فورٹ لائٹلی ریویو میں انہوں نے ایک مضمون شایع کرایا تھا جس کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے ✣

میں نے اپنے وسیع اور مختلف تجارب میں کبھی ایسی قوم نہیں دیکھی جس کے معاملات اور کاروبار عامہ اور گفت وشنود میں سوائے زبون اوضاع واطوار کے جنگی بنیاد مطلقاً خیال باطل پر مبنی ہو اور کوئی دوسری بات پائی جائے۔ وہ قومیں جو آج یونان میں آباد ہیں۔ پرانے یونانیوں کی خوبیاں تو ان میں بہت ہی کم ہیں۔ صرف برائیاں ہی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کی بہانہ سازی یا لیت ولعل پن اسی قدر ہے۔ جتنی اُن کی دنی کاہلی۔ اسی نے اُن کے تجارت کے ڈھانچہ کو توڑ موڑ رکھا ہے اور یہی خبیث عادتیں اُن کے ملک کی ترقی کے لئے مانع ہیں۔ انگریزی تاجر اور بیوپاری کہتے ہیں کہ یونانیونکے ساتھ تجارت کرنا تو بالکل ہی ناممکن ہے۔ جنگی کا انتظام زدہ اور خراب ہے اور ایسا ہی سریع الزوال یونانیوں کا تجارتی اخلاق اور صلاحیت ہے کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ بہت ہی چند اخبار والے بشرطیکہ استثنا ہو بھی سکے جو ابھی یونان آئے ہیں یونانیون کی تعریف کرتے ہیں۔ تماشی یونانی بظاہر تو بہت ہی خوش خلق ہے مگر سچ کی طرف جاؤ تو خیریت ہے انہوں نے نہ صرف یونانی افسروں کی بزدلی اُن کی انتہا درجہ نالیاقتی اور خود پسندی سی نفرت کی یا انہوں نے یونانی فوج کو بے ترتیب پایا۔ انہیں معلوم ہوا کہ تمام سرکاری افسر محض اور اول درجہ کے بے احتیاط ہیں۔ بلکہ انہوں نے دیکھا کہ عام لوگ بھی خود ائی حالت میں جب میدان کارزار گرم تھا۔ دھوکے بازی اور فریب دہی میں فروگذاشت نہیں کرتے تھے سب سے زیادہ بیچارے پردیسی اُنکے شکار ہو جاتے تھے۔ ان پردیسیوں میں چاہے سیاح ہوں یا وہ والنٹیر ہوں جو سر ہتھیلی پر رکھکر یونان کیطرف سے لڑنے کے لئے آئے تھے یہ اتہام بالکل تاریک ہے تو بھی اگر ثبوت کی ضرورت ہو تو شہادت پیش ہونے کے قابل ہے اجنبیوں کی نفرت بے بنیاد طور پر نہیں بڑھی ہے یونانیوں کا معمولی کمینہ پن تو نظر انداز

ہوسکتا ہے لیکن وولنٹروں سے سنگدلی کا برتاؤ اور نہایت بزدلے پن سے اپنی عورتوں بچوں اور زخمیوں کو علی التواتر دشمن کے رحم پر چھوڑ کر بھاگ جانا کیونکر نظر ہو سکتا ہے اور علی الخصوص ان کے سرداروں کی خطا کاریاں تو ناقابل معافی ہیں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا انہیں بستیوں سے جگہ کر شہراہوں میں سے جانا - تار برقیوں اور خطوط کا برباد کرنا تاکہ سچی خبروں کی اشاعت نہ ہو اور جھوٹی باتیں دنیا میں پھیلیں یہ عیوب ہیں جو شایستہ دولتوں کے افسر کبھی نہیں کرتے - بڑے افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ باتیں یونانی افسروں نے اکثر قبل از جنگ اور درمیان جنگ کیں ✤

دوسری دلچسپ شہادت یونانیوں کے اوضاع و اطوار پر میری کتاب کے اخیر میں ملے گی - جو میں نے بطور ضمیمہ شامل کر دی ہے یہ شہادت بھی ایسی ہی ناموراور ضروری ہے کہ اس پر توجہ کرنی ہر شخص کے لئے لازمی ہو یونانی صرف خود فروش ہی نہیں ہیں بلکہ حاسد بھی ہیں اور وہ سلاؤ کی قوت کو جزیرہ نما بلقان میں ترقی کناں دیکھ دیکھ کے جلے جاتے ہیں یونانی ابھی تک اسے نہیں بھولے ہیں کہ ایک زمانہ وہ تھا ان کے باپ دادا اس مشرقی سلطنت کے حکمران تھے اور گیارہ صدی تک انہیں کی خوب زور و شور سے حکومت رہی سلطنت مشرقی یعنے بائی زین شئم کی حکومت اور قسطنطنیہ کا جاہ و جلال بچہ بچہ کی زبان پر ہے سنہ ۱۰۱۸ء میں بلغاریہ کے

یہاں[1] ہمارے دوست سر آشمیڈ بارٹلٹ شاید تھسلی کو بھول گئے جو سنہ ۱۸۸۱ء میں نہایت ذلیل بہانہ اور بیہودہ حجت سے یونان کو دلا دی گئی تھی - صرف حجت یہ پیش کی گئی تھی چونکہ روسیکے حملہ کے وقت یونان خاموش رہا اسلئے اسے کچھ معاوضہ ملنا چاہیئے - سوال یہ ہو سکتا ہے کہ یونان کے خاموش رہنے سے ترکوں کو کیا فائدہ ہوا کہ وہ اس کا عوض دیں - سرویہ بلغاریہ بلکہ کل جزیرہ نماے بلقان ترکوں کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا ہوا تھا تو ترکوں کا کیا ہوا اگر بے ایمانی سے کام نہیں کیا جاتا تو محض ناممکن تھا کہ ترک شکست کھاتے - بلقان کے علاوہ کل یوروپ در پردہ روسیہ کی مدد کر رہا تھا - اگر اسی میں یونان بھی شریک ہو جاتا تو کوئی نئی خرابی ترکوں پر آ کے پڑتی - ہمارے دوست ممبر صاحب کو شاید تھسلی کا خیال نہیں رہا - ورنہ وہ کبھی یونانیوں کی آتش حسد نہ بھڑکاتے - یوروپ کا کتنا ظلم ہے کہ برلن کے عہد نامہ کے بموجب اتنے ملک ترکی سے نہیں چھینے گئے - جو بتدریج بعد ازاں چھین لئے گئے - مشرقی رومیلیا چھین لیا - سروبا کو کئی ہزار مربع میل زمین دے دی گئی - تھسلی جیسا سرسبز جزیرہ جبراً یونان کو دلوا دیا گیا - کریٹ حال ہی میں لے لیا گیا - سوال صرف یہ ہے کہ اگر کل یوروپ صرف تنہا سلطنت کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا ہو تو وہ کیونکر اس سے بر آ سکتی ہے یہی کیفیت ترکوں

آزاد ہوئے نے اور ۱۸۸۵ء میں بلغاریہ میں مشرقی رومیلیا کے شریک ہونے نے اور سرویا اور مانٹی نگرو کی سرحدات کے بڑھنے نے نہ صرف یونانیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑکا دی۔ بلکہ اُن میں ایک کمینہ حوصلہ مندی بھی پیدا کر دی یہ بات کچھ غیر فطری بھی نہیں خیال ہو سکتی کیونکہ صرف یونانی ہی ہیں جو خاندان سلاو سے نہیں ہیں اور جنوب مشرقی یورپ میں سلاو کے مظالم اور اُن کی زیادتیوں کے جس طرح ترک شکار ہوتے رہے ہیں اسی طرح یونانی بھی اُن کی دست برد سے نہیں بچے ہیں ❊

موجودہ صورت سے تو صاف یہ پایا جاتا ہے کہ یونانی ہمیشہ کے لئے جنوب مشرقی یورپ سے خارج کر دیئے گئے اور جس ورثہ کا وہ دعوے کرتے ہیں اُنہیں نہیں مل سکتا۔ بلغاریہ کی ترقی نے اور وہ ترقی خواہ کسی صورت سے ہوئی ہو یونانیوں کو ہمیشہ کے لئے جزیرہ نما بلقان سے نکال باہر کیا چونکہ بلقان کے پار ایک بلغاریہ نے اپنے ہاتھ پیر پھیلا رکھے ہیں اس لئے یونان کا اس طرف گذر ہونا محالات سے ہو گیا گلیڈ اسٹون متوفی نے بلغاریوں کو ایک جوشیلی قوم بنا دیا۔ اور اب وہ اس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ اگر کبھی مقدونیہ ترکوں سے چھینا گیا تو ہم اُس کے مستحق ہیں اور یونان قیامت تک اُس پر قبضہ نہیں پا سکتا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ یونان کو میدان جنگ میں آنا پڑا ۱۸۹۶ء میں یونانی گورنمنٹ نے ۱۲۰۰۰ شائستہ فوج تھیبس میں اُتار دی اور ایتھنس سے سرکاری اور غیر سرکاری طور پر برابر کریٹ میں فساد برپا کرنے کی کوشش پر کوشش ہو رہی تھی۔ اور لگاتار بندوقیں اور کارتوس کریٹ میں بھیجے جا رہے تھے جب کریٹ کے فساد کو ترقی ہوئی تو دول عظام نے اس کا تصفیہ کرنا چاہا تاہم یونان کریٹیوں کو برابر فساد پر آمادہ کیے گیا۔ عیسائی مسلمانوں پر ناقابل رحم مظالم توڑنے کے لئے آمادہ کیے گئے۔ اُنہیں ورغلایا گیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اُن کے بال بچوں کو قتل کریں اُن کا گھر لوٹیں اور اُن کی بے بس عورتوں کے گلوں پر چھری پھیریں۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو اُن کے مالوف اور قدیم وطن سے جلاوطن کر دیں یونان اس خطرناک حالت میں ایک عجیب حکمت عملی دول عظام سے برت رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ میری مخالفت چل جائے گی اور دول عظام عام جنگ کے خوف سے چوں تک نہ کریں گی۔ وہ دولتوں کی ہر تجویز سے

کی ہے جہاں موقع ہوا اور یوروپ کا یوروپ شمشیر بدست ہو کے اُٹھ کھڑا اور جب خواہ مخواہ فتح ہو گئی تو خوب بغلیں بجائیں اور اپنی بہادری پر پھولے نہ سمائے۔ یہ سچی شجاعت نہیں ہے بلکہ سخت بزدلی اور نامردی ہے ❊

علانیہ مخالفت کرتا تھا۔ اور اپنی اس مخالفت کو اپنے لئے کامیابی کا پیش خیمہ جانتا تھا۔ جب دول نے کریٹ کی خود مختاری کی تجویز کی اور اعلیحضرت سلطان المعظم نے اسے تسلیم بھی کر لیا پھر تو معاملات کو اور بھی عروج ہوا اور اب ہوا کا رُخ بلندی کی طرف معلوم ہونے لگا۔ یونانیوں کی دلی آرزو یہی تھی کہ کریٹ آزاد کر دیا جائے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ کریٹ آزاد ہو کے خود مختار نہ ہو جائے بلکہ یونان کا ماتحت کر دیا جائے یونانی خوب جانتے تھے کہ اگر کریٹیوں کو آزادی کا ایک بار مزا آگیا تو پھر یہ یونان کے جوئے کو ہرگز کندھے پر نہیں رکھنے کے ✣

یونان نے کریٹ پر علانیہ اس لئے حملہ کیا تھا کہ دول عظام اس کو فتح کر لینے دیں گی۔ اور یورپی جنگ کے خوف سے ذرا بھی چون وچرا نہ کریں گی۔ مگر یہ خیال یونان کا غلط نکلا اور اُسے اپنے ارادہ میں کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ترکی اور یونان کا مقابلہ آ ٹھیرا اور وہ آ گیا کہ دونوں اپنی اپنی قسمتوں کا فیصلہ کر لیں ✣

یونان کی اندرونی حالت ایک حد تک اچھی نہیں ہے اس کے بہت سے حصوں کی طرز حکومت لغو اور ظالمانہ ہے۔ یونانی کبھی بھی شہنشاہی قوم نہیں تھے اُن میں کبھی بھی کسی قسم کی دانائی عمدہ انتظام کی نہیں پائی گئی۔ انہیں سلطنت رانی نہیں آئی۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں پایا جاتا کہ انہوں نے عمدہ سلطنت اور اچھا انتظام کیا ہو۔ ہاں فصاحت و بلاغت۔ نظم اور اسی قسم کی دماغی تراش خراش میں تو انہیں دستگاہ پیدا ہو گئی تھی۔ مگر حکومت کرنی کبھی نہ جانی۔ ایتھنس جو اس زمانہ میں اعلےٰ درجہ کا عروج کا کہلاتا ہے اور اُسے زیادہ عروج کبھی ہوا ہی نہیں صرف ۳۰۰۰۰ ہزار مردوں کی آبادی تھی اور ان ۳۰۰۰۰ مردوں کے ایک لاکھ غلام تھے۔ جن سے جبراً یہ محنت لی جاتی تھی اور اُن پر وہ وہ مظالم توڑے جاتے تھے کہ آہی توبہ۔ بارہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جو ایتھنس کے تابع تھیں جن میں علاوہ بے انتظامی کے سخت عداوت تھی۔ اور وہ ایک دوسرے کی جانی دشمن اور خون کی پیاسی رہتی تھیں موجودہ زمانہ کے یونانی زمانہ پیرسلیٹن کے یونانیوں سے اپنے مظالم۔ بداطواری۔ عہد شکنی محض نالایقی اور بددیانتی مشابہت تامہ رکھتے ہیں۔ ہاں ایک فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شعر شاعری فصاحت و بلاغت فلسفہ میں نامور تھے اور ان میں یہ بھی نہیں ہے اور یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جسے یونانیوں کا زمانہ طلائی کہتے ہیں ✣

چند سال سے یونان دیوالیہ ہو رہا تھا۔ اُس کے قرضخواہوں نے اُس کی مالگذاری کے سہم

حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دول خارجہ سے جو یونان نے روپیہ قرض لیا تھا اُس سے کیا تو کچھ ہتھیار خریدے گئے تھے کچھ اخباروں کو رشوت دی گئی تھی کہ اُس کی قوت فوج کی ہوا باندھیں اور کچھ قانون پیشہ اشخاص کو رشوت دی گئی تھی کہ وہ لوگوں کو فساد پر آمادہ کریں۔ یونانیوں میں چونکہ ایمانداری کا مادہ مفقود ہے اور اُن میں غداری اور بے وفائی کا خون بہت ہے اس لیئے قانون پیشہ اشخاص اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ کریٹ نہایت دولتمند جزیرہ ہے اور کریٹی عیسائیوں کو ترکوں کی سلطنت میں اس قدر خفیف ٹکس دینے پڑتے تھے کہ اُنہیں کبھی گراں نہ معلوم ہوئے۔ یونان نے اُسے اپنی سلطنت کے ساتھ شریک کرنا چاہا۔ اور اُسے ایک دودھ والی گائے سمجھا اور اُس نے جائز خیال کیا کہ یونان کے فائدے کے لیئے اس گائے کا دودھ بھی دھویا جائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو اُ ـ ح بھی کر دیا جائے۔ یہ خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ جب خونریزی ہو رہی ہو اور بغاوت کی آگ بھڑک رہی ہو اور ایک آفت برپا ہو اور پھر ایسی حالت میں کریٹی اپنے دوست یونانیوں بھروسے پر چڑھ جائیں گے مگر بات اصل یہ تھی کہ کریٹی یہ سمجھ گئے کہ جب فساد و خونریزی دفع ہو جائے گی تو ہمیں کامل آزادی مل جائے گی ✤

یونانیوں کے دلوں میں اس آزادی کی آگ بھڑک رہی تھی کہ جس طرح جلدی ہو کریٹ پر قبضہ کر لیا جائے اور اس فساد اور خونریزی کے موقع کو ہاتھ سے نہ دیا جائے ✤

جونہی ۱۸۹۶ء میں یونان نے یہ سنا کہ سلطان دول عظام کی ذمہ داری پر کریٹ کو آزاد کر دیا۔ اس نے معاً جوش پھیلانے والے بکثرت ہتھیار کریٹ میں بھیجنے شروع کر دیئے تاکہ وہ فساد کو فرو ہونے نہ دیں۔ جب یہ فیصلہ آزادی ہو گیا تھا تو کریٹی عیسائی بہت ہی مطمئن تھے اور جزیرہ سے بالکل فساد مٹ گیا تھا مگر جوں ہی اخبار والے۔ قانون پیشہ اور پادری صاحبان تشریف لائے اور اُنہوں نے ورغلانا اور کہا دیوانے ہو ہرگز تلوار ہاتھ سے نہ چھوڑنا برابر خونریزی کئے جانا دیکھو تو سہی آگے کیا ہوتا ہے اور ہم تم سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے ہمسایہ مسلمانوں کے گھر ہم تمہیں دیدیں گے تم جہاں پاؤ مسلمانوں کو قتل کرو تاکہ ملکی جنگ ہو اور پھر ہماری مراد حاصل ہو۔ آسٹریا نے بے فایدہ کوشش کی کہ کریٹ کا محاصرہ جہازوں سے کر لیا جائے تاکہ یونان پھر ہتھیار اور مفسد نہ بھیج سکے یہ تجویز جو اُس نے دول عظام کے آگے پیش کی ایک اعلے درجہ کی تجویز تھی مگر انگلستان نے نہایت نادانی سے اُس کے منظور کرنے سے صاف انکار کیا ترکوں کا اعتدال اور دول کا اصرار اب حد سے تجاوز کر چکا تھا اور جس نے مفسدوں کی پوری بیخکنی و بربادی کی تھی۔

اگر یونان نے ایک اور غضب یہ پاکیا یعنے کرنیل وسیس کو چار ہزار فوج دے کے ۱۵- فروری ۱۸۹۷ء کو کریٹ میں اُتار دیا۔ یونان فوج کے کریٹ میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں پر خونریزی اور قتل و غارت کی بلا نازل ہوئی۔ کریٹی مفسد اُٹھ کھڑے ہوئے اور بے پناہ اور نہتے مسلمانوں کو ذبح کرنا لوٹنا برباد کرنا اور اُن کے گھروں میں آگ لگانا شروع کیا۔ مقام سیلینیا میں مسلمان سب سے زیادہ ذبح کر دیئے گئے ایک ہزار مسلمان معاً قتل کر دیئے گئے اور قصبات کی بھی یہی کیفیت ہوئی صدہا بلکہ ہزارہا مسلمان مرد و زن پر چھری پھیر دی گئی اور اس بے رحمی سے معصوم بچے اور حاملہ عورتیں ذبح کی گئیں کہ پناہ خدا۔ کثرت سے مرد و زن اور مسلمان بچے زندہ مسجدوں میں جلا دئے گئے۔ غرض یہ ہے کہ آرمینیوں کے جو فرضی مظالم بیان کئے جاتے تھے اُن کی کچھ بھی حقیقت نہ رہی۔ کریٹ کی تمام مسلمان آبادی چند شہروں میں جمع ہوگئی جہاں اُن پر فاقہ کشی اور ناداری کی مصیبت چھا گئی +

کرنیل وسیس کے حملہ اور مسلمان باشندوں کی مصیبت ناک حالت پر مسٹر جارج کرزن نے ۷ مئی ۱۸۹۷ء میں ہاؤس آف کامنس میں یہ بیان کیا +

اسوقت جزیرہ کریٹ کی اندرونی حالت عجیب خوفناک ہے کل مقامات پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ تمام قصبات اُن کے تصرف میں آگئے ہیں ناخوش مسلمان بالکل خارج کر دئے گئے اور اُن کا سامان وغیرہ عیسائیوں کے لئے شیر مادر بن گیا ہے۔ عیسائی اس وقت مسلح بے کار اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پہاڑوں پر اِدھر اُدھر پھرتے ہیں اور جو شخص انہیں ملے اُسی پر فیر کر دیتے ہیں مجھے افسوس ہے کہ ہر مسلمان عورت و مرد کو جو اُن کے سامنے پڑا نشانہ اجل بناتے ہیں شہروں کے قریب یہ باغی عیسائی جمع ہیں وہ مل جل کے چوکیوں اور مکانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اُنہوں نے پانی کے رستے کاٹ دیئے ہیں ان باغی نصاریٰ پر زیادہ یونانی افسر سرکردہ ہیں اور ان یونانی افسروں کی کوشش یہ ہے کہ مسلمان مکانوں ہی میں بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کے جان دیدیں یونانی والنٹیر جابجا باغیوں کی مدد کر رہے ہیں اُن کے پاس یونانی توپخانہ بھی ہے اور وہ وقت پر توپخانہ سے بھی کام لینے کی دھمکی دیتے ہیں امراد الیصر جو لوگ باغیوں کی طرف سے ملنے آئے تھے پانچ تو یونانی قانون پیشہ اشخاص تھے اور ان میں چھٹا ایک یونانی ڈاکٹر تھا تھا اسی دارالعلوم (پارلیمنٹ) میں گذشتہ بحث میں ہم سے نقیفی سرگروہ نے بیان کیا تھا کہ ہماری یہ کوشش تھی کہ کریٹیوں کو فاقہ ماریں یا اُنہیں توپ کے منہ اُڑا دیں ورنہ وہ خود مختاری کو قبول کریں

ہمارے واجب التوقیر جنٹلمین نے اپنی رو میں یہ بیان کر دیا ہے لیکن درحقیقت اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔
یہ الزام رکھنا کہ فاقہ کشی کی بلا ہم نے کریٹی عیسائیوں کے سروں پر نازل کی ہے اس سبب سے کہ ہم نے کریٹ
کے گرد گھیرا ڈال دیا ہے محض لغو اور بے سروپا ہے۔ باغی عیسائی بڑے مزے میں ہیں ابھی ایک شخص اُن
میں خوب پھر پھرا کے اور اُنہیں اچھی طرح جانچ پڑتال کے آیا ہے اُس کا بیان ہے کہ غلہ وغیرہ کی خوب
کثرت ہے دھڑاکے سے تجارت ہو رہی ہے اور ہر مقام پر سامان خورد و نوش کی اس قدر بہتات ہے
کہ انہیں برسوں تک کافی ہے یہ بے حد و پایان سامان عیسائیوں ہی کا صرف نہیں ہے بلکہ انہوں نے مظلوم
مسلمانوں کا بھی چھین لیا ہے غرض وہ ہر طرح سے مالا مال ہو رہے ہیں کہ کبھی نہ تھے جو کچھ میں نے دار العلوم
میں بیان کیا ہے سر میں سر مو تفاوت نہیں ہے اور یہ گویا سچی تصویر ہے اُس خطرناک حالت اور مصیبت زدہ
مسلمانوں کی جو کریٹ میں ہو رہی ہے ۔

اب میں کریٹ کے کچھ اور شہروں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ ظاہر ہو کہ یونین صاحبوں نے جو
کچھ ترکی فوج کے بارے میں گرمی ظاہر کی ہے اُس کی کیا اصل ہے۔ بات یہ ہے کہ ترکی لشکر دریا کے
کناروں پر محدود ہے اور وہاں ایک بھی عیسائی نہیں ہے یہاں مسلمان پناہ گزین بے بس عورتیں اور
بچے چلے آتے ہیں اور وہ لوگ آ گئے ہیں جن کے خورد و نوش کا سامان عیسائیوں نے چھین لیا ہے میں اسے
اور بھی صحیح طور پر بیان کرتا ہوں تاکہ میرا دعوے بالکل قابل ثبوت ہو جائے کینڈیا یہ وہ شہر ہے جہاں
دولتوں کی فوجیں مقیم ہیں اور سب سے زیادہ ملکہ معظمہ کی فوج پڑی ہوئی ہے۔ اس وقت اس شہر میں پچاس ہزار
مسلمان ہیں جنہوں نے جزیرہ کے دور دراز حصص سے یہاں آ کے پناہ لی ہے ان میں ۳۲۰۰۰ کو قرب
جوار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ بہت دور سے جمع ہو کے یہاں چلے آئے ہیں اور عیسائیوں کی تعداد
جو نہایت مبالغہ سے بیان کی جاتی ہے وہ صرف ۵۰۰ ہے۔ یہ پچاس ہزار مسلمان کسان ہیں انکا ذریعہ
آمدنی کا کچھ بھی نہیں ہے ان کی حالت حد درجہ تک نازک ہو رہی ہے پیٹ بھی یوں پلتا ہے کہ اعلیحضرت
سلطان المعظم برابر ہزاروں من آٹا بھیج رہے ہیں اُس سے یہ بیچارے زندہ ہیں ان میں مرض چیچک پھیلا
ہوا ہے اور یہ سخت تکلیف میں [illegible] ان کی جان لبوں پر ہے نہایت پریشان ہیں ان مصیبت زدہ
غیر مسلح مسلمانوں کے ساتھ ہزار مسلح باغی عیسائی شہر کے باہر گھیرا ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اگر ہم اپنی حفاظت تھوڑی دیر کو بھی اُٹھا لیں

[illegible] یہاں جارج کرزن نے سخت بیہودہ اور لغو کہا کہ اگر ہم اپنی حفاظت کا ہاتھ اٹھا لیں تو ترکی لشکر اور مسلمانوں کا

تو پھر ان مظلوم مسلمانوں کو کون بچا سکتا ہے۔ کینڈیا کے شہر میں صرف پندرہ سو یوروپی فوج ہے اور ۳۵۰۰ ترکی لشکر پڑا ہوا ہے جس نے بیرونی فوج تھانوں اور شہر کی حفاظت کر رکھی ہے یوروپی لشکر بیرونی تھانوں کی حفاظت کرنے کے لئے محض بے قابو ہے۔ ان حالتوں میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم ترکی فوج کو وہاں سے واپس کردیں اگر ایسا کیا جائے تو میں صاف کہدیتا ہوں کہ اسقدر خونریزی ہوگی کہ آرمینیا سے بھی بڑھ جائے گی اور یہ خونریزی دولتوں کی آنکھوں کے سامنے ہوگی اور اس کے بڑے ذمہ دار ہم ہوں گے ؛

جو کچھ میں نے کینڈیا کی حالت بیان کی ہے صحیح صحیح ہے یہی ریتیمو کی حالت ہے آخر الامر شہر کی آبادی پہلے ۱۰۰۰۰ تھی اور اب پناہ گزینوں کی کثرت سے ۳۰۰۰۰ ہوگئی ہے ابھی ایک مردم شماری سے جو مسلمان

کون حفاظت کریگا۔ جبکہ نہایت بے انصافی سے دول یوروپ کے جہازوں نے کریٹ کا گھیر ڈال رکھا تھا جبکہ غایت درجہ کی بے قانونی سے بلا وجہ ترکی جہازوں کی آمد و رفت بند کردی تھی اور سخت نگرانی کی جاتی تھی کہ رسدی جہازوں میں کوئی سپاہی نہ ہو اور وہ جزیرہ میں اُترنے نہ پائے۔ قسطنطنیہ سے کبھی کی مدد روانہ ہو چکی تھی جو ہفتہ دو ہفتہ میں جا کے انتظام کر دیتی مگر اُسے جزیرہ میں اُترنے دیا۔ اُسکے بدلے میں کرنیل ویسس کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ اترنے دیا اور اُس کے اُترتے وقت سب نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ دول یوروپ کا یہ انصاف تھا اور یہ رحمدلی تھی اور یہ غیر مسلح بے بس مسلمانوں کی حمایت بھی آسٹریا نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ کریٹ کا گھیر ڈال دیا جائے تاکہ یونان اسلحہ وغیرہ نہ بھیج سکے تو انگلستان نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا تھا اور جب یونانی فوج جزیرہ میں اُتر گئی پھر گھیر ڈالا گیا تاکہ ترکی لشکر نہ آنے پائے۔ انصاف اور رحم دو خالی خولی لفظ ہیں کہ نہ جن کا کچھ مفہوم ہے اور نہ جنکے کچھ معنی ہیں یوروپ کا یوروپ جبکہ ایک سلطنت کے خلاف کھڑا ہو جائے پھر کیونکر اس کی کوئی تدبیر چل سکتی ہے یوروپی امیر البحروں نے جو فرضی طور باغی عیسائیوں کے مجمع پر گولہ باری کی تھی اسمیں صرف اپنی غیر طرفداری اور انصاف کا ثبوت دیا تھا ورنہ یہ صرف جنگ نہ گری تھی جیسے اصل سے کوئی بھی سروکار نہ تھا۔ کریٹ میں جانے کے بحری رستے چار ہیں انہیں گویا چار بحری دروازے کہنا چاہئے ہر ایک سلطنت کے ۱۲ ۱۱۲ - جہاز ہر دروازہ پر کھڑے تھے اور اسقدر بندش تھی کہ ہندوستان سے گیا ہوا جہازی مسافر بھی اُترنے نہ پاتا تھا جب اس طرح جزیرہ کو قید کر کے غریب مسلمانوں کو عیسائیوں کی نذر کر دیا تھا پھر کیوں نہیں مسجدیں جلتیں۔ حاملہ عورتیں اور معصوم بچے گھر کی چار دیواری میں کیوں نہیں جلا دیئے جاتے یوروپ نے اپنی ذمہ داری پر اور اپنی آنکھوں کے آگے یہ سب کچھ کرایا۔ اور وہ ہمیشہ اس کا جواب دہ رہے گا ؛

کمیٹی نے کی ہے معلوم ہوا ہے کہ ۱۰۷۰۰۰ مسلمان اس وقت موجود ہیں جو کل آبادی کریٹ کے ہوتے
ان میں سے صرف ۷۰۰۰۰ مسلمانوں کو کھانے وغیرہ کی مدد پہونچتی ہے۔ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے
کہ جزیرہ کریٹ یونان میں مل جانے کی واویلا مچا رہا ہے۔ مگر مسلمانوں کی ایک ثلث آبادی سے کیونکر
تسلیم کرے گی۔ اگر کریٹ یونان کو دے دیا جائے تو یہ مسلمان اپنی جان دیدیں گے مگر یونان کا ماتحت
بننا نہ گوارا کریں گے۔ دارالعوام کو اتنی بڑی آبادی کا لحاظ بھی ضرور چاہیئے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کریٹ کو
قتل عام یا جلا وطنی سے خالی کر دیں۔ کریٹ کے مسلمان ایک ایک مستحکم عنصر کریٹی آبادی کا ہیں۔ ایک معزز
ممبر جو مجھ سے پہلے بیان کر چکا ہے اس نے ترکی لشکر کے چال چلن اور برتاؤ پر جو گذشتہ سال ہوا تھا اعتراض
کیا ہے مجھے خیال ہے کہ موجودہ نازک حالت کا لحاظ کرتے یہ مناسب ہوگا کہ انگریزی امیر بحر کی سند لیجائے
جس نے اسی معاملہ پر بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "ترکی فوج کا طرز و انداز نہایت قابل تعریف رہا۔
لیکن مذہبی جوش نے جو یہاں بلا سے بیدرمان کی طرح چھا رہا ہے تمام عمدہ انتظام کی کوششوں کو بیکار کر
دیا ہے ترکی لشکر حقیقت میں شائستہ ہے اور اس کی شائستگی کسی یوروپی دولت کی شائستہ فوج سے
کم ہے کم دوم درجہ پر ضرور ہے" فقط (مسٹر جارج کرزن کی اسپیچ ختم ہو گئی) جو کچھ ہوا سب یونانیوں کے
غارتگر حملے سے ہوا جو انہوں نے کریٹ پر کیا تھا۔ یونانی کریٹ میں کریٹیوں کو آزادی دلوانے نہیں گئے تھے
کیونکہ انہیں اعلیٰحضرت سلطان المعظم کی طرف سے آزادی تو پہلے ہی مل چکی تھی بلکہ ان کا منشا یہ تھا کہ
کریٹ کی آزادی اور خود مختاری کو روکیں۔ اور ایسی تدبیر کریں کہ کریٹ یونان میں شامل کر دیا جائے
کرنیل وسیس کی پہلی خواہش یہ تھی کہ جس طرح سے ہو ایک عام جنگ بھڑک اٹھے تاکہ ان کے گھر سے ہو جائیں۔
یونانیوں نے اس کوشش میں جان لڑا دی کہ کسی طرح بلغاریہ اور سرویا ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں
اور پھر ہم سب مل کے ترکی پر حملہ آور ہوں اور ساتھ ہی تمام مقدونیہ میں آگ لگا دیں مگر دول عظام نے سرویا
بلغاریہ اور مانٹی نگرو کو خاموش بیٹھے رہنے کی ہدایت کی اور زور ڈالا کہ وہ چوں تک نہ کریں یونانیوں
نے کریٹ ہی پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے ترکی جہازوں پر بھی فیر کئے ❊

جب یونان اپنی تمام کوششوں میں ناکام رہا اور اس نے دیکھا کہ عام جنگ نہیں ہو سکتی تو آخری
چال جو اس نے چلی یہ تھی کہ تھسلی میں مخالفت کو ترقی دے اور فساد برپا کرے یونان کی حالت بالکل
اس مجنون جواری کی سی تھی جو سب کچھ ہار چکا ہو اور اخیر اس خیال سے وہ ایک بھاری رقم داؤں پر

لگا دے کر کیا توکل کا مارا ہوا وصول ہو گیا یا یہ بھی چلا گیا +

ہیلینیک قوم کے لئے یہ نہایت ہی بدقسمتی کی بات ہے کہ جب کوئی آفت آتی ہے تو کوئی متنفس شاہ یا حکومت کو مدد نہیں دیتا۔ بلکہ وقت پر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ نفسی نفسی کی چاروں طرف پکار ہے اور ایک عجیب آفت برپا ہے۔ غرض تاج میں اور رعایا میں کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ ہر شخص کا یہی خیال ہے جس طرح ہو اپنی جان بچے یا اپنے گھر سے ہوں۔ مردہ دوزخ میں جائے یا جنت میں۔ انہیں اپنے حلوہ مانڈے سے کام ہے۔ جہانتک معاملات سیاسی سے پتہ لگا ہے رعایائے یونان کی عجب کیفیت ہے وہ نہایت ہی کوتاہ اندیش ہے اُن میں فوری جوش بھی پیدا ہو جاتا ہے وہ بدل بھی جلدی جاتے ہیں غرض اُن کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ وہی بیوقوف اور اندھی رعایا ہے جو ۲۰۰ برس پہلے بھی ان لوگوں نے عقلمند ڈیماس تھنیس کی رائے سے اختلاف کیا تھا اور اُس بیچارہ کی فہمایش سے علانیہ روگردانی کی تھی +

یونانیوں کے مدبران سلطنت اور واضع قوانین و آئین کے گروہ میں قانون پیشہ اشخاص۔ اخبار نویس اور ادسنا درجہ کے لوگ شامل ہیں یہ لوگ محض ذاتی اغراض کے بندے ہیں اور ان کے جتنے سیاسی معاملات ہیں سب میں خودغرضی کی بو آتی ہے اور ان کے تمام ملکی معاملات محض ملکی اغراض پر مبنی ہوتے ہیں۔ بلاشک یہ عام مقولہ ہے کہ وہ گروہ جو محکمہ میں کام کرتا ہے وقت پر برسر مقابلہ ہو جاتا ہے اور تمام ٹیکس وقت پر ادا کر دیتا ہے اور ریاست کے تمام بوجھ اپنے سر پر لے لیتا ہے یہ تعجب نہیں ہے کہ ایک پادشاہ اپنی زمانہ سلطنت میں کم سے کم ۵۰ مختلف وزرا اپنے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے آج ایک وزیر کا دورہ ہے تو کل دوسرے کا۔ غرض یہ فوری تبدیلی روزمرہ ہوتی رہتی ہے۔ یونان کے لئے اسے ایک خطرناک بدقسمتی سمجھنا چاہیئے۔ کل بلقانی ریاستوں کی یہی کیفیت ہے اور اس بدقسمتی میں یونان نے اُن ریاستوں سے حصہ بٹایا ہے اعلےٰ درجہ کے لوگوں کا ایک گروہ بھی ایسا نہیں ہے جو عامۂ خلائق یا گورنمنٹ کا سرغنہ بنے اسی وجہ سے ان تمام بلقانی ریاستوں کی اندرونی سیاسی حالت بالکل نا پائدار ہے اور جس کا ایک لمحہ بھی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ سرویا ایسی ہی بدترین حالت میں ہے جیسے یونان۔ بلغاریہ کی حالت کسی قدر درست ہے۔ کیونکہ بلغاریوں کے مزاج میں سکون پایا جاتا ہے اور یہ سکون محض یونان کے مقابلہ میں قابل تعریف گنا جاسکتا ہے۔ رومینیا کی حالت بہتر ہے کیونکہ اس ریاست میں ایک باضابطہ حکومت

پائی جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ خاندان جرمنی یہاں حکومت کرتا ہے اور اسی لئے جرمنی کا انتظام اور استقلال یہاں آگیا ہے +

یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے آیا ان چھوٹی چھوٹی خود مختار یا نیم خود مختار ریاستوں کا پیدا ہونا جو کا ظہور ڈینیوب کے جنوب میں دکھائی دیتا ہے خود ان کی ذات کے لئے یا انسانی مخلوق کے لئے بجائے ضرر رساں ہونے کے کچھ فائدہ بخش بھی ہے یا نہیں یقیناً انہوں نے ملک کے روشن دماغ اور تیز حس اشخاص کی امیدوں کو مایوسی سے بدل دیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کو "مسیحی" کہتے ہیں اور یہی اُن کے ظہور کے باعث ہوئے ہیں۔ یونانی ۔ سرویائی ۔ اور بلغاریائی گو عام طور پر عیسائی ہیں مگر انہیں "عیسائیت" کی ہوا تک بھی نہیں لگی ہے اُن کی اندرونی بغاوتیں ۔ اُن کے مدبران سلطنت اور وزرا کا باہمی نفاق ۔ اُن کی پوشیدہ بے انصافی جس سے وہ اور قوموں کے ساتھ اپنی حدود میں برتاؤ کرتے ہیں ۔ اظہر من الشمس ہیں ان چھوٹی ریاستوں کو ملکی آگ لگانے والا کہہ سکتے ہیں ۔ اور یہ ہمیشہ اسی میں حصہ لیتی رہتی ہیں یہ ہر وقت مزید سرحد کی آرزومند رہتی ہیں اور ہمیشہ اُن لوگوں کا مال و اسباب اور منافع لوٹنے کی بڑی مشتاق رہتی ہیں جو ان سے علاقہ نہیں رکھتے ۔ یونان نے جو ترکی پر حملہ کیا تھا اس حملہ کا بڑا اصول اور سب سے بڑے اسباب لوٹ کی خواہش اور سرحد کے بڑھانے کی آرزو تھی +

یہ بات قابل سوال ہے آیا ترکی سلطنت یونانی حکومت سے بہتر ہے یا نہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تھسلی کی آبادی سے ترک اور عیسائی بغیر تعرض اور کسی قسم کے دباؤ کے منتخب کئے جائیں اور پھر اُن سے سوال کیا جائے کہ کس کی حکومت تم چاہتے ہو تو وہ یقیناً ترکوں کی حکومت کی خواہش کریں گے اور اس میں ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا ۔ غیر یونانی باشندے ادنیٰ سے لے کے اعلیٰ تک ترکی حکومت کو پسند کرتے ہیں +

وہ لوگ جنہیں علم سے بہرہ نہیں ہے ترکی بربادی میں پرشوق نظروں سے ان ریاستوں کی جو "مسیحی" نام سے مشہور ہیں بھلائی اور ان کا عروج دیکھتے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان ریاستوں کا قیام نہایت ظالمانہ اور قصائی پنے کے اصول پر ہے اور جس بیدردی اور سنگدلی سے یہ ریاستیں دنیا کی دوسری قوموں سے برتاؤ کرتی ہیں وہ ہرگز نظر انداز نہیں ہو سکتا روسی حملہ کے بعد بلغاریوں نے بلغاریہ اور مشرقی رومیلیا کی ۳/۱ اور علی طور پر نصف صلح پسند مسلمان آبادی کو برباد کر دیا ۔ دس لاکھ بیگناہ مسلمانوں

سے زیادہ جن میں عورتیں، معصوم بچے تھے بالکل نیست و نابود کر دیئے گئے۔

دوران بقا چو باد صبا بگذشت ✤ تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد ✤ بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

ان ظالم بلغاریوں نے اسی پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے یونانیوں کے ایک کثیر تعداد گروہ کو اپنے ہاں سے نکال دیا۔ کیونکہ بلغاری ترکوں سے بھی زیادہ یونانیوں کی حقارت کرتے ہیں اور انہیں ان سے سخت نفرت ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ مقدونیہ میں یونانیوں اور بلغاریوں کی ایسی سخت دشمنی ہے اور ایک دوسرے کا اس قدر خون کا پیاسا ہے کہ حکمران ترکوں سے دونوں کی یہ کیفیت نہیں ہے اگر ترک مقدونیہ سے چلے آئے تو یونانیوں۔ بلغاریوں اور ولاچیوں میں اس قدر سخت جنگ ہوگی کہ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ یہی ظالمانہ کیفیت سر آمیا کی ہے جس نے ترکی محافظ قلعہ کی فوج نہایت بیدردی اور بزدلے پن سے قتل کر کے اپنے کو خود مختار بنایا تھا اور ساتھ ہی اس وحشی ذلیل ریاست نے بلغراد کی مسلمان آبادی کو بھی سخت بے بس کر کے ذبح کر ڈالا تھا۔

ان تمام باتوں کے بعد یہ بدقسمت مسلمان اپنی زمینوں کے ملکیت کا ان کی زراعت کا اور آسایش و آرام سے زندگی بسر کرنے کا وہی حق رکھتے ہیں جو اُن کے ہمسایہ عیسائیوں کو حاصل ہے وہ اس گروہ کی نسبت جسے عیسائی کہتے ہیں اور جو بڑے داوں کی لیتے ہیں اور جو اپنے میں سماتے نہیں اور لندن میں اُن کے جاہل مداحوں نے جنہیں آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ مسلمان زیادہ ایماندار زیادہ بہادر زیادہ صابر اور زیادہ محنتی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک نالائق پاجی عیسائی ایک نیک اور شریف مسلمان کے برابر برتاؤ کیا جائے ہمیں یقین ہے کہ عیسائیت ہمارا مذہب ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ انسانی نسل کے لئے یہ مذہب بہ نسبت کسی دوسرے مذہب کے ایک بڑا اخلاقی اصول پیدا کرتا ہے بایں ہمہ یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ دوسرے مذاہب کو کچل دیا جائے جب ۱۸۷۷ء کے غضبناک روسی جہاد کو جو ایشیائے کوچک کے قصبوں میں بے پناہ مسلمانوں پر ہوا تھا ترک دیکھتے ہیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اگر وہ انگریزی عیسائیوں کے فریب اور منافقت سے جنہوں نے ۱۸۹۵ء کے آرمینیوں کے مظالم بیان کر کے ایک شور مچا دیا لیکن جب ان کے روسی عیسائیوں نے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا انہوں نے ہوں تک نہ کی اور اس بات کو صرف (۲۰) ہی برس گذرے ہیں۔ سخت حقارت کریں اور انہیں محض لغو اور بیہودہ سمجھیں۔ جب نفع

انسانی کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ یعنے جب چھوٹی چھوٹی ریاستیں خود مختار بنادی گئیں تواب وہ لوگ جو ایک شان ن
چاہتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ صلح پسند اور بے گناہ مسلمان آبادی کے مصائب پر توجہ کریں کریٹ نے
ثابت کردیا ہے کہ کریٹی عیسائیوں نے اپنے ہمسائے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے زیتون میں جمانہ
ترکی قیدیوں کا قتل عام اور آرمینیوں کے بدمعاش گروہ کا قسطنطنیہ میں حملہ کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے
کہ اگر آرمینیوں کو کچھ بھی قوت حاصل ہوجائے تو وہ کیا غضب ڈھائیں۔ جنرل گوررکو۔ اسکوبلوف۔
کاف مان کا قتل عام جو اُنہوں نے مسلمانوں پر کیا ثابت کرتا ہے کہ عیسائیوں کی عظیم دول یوروپ
نفس عیسائیت کی ایسی بیعزتی کرتے ہیں میں نے یہ واقعات اس لیئے بیان کیئے ہیں تاکہ ظاہر ہو کہ مشرق
میں مسلمان اور عیسائی کے مسئلہ کے دو پہلو ہیں اور ترک اپنی خطاؤں پر بھی عیسائی نکتہ چینیوں کی مخالفت
اور ناانصافی کا جواب دے سکتا ہے ✣

اس میں شک نہیں کہ ستمبر ۱۸۹۵ء سے ترکی فتوحات اپریل ۱۸۹۷ء تک یوروپ میں عام طور پر
یہ خیال پکتا رہا کہ عثمانی سلطنت عنقریب پارہ پارہ ہوجائے گی مریض کی یہ آخری جان کندنیاں ہیں۔
اور اب اس کے ملکیت کے حصہ بخرے ہوگئے ہیں ✣

انگلستان میں ترکی مخالفت کا جوش وخروش دولت انگلستان کی معاندانہ حکمت عملی لارڈ
سالسبری کا بار بار سلطان المعظم اور اُن کی حکومت کو دھمکانے نے اس خیال پر اور بھی رنگ چڑھادیا۔
یونانی جو ۱۸۷۸ء کے موقع کو ہاتھ سے دیکر ابھی تک متاسف تھے فوراً اس وقت کو غنیمت سمجھ بیچ میں
کود پڑے اور قدم آگے بڑھایا۔ کثرت سے لوگوں کو یقین ہے کہ پوشیدہ طور پر یونان کو روس نے بانس
پہ چڑھایا تھا وہ شاہی خاندانوں میں نہایت ہی گہرا اور جگری تعلق اس یقین کرنے کی صداقت کرتا ہے
اس کے علاوہ ایک دوسرا گروہ ہے جس کا یہ خیال ہے کہ یہ بھی ویلین کی چال تھی جو ترکوں اور یونانیوں کو
بھڑانا چاہتے تھے۔ تاکہ جزیرہ نمائے بلقان میں دو سردار جن میں سلاو اور روسی متضاد عنصر وجود ہیں
ایک دوسرے کو پارہ پارہ کردیں۔ میں نے یونانیوں میں بچہ بچہ کو دیکھا کہ وہ روس اور روسی اثر کا بدل
مخالف ہے اور عام طور پر اُن کا یہ مقولہ تھا کہ روسیوں کے ابھارنے سے ہم ترکوں سے کبھی نہیں لڑیں گے
روسی حکومت کا طرز وانداز زمانہ جنگ سے بمشکل اس خیال کو قایم کرسکتا ہے۔ لیکن روسی حکمت عملی ایسی
گہری اور پیچیدہ ہے کہ اس کی بیرونی صورت سے بمشکل کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے ✣

حل روسیہ پر میری ذاتی رائے یا میرا ذاتی اصول مفصلہ ذیل ہے اور بہت سے واقعات اس کے موید موجود ہیں جن کا اظہار آنے والے صفحوں میں کیا جائے گا +

سنہ ۱۸۹۲ء میں مسٹر گلیڈ اسٹون نے وزارت کا قلمدان لیا اسی تاریخ سے بالکل رنگ بدل گیا اور اب روسی تائید بڑی سرگرمی سے ہونے لگی اور معاملات کچھ ایسے روس کے موید آکے پڑے کہ اُن سے روسیہ کو ٹرکی پر قطعی حملہ کرنے کی تحریک ہوئی - اس زمانہ میں انگریزی اور ترکی کشیدگی بڑھ رہی تھی اور یہی وجہ روسی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے - روسیہ کو ابھی اچھی طرح یاد تھا کہ اُس نے سنہ ۱۸۵۴ء میں کیسی سخت غلطی کی تھی اور جس میں اُس کا روپیہ اور جانیں بے انتہا ضایع ہوئی تھیں اور لارڈ بیکنسفیلڈ نے سنہ ۱۸۷۸ء میں برلن میں اس کا فیصلہ کر دیا تھا کہ اگر ترکی کو کوئی خطرہ ہوا تو انگریز اُس کی مدد کریں گے اور اس میں لارڈ موصوف کو بہت بڑی کامیابی ہوئی تھی +

پھر روسیہ میں آرمینیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے اور ورغلانے کی تجویزیں عام طور کیجانے لگیں - اور ساتھ ہی ان تجویزات کی قسطنطنیہ میں سفیر روس نے نہایت سرگرمی سے تائید کی اس نالایق اور بدترین چال کا افشاء اخیر عام طور پر ہو گیا جس کی نسبت ڈاکٹر ہملن نے جو ایک امریکن پادری تھے سنہ ۱۸۹۳ء میں یہ تحریر کیا تھا "آرمینیوں کے ایک باغی گروہ نے مشن کے کاموں اور ترکی سلطنت کے اکثر حصص کے عیسائیوں پر سخت سخت آفتیں نازل کیں - اب تک یہ مثل ایک راز کے ہے اور اس کی کماحقہ حقیقت مشرق میں بخوبی معلوم ہے ایک نہایت ہی ذکی الفہم ارمنی شخص نے مجھے یقین دلایا کہ یہ تمام باغی گروہ جو تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں رستہ صرف اس بات کا دیکھ رہے ہیں کہ ترکوں اور کردوں کو قتل کر دیں اُن کے قصبوں کو جلا دیں اور پھر پہاڑوں میں جا کے چھپ جائیں پھر غصیلے مسلمان بھڑکیں گے اور تاکہ بند کرکے بے پناہ آرمینیوں پر گر پڑیں گے اور نہایت قصائی پنے سے انہیں قتل کریں گے اور پھر روسیہ عیسائیت کی انسانی ہمدردی تہذیب کے نام سے بیچ میں کود پڑے گا اور پھر اس ملک پر قبضہ کر لے گا" میں نے خفیف طور پر مختصراً ان باغی گروہوں کے نشاء کا ذکر کیا ہے اصل میں یہ ساری اُچھل کود روسیہ کے بھڑکانے پر ہو رہی ہے اور روسی روپیہ اور روسی فریب ان گروہوں پر حکومت کر رہا ہے تمام پادریوں کو خواہ وطن میں ہوں یا باہر ہوں اس کی اطلاع ہو جانی چاہیئے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ ہر ایک مشنری سکول میں داخل ہو کے بے گناہ اور جاہل لوگوں کو اپنا موید بنایا جائے نہیں ہوشیار اور چوکنا ہونا چاہیئے کہ

آرمینیوں کی دوستی سے سوا اسکے ہمیں کچھ فایدہ نہیں ہے کہ ہم اس تجویز کے موئیدوں سے شمار کئے جائیں جو بالکل نفرت انگیز ہے +

ایک نہایت ہوشیار اور چالاک ریوٹر ایجنسی کا نامہ نگار جس نے ایشیاے کوچک کے تمام ارمنی اضلاع میں چکر لگایا تھا بماہ مارچ ۱۸۹۴ء میں یہ تجویز کرتا ہے "ارمنی بغاوتوں کی آگ اس لئے بھڑکائی گئی تھی کہ جب قتل وغارت کا بازار گرم ہوگا تو انسانی ہمدردی عیسائیت کی جانب ہوگی اور مسلمانوں سے پورا انتقام لیا جائیگا۔ آرمینیوں نے بےبس مسلمانوں عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تاکہ مسلمان بھڑکیں پھر قتل عام ہوا اور عیسائیوں کی دست اندازی سے ان کی مراد برآئے اور کل ارمنی باشندے فوراً جنگ کی آگ وہاں بھڑکا دیں گے" یہ پیشین گوئیاں مارچ ۱۸۹۴ء میں ہوئی تھیں جولائی اور اگست میں تو ساسوں میں ان کی تکمیل ہوگئی اور ۳۰ ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں خاص قسطنطنیہ میں یہ پوری ہوئیں۔ یہ پیشین گوئیاں قتل وغارت اور بغاوت کے بھڑکنے سے بہت ہی پہلے کی گئیں تھیں۔ بغاوت ساسوں تو جولائی ۱۸۹۴ء سے پہلے شروع ہی نہیں ہوئی تھی +

ساسوں کی بغاوت کے فرو ہونے کے بعد جس میں صرف ۲۶۲ - ارمنی مارے گئے تھے۔ مغربی یورپ اور امریکہ میں ایک تھلکہ عظیم برپا ہوا مگر یہ تھلکہ اخباروں ہی تک محدود رہا اور اخباروں نے اپنے غوغا سے مغربی آسمان ہی کو نہیں بلکہ مشرقی آسمان کو بھی صحن قیامت بنا لیا۔ بہت سے اخبار اسی قسم کے ہیں کہ وہ ایسی ایسی باتیں چاہتے ہیں تاکہ انہیں رنگ آمیزی کر کے بیان کرنے کا موقع ملے۔ یہ واویلا و بکا اور غل و شور جو سوائے مضرت کے اور کچھ نہیں رکھتا آج کل تمدن یوروپ کا ایک جزو اعظم ہو رہا ہے انکی زبانی ہمدردی تو بہت بڑھی ہوئی ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ کسی کی کٹی انگلی پر ایک بوند پانی کی ٹپکائیں ایسی زبانی ہمدردی انسانی مخلوق کے لئے سخت ضرر رساں ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ دسمبر ۱۸۹۴ء اور اکتوبر ۱۸۹۵ء کے شرارت آمیز فسادوں کا جو پے در پے واقع ہوئے۔ اخباروں نے ذکر تک نہیں کیا اس وجہ سے کہ مبادا لوگوں کے اشتعال میں کمی ہو اور وہ غصہ کی آگ ٹھنڈی پڑ جائے جو ترکی کی طرف سے ان کے دل میں بھڑکائی گئی ہے۔ یہ بڑی چال کی گئی اور بڑی ترکیب سے یہ کارروائی ہوئی۔ خاص خاص لوگ اس کام کے لئے متعین تھے جو برابر تاک میں رہتے تھے یعنے ارمنی باغیوں کے گروہوں کے چند سرغنہ جو قرص اور طفلس روسی عملداری میں رہتے تھے اور بہت سے ان میں ترکی عملداری ارض روم میں بود و باش رکھتے تھے یہ

سارا غضب وہ ہی ڈھارہے تھے اور ساری کارروائی ان ہی کی تھی۔ انگلستان کی حالت تو ایسی خطرناک ہوگئی تھی کہ وہ اسلام کے خلاف جہاد پر آمادہ ہوگیا تھا اور اُس کے طرز و انداز سے بوئے جہاد آئی تھی۔ وہی صورت پیدا ہوگئی تھی جو ۱۸۷۶ء میں روسیہ نے بلغاری فسادات پر اختیار کی تھی۔ چال ہی وہ آکے پڑی تھی اور نتیجہ بھی وہی معلوم ہوتا تھا اور انگلش مخلوق کی تو یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ وہ ترکی کو روسیہ کے رحم پر سونپ دینے سے راضی تھی۔ اس وقت یعنی ۱۸۹۵ء میں روسی حکمت عملی کی باگ شہزادہ لوبانوف کے ہاتھ میں تھی۔ یہ شہزادہ نہایت عاقل و ہوشیار اور اولوالعزم تھا اور یہ وہی موروثی روایت پر کاربند ہونے کی پیروی کر رہا تھا یعنے قسطنطنیہ پر قبضہ کرے اور عثمانی سلطنت کا مالک بن بیٹھے۔ شہزادہ موصوف اپنی تدبیر میں سخت غیر محتاط تھا اور یہ غیر محتاطی اُس کی زیادہ اولوالعزمی اور لالچ سے پیدا ہوتی تھی روسیہ کی ہمیشہ سے دو آرزوئیں ہیں اوّل کیا تو عثمانی سلطنت پارہ پارہ کر دی جائے اس صورت سے کہ روسیہ کے قبضہ میں قسطنطنیہ آجائے یا ترکی کو ایسا ضعیف کر دیا جائے کہ وہ روسیہ کی ایک باجگذار بن جائے اور سلطان صرف قسطنطنیہ میں بیٹھے رہیں اور بس روسیہ ایک بار تو پہلی آرزو کی تکمیل کی تدبیر کرتا ہے اور دوسری بار دوسری خواہش کا پورا ہونا چاہتا ہے گذشتہ بارہ ماہ کے اندر شہنشاہ جرمن کے بیچ میں نمودار ہوجانے سے کچھ ایسا رنگ بدل گیا ہے کہ روسیہ اول الذکر آرزو سے تو دست بردار ہوگیا مگر آخر الذکر آرزو کے پورا ہونے کی خواہش کر رہا ہے اور چال کچھ ایسی چلی ہے کہ انگریزی پبلک کو ترکوں کی طرف سے اُبھار کے اپنا موید بنا لیا ہے ایک بات اور بھی رکھی تھی اور اُس کی ترکیب اس عمدہ طور پر ڈالی کہ کمال چالاکی سے سلطان المعظم کو یقین دلوا دیا۔ کہ انگریز اور انگریزی مخلوق آپ کی اور آپ کی سلطنت کی جانی دشمن ہو اور بات یہی ہے اس وقت صورت بھی ایسی ہی واقع ہوئی تھی کہ خواہ مخواہ اس مخالفت کی تصدیق ہوئی تھی۔ ایم نیلیڈف اس موقع کو کیونکر ہاتھ سے جانے دیتا وہ ایک چلتا ہوا اور ہوشیار سفیر تھا اور بحیثیت ایک روسی سفیر ہونے کے اُسے ایسے معاملات میں خوب ہی ملکہ تھا اُسے پوروپی کامیابی حاصل ہوئی اور اپنی چالیں پوری پوری چل گیا۔ یعنے سفیر انگریزی کو خوب گانٹھ لیا اور ایسا اپنی مٹھی میں کر لیا کہ وہ اُس کے حکم سے کسی حالت میں ٹس سے مس نہ سکتا تھا وہ روسی سفیر کے ہاتھ میں ایک آلہ بن گیا کہ جس طرف چاہا اُس کی کل پھیر دی وہ بطور خود کچھ بھی نہ تھا اس واقعہ کی تاریخ سب سے زیادہ یہ دلچسپ ہے کہ ادہر روسی سفیر کا داؤں انگریزی سفیر پر چلا ہی تھا کہ اُس نے فرانسیسی سفیر ایم کیمین کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا اور سب سے زیادہ سر فلپ کری سفیر انگلستان کو ایسے رستہ

لگا دیا کہ جس میں سوائے توہین دولت عثمانیہ اور برباد کن تدابیر کے اُسے کچھ نہیں سوجھتا تھا نومبر ۱۸۹۴ء سے جولائی ۱۸۹۵ء تک ہمارے سفیر نے فساد ساسوں کی نسبت جب ترکی سے ایک کمیشن کی تقرری کی خواہش کی تاکہ ہر معاملہ کی کامل تحقیقات ہو تو ایک عجیب چالاکی سفیر روسی نے کی تھی وہ انگریزی مداخلت سے صاف بیچ کے الگ نکل گیا تھا۔ اور اُس نے لارڈ سالسبری کو لکھدیا تھا کہ ہم دست اندازی نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری دست اندازی کرنے سے فوراً ترکوں کے ساتھ ہماری جنگ ہو جائیگی مگر سر فلپ کری کو تو دنیا مافیہا کی خبر نہ تھی وہ آنکھیں بند کئے ہوئے اسی پر جھکے ہوئے تھے کہ روسی سفیر کی قدم قدم پر اطاعت کی جائے اور کبھی اُس کے کسی حکم سے روگردانی نہ ہو روسیہ فرانس اور انگلستان میں عام و خاص طور پر علانیہ ترکی کی نیست و نابود کرنے کی تجاویز کی گئیں۔ ایک ناممکن التعمیل۔ زیادہ صرف والی۔ خشم انگیز صلاحی تجاویز ترکی کے آگے پیش کی گئیں پیش کرنے والے سفیر سر فلپ کری تھے جنہوں نے یہ بیان کیا کہ ایشیا کو چک کے ذمہ دار ہم ہیں اس بناء پر ہمیں ایسی تجویزات کرنے کا مجاز ہے انگریزی ہر دو حکومتوں کو یقین کامل تھا کہ اس وقت روسیہ ہمارے ہاتھ میں ہے ذرا اشارہ کر دیا جائیگا وہ ترکی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیگا۔ اور دولت عثمانیہ کی بیخ و بنیاد اُکھیڑ کے پھینک دیگا ❊

انگریزوں کا روسیہ کے ساتھ ملکی ترکی کی بربادی پر تلے ہوئے دیکھنا اور پھر فرانس کا غلامانہ طور پر روس کی ہاں میں ہاں ملانا ترکی کی مسلمان آبادی پر ایک غضبناک اثر کر رہا تھا جب سر فلپ کری کی تجاویز کا اعلان ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ مسلمان عیسائیوں کے ہاتھ میں دیدیئے جائیں گے تو ایک نیا ستم برپا ہوا۔ اور اسی بناء پر وہ افعال ناروا اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر میں صادر ہوئے جن کے بیان سے جھرجھری آتی ہے۔ اسی اثناء میں روسی سفیر نے اپنا بحیرۂ جہازات بحیرہ ماسورا میں منگا لیا جس نے ایک سخت حیرت اور استعجاب انگلستان میں پیدا کر دیا۔ اور یہ بحیرۂ جہازات اختتام ۱۸۹۵ء میں نمودار ہوا ❊

اخیر روسیوں نے کیوں اچانک ترکی کو اپنے پنجہ میں دبا لینے کی جرأت کی اور کیوں اس نے علانیہ اس میں دست اندازی کی کہ تمام ترکی کو بے ہتھیار کر دیا جائے اس کے جواب کے دو پہلو ہیں۔ اول یہ ہے کہ روسیوں کی ہمیشہ سے یہی حکمت عملی رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ترکی کے اعلےٰ درجہ کے ترقیات کو روکے اور تنزل بربادی اور مصائب کو اس قدر ترقی دے کہ ترکی اندرونی کمزوری سے پارہ پارہ ہو جائے اور عثمانی سلطنت مثل پوستین کے روسیوں کے ہاتھ میں آجائے۔ دوسرا پہلو یہ

میں سب سے زیادہ برطانیہ اعظم نے اس خیال کو بھی جامہ پہنانے کے لئے اس میں حصہ لیا اور چاہا کہ ترکی سلطنت کا ڈھانچہ توڑ مروڑ کے رکھ دیا جائے انگریزی بحیرہ جہازات کا قسطنطنیہ میں ہونا انگلستان کو اس قابل بنا گا کہ وہ ترکی کے آیندہ قسمت کا ایک حد تک فیصلہ کر دے روسیوں کی اس میں جان لڑی ہوئی ہے وہ کوشش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ انگریزی بحیرۂ جہازات ہمیشہ قسطنطنیہ سے علیحدہ رہے روس ترکی کے بیباک کرنے کا خیال اس وقت تک دل سے مٹائے رکھے گا جب تک وہ اسے خود نوالہ بنانے کا موقع نہ دیکھ لے گا۔ لارڈ سالسبری نے اس صدمہ کو جو انہیں ایم ٹیلیڈف کی عیاروں سے ہوا ہرگز نہیں چھپایا اس مہرسے جب میری ملاقات بماہ مئی قسطنطنیہ میں ہوئی مجھ سے بیان کیا کہ لارڈ سالسبری کے جو شبہے مجھ پر ہیں مجھے اُن کے دفع کرنے کا بہت فکر ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بہت صاف ہو جائیں +

ترکی معاملات میں جرمنی نے جو کچھ تین سال سے حصہ لیا ہے وہ بہت ہی قابل لحاظ ہے ہمارے ملک یعنے انگلستان میں یہ فیشن ہو گیا ہے کہ جرمنی حکمت عملی پر لعنت ملامت کریں اور شہنشاہ جرمن پر قہقہہ اڑائیں میری رائے میں یہ فیشن نہایت لغو وبیہودہ اور نامنصفانہ ہے اس بدقسمت تار برقی کو مستثنےٰ کر کے جو پریذیڈنٹ کروجر کو بھیجی گئی تھی اور جس کا افسوس خود شہنشاہ جرمن کو بہت ہے قیصر کی بیرونی حکمت عملی نہایت عاقل مریانہ اور صلح پسند ہے بالواسطہ اگر سچ پوچھا جائے تو جرمنی حکمت عملی مشرق میں انگریزی سہارا دیے ہوئے ہے لیکن جرمنی حکمت عملی کے زبردست اثر کے لئے یوروپ تمام ممکنات سے اس سے پیشتر سے میگزین بنا ہوا ہے اگر عثمانی سلطنت اس میں حصہ لے تو بحر متوسط اور مشرق اگر انگریزی بحری قوت اور معاملات سیاسی کے لئے رہیں کچھ پیچھے قیصر کی وفات تک جانا چاہیئے۔ اُس زمانہ کے انگریزی اخباروں میں روس کی نسبت کیا کچھ ظاہر کیا گیا ہے سینٹ پیٹرزبرگ میں شہزادہ ویلس کے سرگرمانہ استقبال نے روسی انگریزی اتحاد میں ایک نیا سال پیدا کر دیا جبکہ روسیہ نے جرمنی کی جگہ لے لی تاکہ انگلستان اور روسیہ دونوں مل کے باہم ایشیا اور یوروپ کا انتظام کریں۔ اس اتحاد نے فطری طور پر جرمنی کو مشتبہ کر دیا انگریزی اتحاد ہے اور اُس وقت قیمتی ہو سکتا ہے جب تک یوروپ دو حصوں یعنے فرانسیسی اور جرمنی سلاطین میں منقسم ہے جہاں انگریزوں نے کوئی پہلو اتحاد کا اختیار کیا اور کوئی صورت ایسے اتحاد کی معلوم ہوئی اور فوراً جرمنی میں افروختگی پیدا ہوئی اور اس افروختگی کی ابتدا اسکندر ثالث کی وفات سنہ ۱۸۹۴ء میں ہوئی تھی جبکہ انگریزی حکمت عملی قسطنطنیہ میں روسیہ اور فرانس کے ساتھ شیر و شکر ہو کے کام کر رہی تھی اور اسی اشتعال کا

اُس تار برقی کو نتیجہ سمجھنا چاہیئے جو قیصر ولیم نے پریزیڈنٹ کروجر کو بھیجی تھی ❖

جرمن حکومت نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ ترکی کا نیست و نابود ہو جانا یوروپ کے پیانہ کو سخت صدمہ پہنچائے گا۔ یوروپی امن کو درہم برہم کر دے گا اور جرمنی سلاطین کی حفاظت کے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ آسٹریا کے مدبرین اعلے نے سالہائے گذشتہ سے اُسے بخوبی سمجھ لیا تھا۔ اسی وجہ سے جرمنی حکمت عملی نے بہت شد و مد سے کوشش کرنی شروع کر دی ہے کہ ترکی کے ضعیف کرنے اور مٹانے کی جتنی کوشش کی جائے اُنہیں رخنہ ڈالے اور کبھی روسیہ کی قسطنطنیہ پر دال نہ گلنے دے۔ اس میں شبہ نہیں کہ شہزادہ لبنیف کی قبل از وقت وفات نے گلیڈسٹون کو اس بات کا موقع دیا تھا کہ وہ روسی دربار کو جنگ کے لئے اُبھاریں اور باسفورس پر بڑھنے کے لئے آمادہ کر دیں روسی محکمہ جنگ کا برسوں سے یہ خیال تھا کہ اچانک تھریس جیو سونیز کے شمال مشرقی کناروں پر فوج اُتار دی جائے اور ڈرکس پر قبضہ کر کے قسطنطنیہ کے ذخایر آب کو ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ اور پھر اُن قلعوں پر قبضہ کر لینا چاہیئے جن سے باسفورس کی حکومت ہو سکے ❖

سینٹ پیٹرسبرگ میں اس ارادہ کا اظہار کر دیا گیا کہ آسٹریا اور جرمنی بغیر جدال و قتال کئے ہرگز روسیہ کو قسطنطنیہ کے اس طرح بند بند جدا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے یہ سنتے ہی روسیہ کے پر جوش جنگی گروہ میں ایک سکونت پیدا ہو گیا اور نوجوان زار سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔ اخیر قسطنطنیہ کو اس طرح زیر و زبر کرنے کا خیال جاتا رہا۔ اب گویا یہاں سے جرمنی اور روسی اتحاد کی دوڑ شروع ہوئی کسی طرح سے ترکوں سے مل کے عثمانی جنگی مواد کو حاصل کریں ❖

یہ دوڑ اخیر جرمنی نے جیت لی۔ اُس نے نہ کوئی کوشش کی نہ روسی سفیر پر کوئی چال چلی صرف بات یہ ہوئی کہ ترک روسیوں سے پہلے سے نفرت کرتے تھے اور اب اُنہوں نے یہ موقع دیکھا اس لئے ترکوں نے جرمنی دوستی پر بھروسہ کیا۔ روس ترکی کا موروثی دشمن ہے اور ترکوں کا بچہ بچہ اسے خوب جانتا ہے گذشتہ روسی جہاد کی تلخ تریں یادگاریں وہ قتل عام۔ بربادی جو روسی سپاہیوں نے مسلمان مرد و زن پر نازل کی تھیں ہنوز اُن کے زخم تازے ہیں۔ ایم نیلیڈوف کا عاقلانہ تدبر ہرگز ان قوی اور ٹھیک دشمنیوں کا نہیں اندازہ کر سکتا۔ اس کے علاوہ یہ مسلم ہے کہ جرمنی روسیوں کی طرح ترکی علاقہ پر قبضہ کرنے سے غرض نہیں رکھتی اور نہ ترکی کے اخراجات میں اپنی کوئی سیاسی سرفرازی اور فخر سمجھتی ہے۔ جرمنی نہ ایشیائے کوچک کا کوئی ٹکڑا چاہتی ہے اور نہ اُسے یہ غرض ہے کہ وہ آبناؤں کی محافظ بن جائے نہ اُس کا قسطنطنیہ پر دانت ہے۔ ترکی میں اس میں شک نہیں

کہ کچھ تجارتی حقوق جرمنی کو دیے ہیں اور ساتھ ہی ترکی جنگی اتحاد جس طرح اس کے لیے قیمتی ہے اور ترکی آمادہ ہے
کہ اگر کہیں ضرورت ہو تو جرمنی کو فوج سے مدد دے۔ مسٹر نیلیڈف نے اخیر یہ دیکھ لیا کہ جرمنی اثر محل اور باب
میں کس قدر ترقی کر رہا ہے یہ دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی اور اس نے اس معاملہ سے اخیر دست کشی کر لی۔ اس کا
دست کشی کرنا خواہ کسی حکمت سے ہو۔ جرمنی اثر نے رفتہ رفتہ اپنے قدم بڑھائے اور یہ قدم بڑھانا نہایت
منصفانہ اور قانون بین الاقوام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر تھا۔ اس کا امتحان مشکلات کریٹ اور ترکی یونانی
جنگ میں پورا پورا ہو گیا۔ روس نے بھی ایک حد تک یونانی دست اندازی میں ترکوں کی مدد کی جو التجائی تار برقی
کہ شہنشاہ روس نے اعلےٰ حضرت سلطان المعظم کو بھیجی تھی اور جس میں یہ عرض کی تھی کہ للہ اب جنگ کو موقوف
کر دیں اس سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ روس نے سلطان المعظم کو کوئی قصور وار نہیں بنایا بلکہ ان سے رحم اور
جنگ کے ختم کرنے کی اجازت چاہی۔ ۲ مئی کو یہ تار برقی جسے ہم بلفظہ درج ذیل کرتے ہیں شہنشاہ روسیہ نے
سلطان المعظم کی خدمت میں روانہ کی تھی۔

"حضور عالیجاہا آپ اس سے متعجب نہ ہوں گے اگر ان گہری دوستی کے تعلقات نے اور ہمسائیگی
کے رشتہ نے جو ہم دونوں میں ہے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اعلیحضرت کی خدمت مبارک میں اپیل کروں
اور پھر اس پر یہ امید رکھوں کہ اعلیحضرت ان کامیابیوں کے خیال کرنے میں جو حضور کی فوج ظفر موج کو شجاعانہ
جنگ میں ہوئیں اور اس نے نہایت وفادارانہ ان احکام کی پابندی کی جو اعلیحضرت نے آغاز جنگ سے
پہلے نافذ فرمائے تھے قبل نہ ہوں گے اعلیحضرت کے فتحمند لشکر کا یکایک یونان پر پڑنے سے رک جانا اور
اس صلح آمیز پیام کا جو دول یوروپ نے حضور کی خدمت میں پیش کیا سر گرمانہ استقبال کرنے نے اعلیحضرت کی
اعلےٰ درجہ کے جلال اور عظمت کو دوبالا کر دیا اور ذاتی طور پر اس عاجز (یعنی شہنشاہ روسیہ) کو ایسا ممنون
منت بنایا کہ تا زیست میں اسے یاد رکھوں گا۔"

اصل یہ ہے کہ ہمارے سفیر سر فلپ کری نے مشرقی پاس و لحاظ سے مطلق بے پروائی کی حالانکہ مذکورہ
بالا تار برقی سے معلوم ہوتا ہے کہ زار نے کس قدر ظاہر داری برتی ہے اور کیا کیا آداب سلطنت عثمانی ملحوظ
رکھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی رسوخ کا قسطنطنیہ میں نہایت دردناکی سے تنزل ہو گیا اور اخیر وہ پارہ پارہ
کر دیا گیا۔ جرمنی نے ترکی سلطنت کی حفاظت کی ہے اس بات کو ہر درجہ اور ہر طبقہ کے ترک تسلیم کرتے ہیں
ترکی میں ہر چیز جرمنی ہی جرمنی دیکھ لو "المانیہ" کا لفظ سرگرمانہ مبارکبادی کے لیے کافی ہے (ترک روسیوں کو

البانی کہتے ہیں) یا وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ جب جنگ کریمیا ہو چکی ہے تو انگریز کا لفظ ایشائے کوچک میں ایسا ہی پیارا خیال کیا جاتا تھا۔ اب یہ نوبت آگئی ہے کہ انگریز کے نام سے نفرت کی جاتی ہے۔ انگریزی رسوخ گذشتہ تین سال کی غلط کاریوں کی وجہ سے صرف صفر ہی صفر رہ گیا ہے اس کے مقابلہ میں جرمنی رسوخ ہر جانب ترقی پذیر ہے ✤

مسٹر بگہم نے ایک حکایت بیان کی ہے جس سے ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "مجھے یاد ہے کہ میں گذشتہ شب کریمیا میں سوار جاتا تھا اور ایک سرکیشیا کا سپاہی میرے ہمرکاب تھا اور جب ہم دروازہ کے قریب پہنچے تو ہمیں آواز دی گئی کیونکہ اندھیرا ہو گیا تھا "کون جاتا ہے" سنتری نے پکارا "میرے آدمی نے کہا البانی پاشا۔ فوراً دروازہ کھول دیا گیا میں نے کہا کہ میں انگریز ہوں ✤

ہم نے دیکھا کہ ہماری پیشوائی کے لئے ایک گارڈ آیا تھا مگر وہ فوراً واپس ہو گیا۔ میں نے جب اُس کا سبب دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ آفندم میں یہ سمجھا تھا کہ تم جرمنی ہو مگر تم تو انگریز نکلے" جرمنی نے اس عاقلانہ اور بے انتہا دور اندیشانہ حکمت عملی سے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے اور ہم نے محض اپنی کم عقلی سے سلطان اور ترکوں کو گالیاں دے دیکے اپنے سے سخت متنفر بنا لیا ✤ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ✤ جس وقت یوروپی جنگ شروع ہوگی اور جرمنی کے پہلو بہ پہلو ترکی لشکر لڑے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ نصف روسی سپاہ تو کس آسانی سے چٹنی کر دیجاتی ہے اور کس عوصلے سے جرمنی فتحمند رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر روس اور انگلستان کی مشرق میں جنگ ہوئی اور ترکوں نے روسیوں کا ساتھ دیا تو پھر ہندوستان کا نکل جانا یقینی ہے

یونان نے ترکی پر اسی لئے حملہ کیا تھا کہ عام جنگ بھڑک اُٹھے گی اور جس کا سامان جولائی ۱۸۹۷ء سے ہو رہا تھا مختلف مجبوریوں کی وجہ سے روسیہ نہیں چاہتا تھا کہ عام جنگ ہو یہی وجہ تھی کہ اُس نے بلغاریہ اور سرویا کو جگہ سے جنبش نہ کھانے دیا یونانیوں کی بیہودہ خود فروشی اور اُسکے بدترین سلطنت کی تباہی اور خود نمائی نے اس تغیر عظیم کی طرف سے جو یوروپی حالت میں جولائی اور اگست ۱۸۹۶ء کو ہوا آنکھیں بند کر دیں اسی وجہ سے اُنہوں نے غلطیوں پر غلطیاں کرنی شروع کیں اور انہیں یہ معلوم نہ ہوا کہ ترکی کے خلاف یوروپی اتحاد نہیں سکتا اور وہ اسی پر تلے رہے کہ روس اُن کا مددگار ہے اور وہ انہیں وقت پر ضرور مدد دے گا۔

روسیوں کی خیالی مدد کی اُمید نے اُنہیں دین و دنیا کا نہ رکھا اسی بنا پر اُنہوں نے ریوبیگن کو عبور کر کے اُن کے جہازوں کو جلا دیا۔ جرمنی رسوخ نے سب پر غلبہ پا لیا جس کا منشا یہ تھا کہ یوروپی جنگ کبھی نہ ہو

اور ترکی بھی محفوظ رہوے ۔

دوسرا باب

آسٹریا کی حالت

یہ اچھی طرح سمجھ کے کہ ترکی کے ساتھ سخت بے انصافی کی گئی اور اس آرزو میں کہ میں اپنی آنکھوں سے ترکی لشکر کا طرز و انداز دیکھوں سید ھا مقدونیہ روانہ ہوا ۱۴ - اپریل کو میں انگلستان سے پہلے سلونیکا روانہ ہوا جو گویا ترکی فوج کشی کا تتمت تھا - میرا بڑا بیٹا جس کی عمر ۱۶ برس کی تھی میرے ساتھ تھا - ہم جرمنی اور آسٹریا میں ہو کے سلونیکا پہونچے - سفر میں ایک دن ڈائنا ٹھہرا اور وہاں میں نے کونٹ گلوچسکی سے بہت دلچسپ گفتگو کی یہ شخص آسٹریا وہنگری کا وزیر خارجہ ہے - جتنا آسٹریا کو مسئلہ مشرقی سے تعلق ہے اُس سے زیادہ کسی اور یوروپی سلطنت کو نہیں ہے - یہ مسلم ہو چکا ہے کہ اگر قسطنطنیہ پر روسیہ کا قبضہ ہو جائے تو پھر آسٹریا کا برباد ہونا یقینی ہے چونکہ آسٹریا کی حکومت بوسینیا اور سلونیکا کے درمیانی ممالک پر پھیلی ہوئی ہے یہ وسعت گویا روسیہ کو قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینے میں تلافی کا کام دے گی - اس لئے آسٹریا کو لازم ہوا ہے کہ وہ نہ صرف مقدونیہ کو لے لے بلکہ البانیا کو بھی فتح کر لے - جو دولت یہ چاہتی ہے کہ تند - خونخوار - جری اور بہادر قوم ارناوٹ کو فتح کرے اُسے پہلے منہ دھو آنا چاہئے - آسانی سے یہ زبردست قوم کسی کے قبضہ کی نہیں ہے ۔

روسیہ کے قسطنطنیہ میں ہونے سے سلاؤ قوم بھی بڑھے گی اور پھر آسٹریا کو لینے کے دینے پڑ جائینگے روسیہ کو یہ آسان ہو گا کہ اول تو وہ بلغاریوں اور سرویں سے آسٹریا کو جھوجرا کر دے اور پھر اُس پر عام حملہ بول دے - جب روس قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا تو اُس کے پاس بحری اور بری فوج اس کثرت سے ہو جائے گی کہ وہ بحر متوسط میں آسٹریا کو بالکل بیدست و پا کر سکتا ہے اور اسی طرح جزیرہ نما بلقان میں اُسے نیچا دکھا سکتا ہے اور اسی آسانی سے جزیرہ نما بلقان میں وہ آسٹریا کی پوری خبر لے سکتا ہے ۔

بعض آسٹریا کے مدبرین کی یہ رائے ہے کہ قسطنطنیہ کو سلونیکا سے بدل لیں یعنی روس قسطنطنیہ لے لے اور ہم سلونیکا لے لیں یہ اُن کی بڑی بھاری غلطی ہے اور جسے روسی دوست انگریز بھی نہیں جانتے وہ یہ بات ہے کہ جب قسطنطنیہ پر روس کا قبضہ ہوا تو کل عثمانی لشکر روس کے تصرف میں آجائیگا ترکوں سے بہتر سپاہی دنیا کے طبقہ پر آج نہیں ہیں - اگر اول درجہ کے یوروپی افسر ہوں تو دنیا میں انہیں کوئی شکست

نہیں دے سکتا۔ جب ایسی زبردست فوج اُس کے ہاتھ لگ جائے گی تو اُس کی بحری اور بری قوت اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ اخیر آسٹریا کا اُس کے رحم پر دار و مدار ہو جائے گا اور پھر روسی اور ترکی مشترکہ فوجیں جب ہندوستان پر بڑھیں گی تو پھر ہندوستان کا بچانا محض ناممکن ہو جائیگا +

آسٹریا کے بڑے بڑے مدبروں کو اس خیال نے تہ و بالا کر رکھا ہے اگرچہ ناتجربہ کار نوجوانوں کا ایک گروہ آسٹریا ہی میں موجود ہے جن کی یہ خواہش ہے کہ قسطنطنیہ روس کو دیدیا جائے اور آسٹریا سلونیکا پر قبضہ کرے۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۸۷۶ء میں آسٹریا کو روس نے یہ کہدیا تھا کہ تجھے بوسنیا اور ہرزیگووینا دیدیا جائے گا اس اطمینان پر آسٹریا نے اپنے کو روس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا اور کان تک نہ ہلایا تھا مگر قسطنطنیہ کا معاملہ پیش ہوا تو آسٹریا نے بڑی سرگرمی سے لارڈ بیکنسفیلڈ کی تائید کی تھی اور کہا تھا کہ روس کو ایک قدم بھی قسطنطنیہ کی طرف نہیں اُٹھانے دینا چاہیئے +

معاملات جہانداری میں ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء کے روسی اور آسٹریا کے تعلقات بہت ہی دلچسپ اور عجیب ہیں۔ پرنس بسمارک نے تمام سیاسی سازشوں اور فریبوں کا خوب دھوم دھام سے افشا کر دیا تھا ۱۸۷۶ء میں جرمنی چینسلر کو شہنشاہ روس سکندر ثانی کا دستخطی خط پہونچا جس میں یہ تحریر تھا کہ ہم تم مل کے آسٹریا پر حملہ کریں فتح کے بعد مجھے گلیسیا۔ آسٹرین پولینڈ اور اسی طرح سے کچھ اور مقامات دیدینا اور جرمنی بھی اسی طور سے آسٹریا کے دوسرے مقامات لیلے۔ اس شرمناک زیادتی کی وجہ یہ تھی کہ روسی سپاہ بغیر جنگ کے بُلا رہی تھی۔ کیونکہ جنگ کریمیا کو بیس برس کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اسی بناء پر شمالی بادشاہ بے گناہ قوموں پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ یہی تجویز جرمنی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرسبرگ کی معرفت کی گئی تھی پرنس بسمارک نے اس تجویز سے صاف انکار کیا اور اپنے سفیر پرنس رویس کو سینٹ پیٹرسبرگ سے بلا لیا۔

۱۸۷۶ء تک برلن میں پھر اس امر کا تذکرہ نہیں ہوا یہاں تک کہ ۱۸۷۶ء میں پرنس بسمارک کو یہ معلوم ہوا کہ آسٹریا اور روس کا باہم سمجھوتہ ہو گیا ہے اور اب روسی افواج کا رخ بمقابلہ آسٹریا کے ترکی کی طرف پھر گیا ہے اس رازدارانہ فریب کا حال اغلباً لارڈ ڈربی کو بھی معلوم ہو گیا جو اُس وقت وزیر خارجہ انگلستان تھے ادہر ترکی کو یہ معلوم ہو گیا کہ روس بغیر جنگ کئے نہیں باز آئے گا یہی وجہ ہوئی کہ ترک آمادہ پیکار ہو گئے۔ اور اسی بناء پر لارڈ سالسبری کی سفارت نے جو ۱۸۷۷ء کے آغاز میں قسطنطنیہ بھیجی گئی تھی کچھ فایدہ نہ دیا +

بلغاریہ میں جو جو کچھ مظالم بے گناہ مسلمانوں کی جان پر توڑے گئے اُن کے محرک روسی ایجنٹ تھے اُن ہی کی وجہ سے فلیپوپس کے قریب بلغاریوں نے اپنے قدیم آقاؤں سے بغاوت کی۔ حالانکہ یہاں ترکوں کی حکومت کا پیمانہ نہایت اعلےٰ درجہ پر پہونچا ہوا تھا اور یہ کمبخت ملک نہایت سرسبزی کی حالت میں تھا۔ قصباتی مسلمانوں پر وہ وہ خطرناک بے رحمیاں توڑی گئیں۔ جن کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں بالخصوص مسلمان عورتوں پر جو قصائی پنے کے ظلم روا رکھے گئے اُن کی نظیر تو دنیا کی کل بے رحمیوں میں بھی نہیں ملتی۔ یہ سب آفت ہمسائے عیسائیوں کی وجہ سے نازل ہوئی جنہوں نے اپنی ہمسائگی کا پورا حق ادا کیا۔ آخیر انتقام کی آگ بھڑکی۔ جنرل اگینٹو روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے یہ صلاح دی کہ مقامی ملیشیا فوراً موقع واردات پر روانہ کی جائے تاکہ بلغاری فساد کو روکے اور باغیوں کی پوری سرکوبی کرے یہ سب سے بدتر رائے تھی جس پر عملدرآمد کیا گیا۔ مقامی ملیشیا میں زیادہ تر پوماکی یعنے بلغاری مسلمان تھے اور ان میں اور بلغاری عیسائیوں میں وہی عداوت تھی جو کریٹی عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہے اور اُس عداوت کو عیسائیوں کے اُن ناقابل رحم مظالم نے اور بھی بھڑکا دیا جو اُنہوں نے ۱۸۷۶ء میں مسلمانوں پر توڑے آخیر اس موروثی عداوت کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ بیرحمیاں مسلمانوں کی طرف سے ضرور ظہور پذیر ہوئیں۔ لیکن نہ اس قدر جو بیان کی جاتی ہیں اور جن پر بے انتہا مبالغوں سے بہت ہی رنگ چڑھایا گیا ہے اور جن کا انگریزی اخباروں نے وہ طوفان باندھا کہ اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہ۔ بہت سے نامہ نگار جو بات کا بتنگڑا بنا کے اور تل کا پہاڑ کر کے لکھا کرتے تھے۔ روسیوں کے تنخواہ یاب تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ پورے ۳۰۰۰۰ بلغاری برباد کر دیئے گئے حالانکہ کل ۱۲۰۰ بلغاری کام آئے تھے۔ ایک انگریزی گروہ بھی اس دھوکے میں آگیا اور یہ سمجھ گیا کہ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے بالکل صحیح ہے یہ تمام اختراعی باتیں اور تمام ایجادات اور تمام چالبازیاں روس کی تھیں جو دھڑا دھڑ اس امر کے لئے روپیہ خرچ کر رہا تھا *

مسٹر گلیڈ اسٹون اور اُس کا گروہ کافی طور پر روسیہ کی ہمدردی جنگ اور مہذب مشن کی رطب اللسانی نہ کر سکا اور نہ وہ اس بات کو سمجھ سکے کہ اُس ربانی صورت پر جو شمال سے پیدا ہوگی کیونکر خاک ڈالی جائے گی۔ ایلکزینڈر ثانی اب بھی اپنے وزرا اور ایجنٹوں کے ساتھ وہی جوڑ توڑ لڑا رہا تھا جو در اصل ان تمام بے رحمیوں جدال وقتال اور عام خونریزی کے اصلی بانی تھے اور روسی حملے نے تو بلغاریہ کو انسانی جانکندنیوں کے دریائے پرشور میں اخیر غوطہ ہی دے دیا تھا۔ اس تمام قتل و غارت۔ بیرحمی اور

ناانسانیت کی بنا یہ بھی کہ روسی سپاہی بغیر جنگ کے نہیں رہ سکتے اور اُن کا حوصلہ خونریزی دبایا نہیں جاسکتا وہ جنگ جنگ پکارتے ہیں اور اسی میں وہ اپنی عظمت پاتے ہیں مگر موجودہ نیک نہاد نوجوان زار نکولس ثانی کا یہ خیال نہیں ہے وہ اپنی فوج کو خوش کرنے کے لئے انسانی خون بہانا پسند نہیں کرتا اور نہ اپنی فوج کا ایسا حوصلہ نکلوانا چاہتا ہے ✣

مگر عجب انگیز امر یہ ہے کہ جو کچھ ان جہادی روسی جنگوں سے بیگناہ پر امن سیدست و پا مسلمان معصوم بچوں اور عورتوں پر قتل و غارت کی آگ برسائی گئی موجودہ زمانہ میں کسی کی ہمدردی کی آگ نہیں بھڑکتی - ان مظالم سے سب خاموش ہیں اور کوئی کان تک نہیں ہلاتا - واہ رے ہمدردی اور تیرا مفہوم جنگ موقوف ہونے سے پہلے بیس لاکھ مسلمان عورتیں - مرد اور بچے جو بلغاریہ اور مشرقی رومیلیا میں آباد تھے نہایت سنگدلی اور وحشی پنے سے برباد کر دئے گئے - اب صرف یہاں ۵۰۰۰۰ کی آبادی رہ گئی ہے جو بچے تھے انہیں کیا تو مسیح تلوار نے ٹھنڈا کیا اور یا وہ سردی او فاقہ کشی سے جان بحق تسلیم ہو گئے - کیونکہ اُنہیں ایشیا سے کوچک میں دیس نکالا ملا تھا - رستہ میں جو کچھ اُن پر بیتا پڑی وہ خدا ہی جانتا ہے - جس وحشی پن سے روسیوں اور بلغاریوں نے بے بس مسلمانوں پر ظلم کئے ہیں کوئی نظیر رومۃ الکبریٰ کی سلطنت کے برباد ہونے یا یوروپ کو ہنس کے تہ و بالا کرنے کے بعد سے نہیں ملتی مسلمانوں کے تمام گاؤں مع باشندوں کے برباد کر دئے گئے تھے - سب سے زیادہ غضبناک عمل یہ ہوتا تھا کہ بزدل روسی اور بلغاری سپاہی چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور حاملہ عورتوں کے پیٹ میں سنگینیں بھونک کے اُنہیں جلتی آگ میں ڈال دیتے تھے اور اُن کے تڑپنے اور واویلا کرنے پر خوش ہوتے تھے - ایک ہی موقع پر ایک لاکھ مسلمانو پر جو بمقام ہرمانلی پر پناہ گزینوں کے طور پر پڑے ہوئے تھے اُسکوبلوف کے رسالے اور توپخانہ نے آگ برسا کے اُنہیں رہوڈوپی پہاڑوں میں بھاگ جانے پر مجبور کیا - ایک لاکھ میں سے شاید پانچ ہزار مشکل بچے ہوں گے - اگر ہماری یہ باتیں مبالغہ آمیز سمجھی جائیں تو ہم نے ضمیمہ کتاب میں اس کا کافی ثبوت دیا ہے - جگہ نہیں ہے ورنہ ہم اور بھی تفصیل سے بیان کرتے - روسی ناہنجار اور محض ناانسان سپاہیوں اور جنرلوں نے ترکی مستورات پر جو جو مظالم کئے ہیں وہ بیان نہیں ہو سکتے اُنہوں نے عورات کو پکڑ کے فوج کے ساتھ رکھ لیا - اور وحشی روسی سپاہی اپنی اس فتحمندی پر بغلیں بجاتے تھے ✣

یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ بڑے بڑے مظالم خود روسی اعلےٰ افسروں کی آنکھوں کے سامنے

ظہور پذیر ہوئے اور ان نالایق افسروں نے مطلق اعتراض نہیں کیا۔ ان میں بڑا ملزم جنرل گورکو ہے۔ ۱۸۷۷ء کے موسم گرما میں بلقان کے پرے اس نے جو حملہ کیا تھا اس سے جنگ جوئی کا ذرا بھی مفہوم نہ پایا جاتا تھا اس نے اپنے سپاہیوں اور بالخصوص بلغاریوں کو حکم دے دیا تھا کہ یہ تمہاری خوشی پر منحصر ہے کہ جیسا چاہو ترکی باشندوں سے برتاؤ کرو۔ اس ناہنجار روسی افسر کے حکم نے یہ کل کھلایا کہ سر سبز اور شاداب وادیئے تنجا میں جہاں مسلمان آباد تھے ظالموں نے آگ لگا دی اور چیونٹیوں کی طرح تمام مرد و زن اور بچوں کو بھون ڈالا۔ ایک عورت بڑھیا و جوان اور بچہ زندہ نہ چھوڑا۔ یہی خطرناک قسمت قزانی۔ اور رعفانی مسلمانوں کی ہوئی۔ اس کا بھی ذکر ہمارے ضمیمہ کتاب میں آگیا ہے۔ جن آرمینیا کے مظالم کا راگ گایا جاتا ہے جو ۱۸۹۵ء میں وقوع پذیر ہوئے۔ اگر ان کا مقابلہ ان مظالم سے کیا جائے جو مسیحی سپاہیوں نے بلقانی ریاستوں میں کیے تو صرف یہی فرق ہے کہ آرمینیا میں ظلم کم ہوا اور غل بہت مچایا گیا اور بلقان میں بہ نہایت مظالم ہوئے۔ لیکن ہوں تک نہیں کی گئی ◆

بہت سی حالتوں میں تازہ سرکاری مراسلوں میں بیان کیا گیا ہے کہ بلغاریا اور سرکیشیہ والوں سے اس قتل و غارت کی ابتدا ہوئی۔ روسی مظالم کی بیرحمی کے مسلمان اور عیسائی دونوں ہی شکار ہوئے۔ دونوں صورتوں میں بے گناہوں کی جان پر وہ ظلم توڑے گئے کہ پناہ بخدا۔ بلقانی ریاستوں میں پہلے مسلمان پھر عیسائی مگر سب سے زیادہ مسلمان ہی قتل عام کی آگ بھونے گئے روس کی خبر محتاط بہ جرم جنگی اور ملکی حکمت عملی جس کا اصلی منشا یہ ہے کہ پہلے قسطنطنیہ کو زیر و زبر کرے اور پھر ہندوستان کو تہ و بالا کرے ہمیشہ سے ایک حالت میں چلی آتی ہے ◆

روسی چال بازیوں کی جو حکمت عملی بلغاریہ میں وہ ہی آرمینیا میں ہے انگریزی مخلوق عامہ نے دونوں صورتوں سے دھوکا کھایا۔ آخر الذکر صورت میں دوسرے قومی اثرات نے روس کو براہ راست قسطنطنیہ پر حملہ کرنے سے باز رکھا ہے انگریزی حسد اور انگریزی حکمت عملی کی بیوقوفیوں نے انگریزوں کو بیہوش بنا دیا ہے اب وہ ترکی ہی کے بچانے میں ساکت نہیں ہیں۔ بلکہ انگلستان اور انگریزی سلطنت کے فوائد پر بھی خاک ڈال رکھی ہے ◆

یہ ضروری امر ہے کہ ہم واقعات کا سچا راستہ تلاش کریں اور ان کے اثر کو واجبی طور سے جانچیں۔ اب ہم پھر آسٹریا کا ذکر کرتے ہیں ۱۸۷۸ء میں آسٹریا کو بوسنیا اور ہرزیگووینا کے دینے کا وعدہ کر کر روس

نے اپنا قبضہ میں کر لیا اس کے بعد روس کو اجازت دی گئی کہ وہ ٹرکی پر حملہ کرے۔ رومینیا نے آسٹریا سے فریاد کی کہ وہ روسی حملہ کے مقابلہ میں اُسے مدد دے۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ اور رومینیا اس بات پر مجبور رہا کہ نہ صرف روسی لشکر کو اپنی سرزمین میں اُترنے دے بلکہ اپنی فوج کے ساتھ اُس کی مدد بھی کرے چنانچہ اس نازک موقع پر جب پلونا سے روسی پارہ پارہ کردیئے گئے ہیں اور بے تحاشہ بھاگے ہیں تو رومینیا نے اپنی فوج سے روس کو بہت سہارا دیا تھا روسی فوج اور اُس کے آمد و رفت کے رستے ایسی مجروحانہ حالت میں تھے کہ اگر آسٹریا چاہتا تو آسانی سے زیر و زبر کر سکتا تھا کیونکہ بیسرییا سے اور رومینیا بلغاریا اور مشرقی رومیلیا سے ہو کر سین اسٹیفنو تک پہونچ سکتے تھے۔ چونکہ ملی بھگت تھی اس لئے آسٹریا نے کان تک نہ ہلایا ہاں جب روسی لشکر قسطنطنیہ کی دہلیز تک پہونچ گیا اُسوقت آسٹریا نے ضروری مزاحمت کی تھی +

برلن میں بماہ جون ۱۸۷۸ء ساری عقدے کشائی ہو گئی تھی۔ مشرقی رومیلیا میں ہو کر میں نے روسی فوجوں کو جو اڈریانوپل فلپپوپلس صوفیہ اور رودوپی پہاڑوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ آنکھوں سے دیکھا میں اس نظرے سے برلن گیا تھا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے اسبات کو روکوں کہ فلپپوپلس اور صوفیہ وسیوں کے قبضہ میں نہ جانے پائے روسیوں نے بڑی عقلمندی کی چال کی تھی کہ اپنی شہنشاہی محافظ فوج کو اور ہر شاندار آدمی اور توپوں کو سین اسٹیفنو بھیج دیا تھا جو قسطنطنیہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے پھر اُنہوں نے تمام یوروپی دولتوں کے جنگی اٹاچیوں کو مدعو کیا تھا کہ وہ روسی ہراول فوج کی قواعد دیکھیں کل پچاس ہزار روسی فوج عمدہ توپخانہ کے ساتھ تھی۔ لیکن فوج ہراول کو فی الحقیقت روسی لشکر سمجھنا چاہیئے مشکل سے اس فوج کے پیچھے کوئی چیز رہ گئی ہو اڈریانوپل میں صرف چار ہزار روسی سپاہی تھے اور فلپپوپلس میں تین ہزار سے زیادہ نہ تھے +

یہ کوشش کی جا رہی تھی کہ جہاں تک ہو سکے روسی فوج کی تعداد کو آنے والوں سے چھپایا جائے کونٹ اسٹونوپل شہزادہ گورٹ چیکف کے داماد اور رومیلیا کے گورنر جنرل نے مجھ سے خود کہا میرا ضروری مورچہ پر جو ہوڈوپ کے کنارے پر واقع ہے صرف تین بٹالین تھیں اور خاص ہیڈ کوارٹر میں دو کمپنیاں جب روسی ترکی کمیشن کو جو روک دوک کی بغاوت کے لئے بحث کرنے پر مقرر ہوئی تھی دعوت دیگئی تھی تو اس میں صرف تین افسر تھے میں نے میر مجلس سے کہا کہ آپکے بہت سے جنگی ساتھی شاید اپنے فرایض پر پرانی مقامات پر گئے ہونگے۔ اُس نے بے احتیاطی سے جواب دیا۔ نہیں صرف ایک ہی شخص غیر حاضر ہے۔

اس کے یہ معنے ہیں کہ ہاں صرف دو ہی کپتان ہیں اسی میجر نے جو اس کمیشن کا افسر تھا اس کہنے پر میز کے نیچے زور سے لات ماری اسکے یہ معنے تھے کہ وہ روسی افسر کو آگاہ کرتا تھا کہ تو نے بھید کی بات کیوں کھول دی اتفاق سے وہ لات میرے پیر میں لگ گئی میں زور سے ہنسا اور خیر سارا بھید کھل گیا +

لارڈ بیکنس فیلڈ روسی فوج کی خستہ حالت اچھی طرح جانتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ روسیوں کی ایسی خبر لیجائے کہ وہ پچاس برس تک تو نہ پنپ سکیں اور بے انتہا خزانہ اور خون بہایا جائے لیکن لارڈ بیکنس فیلڈ قبل از وقت اپنے جلسہ وزراء میں علیحدہ کر دیئے گئے اور جن لوگوں نے علیحدہ کیا وہ انتہا درجہ حاسد اور کم ہمت تھے جو موقع کی حالت کو نہ سمجھ سکتے تھے اور جنھوں نے ایسے عمدہ موقع کو ہاتھ سے کھو دیا گویا خود ہمیشہ کے لئے اپنے پیر پر کلہاڑی ماری +

محمد علی برلن کانگریس میں ترکوں کی طرف سے پہلا وکیل تھا یہ ایک نہایت ہی لائق شخص اور اعلیٰ درجہ کا فوجی سپہ سالار تھا اور اس کی عام واقفیت بہ نسبت اور ترکی پاشاؤں کے بہت بڑھی ہوئی تھی بمقام کرم میں ترکی فوجوں کا یہی سپہ سالار تھا۔ اسی بہادر نے اس کثیر روسی لشکر کو جو شہزادہ روس کے ماتحت میں جنگ کر رہا تھا پے در پے سخت بے عزتی کی شکستیں دی تھیں اور اسکے بعد الکزنڈر ثالث کی فوجوں کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ تاراحسن کوئی اور پوپ کوئی کے جنگوں میں محمد علی نے مثل خرگوشوں کے روسی سپاہیوں کا شکار کیا تھا لیکن محمود دولت اعلیحضرت سلطان المعظم کے نسبتی بھائی نے محض اپنی بدطینتی اور نالائقی سے ایسے عمدہ موقع اور فتحیابی کے رنگ سے محمد علی کو اس وقت واپس بلا لیا جب وہ شہزادہ روس کو اس کی فوجوں کے ساتھ پے در پے شکستوں شکستیں دیکر صفحہ ہستی سے مٹانے والا تھا۔ میں محمد علی کو اچھی طرح سے جانتا ہوں میں نے ہمیشہ اُسے آہ کے نعرے مارتے ہوئے دیکھا ہے وہ رو رو کے یہ کہا کرتا تھا کہ ہائے ترکی نے مجھے میدان جنگ سے بیفایدہ بلا کر کیا عمدہ موقع اپنے ہاتھ سے کھو دیا اور اپنے پیر پر کیسی سنگین کلہاڑی مار لی +

میں نے جلسہ برلن کے پہلے ہی دن محمد علی پاشا کے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا تھا میں نے اُس سے اثناء گفتگو میں دریافت کیا کہ معاملات ترکی کا معاملہ کس طرح چل رہا ہے محمد علی کچھ آگے جُھکا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ دیر تک وہ اسی حالت میں رہا۔ چند سکنڈ کے بعد اُس نے اپنا مُنہ کھولا اور نہایت غمگینی سے میری طرف دیکھ کے یہ جواب دیا۔ جواب میں درد اور حسرت ٹپکتی تھی۔ آہ کچھ نہ پوچھو

مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ روس نے جنگ سے پہلے آسٹریا سے بوسینیا اور ہرزیگونیا دینے کا وعدہ کر لیا تھا اور اب ٹرکی کو امن و انتظام برقرار رکھنے کے لئے بہت کچھ قربان کرنا پڑے گا۔ غریب محمد علی سے جہاں تک ہو سکا برلن میں ترکی کے فایدہ کی کوشش کی۔ جس کے کچھ عرصہ کے بعد وہ بطور سفارت پرز لینڈ بھیجا گیا جہاں البانیان والے بغاوت پر تلے ہوئے تھے۔ جہاں وہ اور اُس کی تمام جماعت ارناوت کے ہاتھوں سے پارہ پارہ کر دیگئی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ محض فریب اور دغا سے یہ کارروائی ہوئی۔ محمد علی کا خاتمہ سر لوئیس کیوگناری اور اس کی جماعت سے بہت مشابہت رکھتا ہے جو کابل میں واقع ہوا تھا ؛

میں نے یہ سمجھکر کہ کس قدر ترکی کی قسمت کا انحصار آسٹریا پر ہے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح ہو آسٹریا و ہنگیرین کے وزیر خارجہ سے چل کے ملوں۔ کونٹ گاہ چیکی مجھ پر ایسا مہربان تھا کہ اُس نے وقت مقرر کیا کہ جب تم قسطنطنیہ سے واپس تو ڈائنا میں مجھ سے ملتے جانا کیونکہ مجھے خلاف اُمید قسطنطنیہ میں قیام کرنا پڑا مجھے دیر ہو گئی کہ آٹھ گھنٹے وقت مقررہ سے گزر گئے یہ دن جمعہ کا تھا جنوری کی ۱۵ تاریخ تھی اور بارہ بجے تھے جب میں دائنار وانہ ہوا میں نے سنا کہ کونسٹ موصوف برلن روانہ ہو گئے ہیں کیونکہ میں آٹھ بجے شب کے دائنا پہونچا تھا۔ جب میں لنڈن واپس آیا تو مجھ سے ایک واقف کار شخص نے بیان کیا جسے ہمیشہ رازدارانہ خبروں کی اطلاع ملتی رہتی تھی کہ ایم نیلیڈوف روسی سفیر کا منشاء تھا کہ تمہیں قسطنطنیہ میں دیر ہو جائے اور تم وزیر خارجہ آسٹریا سے نہ مل سکو اُسی نے تمہارے ساتھ کوئی چال چل کے تمہاری قسطنطنیہ میں ٹھیر کر کہا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن ہاں یہ میں ضرور کہونگا کہ ہوئی مجھے خلاف امید اور غیر قابل البیان دیر اور اس کی وجہ خاص دربار سلطانی کا ایک شخص تھا جس پر خود دربار میں بہت بڑا بھروسہ کیا جاتا تھا یہ تمام عرض معروض جو مجھے بیان کی گئی تھی کہ اعلیحضرت سلطان اعظم کی خدمت میں کرنی ہیں اور جس کی وجہ سے مجھے ٹھیرایا گیا تھا۔ اخیر میں محض بے بنیاد اور لغو ثابت ہوئیں میں نے نہایت توجہ اور ہوشیاری سے آسٹریا کی اس حکمت عملی کو دیکھا جو اُس نے فساد کریٹ اور یونان پر کر رکھی تھی اور میں نے نہایت خوشی سے کونٹ گلوچیکی کی مدبرانہ حکمت عملی کو دیکھا جس سے وہ اس معاملہ میں کاربند ہو رہا تھا۔ ہماری بلیو بک نے خود اس معاملہ کو اور بھی صاف کر دیا تھا۔ جنگ کے منظر کے بہت ہی قریب ہونے پر بھی آسٹریا نے یورپ کے امن کے برقرار رکھنے کی کوشش کی اور آخیر تک اُن آفتوں کا ٹالا جو یورپ کے امن میں مخل اندازی

کی دھمکیاں دے رہی تھیں۔ آسٹریا کو اسوقت یونان کی زہرآلود درازدارانہ انجمنوں کا پتہ لگ گیا تھا۔ اور اُسے معلوم ہوگیا تھا کہ یونان اس صورت سے یوروپ میں جنگ کی آگ بھڑکانا چاہتا ہے مدت ہوئی یعنے ۱۸۹۶ء میں کونٹنٹ گلوچسکی نے یوروپی دولتوں کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ کریٹ کے گرد ایک جنگی بحیرہ رکھا جائے تاکہ باغی اور سامان حرب یونان سے نہ آنے پائے۔ تمام دولتوں نے اس عاقلانہ تجویز کو قبول کرلیا یہ وہ تجویز تھی جس سے آناً فاناً میں کریٹ کی بغاوت مٹ جاتی اور پھر کریٹ میں قیامت تک وہ خونریزی ہوتی جو بعد میں ہوئی۔ اور یہ وہ تجویز تھی کہ جہاں تک خیال ہوسکتا ہے کہ جنگ تھسلی بھی نہ واقع ہوتی ÷

مگر بدقسمتی سے دولت برطانیہ نے اس کی مخالفت کی اور محض یونانی اور ریڈیکل گروہ کی جوشوں سے متاثر ہوکے اُس نے صاف انکار کردیا کہ ہم اس معاملہ میں دولتوں کے ساتھ شریک نہیں ہیں کہ کریٹ کے گرد یوروپی بحیرہ ڈالا جائے۔ ایک پسندیدہ خواہش کے لئے یہ ایک فانی جھٹکا تھا یہ انکار کچھ مفید ثابت نہیں ہوا اور وزارت انگریزی کا بھی اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ اُس نے بہت اچھا موقع بغاوت کے فرو کرنے اور یونانیوں کے جوش کے دبانے کا کھو دیا تھا۔ پھر ابھی کیا کریٹ کو اُس وقت جب اُس کی مطلق ضرورت نہ رہی تھی۔ اس التوا نے کریٹ کے لئے بھی کوئی بہتری کی صورت پیدا نہیں کی۔ کیونکہ یہ جزیرہ سخت خونریزی سے بالکل ویران اور برباد ہوگیا۔ تین سو جوش پھیلانے والوں کا کریٹ میں پہونچنا اور کرنیل وسیس کی ماتحتی میں ۱۵ ہزار فوج کا اُتر جانا ساری خرابی کا باعث ہوا۔ کونٹنٹ گلوچسکی نے خود سرا ینڈ منڈ مونسن انگریزی سفیر متعینہ وائنا سے کہا تھا جو ۱۸۹۶ء کی بلیوبک میں طبع ہوا ہے اور وہ یہ ہے

اُس خط کا انتخاب جو سرا ینڈ منڈ مونسن نے مارکوئیس آف سالسبری کو روانہ کیا تھا۔

(نمبر ۴۳۸) وائنا یکم اگست ۱۸۹۶ء

کونٹنٹ گلوچسکی نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ معاملہ بالکل آئینہ ہوگیا ہے کہ جب تک اسلحہ و سامان حرب اور دولنٹروں کا آنا جو یونان سے چلے آتے ہیں نہ بند کیا جائے گا کریٹ کی بغاوت نہیں رکنے کی بلکہ دن بدن زور پکڑتی جائے گی اور اس کا نتیجہ ایک نہ ایک بات ضرور پیدا ہوگی یا تو یہ امر پیدا ہوگا کہ نظام گورنمنٹ سے ناراض گروہ بطور خود اپنا کوئی رستہ اختیار کریگا اور جزیرہ یونان میں شریک کردیا جائے گا۔ یا خود مختار ہوجائیگا یا ترک جن کے معاملات میں مزید دست اندازی

بہتر نہ ہو گی بطور خود اس عیسائی شور و شغب کا جس طرح چاہینگے خاتمہ کر دیں گے کونٹ گلوچسکی اس
امر میں شبہ نہیں کر سکتا کہ حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ اُس سنگین خطرہ کو دفع کرنے کے لیے جو
یورپ کے امن میں خلل اندازی کرنیکی دھمکی دے رہی ہے ضرور ایسی مستعد ہو گی جیسی اور دول یورپ
اور اس وجہ سے کونٹ موصوف کی سمجھ میں نہیں آتا کہ لنڈن کی پارلیمنٹ نے کیوں اور کس
لیئے ابتدائی پسندیدہ تجویز کے ماننے سے انکار کیا اور کیوں نہیں بغاوت کی آگ کے بجھانے میں
دول یورپ کے ساتھ شرکت کی وہ آگ جو زیادہ بھڑک اٹھی ہے اور اب اُس کے شعلے جنوب
مشرقی یورپ میں پہونچنے لگے ہیں۔ کونٹ کے خیال سے لنڈنی حکمت عملی جس سے آگ لگجانے کا
اندیشہ ہے کوئی وزن نہیں رکھتی فقط ✣

ایک نہایت ہی عجیب توضیحی بیان مسٹر ڈبلیو ٹی ہیرس نے بلیک وڈس میگزین میں بماہ اگست
شایع کرایا تھا جس میں یہ تحریر ہوا ہے کہ شاہ یونان اور ایم ڈیلیس یونانی افواج کو میدان جنگ میں بھیجنے میں
اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مار رہے ہیں نہیں یہ سودا ہوا ہے کہ کہیں یورپ اُن کی فوجوں کو نہ روک دے
اور پھر وہ بڑھنے سے رہجائیں۔ چنانچہ مسٹر ہیرس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے ✣

یورپ کے گھیر ڈالنے کی افواہیں دن بدن درجہ وائق کو پہونچتی جاتی ہیں اور ایک دن شاہ
یونان کو یہ خبر پہونچا ئے کہ یورپ نے اس امر کا فیصلہ کر لیا جائے اُس نے اپنا موقع پاکے اُسے حاصل
کر لیا۔ ایک بہت بڑا خوفناک مجمع اُس کے محل کے گرد جمع ہوا۔ یکایک شاہ یونان جو اپنے اہل و عیال
سے گھرا ہوا تھا اس مجمع میں آکھڑا ہوا اور اُس نے ایک خونریز اسپیچ دی جس کے لفظ لفظ سے جنگ کی
بو آتی تھی۔ اور جن لفظوں کے سننے سے یونانی ہمیشہ خوش ہوا کرتے ہیں۔ شاہ یونان نے کہا۔

ہم سب جنگ کے لئے تیار ہیں۔ ہر ایک شئے مہیا ہے۔ میں خود تین لاکھ یونانی فوج کا سرگروہ
بن کے میدان جنگ میں جانے پر آمادہ ہوں ✣

یہ سنتے ہی یونانیوں میں جوش کی بجلی کوند گئی اور ہر یونانی آپے کے باہر ہو گیا اور بظاہر یہ معلوم
ہوتا تھا کہ تمام دنیا کو ہلا دیں گے۔ شاہ یونان نے جس وقت اسپیچ کہی تھی اُس کو مطلق یہ خیال نہ تھا کہ
جنگ ہو گی۔ لیکن اُس کی اولوالعزمی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اخیر اُس نے دول یورپ کے جہازوں کے
جو فلیرم پر لنگر انداز تھے یہ بیان کیا ✣

(شاہ یونان کا بیان)

جہانتک مجھ سے ہوسکا میں نے جنگ چھڑجانے کی کوشش کی۔ میں خود اپنی فوجوں کو لیکے میدان جنگ میں جاتا ہوں اگر یورپ نے میرے ساتھ دشمنی نہیں برتی تو پھر میں دیکھوں گا کہ وحشی ترکوں کو کون مجھ سے بچاتا ہے ہم آج ہی قسطنطنیہ کا رستہ لیتے ہیں اور آناً فاناً میں ترکوں کو تہ تیغ کرکے قسطنطنیہ پر قابض ہو جاتے ہیں ✤

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ یونان کی اسپیچ کے جواب میں ہم وہ نظم لکھدیں جو ہماری ہی تصنیف سے ہو اگرچہ اُس میں شاعرانہ لطف نہ سہی۔ پھر بھی یونانی رومی معاملات کے اُتار چڑھاؤ کی عجیب کیفیت آتی ہے وہ نظم یہ ہے ✤

حیف اے یونان بداطوار و بدخو بدنژاد ۔۔۔ بس رِیاکار و جفاکار و ذلیل نامراد
کیوں مزا چکھا شرارت کا ہوا دل مطمئن ۔۔۔ کچھ کسر باقی رہی یا اور بھی اے بدنژاد
دیکھ لی ترکوں کی ترکی پیٹ بھر کے خوش ہوا ۔۔۔ بس اسی رستے پر شوں شلی بھی عبث اے باعناد
بیٹھے بیٹھے کیوں کھجایا تھا ترا سر اے لعین ۔۔۔ ایسا جھول چیت بیٹھا ہوا تو جس سے شاد
مٹ گئی چل تیری ایسی پھر نہ اُٹھے گی کبھی ۔۔۔ ہوگیا ساری شرارت کا اسی سے انسداد
مفسدوں کے غنچہ اور باغیوں کے پیش رو ۔۔۔ بزدلوں کے سرگروہ اور بانیٔ جور و فساد
تونے سمجھا تھا کہ ترکی جلوۂ بے وود ہے ۔۔۔ ان خیالات عبث کا تیرے دل میں تھا نِژاد

ترک آقا تھے کسی دن اور ولی نعمت ترے

منعم و محسن ترے اور حامی ملت ترے

تونے اقریطش میں جاکے کیوں غضب برپا کیا ۔۔۔ باغیوں کو کس بنا پر اور کیوں اُکسا دیا
یہ کسی مذہب میں ملت میں روا ہے دیکھیو ۔۔۔ آج تک بھی یہ کسی قانون نے جاری رکھا
قتل ہوں عورات و بچے سخت بیرحمی سے یوں ۔۔۔ اُن کے حلقوں پہ سفاکی سے ہو خنجر ترا
خوف کے مارے لپٹ جائیں سب اپنی ماؤں سے ۔۔۔ تیرے بزدل سو لجبر سنگین سے کردیں جدا
یاد میں گودی میں ماؤں کے سُلادیویں اُنھیں ۔۔۔ ماؤں کی نداری پھر اُن پہ واے درد واحسرتا
جان پر تیری غضب ٹوٹے خدا کا داؤد دنی ۔۔۔ ظلم کی اے شوم بداختر یہی تھی انتہا

انگریزی وزرانے ایک اور موقعہ کو بھی ہاتھ سے دے دیا اور بہت ہی چوکے اول تو یہ مناسب تھا کہ کرنیل ویسس کی فوج کو کریٹ میں اُترنے سے پہلے روک دینا تھا اور دوسری غلطی یونان کا گھیرا نہ ڈالنا تھا بہتر یا

ان ہی نامردوں کے برتنے پر تو پھولا تھا بہت — اور ان ہی کے زور میں جامہ سے باہر تھا ہوا

تف ہے تیرے شاہ پر اور اخ ہے تیری فوج

پھٹ ہے تجھ پر بزدلوں کے پیش رو اور راہ بر

تو سمجھ بیٹھا تھا دل میں اے ذلیل بے ادب — ان کا حامی ان کا والی ان کا وارث کون اب

جس طرح چاہوں ستاؤں چاہے جو کچھ میں کروں — گھر جلاؤں جان سے ماروں جتنا ہو توڑوں غضب

خبط تجھکو تھا کہ ترکی ہے مریض و ناتواں — دم نہیں باقی کچھ اس میں ہو گئی ہے جاں بلب

فوج بھوکی ہے پریشان اور خستہ حال ہے — پاس کھانے کو نہیں بیکار ہیں سامان سب

صبر اور ان کے تحمل کو تو سمجھا بزدلی — اُن کا استقلال چھپا تھا تیری نظروں میں کب

تو پھاڑ تا تھا اپنے جسم میں اے شوم رو — تیرے نتھنے بہت بہکے تھے اے مغضوب رب

گھس گئی تھی سمجھ میں ہی یوروپ کی شیخی سر بسر — کیا سمجھتا تھا تو اپنے زعم میں اے بوالعجب

ایک ہی ہفتہ میں سب کس ہو گیا پورا اترا

شامت اعمال نے تیری تجھے دھکا دیا

تیری بیجا خواہشوں سے تنگ تھا سارا جہان — تھا ترا زل میں غضب یوروپ کا سب امن امان

صوبہ تھسلی کا دے دینا تجھے بس قہر تھا — گویا گنجہ کو ملے ناخون یا نوک سنان

ایک ترکی اور کل یوروپ کا یوروپ اک طرف — اور پھر نرغہ ترا اُس پر ستم کا قہرمان

تین تھے تیرے خدا اور یہاں خدا تھا ایک ہی — تھا اُسی پر بس بھروسہ اور تکیہ بے گمان

مٹ گئی ترکوں کی شوکت اور وہ عظمت اگر — وہ جلال اُن کا وہ رعب اُن کا وہ نصرت کا نشان

پھر بھی اُن میں قوت اسلام باقی ہے مگر — جس کا ایک ادنےٰ نمونہ تو نے بھی دیکھا یہاں

دل میں ہے شوق شہادت اور حفظ دین حق — وہ نبی ہاشمی کے نام پر دیتے ہیں جان ہم

ہے خلیفہ اُن کا عابد اور زاہد پاک دین

حامی دین متین و ہادیٔ صدق و یقین

نے یہ بھی تجویز کی تھی۔ جبکہ یونانی گورنمنٹ نے اپنی فوجوں کو تھسلی میں جمع کرنا شروع کیا تھا صرف بندر پریس ہتیفنس اور دو ولو بندر تھسلی کا گھیر ڈالنا کافی تھا۔ ممکن نہ تھا کہ پھر یونان اپنی فوجوں کو تھسلی میں جمع کر سکتا۔ کیونکہ ایتھنس سے خشکی کی سڑکیں طولانی اور دشوار گذار ہیں انگریزی وزرا کی پریشانی اور نادانی نے وقت کو ہاتھ سے کھو دیا اور اُنہیں وقتی مداخلت سے روک دیا ❖

یہ علانیہ کمزوری اور بلاشک ہماری پہلوتہی اور تساہل نے تمام یوروپ میں ایک افروختگی پیدا کر دی اور انگریزی وزرا کی حکمت عملی پر چاروں طرف سے سخت سخت اعتراضات ہونے لگے۔ انگریزی وزرا کے تزلزل کی وہ ہوا بندھی کہ خود لارڈ سالسبری اور اُن کے مددگار بھی اُنہی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ اگر ہم ان نکتہ چینیوں کو محض لغو اور بے بنیاد سمجھیں تو پہلے اس امر کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ برّ اعظم یوروپ کے لوگ ہم سے کہیں زیادہ جنگ کے خطروں اور غضبناک ہچکولوں کو کافی علم رکھتے ہیں اور اُنہیں خوب معلوم ہے کہ کس قسم کی کمزوری یا تساہل جنگ کا باعث ہو جاتا ہے اس کے لئے بہت بڑے تجربہ کی ضرورت ہے اور زیادہ علم کی حاجت ہے۔ یہاں تو معاملات خارجہ سے غیر معمولی جہالت اور تعلقات بین الاقوام کے طریق سے بالکلیہ لاعلمی نے نہ صرف لنڈن کے اخباروں بلکہ بڑے بڑے مدبرین سلطنت کو گھیر رکھا تھا۔ برّ اعظم کی قوموں نے نہایت تلخ ترین تجربوں اور وزنی مشاہدات سے معاملات خارجہ کی تعلیم پائی ہے اُس نے برّ اعظم کے اخباروں اور لوگوں کی رائے انگریزی اخبارات اور عامہ خلایق کے موافق نہیں پڑتی۔ فرانس۔ جرمن اور آسٹریا اپنے اپنے منافعوں اور اغراض میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر انگلستان والے اپنے تعصب میں آکے اپنے نفع پر بھی خاک ڈال دیتے ہیں اور یوروپ کے دیگر ممالک کے لوگ معاملات خارجہ کے تعلقات سے ایسے نابلد محض نہیں ہیں جیسے اہل انگلستان کیونکہ آخر الذکر میں بے پروائی اور غفلت بہت ہے ❖

اس وقت میں نے وزیر خارجہ آسٹریا سے ملنے کا بالکل ارادہ کر لیا۔ ایم ڈی بیری سے جو وزیر خارجہ کا سکرٹری ہے یہ معاملہ یخ کے طور پر طے پا گیا۔ بال پلاٹز آسٹریا کے دفتر خارجہ میں ملاقات کی ٹھہری میں بڑے بڑے کمروں اور شاندار عمارتوں میں ہو کے ایک بڑی پُرشان بارگاہ میں پہونچا۔ جہاں شہنشاہان آسٹریا کی تصاویر بھی ہوئی تھیں اور بدقسمت شہزادہ ریڈلف ولیعہد سلطنت کی تصویر موجود تھی۔ میں نے اپنے بیٹے الیس کو تو وہاں چھوڑا کہ وہ گذشتہ تواریخ ان تصاویر میں معاینہ کرے اور میں

لیکر ٹھیری گئے ذریعہ سے کمرۂ وزیر میں پہونچا اور کونٹنٹ گلوچسکی وزیر خارجہ سے ۴۵ منٹ باتیں ہوتی رہیں۔ یہ ایک جمیل صورت کا آدمی ہے اس کی عمر پچاس کے پیٹے میں ہے آنکھیں روشن نیلی۔ بھورے بال۔ اور فراخ روشن پیشانی۔ یہ نہایت ہی نیک دل خوش خلق اور ہنس مکھ چہرہ کا شخص ہے یہ دولتمند پولش ہے اور بڑے قطعات زمین کا مالک ہے اور رومن کیتھلک کا مذہب رکھتا ہے اس بنا پر کہا جاتا تھا کہ وہ منافع صد انگلستان کا بہت مخالف ہے لیکن میں نے تو اس میں مخالفت کی ہوا بھی نہیں دیکھی وہ انتہا درجہ انسانیت سے پیش آیا اور اس نے مجھ سے ملنے کی بڑی خوشی ظاہر کی۔ کونٹنٹ گلوچسکی انگریزی نہیں جانتا لیکن فرانسیسی خوب صفائی سے بولتا ہے اس لئے میں نے فرانسیسی ہی میں اس سے باتیں کیں۔ اس نے کریٹ اور تھسلی دونوں ہی میں یونان کو ملزم گردانا اور کہا سارا قصور یونان ہی کا ہے اور مجھ سے اس امر کا اتفاق کیا کہ حکومت یونان یورپ کو سخت مصیبت میں پھنسانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے اس واقعہ کے اظہار میں کچھ بھی پس و پیش نہیں کیا کہ انگریزی دولت نے معاملات میں اس قدر کشش پیدا کر دی ہے سنہ ۱۸۹۶ء میں آسٹریا نے جو یہ تجویز کی تھی کہ دو یونین اور کریٹ کا گھیر ڈال دیا جائے انگلستان نے اس کارروائی میں شریک ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ اگر یہ بات ہو جاتی تو یونان تھسلی میں فوجوں کو فراہم نہ کر سکتا کونٹنٹ گلوچسکی کو اس بات کا تو یقین تھا کہ موجودہ سال تو یورپ کے امن کو آنچ نہیں آنے کی کیونکہ تمام دول عظام امن کی خواہشمند پائی جاتی ہیں ۔

میرے ایک سوال پر اس نے جواب دیا کہ روسیہ اب صلح و امن کی خواہش رکھتا ہے اگرچہ گذشتہ زمانہ روسیہ کی حکمت عملی ترکوں کو برباد کرنے اور ستانے کی تھی لیکن اب اس کا نشان و گمان بھی باقی نہیں رہا۔ کونٹنٹ نے کہا روسیہ کو ترکی پر حملہ کر کے ہاتھ ہی کیا لگا۔ لاکھوں شائستہ فوج میدان جنگ میں اس نے ضایع کر دی اور کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا مگر وہی ڈھاک کے تین پات تھے۔ بلغاریہ کو آزاد کرانے سے بھی اسے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ بلغاری بالکل ہی خود مختار ہیں اور ان سے زیادہ سروکار نہیں رکھتے جو کچھ گذشتہ جنگ سے روسیہ کو ہاتھ لگا وہ اس کے نقصانات کا بہت ہی قلیل معاوضہ ہے لیکن ترکی اس سے بہت ہی ضعیف ہو گئی۔ روسیہ کو باطوم۔ قارص اور بحیرہ اسود کی بہت زمین مل گئی۔ اور اس نے جزیرہ نما بلقان سے ترکوں کو نکال دیا۔ کونٹنٹ نے پھر یونان کی فوج کے لئے نہایت تحقیر آمیز جملے کہے اور پھر کہنے لگا کہ ترک نہ صرف پر تو بہت آسانی سے اس کا ناپا کچا کر دیں گے اس نے یہ بھی بیان

کہا کہ ایک ہی میدان میں یونان کا بھرکس نکل جائیگا اور ایک ہی لڑائی یونانیوں کی چھٹی کا کھایا ناکوں کے رستے نکال دے گی۔ اور تمام بیہودہ جوش و خروش فوج اور یونانی رعایا کا فرو ہو جائے گا۔ جنگ سے اگر کوئی خطرہ ہے تو صرف یہ ہے کہ باشی بزوق بالخصوص ان اوسط یونانیوں پر اندھا دھند گر پڑیں گے اور سخت قتل و غارت ہو گی۔ کوٹنٹ نے نہایت آزادی سے موجودہ طریقہ محل سلطانی پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ خود سلطان کے لئے یہ بہت ہی بدقسمتی کی بات ہے کیونکہ ہر شے محل ہی سے انجام پا کے نکلتی ہے اور پھر جو خرابی ہوتی ہے اُس کے ذمہ دار سلطان ہی بنائے جاتے ہیں یہاں تک کہ آرمینیوں کے قتل کا چھدا بھی سلطان ہی پر رکھا گیا ہے۔ اس طریقے نے ترکی کے قابل حکمران گروہ کا بالکل ستیاناس کر دیا ہے پھر کوٹنٹ نے انگریزی حکمت عملی پر بھی سخت نکتہ چینی کی۔ اس کا خیال تھا کہ انگریزی وزرا نے عام جوش کا بہت ہی پاس و لحاظ کیا۔ اور اسی وجہ سے انگریزوں کی حکمت عملی کی ممالک خارجہ میں کچھ وقعت نہیں رہی کوٹمنٹ اس امر کا یقین کرتا تھا کہ مسئلہ کریٹ بآسانی حل ہو سکتا تھا۔ اہل کریٹ سلطنت گورنمنٹ سے بالکل مطمئن ہو جاتے جب یوروپ انہیں یقین دیتا کہ جو کچھ کیا گیا ہے تمہاری بھلائی کے لئے کیا گیا ہے کوٹنٹ نے یوروپی سیاسی معاملات کی ہو بہو تصویر میری آنکھوں کے آگے کھینچ کے دکھا دی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یوروپ کا سارا نقشہ اس کے پیش نظر ہے اس نے بیان کیا کہ آسٹریا میں عام خلایق کی رائے بالکل انگلستان کے موافق تھی۔ لیکن ہم کیا کرتے اگر ہم دیکھتے کہ انگلستان کی حکمت عملی میں گریز اور دھوکہ نہیں ہے تو آسٹریا بڑے زور سے ساتھ دیتا کیونکہ جو مقاصد آسٹریا کے ہیں وہی انگلستان کے تھے جرمنی کی حکمت پر رائے دیتے ہوئے بیان کیا کہ فطری طور پر وہ تجاہل عارفانہ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی مجھے کوٹنٹ کے لہجہ سے بہ نسبت کسی بالواسطہ توضیح کے اندرونی معاملات کا زیادہ انکشاف ہو گیا کہ روسیہ جرمن اور آسٹریا کے شہنشاہوں کا باہم خوب میل ہے۔ مگر فرانس اس اتحاد سے علیحدہ ہے کوٹنٹ بے انتہا خوش خلق اور دوستانہ برتاؤ کر رہا تھا۔ اُس نے ایس سے اسلحہ اور معاملات جنگ کے بارے میں چند سوال کئے اور پھر انگریزی میں اُس سے خدا حافظ کہا اُس نے ہمارے لئے دعا کی کہ ہمیں اپنے سفر اور آرزوؤں میں کامیابی ہو ❖

سرہاریس رمبولڈ انگریزی سفیر متعینہ وائنا سے ملاقات کرنے کے بعد ہم اسٹیمر میں بوداپسٹ سے ڈینیوب کی طرف روانہ ہوئے یہاں کا منظر بہت ہی دلفریب تھا۔ ڈینیوب کا یہ رستہ بذریعہ ریل

زیادہ طولانی ہے اور جو شخص سالہا دن گذارنا گوارا کرے وہ سات بجے صبح سے سات بجے شام تک اس رستہ کو اچھی طرح دیکھ بھال کے طے کر سکتا ہے مقام گران کا نظارہ جہاں ہنگری کے وزیر تقریبات دینی کا شاندار قلعہ نما محل بنا ہوا ہے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کی تعمیر ان چٹانوں پر ہوئی ہے جو ڈینوب پر چھائے ہوئے ہیں۔ بوداپسٹ میں میں شب بھر ٹھیرا اور اپنے پرانے دوست پروفیسر اسپنس ویمبری سے ملا تمام یورپ میں اس سے زیادہ ترکی کے حالات کا کسی کو بھی علم نہیں ہے اور مسئلہ مشرقی کو جیسا یہ فاضل سمجھتا ہے اور کوئی کم سمجھے گا۔ یہی پروفیسر جس نے انگریزوں کو گرمایا تھا کہ وہ روسیہ کی چالوں کو نہ چلنے دیں ویمبری ہی صرف ایک یوروپی ہے جو اعلےٰ حضرت سلطان المعظم سے ترکی میں باتیں کرتا ہے یہ بہت ہی اعلےٰ درجہ کی ترکی بولتا ہے اور ترکی کا بہت ہی بڑا عالم ہے۔ بارہا فاضل پروفیسر یلدز محل میں سلطان کا مہمان رہا ہے اور بارہا سلطان نے فاضل سے معاملات مختلفہ میں مشورہ لیا ہے اس نے کئی بار عربی لباس میں مکہ کا سفر کیا ہے ماں انگریزوں میں سر ریچرڈ برٹن ہوا ہے جس نے سفر بیت اللہ کیا تھا۔ اس نے انگریزی دولت کا بھی بڑا کام نکالا ہے ایم ویمبری اس بیہودہ اور نا معقول شور و شغب کا جو لنڈن میں اٹھارہ ماہ گذشتہ سے مچ رہا ہے سخت مخالف ہے اس کا خیال ہے کہ سلطان اور ترکی گورنمنٹ کے دل انگریزوں کی طرف سے سخت کشیدگی پیدا ہو گئی ہے یہ روسیہ کی چال تھی جسے وہ عملی طور پر چل کے الگ ہو گیا۔ ایچ ایم اسٹینلی اور ان کی بیوی بھی موجود تھیں جن کی دعوت بھی کی گئی تھی۔ اسٹینلی نے مجھ سے مخاطب ہو کے یہ کہا آپ کو یقیناً یونانیوں نے گرفتار کر لیا تھا یہ سن کے ہم سب ہنس دیئے۔ ہم یکشنبہ کی صبح کو بوداپسٹ سے سلونیکا روانہ ہوئے میں نے تمام ممکن تحقیقات بلغراد اور سرویا میں سے گذرتے ہوئے کی لیکن سرویا کی فراہمی فوج کی بابت کوئی خبر نہ سنی اگرچہ ایک سرویا کے فوجی افسر نے مجھ سے بیان کیا کہ فوج اس قدر تیار ہے کہ ۴۸ گھنٹے میں حکم ہونے کے بعد میدان جنگ میں آسکتی ہے پھر ہم لیکریٹیزنر کے میدان کارزار میں ہو کے گذرے جہاں ۲۱ برس ہوئے ترکی مورچوں کے فیروں سے میں بال بال بچا تھا جب میں جونس پہاڑی پر چڑھا۔ جس پر اسی زمانہ میں مثل شیر ببر کے یلغار کرتے ہوئے دشمن کی توپوں کے مقابلہ میں چڑھے تھے اور جب تک قبضہ نہ کر لیا قدم پیچھے نہ ہٹایا تھا۔ جب سے یہاں کیا کیا کچھ ہو گیا۔ شجاع اور بہادر سپاہی اسی پہاڑی پر جاں بحق تسلیم ہوئے تھے۔ وادیٔ جونس کو کن خطرناک جرائم کی جان کندیوں نے بھر دیا تھا۔ دیکھئے موجودہ جھگڑے کا کیا نتیجہ ہوگا۔ کیا وحشی اور قصائی بلغاریہ والے خاموش رہیں گے آیا سرویا اپنی جوشیلی اور غافل آبادی کے ساتھ پیچھے قدم ہٹائے

رکھے گی۔ مجھے یاد تھا کہ ایم اسٹولف وزیر بلغاریہ نے گذشتہ جنوری کو مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں اور میرے کل لوگ بہ نسبت ترکوں کے روسیوں کے جانی دشمن ہیں اور وہ اُن کے مقابلہ میں ترکوں کے دوست ہی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ ہمارا کوئی تعلق دوستی کا یونان اور اس کی حوصلہ مندی سے نہیں ہے اُس نے ایک ایسی روایت مجھ سے بیان کی جو میں نے کبھی نہ سُنی تھی اُس نے بیان کیا کہ جب ایلکزینڈر بٹنبرگ سے واپس ہوا تو میں نے اور استمبالوف نے اعلیٰحضرت سے درخواست کی تھی کہ تاج بلغاریہ آپ کی نذر کرنے کی خواہش ہے مگر سلطان کو روس نے روک دیا کہ بلغاریہ کا تاج قبول نہ کیا جائے اور شاہ رومینیا کو آسٹریا نے اس شرف سے مشرف ہونیکے لیئے روک دیا۔ بلغاریہ کے وزیر کا مفہوم یہ تھا کہ بلغاریہ اور ترکی ایک جان اور دو قالب ہو جائیں جس طرح کہ آسٹریا اور ہنگریا بادشاہ ہے ؂

پھر ہم نیچ میں پہونچے جو پہلے ترکی تھا مگر اب سرویا کا اُس پر قبضہ ہے یہاں کا منظر دلفریب ہے نیچی سرحدی اسٹیشن پر میں ایک پرانے عثمانی سے ملاقی ہوا جو نہایت خلیق اور مہربان تھا جوں ہی اُس نے میرا نام سنا جو ترکوں میں بحیثیت ترکی دوست کے بہت مشہور ہے فوراً بغیر کسی وقت کے اُس نے میرا سامان جنگی گھر پہونچوا دیا۔ پھر اُس نے مجھے مدعو کیا۔ سرویا کا اسٹیشن ماسٹر بھی تھا ہم نے ساتھ بیٹھ کے قہوہ پیا۔ ہم باہم [سنہ ۱۸۷۶ء] کی ترکی سرویا کی جنگ کی بابت گفتگو کرنے لگے۔ کیونکہ یہ اسٹیشن ماسٹر عبدالکریم پاشا کے ساتھ اسی مقام پر جنگ کر رہا تھا۔ مقابل میں سرویا کا اسٹیشن ماسٹر بھی میدان جنگ میں موجود تھا یونانیوں سے اُسے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی۔ نیچی سے روانہ ہو کے ہم نے ترکی وولنٹرول کے غول دیکھے جو سلونیکا جا رہے تھے وہ بڑے ہی جوش آمیز خوشی میں بھرے ہوئے تھے اور ہر اسٹیشن پر مسلمانوں کے جمگھٹ اُن کو مبارکباد دینے کے لیئے جمع ہو رہے تھے۔ مقام عسکب پر جو شمالی مقدونیا کا بڑا شہر اور ریلوے جنکشن ہے البینی اور ترکی وولنٹروں کا بہت ہی بڑا ہجوم نظر پڑا۔ یہاں خبروں کے سننے کے لیئے جو اندھا دھند اُڑ رہی تھیں سب میں ایک وحشیانہ جوش پایا جاتا تھا۔ ایک شخص کہتا تھا درہ ماونا پر ہماری فوج نے قبضہ کر لیا دوسرا گویا تھا کہ ٹربوس پر ہلالی نشان اُڑا دیا گیا۔ تیسرا کہہ رہا تھا کہ ترک کرسیا میں پہونچ گئے۔ یہ پیر کا دن تھا ۱۹ تاریخ تھی۔ جنگ کا آغاز ہوا تھا اور ابھی ادہم پاشا پہاڑی حدود سے جہاں دو دن تک جنگ رہی نیچے نہیں اُترے تھے۔ ایک دبلے اور چکنے چپڑے لیوینٹی نے مجھ سے کان میں کہا کہ جنگ میں ترکوں کا بہت ہی سخت نقصان ہوا ہے یہ شخص اغلباً یونانی مخبر تھا ایک نہایت زبردست خوشرو ترکی کپتان جو ہماری ہی گاڑی

میں تھا۔ ترکی فتوحات کی خبریں سُن سُن کے پھولا نہیں سماتا تھا۔ جب میں نے اُس سے کہا کہ ترکوں نے تڑیپوس فتح کر لیا وہ خوشی کے مارے کھل گیا اُس نے تالیاں بجائیں اور نہایت سرگرمانہ طور پر کہا، انشاء اللہ

تیسرا باب

ہم بروز شنبہ ۱۹۔ اپریل بوقت شب سلونیکا پہونچے سیکریٹری رضا پاشا گورنر سلونیکا اور انگریزی کانسل ہم سے اسٹیشن پر ملے۔ ہم فوراً گورنر کے مکان پر پہونچے۔ رضا پاشا ایک بوڑھا خوبصورت ترکی والی ہے نہایت مضبوط قوی اور خوش خلاق ہے اس نے سرگرمانہ طور پر ہمیں یہاں پہونچنے پر مبارکباد دی۔ قسطنطنیہ سے اُس کے نام احکام جاری ہو چکے تھے کہ وہ ہر طرح سے ہماری خاطر و مدارات کرے اور جہاں تک ممکن ہو ہر کام میں مدد دے۔ رضا پاشا نے ہم سے بیان کیا کہ مقام کلافیریا میں ایک افسر اور ایک فوجی دستہ تمہارا منتظر ہے اور ساتھ ہی ایک پولس کمشنر کی خدمات بھی آپ کے سپرد کرتا ہوں جو بہت سی زبانیں جانتا ہے یہ شخص یہودی تھا اور اس کا نام الیا السند تھا اسے ترکی مقامی پولس میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گذر گیا تھا۔ یہ ایک نہایت قوی اور شان و شوکت دار آدمی تھا۔ بڑا اجری اور دلیر بہت سے موقعوں پر اس کی ہمراہی ہمارے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔ بہت سی یوروپی زبانیں اعلےٰ درجہ کی بولتا مگر انگریزی بہت تھوڑی بولنی آتی تھی۔ ہاں ترکی یونانی۔ اطالین اور عبرانی زبان میں تو اُستاد سمجھنا چاہیئے فرانسیسی میں استادرک نہ تھا اور انگریزی تو بہت ہی کم جانتا تھا۔ بہرحال ہمیں اس کی اطالی زبان سے بہت ہی مدد ملی ✦

رضا پاشا سے میری بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں جس کی سیاسی حالت پر ایک وسیع اور اعلےٰ نظر تھی اور وہ خوب سمجھتا تھا۔ اُس نے نہایت ہی دلچسپ حالات ترکی افواج کے فراہمی کے بیان کئے۔ اُس نے بیان کئے۔ اُس نے بیان کیا کہ سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ صرف تین ہی ہفتے میں ایک لاکھ تیس ہزار ترکی فوج بغیر کسی وقت اور دشواری کے تھسلی اور اپیرس میں فراہم کر دی گئی اور اس کی زیادہ تر وجہ یہی ہے کہ بحر الجین کی ریلوے نے بڑی مدد دی یہ ریلوے سلونیکا کے ساتھ قسطنطنیہ میں جا ملی ہے جس کی ابھی تکمیل ہوئی ہے اور جس سے ترک سمندر کے مالک ہو گئے ہیں ✦

رضا پاشا نے یہ بھی بیان کیا کہ سلونیکا اور تمام مقدونیہ میں ہماری تائید میں بڑی ہی سرگرمی ظاہر کی جا رہی ہے۔ ہزاروں عثمانی اور یہودی والنٹیئروں کے غول کے غول از خود چلے آ رہے ہیں کہ ہمیں دشمن

کے مقابلہ میں میدان جنگ میں روانہ کرو اس کے مقابل میں انہوں نے کسی قسم کی بے عنوانی ترکی کے خلاف ظاہر نہیں کی۔ یہ کیفیت تو ہم سے رضا پاشا نے بیان کی مگر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جب ہم نے سرویا کی حدود سے ریل میں سفر کیا تھا کہ ہر اسٹیشن پر دو لنٹرون دلیا دل چھا رہے تھے ؛

دوسرے دن صبح کو ہم انگریزی کانسل جنرل مسٹر جے ای بلنٹ سی بی متعینہ سلونیکا سے ملے جو ایک پرانا اور تجربہ کار شخص ہے اور جو حضور ملکہ معظمہ کے معزز افسران متعینہ ترکی میں شمار کیا جاتا ہے۔ مسٹر بلنٹ ہم پر بہت ہی مہربان تھے اور جہاں تک اُن سے ممکن ہوا ہماری اختیار کردہ مہم میں ہمیں مدد دی اور ہماری آسایش کے سامان مہیا کئے ہمیں معلوم ہوا کہ ایک اسپیشل جنگی ریل گاڑی ۳ بجے شام کو سلونیکا سے کلافیر روانہ ہوگی ہم نے اسی ٹرین میں روانہ ہونے کا عزم کر لیا۔ شام کو کلافیریا میں پہونچے جو لشکر کے لئے تھسلی میں جانے کا قریب کا راستہ ہے مقامی حکام ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے ہم شہر میں پہونچے اور ایک خوبصورت ترکی گھر میں قیام کیا جو ہمارے ہی قیام کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ کیاکم ایک زبردست قوی خوبصورت بوڑھا شخص ہماری سربراہی کے لئے مقرر کیا گیا تھا کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہو مہیا کر دے۔ بہت ہی گھپ گھاپ اندھیرا ہوگیا تھا ہم نے فیصلہ کیا کہ شب بھر یہاں قیام کریں اور علے الصباح پو پھٹنے سے پہلے یہاں سے روانہ ہو جائیں ہمیں بھنا ہوا گوشت مٹھائی اور ترکی قہوہ ملا جو ہم نے خوب سیری سے نوشجان کیا۔ پہلو بہ پہلو ہمارے بستر بچھائے گئے تھے اور ہم خوب آرام سے ٹانگیں پھیلا پھیلا کے سوئے ؛

کیاکم اور اُس کے ساتھی ہمیں چھوڑ کے جانا نہیں چاہتے تھے مگر جب ہم نے باصرار کہا کہ اب ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے آپ سب صاحب جاکے آرام کریں جب وہ کہیں بمشکل گئے ہیں۔ تین بجے رات کے ہمیں جگایا گیا ہم نے دیکھا کہ رسالہ کا ایک افسر اور ایک دستہ ترکی سپاہیوں کا ہمارا منتظر ہے وہ گھوڑے اور ایک خوبصورت گاڑی ہمارے لئے بھی موجود تھی۔ ایلیا سمیت ہم سولہ آدمیوں کی ایک جماعت ہوگئی۔ ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے کیاکم بھی موجود تھے جو خدا حافظ کہنے کے لئے ہمارا انتظار کر رہے تھے ہم بافسوس اُن سے رخصت ہوئے روانہ ہونے پر ایک خطرناک حادثہ ہوا۔ الیس کا گھوڑا جو عربی تھا الیس (یعنے مصنف کتاب کا بیٹا) لے کر غائب ہوگیا اس وقت بہت ہی اندھیرا تھا اصل میں اتنے بچہ کے قابو کا وہ گھوڑا تھا بھی نہیں۔ سوار فوراً اُس کے تعاقب دوڑ گئے۔ بیس منٹ کے بعد آخر اُس کو جا لیا۔ تین میل تک وہ گھوڑا بھاگا چلا گیا۔ جب پہاڑی آئی تو الیس نے اُسے بمشکل روکا پو پھٹنے لگی تھی اور کچھ اُجالا سا ہوتا چلا تھا منظر بہت ہی دلکش تھا کلافیریا سے ایلو سونا تک سڑک سے اسی میل کا فاصلہ

تھا۔ بہت سا حصہ شاداب وادیوں اور سرسبز پہاڑیوں سے دلفریب بن رہا تھا چاروں طرف سبزہ زار۔ ہرے ہرے درختوں کا دوطرفہ ہجوم غرض ایک عجیب کیفیت آرہی تھی +

ہمیں میدان جنگ میں جاتے ہوئے بہت سے ترکی سپاہی ملے اور بکثرت باربرداری کے جانور جو رتیلے۔ پتھریلے اور دشوار گذار راستہ سے ترکوں کا سامان رسد اور سامان حرب لئے چلے جارہے تھے دکھائی دیئے۔ چھوٹے گھوڑے۔ یابو۔ خچر۔ گدھے ہر قسم کے سامان مثلاً بسکٹ۔ چارا اور میگذین گولہ بارود وغیرہ سے لدے پھندے چلے جارہے تھے۔ بعض پر علاوہ سامان کے تھکے اور ماندہ ترکی سپاہی بھی بیٹھے تھے اور بعض پر سپاہیوں کی ریفلیں کمرپیٹی کی طرح سے پڑی ہوئی تھیں۔ غرض کل جانور کچھا کچھ لدے ہوئے تھے ترکی لشکر کا سامان حرب اور اُس کا انتظام حقیقت میں بہت ہی حیرت انگیز تھا۔ کیونکہ ایک لاکھ سے زیادہ لشکر کے لئے اس پرخطر سڑک اور دشوار گذار رستہ میں سامان رسد۔ گولہ بارود۔ توپوں اور اسی طرح اور سامان رسد کا بہم پہنچانا ان یوروپی لوگوں کے لئے جو ادہم پاشا کے ساتھ سخت تعجب انگیز تھا + تو بھی یہ سب کام بڑی مستعدی سے انجام پہونچایا۔ جہاں تک ہماری نظر جاتی تھی تمام کام اطمینان بخش ہی نظر آتے تھے۔ ہر ہر قدم پر مشکلات کا سامنا تھا اور ہر ہر یلغار پر دقتوں کی مصیبت یہاں تک کہ عثمانی افواج قاہرہ تھسلی پہونچ گئی۔ یونانیوں کے سامان رسد کی ایک کثیر مقدار جو وہ بدحواسی میں بھاگتے ہوئے چھوڑ گئے تھے ترکوں کے ہاتھ لگی اور تھسلی کا تمام میدان جو مرغیوں بطوں اور مویشی سے بھرا ہوا تھا ترکوں کے قبضہ میں آگیا +

اس میں شک نہیں کہ باربرداری کی مشکلات نے مشیر ادہم پاشا کی یلغار میں کسی قدر سستی پیدا کر دی تھی بالخصوص محفوظ سامان حرب کی ضرورت نے پاشائے موصوف کو کچھ مدہم بنا دیا تھا کلیفاریا سے جہاں ترکی ریل کا اختتام ہوتا ہے۔ سرویچی ۵۴ میل ہے اور سرویچی سے ایلوسونا ۳ میل ہے اور ایلوسونا سے درہ ملونا چھ میل ہے۔ جنگ سے پہلے گویا درہ ملونا ہی ترکی اور یونانی افواج کا حد فاصل تھا۔ ملونا ہی سے تھسلی کے پار آور میدانوں میں سے رستہ جاتا ہے درہ ملونا سے لریسا (پایۂ تخت تھسلی) کا فاصلہ پر ٹرنیوس واقع ہے جو ایک اونچی سڑک پر ملونا سے قریب ۱۵ میل کے فاصلہ پر ہے جب ترک لریسا پہونچ گئے ہیں پھر بھی مشیر ادہم پاشا کا سامان حرب اس مقام سے جہاں ریل ختم ہو جاتی ہے سو میل سے لانا پڑتا تھا۔ یعنے اختتام ریل سے لریسا تک سو میل طے کرنے پڑتے تھے۔ جنگ کا اول ہی تجربہ جو ہمیں ہوا وہ نہایت ہی دلکش تھا۔ تمام رستوں پر ارناوت اور البانی وولنٹروں کے دل بادل چھا رہے تھے یہ سب بیقاعدہ

اور بہت ہی بے قاعدہ تھے کوئی باقاعدہ وردی ان کی نہ تھی صرف ہر شخص کے پاس ایک رائیفل اور کارتوسوں کا ایک پٹکا تھا فیض (ٹوپی کی ایک قسم) بھی نہیں پہنے ہوئے تھے بلکہ ایک سفید ٹوپی سر سے باندھے ہوئے تھے یہ سفید ٹوپیاں البانی فیشن کی جان ہیں۔ بعض کے سر منڈے ہوئے اور بعض کے لمبے لمبے بال تھے ارناوت سڑکوں پر بڑے خطرناک ہمسائے تھے اُن کی خونخواری حد سے زیادہ گذر گئی تھی اپنی جان کھو دینا یا دوسرے کو مار ڈالنا اُن کے آگے کوئی بات ہی نہ تھی۔ وہ اپنی بندوقوں سے بازی کرتے ہوئے جاتے تھے اور انہوں نے سارے رستہ کو پر خوف بنا دیا تھا۔ کبھی تو مشق کے طور پر گولی کا نشانہ لگاتے تھے کبھی ہوائی فیر کرتے تھے گولیاں شرائیں شرائیں کرتی ہوئی نکل رہی تھیں۔ اور ہر طرف سے ٹرن ٹرن کی خوفناک صدائیں مسموع ہو رہی تھیں اور ٹھائیں ٹھائیں کی آوازیں پے در پے ہمارے کانوں میں آ رہی تھیں۔ ہم نے ایک قدم ایسا نہیں اُٹھایا جس میں ہمیں یہ خطرہ نہ ہوا ہو کہ کسی البانی کی گولی ہمیں لگ جائے گی۔ ایک دفعہ تو ہمارا پولس افسر سخت ہی دہشت زدہ ہوا اس نے آگے بڑھ کے مجھ سے کہا کہ ارناوٹ نہایت ہی خوفناک قوم ہیں یہ ایک لفظ بھی ہمارا نہیں سمجھتے اللہ ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ وہ بے بہت ہی ڈرا ہوا تھا اور اُنہوں نے ہم سے التجا کی کہ آپ گاڑی کے اندر سوار ہو جائیں تا کہ ارناوتوں کی آپ کے مغربی لباس پر نظر نہ پڑ سکے ہم نے یہی کہا اور گاڑی کے اندر آ بیٹھے مگر دس منٹ کے بعد پھر ہمیں گھوڑوں ہی پر سوار ہونا پڑا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے ان دولتیوں کو بلا وجہ یہ خطرہ ہوا اور انہوں نے مبالغہ سے اس خطرہ کو محسوس کیا حالانکہ ہم پر اُنکی مہربانی کی نظریں تھیں اور وہ ہم سے کسی طرح کی بھی نفرت ظاہر نہیں کرتے تھے۔ دو سپاہی اپنی قرابینیں لٹکائے ہوئے آرام سے رستہ صاف کرتے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور دو ہمارے دائیں بائیں تھے خواہ ان البانیوں کی لوٹ کی کیسی ہی خواہش کیوں نہ ہو اور وہ شائستہ قسم کے کیسے ہی محتاج کیوں نہ ہوں پھر بھی یہ ایک پرشان قوم ہیں۔ ہم نے ایک کو بھی ایسا نہیں دیکھا جو دبلے ہاتھ پیر کا اور ٹھگنا قد والا ہو۔ ان کا بلند اوسط درجہ چھ فٹ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتا۔ بہت سے اس سے بھی اونچے نظر پڑے اُن کے چوڑے چکلے سینے اور اُن کے قوی زبردست بازو اور لمبے چوڑے ہاتھ پر چکلی ہڈیاں خوبصورت روشن چہرے سچی شجاعت اور جوانمردی کا نقشہ کھینچتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس قد جسیم اور دراز قد ہونے پر بھی وہ چستی اور چالاکی میں مثل بلی کے ہیں۔ چونکہ وہ پہاڑوں میں پیدا ہوتے ہیں وہیں پرورش پاتے ہیں اس لئے وہ ایک چٹان سے دوسری چٹان پر اس آسانی سے چڑھتے تھے کہ تعجب ہوتا تھا اور ان کے آگے

اُس طرح پھلانگنا اور کودنا محض دل لگی کے طور پر تھا۔

ارناوٹ ترکوں سے بالکل ایک علیحدہ قوم ہیں انہیں انتہا درجہ تعلیم کی ضرورت اور عثمانی حیاءت اور صبر کی حاجت ہے تاہم وہ نہایت بہادر اور خطرناک ہیں اور مثل اسکاچ ہائی لینڈرس کے جنگ میں اٹل ہو جاتے ہیں۔ ہم نے کوئی باقاعدہ افسران بے قاعدہ البانیوں کے ساتھ نہیں دیکھا۔ لیکن ہر ایک گروہ کے ساتھ ایک مقامی سردار "بے" نامی تھا جس کی اس گروہ والے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے تھے۔ آج تک ارناوت کامل طور پر کبھی مفتوح نہیں ہوئے۔ ترکوں نے ان میں انتظام کرنے اور انہیں قانون کی زنجیروں میں جکڑنے کی بہت ہی دقتیں اٹھائی ہیں اور اب تک انہیں وقتاً فوقتاً مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو بھی دولت ان سخت۔ دیوزاد۔ بہادر۔ خوفناک لوگوں کو مطیع کرنا چاہے تو منہ دھو کے ہو بیٹھے۔ اس کے بعد ہم نے اپنا کچھ وقت پزرینڈ بٹالین میں گذارا جو انتہا درجہ شایستہ اور پابند قوانین تھے۔ ہماری اُن سے خوب ہی بنی اور اس بٹالین کے ہر سپاہی نے ہمیں نہایت سرگرمی سے مبارک باد دی۔ وہ جنگ کے لئے بیتاب تھے اور غل مچا مچا کے کہہ رہے تھے کہ ہمیں میدان کارزار میں بہت جلد لے چلو اور اپنے افسروں سے التجا کر رہے تھے کہ ٹیپری پہاڑی پر جو ناممکن گذرتی ہمیں حملہ کرنے کا حکم دیا جائے تاکہ ہم غنیم کو اس مقام پر پارہ پارہ کردیں۔ ہمیں دوسری مدد کی حاجت نہیں ہے ہم خود بھگت لیں گے۔ یہی بٹالین خوب ہی ویلس ٹینس پر لڑی مجھے ڈر ہے کہ آدمی زیادہ چھپے ہوں گے کیونکہ ان سپاہیوں کی جراءت اور بے انتہا جگری اور بے مثال شجاعت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

جوں جوں ہم آگے بڑھتے تھے سڑک بدتر سے بدتر چلی آتی تھی۔ بعض جگہ تو یہ کیفیت ہو جاتی تھی کہ گھوڑوں کو قدم اٹھانے کے لینے دینے پڑ جاتے تھے اور ارابہ کا گذرنا تو محالات سے ہو جاتا تھا۔ آخیر ہم بلندی کو ختم کرکے ایک شاداب اور سرسبز وادی میں اترے۔ یہاں ہمیں دو گاؤں پرانے طریقے پر بسے ہوئے ملے۔ پہلا گاؤں جو سڑک کے بائیں جانب تھا بہت ہی بڑا اور شاندار تھا۔ یہاں ترکی گارڈ اس خیال سے چھوڑا گیا تھا مبادا ارناوت ہاتھ نہ ڈال دیں۔ ہم نے ایک سرائے میں کھانا کھایا۔ یہاں نہ کوئی میز تھی نہ بنچ تھی۔ کھا پی کے ہم سرویچی کی طرف بڑھے۔ یہاں ایک خطرناک حادثہ پیش آیا اور یہ حادثہ ایسا تھا جو ہماری اس مہم کا قریب قریب اختتام کر دیتا۔ میرے بیٹے الیس کا گھوڑا تمام راستہ بپھرا ہوا چلا آرہا تھا اور راہ کی غیر مطمئن حالت سے اُسے بھی قرار نہ تھا کہ یکایک وہ لے کے پہاڑی کی طرف بھاگا اور الیس ایک پتھر پر آ پڑا اس کا

سر پھٹ گیا اور شرشر خون جاری ہوگیا۔ ایک ترکی سپاہی اُسے اٹھا لایا خون برابر بہہ رہا تھا۔ یہاں نہ کوئی پناہ کی جگہ تھی نہ پانی تھا۔ خوش قسمتی سے ایک ترکی سپاہی زخم کا باندھنا وغیرہ جانتا تھا اس نے فوراً تھوڑا سا کوکر موتا جو تمباکو کے سلگانے میں کام آتا ہے۔ زخموں میں بھر کے رومال سے سر کو باندھ دیا۔ اگرچہ ایلیس بہت ہی کمزور ہوگیا تھا پھر بھی وہ گھوڑے پر سوار ہوکے سرویچی جو یہاں سے تین گھنٹے کے راہ پر تھا ہمارے ساتھ مستعدی سے پہونچ گیا۔

سرویچی ایک خوبصورت شہر ہے جس میں ۴۰۰۰ آدمیوں کی آبادی ہے یہ اُس سلسلہ کے پائیں میں واقع ہے جو ایلوسونا کو دسٹریکا ایک وادی سے جدا کرتا ہے یہیں اسی کے قریب پانچ ہزار ترکی پیادہ فوج ملی جو میدان جنگ میں جارہی تھی۔ یہ سپاہی ارناؤتوں سے جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ یہ نہایت جسیم اور خوبصورت لوگ اناطولیہ کی محفوظ فوج میں سے تھے ان کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ تھک بھی گئے ہیں اور بھوکے بھی ہیں ان کی وردیاں خاک آلودہ ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ نہایت خاموش صابر۔ شایستہ خوبصورت قدآور اور چوڑے چکلے سینوں کے تھے اُن کی عمریں تیس اور پچاس برس کے درمیان تھیں اور یہ گویا خالص عثمانی تھے۔ جب ہم ان کے پاس سے ہوکے گذرے تو ان میں سے چند سپاہیوں نے ہمارے آگے اپنی ٹین کی بوتلوں کا پانی پیش کیا۔ فی الحقیقت ترکی سپاہیوں کا یہ اخلاق اور خاطرداری تمام زمانہ جنگ میں بہت ہی نامور رہی۔ اور سب ہی نے اس کی مدح کی تھسلی پانی کے حق میں کربلا بن رہا تھا اور گرمی بھی وہ شدت کی پڑ رہی تھی کہ چیل انڈا چھوڑتی تھی۔ تو بھی عثمانی سپاہیوں سے جب ہم نے پانی مانگا انہوں نے بڑی دریا دلی سے ہمیں دیدیا کچھ ہمارے مانگنے ہی پر موقوف نہ تھا بن مانگے بھی وہ پانی کے لئے خود درخواست کرتے تھے۔ سادہ ترکی سپاہی اور ترکی کاشتکار مہمان نوازی کے حق میں تو دنیا سے برتر ہے۔ سرویچی کے متصرف حفظی پاشا نے بھی ہماری بہت ہی آؤ بھگت کی اور بے انتہا خاطرداری سے پیش آیا۔ اُس نے میرے بیٹے ایلیس کی چوٹ سے بہت ہی رنج کیا۔ فوراً ایک ترک سیول سرجن کو بلایا اُس نے آتے ہی زخم کو دیکھا اور میرا اطمینان کر دیا کہ اگرچہ ضرب شدید ہے مگر خطرناک نہیں ہے اس نے نہایت ہوشیاری سے مرہم پٹی کردی اور ایک بڑی پٹی بچہ کے سر میں باندھ دی چونکہ ایلس سرخ فیض ترتیب سر گئے ہوئے تھا اس لئے ترکی سپاہی اُسے محبت کی نظروں سے دیکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ترکی سپاہی یہ سمجھ گئے تھے کہ اسلام کے پاک مقصد کے لئے اس نے یہ صدمہ اُٹھایا ہے برابر خیال

سے وہ ایلس پرشل پرواشہ کے فریفتہ ہوگئے تھے۔ جتنے نامہ نگار خواہ جرمن ہوں یا انگریز یا فرانسیسی جو شیفکٹ ادہم
پاشا کے ساتھ تھے سب نے ہی ترکی ٹوپی پہن لی تھی۔ چونکہ ہم اُس ٹوپی کے پہننے کے عادی نہ تھے دوسرے مشغلی
کی جھلسا دینے والی دھوپ اُس سے نہ رکتی تھی اس لئے ہیں بہت سی تکلیف ہوئی اور ہمارے چہرہ کا چار چار بار
پوست اُترا۔ بعض ترک ٹوپی پر ایک اور قسم کا لباس پہن لیتے تھے جس سے وہ تیز دھوپ سے وہ محفوظ رہ سکتے
تھے مسٹر ولیم سیل اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار نے عجیب ہی سر کا لباس اختیار کیا تھا کچھ ترکی کچھ سرکیشی اور
کچھ مغربی اس سے دھوپ سے انہیں خوب ہی پناہ ملتی تھی اور اُن سے زیادہ اور یورپی کم خوش قسمت تھے جو لیے
دھوپ میں جھلسا کئے ✤

حفظی پاشا جو پہلے ایلچی ایک ایلچی سے ترکی افسروں کا ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے قد آور مضبوط اور
نہایت پھرتیلا ہے اُسے اُن گہرے تعلقات کا کافی علم تھا جو ترکی کے دول خارجیہ سے ہیں اور وہ اس خطرہ
کو بخوبی پہچانتا تھا جو اس جنگ سے ترکی پر آنے والا تھا۔ اس کا فرض بہت ہی اہم تھا اسے یہ کام سپرد ہوا تھا
کہ وہ ترکی لشکر کی آمد و رفت کے بڑے حصہ کی نگرانی کرے اور اُسے بلغاریہ اور سرویا کے طرز و انداز سے
اندیشہ تھا۔ جن جن بڑے بڑے ترکوں سے میں ملا انگریزوں کی طرف سے اُن کے دل میں جگہ ہی پائی۔ یہی
حال حفظی پاشا کا دیکھا کہ وہ انگریزی اتحاد کو اچھی نظروں سے دیکھتا تھا اور اُس کے دل میں اس اتحاد کی
جگہ تھی ہاں وہ یہ ضرور کہتا تھا کہ جو مشکلات قسطنطنیہ میں ترکی کو لاحق ہوئی تھیں اُنہیں نہایت بے انصافی
سے انگلستان میں جانچا گیا۔ اور اُن پر راست بازی سے رائے زنی نہیں کی گئی۔ خود ترکی کے جگر یعنی اسلامبول
میں ۲۳ یا ۲۷ اگست ۱۸۹۶ء میں جو کچھ فتنہ و فساد ہوا۔ اُس کے بانی مبانی ارمنی تھے جنہوں نے چار روز تک
اس عظیم پُرامن شہر میں دنگا و فساد برپا رکھا ✤

جو کچھ ہوا اُس میں ترک بالکل بے گناہ ہیں۔ ۳۰۰ ترک مقتول اور مجروح ہوئے تھے یہی وجہ تھی جس سے
عثمانی بھڑک اُٹھے تھے لنڈن گلاسکو اور لیورپول کی عامہ خلایق چاہے جو کچھ شور مچائے اور کچھ ہی بکو اس کیوں
نہ کرے بات یہ ہے کہ قسطنطنیہ میں آرمینیوں کے قتل پر جو افواہیں اُڑی تھیں اُن میں مبالغہ زیادہ تھا۔ نہایت ہوشیاری
کی تحقیقات کے بعد صرف ۲۰۰۰ ارمنی مقتول ثابت ہوئے اور اتنے قتل ہونے کی بھی یہ وجہ تھی کہ مسلمان
حمالوں اور ارمنی حمالوں میں مدت سے سخت دشمنی چلی آتی تھی اور اُن میں کچھ ایسا باپ مارے کا بیر تھا کہ موقع
دیکھتے ہی مسلمان اور ارمنی حمالوں میں چھن گئی اور خون خرابہ ہو گیا حفظی پاشا نے کہا جو کچھ کشش انگلستان

اور ترکی میں پیدا ہو گئی ہے وہ صرف انگریزی سفیر کی غیر محتاط حکمت عملی کا نتیجہ ہے اُس نے ہماری دعوت کی اور پانچ بجے فیضر کو ہمیں خدا حافظ کہنے کی لئے بذات خود آیا۔ ایلوسونا تک سفر دشوار تھا الیس کے حادثہ کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہونے کی مجھ سے جرات نہیں ہوئی تاہم دو بجے سہ پہر کو ایلوسونا پہونچے یہ شہر اگرچہ ایک نہایت خوبصورت میدان کے جنگوں میں واقع ہے مگر کچھ بے ڈھنگے پن سے بسا ہوا ہے۔ یہاں بڑی بڑی پہاڑیاں واقع ہیں جو ترکی اور یونان میں حد فاصل بن گئی ہیں سڑک کے کنارے پر ایک نہر بنالی گئی ہے۔ اور یہی نہر ایلوسونا شمالی جانب بلندی پر چلی گئی ہے۔ اس نہر سے شہر نہایت شاداب ہے اور کھیتوں میں خوب آبپاشی ہوتی ہے۔ جوں ہی ہم ایلوسونا میں داخل ہوئے توپوں کی گرج نے جو برابر مسموع ہو رہی تھی۔ ہماری تمام تکان اُڑا دی۔ ہم سیدھے کوناک پہونچے تاکہ مشیر ادہم پاشا کو اپنی سفارشی چٹھیاں دکھائیں جب ہم کوناک پہونچے تو یہاں سوائے ادہم پاشا کے چند ملازمین کے اور کوئی بھی نہ تھا معلوم ہوا کہ مشیر درۂ ملونا کی چوٹیوں پر گئے ہیں جو وہاں سے چھ میل تھیں۔ ملازمین نے قہوہ وغیرہ سے ہماری خاطر مدارات کی۔ ہم دونو ماندہ اور بھوکے تھے اور توپوں کی گرج ہمارے دلوں کے بٹھا دینے کے لئے بہت تھی۔ ہر قسم کی افواہ ہمارے کانوں میں پہونچ رہی تھی۔ بعض کہتے تھے کہ ٹرنیوس اور لریسا دونوں مقام ترکوں نے لے لئے بعض کا بیان تھا کہ کل تھسلی پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔ جب ہم ایلوسونا کے پاس پہونچے تو سارا معاملہ آئینہ ہو گیا ادہم پاشا نے ابھی تک دشمن کی سرحدی مورچوں کو بھی صاف صاف نہیں کیا تھا اور ابھی تک یونانی خود ایلوسونا سے بہت ہی فاصلہ پر تھے۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کر دیا کہ ہم رؤف بے اور اپنے چھ سپاہیوں کے ساتھ توپوں کی آواز پر چلیں اور وہاں چل کے کچھ کھائیں اور پھر آرام کریں ٭

چوتھا باب

ادہم پاشا ملونا میں

اس رستے پر چڑھنا جو ایلوسونا سے درہ ملونا پر جاتا ہے بہت ہی دشوار تھا گھوڑے سوار تھک گئے تھے اور پسینے پسینے ہو گئے تھے اور بھوکے تھے خاک سے عالم تیرہ و تار ہو رہا تھا گرمی کی تپش نے اس مقام کو تنور بنا دیا تھا۔ راستے پر سپاہیوں کے سامان لدے ہوئے گھوڑوں اور گاڑیوں سے تل رکھنے کو جگہ نہ تھی توپوں کی گرج بند ہو چکی تھی اور عام طور پر معلوم ہو گیا تھا کہ ہم پہاڑیوں تک پہونچ گئے ہیں اور ان کی

جنگ ختم ہو چکی تھی ٭

جب ہم درہ کے دامن کے قریب پہنچے تو ہمیں لنڈن ٹائمس کا نامہ نگار مسٹر کلائو بیگھم ملا اس نے فوراً
اپنا نام بتایا۔ اور شکریہ ادا کیا کیونکہ میں نے جنگ سے پہلے سلونیکا میں اس کی مدد کی تھی اس نے مجھے جنگ کے
متعلق عام حالات بیان کئے اور کہا کہ مشیر ادہم پاشا پیچھے آرہے ہیں یہ ایک نہایت لایق شخص ہیں بڑا اعلیٰ
درجہ کا جنگی نامہ نگار رہا ہے وہ ترکی گارڈ میں رہ چکا ہے اور بہت اعلیٰ درجہ کی ترکی بولتا ہے وہ بہت ہی
عمدہ ہے پھر ہم آگے بڑھے چند منٹ کے بعد ادہم پاشا سے ملاقات ہوئی جو اپنے عملہ کے ساتھ تشریف
لا رہے تھے مسٹر بیگھم نے مجھے ان سے ملایا میرا نام سنتے ہی ادہم پاشا نے مجھے نہایت سرگرمی سے دلی مبارکباد
دی۔ اور مجھے ان افسروں کے آگے جو ان کے گرد تھے پیش کیا۔ مشیر ادہم پاشا نے ان کی لڑائی کی کامیابی
بیان کی اور فرمایا کہ ہمارے فوجی دستے بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اور اب میں عنقریب تھسلی
میں پہونچ جاؤں گا۔ باربرداری اور بالخصوص میگزین کے لیجانے کی بہت ہی دقت ہے مشیر کے قول
کی تصدیق مجھے خود اپنے ذاتی تجربہ سے بھی ہو گئی تھی۔ فی الحقیقت رستہ بہت ہی خراب تھا۔ ہم نے
اپنے گھوڑوں کی باگیں ادہم پاشا کے ساتھ ایلوسونا کی طرف پھیریں۔ میں نے آپ کے عملہ کے لوگوں کے ساتھ
بڑی دیر تک خوب خوب باتیں کیں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ آگے بڑھنے میں ڈھیل ہونے سے بہت ہی
پریشان ہیں شنبہ اور یکشنبہ کو ملونا پر جو ترکوں کو فتح حاصل ہوئی اس میں نوجوان افسروں کا حال ناگفتنی
تھا۔ اخبارات میں یہ خبریں اڑ رہی تھیں کہ قسطنطنیہ سے احکام پہونچے ہیں جس سے ترکوں کے آگے بڑھنے
میں تامل ہوا۔ اور اسے خاص سلطانی محل کا اثر سمجھنا چاہیئے۔ سلطان کے ایڈیکانگ نے نہایت تلخی سے
سب سے پہلے اس تساہل پر اعتراض کیا اور مجھ سے کہنے لگا میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں اور کس لئے ایسے شاندار
لشکر کو جس میں تمام دنیا سے زیادہ بہادر سپاہی ہیں پانچ دن تک بیکار رہنے دیا۔ جبکہ یہ لشکر اس عرصہ
میں کبھی کا لریسا پہونچ جاتا۔ دوبارہ جو تساہل ہوا اسے خود اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے ناپسند فرمایا
اور اسی بنا پر فوراً غازی عثمان پاشا سلونیکا روانہ کئے گئے تاکہ ادہم پاشا کی جگہ فوج کی سپہ سالاری
کریں گے مگر ۲۴۔ اپریل کو ادہم پاشا کے آگے بڑھنے اور لریسا کے فتح کرنے نے انہیں بے عزتی سے
بچا دیا سوائے ان مشکلات کے جو باربرداری کے سامان کے لے جانے میں لاحق ہوئیں اور جس سے
ادہم پاشا کی معذوری پائی جاتی ہے اس کے ساتھ مشیر کی دوراندیشی بھی شریک کرنی چاہیئے وہ ایک

قدیم مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہے اور بڑا ہوشیار اور دور اندیش ہے اور ہمیشہ اس کی یہی خواہش رہی ہے کہ جب تک ہر قسم کا سامان کافی طور پر تیار نہ ہو جائے وہ ایک قدم بھی آگے نہیں اُٹھاتا اس زمانہ میں جب کہ عالمگیر طوفان بے تمیزی بپا ہے۔ اس قسم کی دوراندیشیوں کو شتبہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے ایسے جانباز اور دلیر جنرل اور ایسے عمدہ لشکر کے ساتھ ایسے خیالات نہایت ہی خطرناک ہیں ادہم کی عمدہ سپہ سالاری اور ہوشیاری میں کوئی بھی کلام نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ تساہل صرف اس کے لفٹننٹ اور جنرلوں کا تھا۔ ادہم پاشا کی اس میں زیادہ خطا نہیں ہے۔ جس طرح ڈیلی میل کے نامہ نگار نے ترکی افسروں کو گالیاں دی ہیں میں اس سختی سے تو ان کے ساتھ پیش نہیں آنا چاہتا۔ ہاں اتنا میں ضرور کہوں گا کہ ۲۲۔اپریل بمقام ڈیلیلیا پر اور ۲۵۔ اپریل لریسا کے فتح ہونے پر اور ۳۔ اپریل ویلٹینو کے آگے اور ۱۷ مئی ڈموکس کی جنگ میں جو کچھ غلطی اور تساہل ہوا وہ صرف برگیڈ کمانڈروں کا تھا وہ غلطیاں جو ویلٹینو اور ڈموکس کی ابتدائی جنگ میں ہوئی اس کا یہ عذر کیا جاتا ہے کہ بندوقوں کے سلسلہ وار فیروں سے سپاہی بعا زاں ہاتھوں میں بندوق نہ رکھ سکے مگر شاید یہ بات ہو۔ لیکن میرا جہاں تک خیال ہے اگر برگیڈ اور رجمنٹ کے افسر اچھے ہوتے تو یہ بات نہ ہوتی اس تساہل کی بابت عام چرچا ہو رہا تھا کہ مجھے اسی شب مشیر ادہم پاشا کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے آپکے عملہ کی موجودگی میں بہت طویل اور دلدادانہ باتیں پاشا سے کیں۔ تمام فوجی افسر میری موجودگی سے بے انتہا خوش تھے۔ میں نے ادہم پاشا پر کوئی نکتہ چینی اثنائے گفتگو میں نہیں کی۔ بلکہ سیاسی پہلو سے سلسلہ تقریر کو جاری رکھا۔ میں نے بیان کیا کہ اس تساہل کا خطرہ ترکی کے لئے بہت ہی بڑا تھا۔ یہ صحیح تھا کہ بلغاریہ اور سرویا ابھی تک خاموش تھیں لیکن ایک خفیف سا موقع پاکے وہ تازہ دم فوجیں ٹرکی کے خلاف میدان جنگ میں لا سکتی تھیں۔ گویا بلقانی ریاستوں کا ایک قوی ترین دشمن موقع کی تاک میں لگا ہوا ہے اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ایک دفعہ تو تمام ترکی بلکہ خود قسطنطنیہ میں آ جاتا۔ پھر ایسی حالت میں انسانی ہمدردی کا مذاق ٹرکی کے خلاف پیدا ہو جاتا کچھ بات ہی نہیں تھا اور پھر طرفین کے جانی نقصانات اور زر خطیر کے صرف ہونے کے بعد وہ ابتدائی طمطراق کبھی بجا نہ رہتی +

یہ وجوہات تھیں جو میں نے بیان کیں اور مارشل ادہم پاشا نے میری سب باتوں کو قبول کر کے فرمایا کہ میری اصل غرض یہ تھی کہ میری فوجوں کو جس پہلو ہو نمایاں فتح حاصل ہو۔ اب میں مع اپنے عملہ

سے ایک مہم پر جاتے کو ہوں کہ تمام نازک پہلوؤں کو اپنی آنکھ سے دیکھوں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے
کہ انقطاعی یلغار میں کوئی چیز مزاحم نہ ہوگی - اور مجھے امید ہے کہ چند روز میں لریسا پر میرا قبضہ ہو جائیگا -
ادہم پاشا کی ان باتوں نے نہ صرف مجھے بلکہ مشیر کے کل عملہ کو بے انتہا اطمینان دیا اور انہوں نے مجھے
اس وقت بھی اور نیز ازاں بعد فتح کے طور پر بھی بہت مبارکباد دی +

یہ گویا اول درجہ کی انقطاعی جنگ تھی اور یہی گویا فتح لریسا کا ایک رستہ تھا اور اسی سے تھسلی کے
ایک بڑے حصہ پر ترکی فوج قابض ہو گئی تھی - ۲۳ - اپریل کو ماتی اور دیلی لر کی جنگ کچھ کم قابل لحاظ نہ تھی -
فی الحقیقت یونانیوں کی کامل شکست سے ترکوں نے کچھ بھی فایدہ نہیں اُٹھایا - اگر ادہم پاشا اس شکست
فاش کی جو یونانیوں کو ہوئی تھی کچھ بھی قدر کرتے تو کبھی شب کو آرام کرنے کے لئے ایلوسونا واپس نہ
آتے اگر وہ سرگرمی سے تعاقب کرتے تو ایک بھی یونانی زندہ نہ بچتا یا کل کی کل فوج گرفتار کر لی جاتی یا سب
یونانی کچل دیئے جاتے +

قلب میں محمود کی پاشا گمان کر رہے تھے کہ ملونا سے جنوب مغرب کی طرف تمام پہاڑیوں کی چوٹیوں پر
ترکوں کی فوج چھا رہی تھی - اور گویا یہی ترکی اور یونانی عملداری کی حد فاصل تھیں - اسی مقام پر ۱۷ و ۱۸
تاریخ کو بڑی بھاری لڑائی ہو چکی تھی جو بیس گھنٹے کی علی التواتر اور شدید جنگ کے بعد ترکوں نے ان
پہاڑیوں کو آخیر سنگین کی نوکوں پر فتح کر لیا تھا - یونانی بھی دم توڑ توڑ کے ایک ایک مورچہ تین تین اور
چار چار بار فتح کیا گیا - ملونا کے مغرب میں یونانیوں کے تین زبردست مورچے ترکوں نے بینہ پیسنڈا
کے سنگینوں کی نوکوں پر فتح کر لئے تھے - یہیں شجاع - جری جوشیلا حافظ پاشا[۱] جب اپنی سپاہ کو بڑھا
رہا تھا شہید ہوا - ترکوں کے ان پے در پے شدید حملوں میں صرف ۱۵۰ مقتول اور یونانیوں کے

---

[۱] حافظ پاشا کی بہادری کا تمام یورپ نے اعتراف کیا - کل اخباروں میں اس کی بے نظیر شجاعت کی تعریف ہوئی
لنڈن - پیرس - برلن اور وائنا کے اخبارات نے اس بہادر کی مدح وثنا میں صفحے کے صفحے سیاہ کر دیئے
ہندوستان میں اینگلو انڈین اخبارات بھی اس جانباز بوڑھے کی تعریف میں رطب اللسان پائے گئے اس کی عمر
سو کے پیٹے میں تھی - کئی بار اعلیحضرت سلطان المعظم فرما چکے تھے کہ حافظ پاشا اب تم آرام کرو لیکن اس
بے نظیر شجاع کے شوق شہادت اور سپاہیانہ روح نے گھر میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی - اخیر یونان کی

کم سے کم اس تعداد سے دہ چند زیادہ چند مقتولین کو دفن کر دیا گیا۔ لیکن بہت سوں پر تو صرف پتھر ہی رکھدیئے کیونکہ زمین پہاڑی تھی اور کھودی نہ جاسکتی تھی بہت سے یوں ہی پڑے ہوئے تھے جن سے جنگ کا خطرناک منظر معلوم ہوتا تھا +

نو پر ۵۰ منٹ گولہ باری شروع ہوئی اور ۱۲ پر ۴۵ منٹ اس گولہ اندازی کا سلسلہ جاری رہا۔ چھ ترکی توپخانے کام کر رہے تھے۔ جن کا فاصلہ ہم سے ڈھائی میل کے قریب تھا۔ یونانیوں کے بھی چار پانچ توپخانے عمدہ مقامات پر لگے ہوئے تھے جن کا فاصلہ ترکی توپخانوں سے ڈیڑھ میل تھا۔ یونانی

جنگ شروع ہوئی اور اس شیر دل نے نوجوان ترکوں کی فوج کو یہ کہہ کے بڑھایا بڑھے۔ چلو میرے بچو پیچھے چلو کہ اسی اثنا میں جب یہ بڈھا شیر گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں پہاڑیوں پر چڑھ رہا تھا کہ ایک گولی آ کے شانہ میں لگی انکے سپاہیوں نے آ کے اس سے التجا کی کہ آپ پشت زین سے اتر آئیں اور شفاخانے تشریف لے جائیں۔ لیکن اس خطرناک بہادر نے اپنے سپاہیوں کی اس تجویز کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ دس کی جنگ میں تو میں پشت زین سے علیحدہ نہیں ہوا یونانیوں کی معمولی جنگ میں ایسا کبھی نہیں کرنے کا پھر دوسرے بازو پر گولی لگی۔ بہادر نے گھوڑے کی لجام منہ میں لے لی۔ پھر التجا کی گئی کہ اب آپکا گھوڑے سے اتر نا مناسب ہے پھر ہنس کے وہی جواب دیا گیا جو پہلے دیا جا چکا تھا اخیر منہ میں گولی لگی اور یہ بہادر بڑی شجاعت سے معرکہ جنگ میں شہید ہو گیا تمام اسلامی دنیا میں اس بہادر کی شہادت پر افسوس ظاہر کیا گیا۔ حیدرآباد کی مکہ مسجد میں فاتحہ خوانی ہوئی اور اس کے بعد غربا کو شیرینی تقسیم ہوئی۔ خود اعلیحضرت سلطان المعظم آبدیدہ ہوئے اور بہت ہی افسوس کیا۔ نوجوان ترکوں کو حافظ پاشا کی شہادت پر بہت ہی جوش پیدا ہوا۔ یہ سب ۱۶ سترہ سترہ برس کے بچے تھے جو حافظ پاشا کی ماتحتی میں کام کر رہے تھے۔ یہ شل شیر کے بچوں کے بپھر گئے اور انہوں نے نہایت پھرتی سے یونانیوں کا قلع قمع کر دیا مرحبا اے بیشہ شجاعت کے شیر نر۔ مرحبا اے شجاعان ترک کی سچی یادگار۔ مرحبا تو نے عثمانی عظمت کو برقرار رکھنے کی کوشش میں جان دی۔ تیرے خون کی مقدس بوندیں یونانی سرزمین پر بیکار نہیں گئیں۔ وہ حصہ زمین جو تیرے خون سے رنگین ہوا ہمیشہ عثمانیوں ہی کے قبضہ میں ہے تیرے دشمنوں نے بھی تیری اس دلیری کی وہ تعریف کی کہ سدا یادگار رہے گی۔ سو برس کے پیٹے میں عمر تھی مگر رنگت سرخ۔ بازوؤں میں وہی جوانی کی قوت اور دلوں میں وہی جوش تھا۔ بڑی آن بان سے گھوڑے پر بیٹھا کرتے تھے اور اس ضعیفی میں گھوڑے پر چالیس پچاس میل سفر کر لینا کچھ بات ہی نہ تھا +

انفرادی شجاعت کا نمونہ

گولہ اندازی کی حد کی اسی سے اندازہ کی جاسکتی ہے کہ تین گھنٹے کی متواتر گولوں کی بارش سے صرف تین ترکی سپاہی مجروح ہوئے تھے۔ یونانیوں کے نقصان کی تو خبر نہیں لیکن گمان غالب ہے کہ ترکوں کی توپوں نے اُن کا بہت ہی ستیاناس کر دیا تھا۔ یہیں ایک یونانی افسر سخت مجروح ہوا تھا اور پھر جانبر نہو سکا اُس کے سپاہیوں نے جب وہ مر رہا تھا آخری بوسہ لیا تھا۔ اخباروں میں اس واقعہ کی بہت ہی دھوم مچی تھی۔ اس میدان میں پیادہ فوج سے حملہ کرنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کی گئی +

اسی دن صبح کو جیدر پاشا کے بازوئے چپ پر یونانیوں کی توپوں کی چھوٹی سی لڑائی ہوئی۔ دو یونانی توپخانے تھے اور کچھ ترکی توپیں تھیں۔ برابر گولہ چلتا رہا مگر دوپہر تک کوئی سنگین حادثہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ ایک بجے تین منٹ پر نئے سرے سے توپوں کی گرج نے زمین کو سر پر اُٹھا لیا معلوم ہوا کہ جیدر پاشا نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیدیا ہے تاکہ یونانیوں کے بازو راست کو کاٹ ڈالیں۔ دو گھنٹے تک بڑا ہی گھمسان میدان ہوتا رہا۔ باڑوں پر باڑیں ماریں جا رہی تھیں اور ان کی خوفناک گرج سے درۂ ملونا میں ایک حشر برپا ہو گیا تھا۔ ہم بہت اچھی جگہ سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ تین بجے کے قریب توپوں کی آواز بلند ہوئی اور ہم نے دیکھا کہ آخر دیلی لر کو ترکوں نے فتح کر لیا۔ بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا کہ یونانی ایک بڑے حصہ سے نکال دئے گئے تو بھی وہ جنوب اور مغرب کے گاؤں میں قابض تھے۔ پانچ بجے سے پہلے ہی تمام نامہ نگار ترکی لشکرگاہ کے ساتھ تھے ایلوسونا سے روانہ ہو چکے تھے اُنھوں نے بیان کیا کہ دن کی جنگ ختم ہو چکی ہے اور اب وہ اپنا مراسلہ لکھ کے روانہ کریں گے۔ مگر مشیر ادہم پاشا ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے ہم نے بھی اُن ہی کا ساتھ دیا اور نامہ نگاروں کے ساتھ اپنی روانگی ملتوی کی ہمیں یہاں ٹھیرنے کا یہ صلہ ملا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ترکی یورش کا ملاحظہ کیا جس نے پہلی جنگ کا خاتمہ کر دیا تھا اور یونانیوں میں گھبراہٹ اور کھلبلی ڈال دی تھی۔ چھ بجے کے قریب پھر خوفناکی سے توپوں کی گرج مسموع ہوئی۔ لیکن تیس ہی منٹ کے بعد بند ہو گئی۔ یونانی بے تحاشہ میدان کی طرف بھاگے چلے جاتے تھے اور چند رسالے اُن کی راہ میں حفاظت کرتے جاتے تھے۔ میں نے اسی شام نامہ نگاروں سے کہا کہ ترکوں کی اس کامیابی کے بعد یونانی متزلزل ہو گئے ہیں۔ اور اب اُن کا قدم جمنا مشکل ہے۔ لیکن کسی کو یونانیوں کی بے اوسانی کا اسی شب میں خیال بھی تھا

ڈیلی لر دریائے پینی ایس کے بہت ہی قریب اور ٹرنیوس کے شمال مشرقی جانب واقع ہے یہ بدیہی تھا کہ اتنا عظیم لشکر جس کی ادہم پاشا کمان کر رہے تھے آسانی سے لریسا اور ٹرنیوس کے یونانی مقامات

الٹ دے گا۔ اور یونانیوں کے بھاگنے کا رستہ کاٹ دے گا۔ بہری پاشا کی فوج کا یونانیوں کے بازو بائیں راست پر دا اسی سے بڑھنا یونانیوں کی جنوب مغربی نقل و حرکت کو تنزلزل کر دے گا۔ دیلی لر فتح ہونے کے بعد یونانی سپہ سالاروں کو پس پا ہو جانا جانب حق تھا اور ساتھ ہی لریسا کے چھوڑنے پر بھی وہ حق بجانب تھے کیونکہ یہاں کامیابی سے وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے اگر وہ لریسا میں رہ کے ترکوں کا مقابلہ کرتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُن کا تمام سامان حرب چھین لیا جاتا فوج گرفتار ہو جاتی اور شہر لریسا مارے گولوں کے پارہ پارہ کر دیا جاتا۔ تاہم وہ بے اوسانی اور گھبراہٹ جو ۲۲ تاریخ شب کو ٹرینوس کی سڑکوں پر اُن میں پیدا ہوئی۔ ہرگز قابل معافی نہیں ہو سکتی یا جس وقت وہ ۲۴ تاریخ کو لریسا سے بھاگے ہیں اُس کا شرمناک اور بے عزت دھبہ کبھی اُن پر سے نہیں جا سکتا۔ لیکن یہ اور بھی تعجب انگیز ہے کہ یونانیوں کی اس پریشانی اور بے اوسانی کی خبر ترکی لشکرگاہوں کو مطلق نہ تھی۔ کیونکہ شتابانہ تعاقب کی کچھ بھی کوشش نہیں کی گئی ✤۔

ہماری جانب راست دن کو پھر توپوں کی گرج کہ ٹیری مقام سے سنائی دی۔ ملونا کے جنوب مغرب کی طرف یہ پہاڑی پانچ میل کے قریب بلند تھی اور ابھی تک یونانی اس پر قبضہ کئے ہوئے تھے ترکوں نے کئی بار اس بلند پہاڑی پر حملہ کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ یہ پہاڑی بہت ہی ناقابل گزار تھی۔ ۲۳۔ تاریخ کو ترکی اور یونانی پیادہ فوج میں خوب ہی گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہی۔ ترک یلغار کر کے نیچے سے چڑھتے تھے اور یونانی اوپر سے گولیوں کا مینہ برساتے تھے۔ مگر نتیجہ کچھ نہ نکلتا تھا۔ اخیر ارناوتوں نے ادہم پاشا سے درخواست کی کہ ہمیں حکم مل جائے تو ہم اپنے طریقہ سے جنگ کر کے اس پہاڑی پر قبضہ کریں یہ بہادر خطرناک پہاڑی ارناوت ضرور اس پہاڑی کو فتح کر لیتے کیونکہ وہ بلند سے بلند پہاڑیوں پر آسانی سے چڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن دیلی لر کے فتح ہونے کے بعد وہ خطرہ سے بچ گئے۔ کیونکہ یونانی اس پہاڑی کو چھوڑ کے خود ہی بھاگ گئے تھے۔ نشاط پاشا جو وسطی حصہ فوج کی کمان کر رہے تھے ان کے مقام تشے حصار پر یونانیوں سے ملونا کی دائیں جانب اُسی دن سخت جنگ ہوئی ہم توپوں کی گرج تو سن رہے تھے مگر فاصلہ کی وجہ سے بندوقوں کی آواز نہیں آتی تھی ✤

میں مسٹر ڈبلیو ایچ رسل کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ انہیں گرجا کے منارہ پر جگہ مل گئی تھی۔ جہاں سے وہ میدان کارزار کو ہر پہلو سے دیکھ سکتے تھے اسی طرح وہ نامہ نگار بھی فائدہ میں تھے جو شیر

ادہم پاشا کے ساتھ درہ ملونا کی چوٹی پر کھڑے تھے +

جنگ کا تمام منظر ہماری آنکھوں کے آگے تھا اگرچہ ترکی توپیں ہم سے دو میل کے فاصلہ پر تھیں پھر بھی ہم پیکار کو اچھی طرح سے دیکھ سکتے تھے۔ توپوں کی گرج اس قدر کرۂ باد میں گونج رہی تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ توپیں ہمارے پاس ہی چل رہی ہیں۔ توپوں کے فیر پر دھوئیں کے بقے اور پھر خاک کے اڑنے نے ایسا تیرہ و تار کر دیا تھا کہ بمشکل ترکی اور یونانی سپاہیوں کا امتیاز ہو سکتا تھا +

متعدد مجروح سپاہی عجیب مشرقی گدھوں پر چڑھا کے لائے گئے تھے۔ تعجب ہوتا تھا کہ باوجود بھاری بوجھ کے پھر بھی وہ گدھے ویسے ہی چالاک و چست تھے۔ ان مجروحین کو دیکھنے کے بعد ایک خوف سا طاری ہوتا تھا اور جنگ کا نہایت مہیب نظارہ معلوم ہو رہا تھا ہم ان سپاہیوں کے پاس سے گذرے جو میلوں پر چھائے ہوئے تھے تھک گئے تھے بے انتہا بوجھ سے لدے تھے مگر نہ انہوں نے کچھ شکایت کی اور نہ کبھی پیچھے پھرنے کا نام لیا۔ ترکی سپاہی برداشت اور دلیری میں دنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اسے زیادہ سامان کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے چاہے جتنی دور لیجاؤ۔ تھکنے کے بعد بھی منہ سے نہیں نکالے گا کہیں تھک گیا وہ ہر خوف کی جگہ بخوشی جائے گا اور ہر خطرناک جنگ میں بڑی خوشی سے سینہ سپر ہوگا وہ خدا سے متقی ہے اور ایماندار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا نے ایسا بے جگر سپاہی اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ایک لاکھ ترکی لشکر سے زیادہ یلغار کرتا ہوا کلیفریا سے ایلوسونا بڑھ رہا تھا جس کا فاصلہ پورا اسی میل ہے ان سپاہیوں کا طرز و انداز قابل نظر تھا اغلباً ایسے نیک اور ایسے بہتر کہ شاید ہی کسی مغربی یوروپی لشکر کے سپاہی ہونگے یونانی خاندان بہت آرام سے ایلوسونا میں رہے اور اُن کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھا۔

ہر جگہ یونانی بچے ترکی سپاہیوں کے پاس کھیلتے ہوئے اور چوکڑیاں بھرتے ہوئے نظر آرہے تھے پانچ انگریزی اخباروں کے نامہ نگاران ترکی سپاہیوں کا یہ عجیب رحیمانہ برتاؤ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جن یوروپی نے انہیں جنگ میں دیکھا ہے ترکوں کی تعریف میں پھر اسے رطب اللسان ہی پایا گیا۔ جس طرح کہ مسٹر آرچی بلیڈ فوربس مشہور روسی ترکی جنگ ۷۷ء میں بھی موجود تھا ایسا سچا نقشہ ترکی سپاہیوں کی اصلی جنگی طرز اور نیک چال چلن کا کھینچا ہے کہ دیکھ کر عش عش ہوتی ہے۔ کاش وہ بد اندیش کینہ ور جو ترکی سپاہیوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں اس وقت مقدونیا اور تھسلی میں ترکی سپاہیوں کو دیکھ لیتے تو انہیں اپنے کور تعصب کی پوری کیفیت معلوم ہو جاتی +

میں نے لوناہی پاپ نے ڈیرہ میں شب گذارنی چاہی اس نظر سے کہ علی الصباح ترکی فوج کے یلغار اور انفطاعی جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا۔ مگر مشیر ادہم پاشا نے مجھ سے کہا کہ تم میرے ساتھ ایلوسونا واپس چلو چنانچہ ہم سب گھوڑوں پر سوار ہو کے ایلوسونا واپس پھرے۔ ادہم پاشا روز کی کامیابی پر مطمئن تھے اور کہتے تھے کہ کل آگے فوج کو بڑھاؤں گا۔ کسی شخص کو بھی یہ گمان نہ تھا کہ یونانی فوج میں ایسی بدحواسی چھا جائے گی اور وہ بھاگ جائے گی مگر جب ترکی لشکرگاہ میں اُن کی فراری کی خبر آئی تو اُن کے سخت تعجب ہوا +

پانچواں باب

ملوناسے لریسا تک

جمعہ کی جنگ بہت بانتیجہ ثابت ہوئی۔ لشکرگاہوں کے عملہ کا بھی اتنا تو خیال نہ تھا کہ اس جنگ کا یہ نتیجہ پیدا ہوگا۔ یونانی اپنے بلند سورچوں اور رستوں پر قبضہ نہ رکھ سکے اور نہ اُن میں یہ قدرت رہی کہ اُن ترکی فوجی دستوں کو روکتے جو دشوارگذار پہاڑی راہوں سے تھسلی کے میدانوں میں آرہے تھے جمعہ کی جنگ نے نہ صرف لریسا کی قسمت ہی کا فیصلہ کر دیا۔ بلکہ علی طور پر جنگ کا خاتمہ ہی ہو گیا ہر مقام پر یونانی بے تحاشہ بھاگتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ یہ وزیکشنبہ بغیر لڑے جھگڑے ادہم پاشا کا لریسہ پر قبضہ ہو گیا۔ دشمن کی فوج تین جماعتوں میں منقسم تھی اور اُن میں بھاگڑ پڑی ہوئی تھی وہ سب دولو فرسالس۔ اور ترخالہ کی طرف بھاگے چلے جاتے تھے اگر ترکی فوج اُن کا شتابانہ تعاقب کرتی تو وہ اور بھی تیزی سے تھرموپولی کی تاریخی گھاٹیوں کی طرف فرار ہو جاتے اور اگر وہ کچھ بھی جرات سے کام کرتے تو اُن گھاٹیوں میں بخوبی جنگ مدافعت لڑ سکتے تھے۔ حمدی پاشا جانب چپ نزیں سے بڑھے اور سرپاشا جانب راست دماسی سے بڑھے اور یونانیوں کی اچانک بازگشت کا فیصلہ کر دیا۔ جمعہ کے روز حیدر پاشا کا بڑی طمطراق سے ملی لرکوے لینے کے ترکی پیادہ فوج کی ہیبت بلاشبہ یونانیوں کے دل پر بٹھادی اور پھر انہیں مقابلہ کرنے کی جرات نہ پڑی +

ہم شنبہ کے روز آٹھ بجے ایلوسونا سے اسی دشوارگذار اور خاک آلود راہ سے روانہ ہوئے اور ہم مارشیل ادہم پاشا کے تھوڑی دیر بعد وہاں پہونچ گئے۔ پاشائے موصوف کا تمام عملہ مقام کے نقشے

پہ عبور کر رہا تھا اور باہم گفتگو ہو رہی تھی۔ ہم نے بہت جلد سن لیا کہ ہر طرف سے یونانی فوج پسپا ہو رہی اور اب ترکی فوج کی عام یلغار لازمی ہو گئی۔ مارشل زیادہ تیزی سے آگے نہیں بڑھے ۱۱ پر تیس منٹ گزرے تھے کہ کل لشکر سنگلاخ چٹانوں اور ناقابل پہاڑی دروں اور ڈھلوان رستوں سے اُتر کے سیدھا تھسلی کی طرف کوچ کرنے لگا تھا +

ہر ترک کا چہرہ مثل خندہ پھول کے کھلا ہوا تھا۔ ہشاش بشاش یہ غل مچاتے ہوئے کہ "کریسیا چلو" آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ دو گھنٹے کی سواری کے بعد ہم ایک دلکش میدان میں پانی کے رستہ پر پہونچے جس کی کل پہاڑی کی چوٹی پہ سے ہم نے تعریف کی تھی۔ صاف شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ چٹانوں سے نکل رہا تھا اور یہ موتی سا پانی چراگاہوں کی چاروں طرف بہ رہا تھا اسی کے قریب جمعہ کے دن ترکی توپ لگائی گئی تھی۔ آدمی اور گھوڑے اُس شیریں چشمہ پر ٹوٹ پڑے تھے آفتاب کی جھلسا دینے والی شعاعوں اور سنگلاخ چٹانوں کی جلتی ہوئی لپٹوں سے یہاں بخوبی پناہ مل گئی تھی +

مارشل ادہم پاشا کا ارادہ ہوا کہ درۂ ملونا کو واپس چلے جائیں مگر ہم نے التجا کی کہ ٹرنیوس تک یونانیوں کو دبانا چاہیے۔ ترکی رسالہ تیار تھا اور اگر وہ یوں ہی بیکار رہتا تو ترکی کو سخت نقصان پہونچتا۔ مارشل کے عملہ نے اس بات کو خیال ہی نہیں کیا تھا اور بالخصوص نجیب بے اور ثابت بے اعلیحضرت سلطان المعظم کے ایڈیکانگ کی فروگذاشت خیال کرنی چاہیئے۔ غرض اخیر بڑی دیر تک سخت مباحثہ کے بعد مارشل گھوڑے پر خوشی خوشی سوار ہوتے اور اپنے گھوڑے کی باگ ٹرنیوس کی طرف پھیری دس میل کا رستہ تھا سڑک اگرچہ صاف تھی مگر بے انتہا گرد اور تپش نے پراگندہ کر دیا تھا۔ آفتاب بالکل میرے سر کی سیدھ میں تھا مجھے گھوڑے پہ بیٹھنا جان کا وبال ہو گیا تھا دشمن کا پتہ بھی نہ تھا۔ تمام پہاڑیوں کا متوازیہ خطوط پر ترکی لشکر چھا رہا تھا۔ تعجب آمیز یہ امر تھا کہ یونانیوں کی فراری کی کوئی نشانی رستہ میں نہیں دکھائی دی اور ہم نے اُن بیانات کی شہادت نہیں دیکھی جو بعد ازاں نامہ نگاروں نے شائع کئے تھے۔ شہر ٹرنیوس کی برجیاں اور بلند منار نظر آنے لگے جوں ہی ہم ٹرنیوس کی حدود میں داخل ہوئے ادہم پاشا نے مجھے ایک گلاب کا پھول دیا۔ ۵ بجے سہ پہر کے وقت ہم شہر میں فاتحانہ طمطراق سے داخل ہوئے۔ ہم نے شہر میں چاروں طرف گشت لگائی یہ مقام زیریایس کے کناروں پر آباد ہے اگرچہ کسی زمانہ میں بہت خوبصورت اور شاندار تھا۔ مگر اب خشک پڑا ہوا تھا۔ ادہم پاشا نے نہایت ہوشیاری سے چاروں طرف شہر کو دیکھا کر

شاید کہیں دشمن کا کھوج ملے مگر وہاں پتہ بھی نہ تھا۔ دھوپ کی شدت اب بھی اُسی طرح تھی اور میرا پلیٹیفن نکلا جاتا تھا۔ اخیر مجھ سے گھوڑے کی پیٹھ پر نہ بیٹھا گیا۔ رستہ میں ایک خوبصورت مکان نظر پڑا اور اپنے کو ایک پلنگ پر ڈال دیا جو صحن میں بچھا ہوا تھا۔ پھر مجھے دوسرے دن صبح کے آٹھ بجے تک خبر نہ ہوئی کہ میں کون ہوں کہاں ہوں اور کس حالت میں ہوں۔ شب کو مارشیل نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے ایڈیکانک کو میرے پاس بھیجا کہ میں لشکرگاہ کارادیری کے تر و تازہ مقام پر جاتا ہوں آؤ تم بھی میرے ساتھ چلو میں تمہیں ایک خیمہ وہاں رہنے کا دونگا ابھی پورا اطمینان نہ تھا خیال یہ تھا مبادا دشمن ادھر اُدھر سے نکل آئے بہرحال میں تو اُٹھا نہیں اور میں نے کہدیا کہ مجھ سے تو ہلا بھی نہیں جاتا دس میل جاؤں اور پھر صبح کو دس میل آؤں۔ میرا سر چکرایا ہے یہ سُن کے ایڈیکانک چلا گیا +

بیرن ون سونبرگ نے جو جرمنی سپہ سالار تھا اور جس کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ شہنشاہ جرمن نے اپنی طرف سے معائنہ جنگ کے لیئے بھیجا ہے نہایت مہربانی سے ہمارے گارڈ کا چارج لیا۔ اُس نے چھ سپاہیوں کی جرمنی قاعدہ کے مطابق چار چار گھنٹے کی نوکری بولی اور رؤف بے اور اپنے ذاتی افسر سرور بے کو حکم کیا کہ وہ ہر دو گھنٹے کے بعد پیرول کا معاینہ کرے اور خود بیرن نے بھی شب میں تین چکر لگائے مگر کسی قسم کا خفیف خدشہ بھی نہ پیدا ہوا۔ اگر ٹرنیوس میں خون گرایا گیا تو وہ صرف مرغیوں اور گایوں کا باقی ہر طرح خیر سلا رہی۔ یونانی آبادی نے ٹرنیوس بالکل خالی کر دیا تھا۔ ہاں کل چھ خاندان رہگئے تھے جن کی طرف کسی نے آنکھ بھر کے بھی نہ دیکھا تکلیف دینا یا ستانا تو کیا۔ مرغابیوں کبوتروں اور مویشیوں کی بہت ہی کثرت تھی۔ گویا خدا نے ان جانوروں کو ماندہ اور بھوکے سپاہیوں کے لئے بھیجا تھا اور ہمارے لئے بھی وہ نعمت غیر مترقبہ بن گئے تھے۔ ایلیا نے مرغ پلاؤ تیار کیا ہم نے گرما گرم نوش کیا۔ اور خوب ہی تان کے سوئے +

ہم نے ایسی لمبی تانی کہ دس بجے صبح کے اُٹھے اور پھر ہم لریسا روانہ ہوئے جس پر گریکیف پاشا نے رسالہ سے قبضہ کر لیا تھا یہاں بیرن موصوف۔ رؤف بے۔ ایلیا چھ سپاہی الیاس اور میں موجود تھے مارشیل ادہم پاشا اب بھی پیچھے کارادیری ہی میں خیمہ زن تھے +

ہم نے اپنے سفر میں ایک طرفہ تریات یہ دیکھی کہ ترک جانوروں پر بہت ہی رحم کرتے تھے ایک ممیانے ہوئے بچھڑے کو بھی ہم نے دیکھا کہ اُس کی ماں گم ہو گئی تھی ایک ترک سپاہی نے اُسے رحم کھا کے اُٹھا لیا اور اپنے ساتھ بورے میں رکھ کے لے آیا۔ جب ہم پنی رس کے پار جانے لگے تو سنتری نے ایک

لینے کے لئے یہیں ٹھیر آیا۔ یہاں ہماری ملاقات ایک بوڑھے کرنیل سے ہوئی۔ جسے دیکھ کے میں حیران رہگیا
میں نے ایسا شان شوکت دار وجیہ شخص اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔ یہ نہایت لمبے قد مضبوط اعضا کا تھا
ہم سے قدیم ترکوں کی طرح باخلاق پیش آیا۔ اور نہایت درجہ ہم پہ نوازش کی۔ اس بوڑھے کرنیل نے سنا کہ
بچھیرا بھوک کے مارے غل مچا رہا ہے اُس نے فوراً ایک دودھ والی بکری منگائی اور اُس بچہ کو دودھ پینے کیلئے
چھوڑا۔ اُس نے خوب سیر ہوکے بکری کا دودھ پی لیا۔ بوڑھا ترک افسر ملونا پر بہت ہی سخت مجروح ہوگیا تھا
اور ویلی لر پر بھی گذشتہ روز اسے خفیف زخم آیا تھا۔ جب ہم اُس کے ساتھ بیٹھ کے قہوہ پی رہے تھے ایک
غریب یونانی عورت آئی اور اس نے شکایت آمیز لہجہ میں بیان کیا کہ میں اپنے بچوں سے نہیں مل سکتی جو ایک
گاؤں میں دو میل جنوب کی طرف ہیں چونکہ پل پر ترکی سپاہیوں کا پہرہ لگا ہوا ہے وہ کسی کو آنے جانے نہیں
دیتے بوڑھے ترکی کرنیل نے فوراً چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے اسکے بچوں کے پاس لے جاؤ اور اپنے پاس سے
اُس عورت کو روٹی دی۔ جس سپاہی کو اس عورت کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا وہ بیچارہ بہت ہی تھکا ہوا
تھا اور اپنا دوپہر کا کھانا سایہ میں بیٹھا کھا رہا تھا۔ فی الحقیقت ایسی حالت میں یہ ایک بہت مشکل کام تھا۔
مگر حکم کے ساتھ بخندہ پیشانی اُٹھ بیٹھا اور فوراً اُس عورت کے ساتھ روانہ ہوا ان دونوں کا سڑک پر دو میل
تک ہمارا ساتھ رہا۔ چند منٹ کے بعد ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا کرنیل کے پاس تحریری احکام لیکے
آیا۔ تمام فوج لریسا پر بڑھ رہی تھی ہمیں بگل کی آواز سنائی دی اور پانچ ہی منٹ میں رجمنٹیں معلوم ہونے
لگی۔ یہاں ایک واقعہ پیش آیا۔ جب لریسا چار میل رہگیا تو بیرن نے گھوڑے کو تیز کیا میں نے کہا بیرن تمہیں
جلدی کیا ہے ہم دونوں چل تو رہے ہیں ساتھ پہونچ جائینگے۔ اُس نے جواب دیا جتنا جلد ممکن ہو مجھے سب سے
پہلے لریسا پہونچ جانا چاہئیے۔ میں نے دیکھا کہ ایسا کوئی خاص کام تو نہیں ہے جس سے بیرن تلملایا جاتا ہو
یہ بات کیا ہے مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس جلدی کا سبب دریافت کیا آخر وہ کھل ہو گیا اور اُس نے
بیان کیا۔ سب سے پہلے مجھے لریسا پہونچنا چاہئے کیونکہ میں جرمنی ہوں یہ سنتے ہی میرے مرچیں لگ گئیں اور
میں نے دیکھا کہ خون اور گوشت کا معاملہ آپڑا ہے میں نے کہا حضرت اگر آپ جرمنی ہیں تو بسم اللہ میں بھی
انگریز ہوں آئیے گھوڑے دوڑائیں دیکھئے کس کا گھوڑا آگے نکل جاتا ہے میں ایک عمدہ گھوڑے پر سوار
ہوا اور مہمیزیں ماریں میرا گھوڑا برابر سے نکلا اور میں تین منٹ پہلے پینی اس کے پل پر پہونچ گیا میں پل پر کھڑا
نہیں ہوا بلکہ میں نے بیرن کا انتظار کیا۔ کیونکہ اُس نے گذشتہ شب کو مجھ پر بہت مہربانی کی تھی۔ میں ہرگز بیرن کے

ساتھ گھوڑ دوڑ نہ کرتا اگر وہ اس بات کی شیخی نہ مارتا کہ میں جرمنی ہوں میاں کی ساری شیخی کرکری ہوگئی۔ غرض پھر ہم پہلو بہ پہلو پل پر چلے جہاں سے گریکف پاشا نے وائنا میٹ اٹھایا تھا سوائے گریکف کے ہم پہلے ہی غیر ترک تھے جو لرلیسا میں داخل ہوئے ابھی تک ترکی پیادہ فوج بھی آگے نہ پہونچی تھی۔ میری اردلی کے سپاہی اور الیاس دس منٹ ہم سے پیچھے تھے اور یورپی نامہ نگار وغیرہ ایک گھنٹے کے بعد آکے پہونچے ہیں۔ پہلے مسٹر بگہم لنڈن ٹائمس کے نامہ نگار آئے۔ اور پھر مسٹر ویلڈن مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار +

ہم نے ارناوتوں کی ایک پر جلال رجمنٹ دیکھی جس کو پرزلینہ بٹالین کہتے ہیں جو سبز چراگاہوں میں سے ہوتی ہوئی پل پر سے بڑے زور کے نعرے مارتی ہوئی اور تالیاں بجاتی ہوئی آرہی تھی +

ہر جگہ ترکوں کا جنگی انتظام تعریف کے قابل رہا۔ لرلیسا میں شاہراہ کے سر داخلہ پر سنتریوں کا پہرا کھڑا کر دیا گیا تھا اور سوائے ایک بڑے رستہ کے کسی کو بھی کسی اور طرف جانے کا حکم نہ تھا۔ ہر ہر گوشہ پر پہرا کھڑا کر دیا تھا کہ اُن سپاہیوں کو ٹھیرا لیں جن کے پاس لوٹ کی کوئی بھی چیز دیکھی جائے۔ بہادر بھوکے سپاہیوں کے لئے یہ بات بہت ہی مشکل تھی کہ وہ ان مرغیوں۔ گوشت کے ٹکڑوں اور بادام کی تھیلیوں کو ہاتھ سے پھینک دیں جو انہوں نے اُٹھالی تھیں اُنہوں نے کسی سے چھینی نہ تھیں اور نہ کسی کے گھر میں گھس کے لی تھیں۔ لوگ بھاگتے ہوئے گھبراہٹ میں رستہ چلتے پھینک گئے تھے اُن بیچاروں نے اُٹھالی تھیں اب سمجھنے کی بات تو یہ ہے اور اس زبردست انتظام کو دیکھ کر اور بھی یوں تعجب آتا ہے کہ جنگ سے پہلے یونانیوں نے ترکوں کو کس قدر بھڑکایا تھا اور اُنہیں اپنی ظالمانہ حرکات سے کس قدر اشتعال دلائی تھی اور پھر ترک غلبہ پاتے پر ایسے منتظم اور رحیم بنے رہے۔ اس سے بہتر کسی یورپی فوج کا چال چلن نہ ہوگا اور نہ کوئی یوروپی فوج اپنے دشمن کے ساتھ ایسا برتاؤ کر سکتی ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا نمونہ موجود ہے۔ دیکھو بہت سے یونانی بھاگ کے چلے گئے تھے اور بہت سے موجود تھے ترکوں کی حفاظت میں آنے سے اُنہیں بہت ہی چین ملا ورنہ دو روز گذشتہ میں تو خود اُن ہی کے بھائی یونانیوں نے اُن کا آچار نکال دیا تھا بدمعاش ڈاکو یونانی سپاہیوں کے ساتھ مل گئے تھے اور پر امن شہری باشندوں کو دھڑا دھڑ لوٹ رہے تھے۔ ظالم بدطینت بزدل یونانی سپاہیوں نے خود ہی اپنی یونانی بہنوں سے زنا بالجبر بھی کیا تھا اور نہایت بیدردی سے اُنکے عصمت کے تاج کو نوچا تھا بڑے معتبر سپاہیوں نے ہم سے یہ بیان کیا کہ ہم پر یہ مظالم یونانی فوج نے توڑے۔ ایک بطریق اور ایک اطالی بھی اس شرمناک امر کی شہادت دینے والوں میں تھا +

ترکی سپاہیوں کو در شرافت نے ہر ممکن کوشش سپاہ کو لوٹ سے باز رکھنے کی کی۔ ان کے انتظام کی اتنی سختی تھی کہ چند سپاہیوں کو صرف مرغی کے بچوں اور بھیڑوں کے لیجانے پر بیتیں ماریں لریسا میں صرف ایک مقام پر آگ لگی اور یہ بھی اتفاقی تھی۔ تمام رستہ میں ہم نے تین مردہ شخص پائے دو یونانی سپاہی تھے اور ایک ملکی عہدہ دار ہم نے دیکھا کہ چھ یونانی قید ہوکے آئے اُن میں تین سپاہی ایک کپتان اور دو بے قاعدہ فوج کی سپاہی تھے۔ سب حقیر پستہ قد نہایت ذلیل حالت میں تھے ان کے چہرے مسخ ہو رہے تھے اور بہت ہی شکستہ دل تھے۔ اگر یونانی سپاہ میں اُن ہی جیسے دبلے ہاتھ پیر کے سپاہی تھے تو کچھ تعجب نہیں ہے کہ وہ زبردست پرشان وشوکت وجیہ چوڑے چکلے ہاتھ پیر اور چکلے سینہ والے ترکوں سے کیونکر برسر آسکتے ہیں یہ تمام قصور

سر آشمیڈ بارٹلٹ نے اگر یونانیوں کو نہ دیکھا ہوتا تو اسوقت یہ کہا جاسکتا تھا کہ اس نے یونانی سپاہیوں کی جسمانی حالت کی کمزوری محض ناواقفیت سے بیان کی ہے مگر جبکہ اب تحقیق ہو آیا اور جب اسکی نگاہ سے ہزارہا یونانی گزر چکے اور پھر اُسنے یہ چلتی ہوئی گپ لگائی اور اتنا جھوٹ بولا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے وقائع نگاری کے کچھ فرائض ادا نہیں کئے اسکی بہت سی باتیں محض فرضی اور خلاف واقع ہی ہیں اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک تعلیم یافتہ شخص ہو کے پھر اسقدر جھوٹ کیوں بولتا ہے۔ جن یونانیوں کی کمزوری کی وہ یہ کیفیت بتاتا ہے وہ ہرگز ایسے نہیں ہوتے۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ترکوں کے بچے جو بالکل بے ریش وبروت تھے اور جو یونان میں لڑنے کو بھیجے گئے تھے بہ نسبت یونانیوں کے بہت ہی نحیف اور کمزور تھے اکثر ہم نے یونانیوں کو زبردست سرخ و سفید اور چکلی ہاڑی والا دیکھا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ جسمانی قوت میں ترکوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ صرف ارناوتوں سے وہ کسی قدر کم ہوں لیکن نہیں مجموعی حالت کا مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو یونانی ارناوتوں سے بھی کم نہیں نکلنے کے۔ مسٹر اشمیڈ بارٹلٹ کا یہ قیاس محض غلط ہے کہ ترکوں کو یونانیوں پر اسی لئے فتح ہوئی کہ وہ ان کی نسبت قوی ہیکل تھے بلکہ فتح کے اور اسباب تھے اور یہ بھی غلط ہے کہ یونانیوں کی تعداد بہ نسبت ترکوں کے کم تھی بیش و کم تین لاکھ فوج یونان میدان جنگ میں لایا تھا لیکن سپاہی بے انتہا نافرمان اور سرکش ہوں تو وہ ترکوں کی مطیع قدم قدم پر جان دینیوالا سپاہی کے آگے کیونکر ٹھیر سکتے ہیں سامان حرب بھی یونانیوں کے پاس کچھ کم نہ تھا اسلحہ بھی وہی تھے جو ترکوں کے پاس تھے ہاں فرق تھا تو اسقدر کہ ترکی سپاہی بچوں کی طرح اپنے افسر کی اطاعت کرتا ہے اور ہر سخت سے سخت تکلیف برداشت کرنیکا عادی ہے برخلاف یونانی سپاہی کے وہ اپنے افسر کو ایک ذلیل اور لاشے محض سمجھتا ہے اور سپاہیانہ خو بو اُس میں نہیں ہوتی اور چھکا ایمان اول نمبر کا ڈاکو اور انتہا درجہ کا نکارہ یہ اعمال شجاعت کے منافی ہوتے ہیں اور ہرگز ایسے نالائق ہتیار بند کو سپاہی نہیں کہہ سکتے ۔

یونانی حکومت کا ہے کہ بغیر کسی سامان کے اس نے ایسی زبردست سلطنت کے مقابلہ میں تلوار اُٹھائی۔ ترک جب لریسا داخل ہوئے ہیں تو دس بڑی توپیں بے انتہا سامان حرب اور بیشمار سامان باربرداری اور سامان رسد اور پانچہزار گراس رئفل اپنے ساتھ رکھتے تھے +

پنیوس کے پل عبور کر کے ہم ایک بڑی شاہراہ میں جا کے کھڑے ہوئے۔ یہاں ایک خوبصورت مسجد بھی تھی اور یہاں سے دریا اور پل کا نہایت دلکش نظارہ ہو رہا تھا۔ ہم نے اسی مقام سے ترکی پیادہ فوج کو گذرتے ہوئے ...... ملاحظہ کیا۔ بٹالن بٹالن بڑی آن بان سے گذر رہی تھی۔ اگرچہ گرمی اور خاک نے ایک قہر برپا کر رکھا تھا مگر پھر بھی ایک مغرور اور فتحمندی کی جھلک سب کے چہروں پر نمایاں تھی۔ ترکی فوجی دستوں پر جو شان و شوکت برستی تھی وہ عجیب و غریب تھی اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ سرزمین تھسلی فتح کر چکے تھے اور عثمانی ہلال اُنہوں نے ایک دفعہ اور لریسا پر اُڑا دیا تھا۔ مسلمان باشندوں کا ایک گروہ رستہ میں کھڑا ہو گیا اور وہ ترکی لشکر کو دیکھ دیکھ کے پھولے نہیں سماتے تھے۔ چند گذشتہ روز فی الحقیقت ان پر بہت ہی سختی کے گزرے تھے اور وہ وقت اُن پر بڑی ہی مصیبت کا تھا کہ یونانی فوج قیدیوں کو چھوڑ کے خود چلتی بنی تھی۔ اور ڈاکوؤں نے لوٹنا اور کھسوٹنا شروع کر دیا تھا۔ تھسلی کے یہ مسلمان ہماری خدمت کرنے کے لئے لوٹے پڑتے تھے۔ ہمارے گھوڑے پکڑنے کی درخواست کرتے تھے اور کھانے کی صلاح کر رہے تھے۔ مسٹر وبلڈسن بھی یہاں موجود تھے۔ جنہوں نے سلطان المعظم کے ایڈیکانگ کے ساتھ ہماری عکسی تصویر اُتاری اور اسی طرح فوج کا داخلہ کے وقت فوٹو لیا +

مصطفےٰ ناطق بے تمام لریسا کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے فوراً ہمیں رہنے کی جگہ بتائی۔ ہمارے پاس ہی بیرون سوئن برگ اور مسٹر بیکھم اور مسٹر وبلڈن مقیم تھے یہ بہت ہی اعلےٰ درجہ کا مکان تھا اور شاید اس سے بہتر لریسا بھر میں بھی نہ ہو۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ ولیعہد یونان یہیں رہا کرتا تھا اور یہ خوبصورت مکان اُس نے اپنے لئے بنایا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک بنک بھی ملحق تھا جس سے بیرن کو بہت ہی تردد ہوا اس نے مصر ہو کے کہا کہ بنک کے کل دروازے مقفل کر دیئے اور اُن پر مہر لگا دی جائے۔ بنگ میں اعلےٰ درجہ کا حجرۂ خواب ہمارے لئے تجویز ہوا۔ اس میں دو امیرانہ بستر لگے تھے۔ ہر قسم کے نفیس قیمتی کپڑے رکھے ہوئے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ صاحب خانہ

یہاں سے آچانک بھاگ کے چلے گئے ہیں۔ جرمنی عطریات کے قرابے بھرے ہوئے ایک جانب رکھے تھے یہ کبھی بھی سمجھ میں نہ آسکتا تھا کہ تنگ پینے خواتین ایسا امیرانہ سامان رکھتا ہوگا۔ برابر کے کمرہ میں جو ہمارے کمرہ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ صرف تین کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ تینوں کتابیں فرانسیسی زبان میں تھیں ان میں ایک کتاب کا نام تو پیرس کے راز تھا۔ دوسری زولا کے بیان میں تھی اور تیسری کتاب نپولین بوناپارٹ کی رازدارانہ تاریخ تھی +

ہم نے پانی کی بہت ہی تکلیف اٹھائی۔ بڑی پیاس لگ رہی تھی۔ ابھی تک شراب بھی نہ ملی تھی۔ اور برابر کے کوئیں کا پانی بسبب بو اور مزے کے مشتبہ ہوگیا تھا۔ ترکی حکام نے فوراً اولمپی ہوٹل کے تہخانوں پر مہریں لگادیں۔ اور کسی شخص کو اجازت نہیں تھی کہ وہ اندر جا کے شراب لے آئے۔ ہم نے بہتیرا کہا کہ ہمیں تھوڑی شراب دیدیجائے مگر انہوں نے مہر توڑنے سے انکار کیا۔ ہوٹل کا مالک یونانی فوج کے ساتھ ایک دن اس سے پہلے چلا گیا تھا۔ اور اسی طرح بہت سے دکاندار اپنا چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ جب انہوں نے ترکوں کے شریفانہ برتاؤ کی شہرت سُنی۔ تو وہ بتدریج آنے شروع ہوئے۔ بہت سے موقعوں پر تو یونانی دوکانداروں نے یہ دیکھا کہ اُن کی دکانیں چھٹے ہوئے قیدیوں اور خود یونانی سپاہیوں نے لوٹ لی ہیں۔ جہاں ترکوں کا گذر ہوا اُس حصہ کے یونانی تو بڑے ہی آرام سے رہے اور انہیں ترکوں کے ہاتھ سے سوائے راحت کے کچھ تکلیف نہیں پہونچی +

چھٹا باب

نظارۂ جنگ

بہت آسانی سے ہم ترکی اور یونان کا نظارہ جنگ دیکھ سکتے ہیں۔ تمام واقعات اچھی طرح معلوم تھے اور میں نے تو اس گھڑی سے ہر ایک معرکہ کو دیکھا۔ اور اس کی صداقت کا ایسا ... جز لگایا۔ کہ کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا مختلف واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا انہیں سمجھا اور غور ... نوں فوجوں کے حالات جو کچھ قلمبند ہونگے وہ چشم دید بھی ہوں گے اور بہت ... لے تو بے انتہا ہے البتہ مختلف حالتوں میں ضرور میرے اور دوسروں کے

بیانات سے اختلاف ہوگا اور قدرتی تعصب جو یونانی فوج کے ساتھ کے نامہ نگاروں کو ترکوں سے تھا۔ شاید اختلاف کا باعث ہو پھر بھی انسان صداقت کا بآسانی کھوج لگا سکتا ہے ✤

ماہ مارچ کے آغاز میں یہ سنا گیا کہ یونانی گورنمنٹ ترکوں سے جنگ کرنا چاہتی ہے کیونکہ کرنیل ویس فوج دے کے کریٹ میں اُتار دیا گیا تھا۔ کریٹی دریا میں ترکی بار برداری کے جہاز پر یونانیوں نے گولہ باری کی تھی اور تھسلی میں یونانی افواج جمع ہو رہی تھیں۔ اب ان سب باتوں سے یونان کا ارادہ جنگ ثابت ہو رہا تھا۔ ترکی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔ یعنے مقدونیہ میں فوج جمع کرنی شروع کر دی تھی اور جینیا کی فوج قلعہ کو بڑھا کے پورا ڈویژن کر دیا تھا۔ مارچ کے اختتام پہ پچاس ہزار ترکی لشکر ایلوسونا کے اندر اور اُس کے گرد ادہم پاشا کی سرکردگی میں تیار ہو گیا تھا یہ مقام یونانی حدود سے ملا ہوا ہے۔ مارشیل ادہم پاشا نے نہایت دانائی سے اس مقام کو اپنا لشکر گاہ بنانے کے منتخب کیا تھا۔ کیونکہ یہ زاویہ کے شکل میں پنڈس پہاڑ کے سلسلہ میں جانب جنوب چلا گیا ہے۔ ایلوسونا بڑا ہی موزون اور مضبوط مقام ہے اگر یونانی اپنی حدود کی مغربی یا مشرقی جانب سے مقدونیہ پہ حملہ کرنے تو اُن کی پوری مزاج پرسی ہو سکتی تھی۔ یہ درہ ملونا کے بھی قریب تھا۔ جو خاص سڑک ہے۔ مقدونیہ سے تھسلی میں جانے کی۔ یونانیوں نے اپنی فوجیں لریسا ترخالہ اور آرطا میں اپی روٹ کی سرحد پہ جمع کی تھیں۔ جنگ کا شوشہ ایک رازدارانہ انجمن سے اُٹھا تھا جو ایتنا مگ ہیٹی ریا کے نام سے مشہور ہے۔ اس انجمن نے تو وہ رنگ اختیار کیا تھا کہ کچھ عرصہ تک تو یونان کے تمام سیاسی معاملات اسی کی مٹھی میں ہے اس نے بہت واضعان قوانین اور فوجی افسروں پر اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا۔ جنگ شروع ہونے سے تین مہینے پہلے تو یہ انجمن ایسی قوی تھی کہ گورنمنٹ کی بھی اس کے آگے کچھ ہستی نہ تھی۔ . . . .

ساری شرارت اسی انجمن کی تھی۔ اس نے یونانیوں کو جنگ ہی کے لئے نہیں اُبھارا بلکہ لوگوں کو ہتیار دے دے ترکی حدود میں بھیج دیا کہ جا کے چھاپا مارو۔ ترکوں کو قتل کر دو اور انہیں مار کے نکالو ✤

فی الحقیقت یہ انجمن ایک خطرناک اور نقصان رسان انجمن تھی۔ اس انجمن کے ممبر نصف تو نوجوان یونانی تھے اسکے رہنما بڑے ہی حوصلہ مند اور بے مواخذہ تھے کیونکہ انہوں نے

علاوہ ملکی عہدہ داروں کے شاہی خاندان کو بھی چپر غٹو بنا دیا تھا۔ انہوں نے بھی کریٹ میں دست اندازی کر دی تھی اور ایک خطرناک چال چلنی شروع کر دی تھی جو انہیں کبھی لازم نہ تھی انجمن نے اپنی اغراض کی اشاعت دی اور اسلاح اور جوش پیدا کر دینے والے کریٹ میں بھیجنے شروع کر دیئے اسی راز دارانہ انجمن نے شاہ یونان کو کرنیل ویس کے بھیجنے پر مجبور کیا۔ اور تیسرے انہوں نے شاہ کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ تھسلی میں فوجوں کو جمع کریں۔ باہر کے لوگ کیا جانیں کہ اس انجمن نے کیا کیا غضب ڈھائے اور کیا کیا ستم برپا کیے ہیں +

مصر اور ایشیائے کوچک میں اس انجمن کا خطرناک جال پھیلا ہوا تھا اور اسی انجمن کے زہریلے اثر نے سلطان کی یونانی نوجوان رعایا کے خیالات بدل دیئے تھے ہزاروں یونانی چھوکرے قسطنطنیہ سمرنا اور مصر سے جہازوں میں بیٹھ بیٹھ کے یونان آنے شروع ہو گئے تھے تاکہ ترکوں کے خلاف جنگ کریں۔ ترکی حکام نے کوئی عاجلانہ کارروائی اس بے سری فوج کے روکنے کے لئے نہیں کی۔ مگر اس انجمن کی کوئی کوشش اور ریاست یونان کے کسی قسم کے جوڑ توڑ مقدونیہ کے یونانیوں کو برانگیختہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مقدونیہ کے یونانی نہ تو جنگجو ہیں اور نہ ترکی سلطنت سے ناراض ہیں۔ ایپرس میں کچھ بے چینی سی پائی گئی تھی۔ لیکن وہ بھی وہیں سرد ہو کے رہ گئی یہ انجمن چونکہ اپنی جنگ اور کوششوں میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کی قدر یونانی گورنمنٹ کی آنکھوں سے جاتی رہی اور اس کی ایسی حالت خراب ہو گئی کہ مسٹر ریلینز نے مئی کے اخیر دنوں میں اس کے کل راز داں کاغذ گرفتار کر لیے اور اس کے افسروں کو دھمکایا اور کہا کہ سب کو پھانسی دیدی جائے گی +

مارچ کے اخیر میں برف کے گلنے اور رستوں کے صاف ہونے دونوں ملکوں کے تعلقات میں ایک نازک پیچیدگی پیدا کر دی دونوں طرف سے بکثرت امدادی فوجیں آنی شروع ہو گئیں اور ایک خطرناک رنگ نظر آنے لگا +

جن خط پر کہ دو لشکر مقابل ہوئے تھے وہ ۲۰۰ میل سے زیادہ طولانی تھا۔ بحر ایجین سے ترکی سرحد پر پلٹا۔ مونا کے مشرق تک اور ایڈریاٹک کے مغرب تک جس میں آرٹا اور پرویسا ہے۔ بلا ہوا تھا یہ ملک اکثر مقامات پر محض وحشی اور ناکارہ تھا۔ قریب قریب تمام تھسلی کی حدود تک پھیلی ہوئی تھی۔ یونانی اور ترکی فوجی چوکیاں پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ایک دوسرے کے مد مقابل قائم

تھیں۔ آرٹا کے قریب سرحد اپی روٹ کے جنوبی حصہ میں ترکی سرحد زیادہ مسطح اور کھلی ہوئی تھی دو ترکی مرکز تھے تھسلی کے لئے مقدونیا و رایلوسونا اور پیریس کے لئے جینیا۔ یونانیوں کا ہیڈ کوارٹر لریسا اور آرٹا میں تھا ✠

ترکی لشکرگاہ کا اصلی مقام سلونیکا تھا۔ جس کا اتحاد ریل کے ذریعہ سے ۱۸۹۶ء میں قسطنطنیہ سے ہو چکا تھا یعنے یہاں سے سیدھی قسطنطنیہ تک ریل جاتی ہے۔ تمام لشکر کی ترتیب سامان رسد کی فراہمی ایک قابل افسر کاظم پاشا کے سپرد تھی۔ اور انہیں ملکی گورنر رضا پاشا والئے سالونیکا مدد دی رہے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ لشکر معہ سامان باربرداری اور سامان رسد اور سامان حرب کے بغیر کسی تعویق اور دیری کے بہت جلدی کے ساتھ سرحد پر اُتار دیا گیا۔ ترکوں کی اس شتابانہ کارروائی سے تمام یورپ دنگ رہگیا کاظم پاشا اس معاملہ میں سب سے زیادہ تعریف کا مستحق ہے جس میں لشکر کے ترتیب دینے کی غیر معمولی قابلیت ہے ریل مناستر تک ۵۰ میل سلونیکا کے آگے کلیفیریا جا کے ختم ہو جاتی ہے اور یہاں سے باربرداری کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔ ہر شے لداؤ جانوروں پر یا گاڑیوں پر لیجائی جاتی ہے کلیفریا سے ایلوسونا کا ۵۰ میل کا فاصلہ ہے خچروں چھکڑوں کا رستہ بھر تا نتا بندھا ہوا تھا اگر سمندر ترکی کمان میں ہوتا تو جس قدر اس لشکر کے سرحد پہنچانے پر وقت اور خرچ ہوا ہے۔ اُس سے سمندر کی راہ سے نصف ہوتا ✠

یونانی لشکر دولو میں جمع ہو رہا تھا۔ یہ شاداب بندر ایتھنس سے ۲۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور ریل نے لریسا سے اسے ملا دیا ہے جو ۳۰ میل ہے پھر یہاں سے یہ ریل فرسالا۔ ترخالہ اور کلابکا سے جو اسّی میل میں مل گئی ہے۔ اسکا جنکشن ویلیس ٹونو میں ہے جو دولو سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اس لئے یہ مقام جنگ کی جان ہے۔ چونکہ یونانیوں کو سمندر پر کمان حاصل تھی۔ انہوں نے بہت آسانی سے پیریس سے دولو پر فوج اُتار دی اور پھر یہاں بذریعہ ریل گاڑی تھسلی پہنچا دی گئی۔ ایتھنس سے سرحد تک خشکی کا رستہ بہت طولانی اور خراب ہے اگر یونانیوں کے پاس بحری کمان نہ ہوتی تو سرحد پر فوجوں کا جمع کرنا ممکن ہو جاتا ✠

بماہ مارچ ۱۸۹۷ء میں اسٹرپا نے یہ تجویز کی تھی کہ پیریس اور دولو کا رستہ بند کر دیا جائے تاکہ یونان تھسلی میں فوج نہ اُتار سکے اور اس صورت سے جنگ و پیر کی او پہ ٹل جائے گی اور یہ گویا

یونانیوں کے حق میں بہت ہی بہتر ہوگا مگر ریڈیکل فرقے کے دباؤ سے انگلستان نے اسے منظور نہ کیا اور یہ تجویزیں یوں ہی پیش ہوکے رہگئیں۔ تھسلی کی سرحد پر اپیریس میں جنگ کے شروع ہونے کے وقت ایک لاکھ تیس ہزار فوج تو ترکوں کی جمع تھی اور نوے ہزار یونانیوں کی تھی اس کل فوج کی کمان ادہم پاشا کے ہاتھ میں تھی جس کا لشکرگاہ ۲۵۔ اپریل تک ایلوسونا میں تھا۔ احمد حفظی پاشا اور مصطفی پاشا اپیرس کی فوجوں کی کمان کر رہے تھے اور اُن کا لشکرگاہ جینیا اور پوریس کے پرانے قلعوں میں قایم کیا گیا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو ادہم پاشا کی ماتحتی میں ایک لاکھ فوج تھی جو چشم زدن میں ایک آفت برپا کر سکتی تھی یہ لشکر چھ ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ان ڈویژنوں کے افسر حمدی۔ حقی۔ نشاط۔ خیری۔ ممدوک اور حمید پاشا تھے۔ یونان کی افواج کا ولیعہد شہزادہ برائے نام سپہ سالار تھا۔ اُس کی ماتحتی میں دوبوا اور کلابکا میں ستر ہزار فوج تھی مگر خاص فوج لریسا کے شمالی جانب ٹرینوس اور درہ ملونا کے بیچ میں جمع کی گئی تھی اور بکثرت زبردست فوج پہاڑی حدود کے دائیں بائیں روانہ کر دی گئی تھی۔ مغرب کی طرف آرٹا میں کرنیل مینس پندرہ ہزار فوج کی کمان کر رہا تھا اصلی جنگ تو ۱۷۔ اپریل کو شروع ہوئی۔ جب کہ سلطان المعظم اور اُن کی گورنمنٹ نے اعلان جنگ دیدیا۔ یوں تو معمولی لڑائیاں سرحدوں پر بہت دن پہلے سے ہو رہی تھیں۔ یونانی بیقاعدہ فوجیں برابر ترکی حدود پہ دھاوے مار رہی تھیں۔ بالخصوص گریونیا اور بنزیریس میں تو انہوں نے ایک قہر برپا کر دیا تھا۔ یونانی پنشن یافتہ افسر کمان کر رہے تھے اور دوسرے مقام پر یونان کی باقاعدہ فوج بھی بے قاعدہ کے ساتھ شریک ہوگئی تھی۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو سلطان المعظم نے اعلان جنگ دینے میں پیشدستی کی۔ اور فی الحقیقت آپ اس معاملہ میں جانب حق تھے +

ہم ان حملوں کے واقعات تحریر کرنے کے قابل ہیں اور ان کے حالات اُن انگریزی اخبارات کے نامہ نگاروں کی چھٹیوں میں مفصل لکھے ہوئے ہیں جو سرحد پر موجود تھے +

۹۔ اپریل کو دو ہزار فوج بیقاعدہ کے یونانی کوتسکوس میں جو کلابکا کے قریب ہے جمع ہوئے۔ ان کے افسر رازدارانہ انجمن کے ممبر تھے اور ایم گوسپویذات خود ان کی کمان کر رہا تھا یہ شخص اسکندریہ کے انگریزی بنک کا منیجر تھا۔ اور رازدارانہ انجمن کا بڑا زبردست رہنما تھا۔

اتھنس میں بھی اس حملہ کی خبر ہوگئی تھی اور اسی دن اس پر بحث بھی شروع ہوگئی تھی ۔ یہ سب لوگ مسلح تھے اور یونانیوں کے گراس رئفل و سنگینین ان کے پاس موجود تھیں ۔ ہر ایک کے پاس ایک علامت تھی جس پر حروف E E کندہ تھے ۔ ان کے افسر دو یونانی پنشن یافتہ تھے جن کا نام سیلوتس اور کیپا پولس تھا ۔ ان میں چند بڑے بڑے سردار بھی تھے جن میں سے ایک مفرس نامی بالیٹن میں مارا گیا تھا ۔

پہلے بڑی خاموشی اور سنجیدگی سے پادری نے نماز پڑھائی اور بعد ازاں ان جوشیلے مجاہدین کو برکت دی ۔ پھر ان حملہ آوروں نے اپنے کو تین دستوں میں منقسم کیا اور سرحد کو عبور کر کے کرینیا پہنچے ۔ مقصد یہ تھا کہ کرینیا پر قبضہ کریں اور ترکی آمد و رفت کے رستہ کو جو تھسلی اور اپیرس کے بیچ میں ہے کاٹ ڈالیں ۔ سرحد سے کرینیا صرف پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور مشہور ترکی مقام ششرزود کے شمال شرقی جانب تیرہ میل ہے ۔ کریونیا ۔ جانب شمال شرق کرینیا سے ۵ امیل ہے ۔ یہاں ایک بشپ رہتا ہے اور یہ شہر ضلع کے خاص شہروں میں ہے ۔ اس میں ولاچی لوگ آباد ہیں ۔

ان حملہ آوروں نے مفدونیا اور اپی روٹس کے عیسائیوں کو اعلان دیا کہ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ اور بغاوت کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور ترکوں کو قتل کر ڈالو ۔ مگر انھوں نے سوائے خاموشی کے کچھ جواب نہ دیا ۔ غرض پادریوں کے ساتھ ان جوشیلے مجاہدین نے ترکی چھوٹے چھوٹے فوجی تھانوں پر حملہ کیا اور چار سنگی چوکیوں پر قابض ہو گئے آٹھ ترکوں کو قتل اور آٹھ کو گرفتار کر لیا ۔ پھر انھوں نے ترکوں کی باقاعدہ فوج کی کمپنی پر بالٹن گاؤں کے قریب حملہ کیا دو ہزار مسلح سپاہیوں کے آگے ایک کمپنی کی کیا حقیقت تھی ۔ یونانی افسر فوج نے ترکی کمپنی کے لیفٹننٹ سے کہا کہ ہتھیار رکھ دو ۔ اس بہادر ترک نے جواب دیا " یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہم اسی جگہ پر کٹ کٹ کے مر جائیں گے مگر ہتھیار نہیں دینے کے " یہ سنتے ہی کمپنی پر یونانی حملہ آور ہوئے سو ترکوں نے شنبہ کی شب تک اس کثیر فوج کے حملہ کو بہت ہی شجاعت سے روکا اور کالنگبہ جواب دیتے رہے مگر جب پانی سر سے گذر گیا تو ناچار مقام کو چھوڑ کے واپس چلے آئے ۔ ڈیلی کرانکل کا نامہ نگار ۱۰ ویں اپریل کو بقاعدہ فوج کے کیمپ سے بذریعہ تار برقی یہ اطلاع دیتا ہے

علی الصباح شنبہ کے روز میں برف ہی میں گیا تاکہ میدان جنگ کا ملاحظہ کردں۔ یہ مقام ایک عجیب گاؤں کے بیچ میں واقع ہے۔ یونانی بے قاعدہ فوج ادہر اُدہر دوڑی دوڑی پھرتی تھی اور ترکوں کی ایک چھوٹی سی فوجی چوکی پر چاروں طرف سے آگ برس رہی تھی۔ مگر اُن کے فیروں کا اُن پر کچھہ بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔ دوپہر کو جب میں تار دینے گیا ہوں اُسوقت بھی میں نے ترکوں کو ان کی جگہ پر قدم جمائے دیکھا۔ غالباً وہ سب قید کر لئے جائینگے۔ کیونکہ چاروں طرف سے یونانیوں کی کثیر تعداد فوج نے انہیں گھیر لیا ہے اس وقت تک دس یونانی مارے جا چکے ہیں اور ان کا سردار بمقرس مقتولین میں سے ہے اور بہت سے مجروح ہوئے ہیں +

حملہ آوروں کا بڑا گروہ چند میل تک اور آگے بڑھ گیا تھا۔ لیکن حقی پاشا کی فوجیں اُنکے گرد جمع ہونی شروع ہو گئی تھیں اور اب ان یونانیوں کو یہ خوف ہوا کہ مبادا اُن کے بھاگنے کا رستہ بھی نہ کاٹ دیا جائے۔ سیف اللہ بے جو عثمانی لشکر کا ایک زبردست اور ہوشیار افسر ہے اس نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا تھا۔ یونغاسی پر اسی اثنا میں جنگ ہوئی اور اسلام پاشا نے ان یونانیوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ بیچارے حملہ آور بے تحاشا بھاگے اور یونانی حدود میں آکے دم لیا۔ ڈیڑھ سو یونانی اس جنگ میں کام آئے۔ ان یونانی حملہ آوروں میں ۸۰ اطالیہ کے سپاہی تھے اور ان کا مشہور و معروف افسر ابل کاریرانی تھا۔ برف خوب ہی پڑ رہی تھی اور یہ نازک بدن اطالی اس کی برداشت نہ کر سکتے تھے ترکوں کے ایک ہی حملہ سے یہ سب تتر بتر ہو گئے اور ان میں سے ۱۴ آدمیوں نے بمشکل بھاگ کے جان بچائی +

غرض بیٹنا تک ہٹیریا کا پہلا حوصلہ یوں خاک و خون میں ملا دیا گیا۔ کمال یہ ہوا کہ اس فاش شکست پر بھاگے ہوئے یونانی بہادروں نے جو تار برقیاں ایتھنس روانہ کیں۔ اس میں یہ لکھا "کہ ہم نے تمام ترکی بٹالن کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دیئے اور ہم نے گریونیا پر قبضہ کر لیا۔ اور ترکی کیفنٹ لشکر کو کاٹ ڈالا۔ ایک یونانی اخبار نے اس فرضی فتح پر یہ خامہ فرسائی کی تھی" آغاز جنگ ہو گیا ہے اور ہمیں اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ اب تمام ڈپلومیسی۔ عہد و پیمان اور خیالی رائوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اب فصیح آوازیں بلند ہونے لگی ہیں۔ وہ آوازیں جو سب کو سنائی دیں گی +

یہ تمام خبریں دو دن کی چاندنی اور پھر وہی اندھیری رات کی مصداق ہو رہی تھیں۔

جب ایتھنس میں حقیقت کھلی تو ایک تھلکہ عظیم برپا ہوگیا۔ لنڈن ٹائمز کا نامہ نگار ایتھنس اس کی بابت یہ خبر دیتا ہے "جب یہ کھل گیا کہ مقدونیہ کے حملہ میں یونانیوں کو بجائے فتح کے سخت شکست ہوئی ہے تو یہاں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہوگیا۔ ایتھنا اکس ہٹیریا تو گورنمنٹ یونان پر الزام لگاتا ہے اور گورنمنٹ یونان مجاہدین کی اس انجمن کو یقین تھا کہ اس کی فوجوں کو یونان کی باقاعدہ فوج مدد دے گی اور اس طرح سے جنگ شروع ہو جائے گی۔ بعض یونانی اخبار حکام یونان پر گالیوں کا مینھہ برسا رہے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ نہ گورنمنٹ کو دربار پر بھروسہ ہے اور نہ دربار کو گورنمنٹ پر۔ قوم اپنی ضرورتوں کو جانتی ہے اور حکام ڈانوا ڈول ہو رہے ہیں وہ لکھ رہے ہیں کہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ڈھائی ہزار فوج پارہ پارہ کر دی جائے اور سرکاری لشکر اس کی مدد پر نہ پہونچے "

ایم ڈیلی اینس وزیر اعظم یونان اس بات سے مطلق انکار کرتا ہے کہ حملہ آوروں میں ایک بھی افسر باقاعدہ فوج کا نہ تھا۔ ایم اسکاوزنے اس کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ترکوں نے پہلے زیادتی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ یونانی سپہ سالار نے ادہم پاشا کو اطلاع دے دی تھی کہ اس قسم کے مہم ہونے والی ہے اور میں اس مہم کو بالکل نہیں روک سکتا کیونکہ میری طاقت سے باہر ہے۔ ترکی حدود میں یونانیوں نے اور بھی کئی بار حملہ کیا تھا۔ ڈیلی کرانکل کی تحریر کے مطابق ۱۴۔ اپریل کو یہ ناجائز حملے ہوئے تھے۔ (۱) اپیرس دریائے آرٹا کو عبور کر کے ہزاروں یونانی جنیا پر بڑھے تھے (۲) بالٹمن میں جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے (۳) ڈسکہ ٹا میں جو سٹوتو وس کے شمال مغربی جانب ۲۷ میل کے فاصلہ پر واقع ہے (۴) خلیج نزیس میں جو ویل آف ٹیمپی کے شمال جانب مشرق میں بہت فاصلہ پر واقع ہے۔ یونانیوں کے ان چار حملوں میں سے صرف بالٹمن کا نتیجہ بہت ہی خطرناک نکلا باقی تین حملوں میں اُن کا زیادہ نقصان نہیں ہوا +

یونانیوں کے ان حملوں سے ترکی غصہ سے بھڑک اٹھی اور اس نے ایک سخت نوٹ دول یوروپ کے پاس بھیجا اب بھی سلطان جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے اور ۱۲ تاریخ تک کل معاملہ سرد ہو کے رہ گیا تھا۔ بہت سے اخبارات کی تو یہ رائے ہوئی کہ اب جنگ نہیں ہونے کی اور سلطان ہرگز اعلان جنگ نہ دیں گے۔ لیکن کونٹنٹ گلوچسکی کی یہ رائے نہ تھی۔ وجہ یہ تھی کہ لندن ٹائمز کے نامی گرامی

اخبارات کا سوا ئے دو اخبارات کے اور کسی کا بھی کوئی نامہ نگار ترکی فوج کے ساتھ نہ تھا۔ ہاں ایک ریوٹر کا نامہ نگار مسٹر اے لیچ گائنٹی ادہم پاشا کے ساتھ تھا۔ اور بس۔ جب مجھے کریتیا کے حملہ کی خبر آئی تو میں آگے کی طرف ۱۴ - اپریل کو روانہ ہوا ❊

ترکی کارزار کی تھسلی میں تواریخی اور جغرافی دونوں پہلوؤں سے تین صورتوں میں تقسیم ہوگئی تھی پہلی صورت میں تو اعلان جنگ تھا اور وہ لڑائیاں تھیں جو پہاڑی حدود پر قبضہ کرنے کے لئے سرحدی نشیبوں پر ہوئی تھیں۔ یہ واقعہ بروز جمعہ ۱۶ - اپریل اور پنجشنبہ ۲۲ - اپریل کو وقوع میں آیا ان تاریخوں میں ترکوں نے تمام پہاڑی سلسلوں سے یونانیوں کو مار کے بھگا دیا تھا اور اپنے قدم مضبوطی سے تھسلی کے کنارہ پر جمالئے تھے ❊

دوسری صورت میں جنگ ماتی ولیلا اور جنگ ریوینی اور فتح ٹرنیوس اور لریسا شامل ہے اور یہ وقوعہ جمعہ ۲۳ - اپریل اور پنجشنبہ ۴ مئی کو ہوا اور اس میں ویلسٹونو کی پہلی لڑائی بھی شامل ہے اس عرصہ میں ادہم پاشا نے یونانیوں کے مترد اور بیچا غور کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نصف حصہ شمال تھسلی او سپاسے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔ یونانی فوجیں سخت پریشانی میں فرار ہو کے ویلسٹونو فرسالہ اور ترخالہ کی طرف چلی گئی تھیں اور یہاں انہیں مورچہ بندی کرنے کا وقت مل گیا تھا۔ ادہم پاشا نے بروز یکشنبہ ۲۵ - اپریل کو کوئی کارروائی نہیں کی اور جب ۵ مئی بروز چہارشنبہ لریسا فتح ہوا ہے اس وقت ترکی سپہ سالار نے یونانیوں کے لئے مورچوں پر حملہ کیا ہے وہ بیوقت حملہ جو حقی پاشا نے جمعہ کے دن ۳۰ - اپریل کو ویلسٹونو پر کیا تھا تو ادہم پاشا اُسے معمولی سمجھے تھے مگر بعد ازاں اُس نے خونی جنگ کا رنگ اختیار کر لیا۔ اس میں شک نہیں کہ گولہ بارود کے بے انتہا خرچ نے ترکی میگزین پر بہت ہی دباؤ ڈالا تھا اور وہاں بہت جلد مہیا کرنا بھی وقت سے خالی نہ تھا مگر تعجب تو یہ تھا کہ کل سامان کے تیار ہونے پر بھی اس دن کا کیوں توقف کیا گیا ❊

تیسری صورت میں باقیماندہ لڑائیاں ہوئیں اور یہ لڑائیاں ۵ - اور ۶ مئی کو وقوع میں آئیں جبکہ تمام یونانی فوجیں جنوبی تھسلی سے ویلسٹونو - فرسالہ اور ڈموکس کے جنگوں کے بعد نکال دیگئی تھیں اس زمانہ میں ترکوں کو بہت ہی سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اُن کا نقصان بھی بہت ہوا۔ صرف ویلسٹونو اور فرسالہ کا نقصان تمام پہلی لڑائیوں کے مشتمل نقصان سے بھی بڑھ گیا تھا۔ اور یونانیوں

کے نقصان کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ رسالہ اور ویلیشٹو نوپر اُن کا تو ستھراؤ ہی ہو گیا تھا ❖

جب جنگ شروع ہوئی ہے تو ترکی فوج کے چھ ڈویژنوں کی حقی پاشا کمان کر رہے تھے اور اسکمپا میں دوسرے ڈویژنوں کی کمان نشاط پاشا کے سپرد تھی اور تیسرے چوتھے ڈویژن کی ایلوسونا میں محمود مختار پاشا اور جید پاشا کمان کر رہے تھے اور ۵ ڈویژن کی وسکٹا میں حقی پاشا کے ہاتھ میں تھی اور لیپٹوکریا میں چھٹے ڈویژن پر حمدی پاشا تھا۔ ارساٹی میں سلیمان پاشا رسالہ کے افسر تھے اور ۱۲ توپخانے مقام ایلوسونا پر رضا پاشا کے ماتحت تھے ان ہی کے ساتھ ساتواں ڈویژن حسنی پاشا کے ساتھ مئی کے پہلے ہی ہفتہ میں ایلوسونا پہونچ چکا تھا۔ اور عین جنگ کے اختتام کے قریب آٹھویں ڈویژن کی اور بھی ترتیب ہو گئی تھی۔ اور جنگ ختم نہ ہوتی تو وہ روانہ ہونے کے لئے تیار تھا اس کے علاوہ دس ہزار فوج وسکٹا میں اور بھی اسلام پاشا کی ماتحت مستعد کھڑی تھی اور مقام اپیرس دو ڈویژن تیار تھے۔ جس میں تیس ہزار فوج جرار تھی اور جو احمد حفظی پاشا اور مصطفی پاشا کے ماتحت تھی۔ حکم سے میدان جنگ میں بڑھنے کو تیار کھڑی

تمام ترکی پیادہ فوج کے مارٹنی ہنری رئفل تھیں اور اُن پر لمبی لمبی سنگینین لگی ہوئی تھیں۔ اور نشاط پاشا کے دوسرے ڈویژن کے ایک برگیڈ کے پاس موسر رئفل تھے اور اسی برگیڈ کا ڈموکس پر بہت نقصان ہوا تھا۔ ۷ اور ۸ ڈویژن کے پاس بھی جس کی ترتیب اخیر میں ہوئی تھی اور جسے میدان جنگ میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ موسر رئفل تھیں۔ وردی نیلی اور ساری فوج فیروشی تھی۔ بہت سی وردیاں[۱] پہنی ہوئی تھیں۔ جنگ کے اختتام پر میں نے سپاہیوں کو یونانیوں کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تھا ❖

یہاں[۱] بھی اشمیڈ نے ناظرین کو دھوکا دیا ہے۔ ان البنیون کے کپڑے ممکن ہے پہنے ہوئے ہوں۔ جو بطور والنٹر لڑنے آئے تھے۔ ان میں کثرت سے کاشتکار اور کار پیشہ لوگ تھے جو محض حمیت اسلامی کی وجہ سے یونانیوں سے لڑنے چلے آئے تھے۔ نہ انہیں وردیاں دی جا سکتی تھیں اور نہ یہ یوروپی لباس پہنا پسند کرتے ہیں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے شاید یونانیوں کے بعض لمبے لمبے کپڑے بطور نشان فتح کے پہن لئے ہوں۔ مگر سب سے زیادہ آشمیڈ کی یہ دلیری ہے کہ وہ لفظ سپاہی کا استعمال کر کے ترکی

عام طور پر لمبے لمبے کوٹ پہننے کی رسم ہے ہر سپاہی کے پاس ایک کارتوسوں کی پیٹی جو کندھوں پر پڑی رہتی ہے اور ایک پانی بوتل ہوتا ہے اور بہت سی چیزیں مختلف قسم کی سپاہی اپنی پیٹھوں پر لیجاتے ہیں۔

ترکی فوج کا ایک چھوٹا سا حصہ جس کا تعلق باقاعدہ فوج نظام میدان جنگ میں کر رہا تھا تین چوتھائی ردیف یا محفوظ فوج تھی۔ جس کے سپاہیوں کی عمر ۲۵ اور پچاس سال کے درمیان تھی سپاہیوں کی عمر کا اوسط تیس اور پینتیس کے درمیان تھا۔ ردیف کے فوجی سپاہی زبردست اعلےٰ درجہ کے ہاتھ پیر والے اور خونخوار تھے۔ جو ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے قابل تھے اور ان کا مریض ہونا ایک نادر الوجوبات تھی۔ یہاں اور بھی ۸ ہزار سے ۱۰ ہزار تک البینی تھے۔ تمام ترکی بٹالینوں میں جن کا میں نے ملاحظہ کیا۔ سرحدی رنگروٹ تھے جو ضرورت کے وقت شہر اور اضلاع سے بلا لئے جاتے ہیں۔ سب سے اعلےٰ درجہ کی بٹالینین جن کے پاس ہو کر ہم گذرے فی الحقیقت ان میں سب ہی بڑے شان و شوکت کے آدمی تھے۔ مثل ہمارے گرینیڈ گارڈز کے گرنڈیل تھے اور ایسے ہی زیادہ سخت بھی تھے۔

رسالے کی بہت ہی کم تعداد تھی۔ لیکن سب اعلےٰ درجہ کے عمدہ لمبا قد۔ اچھے سپاہی اور اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے۔ گھوڑے چھوٹے اور بدنما صورت کے تھے اور جو ۱۴ اور ۱۵ ہاتھ کے درمیان تھے۔ لیکن عجیب قوی اور محکم قدم تھے۔ ان میں عربی خون ملا ہوا تھا اور وہ سخت محنت کے ایسے عادی تھے کہ انگریزی گھوڑے چند ہی روز میں ان کے آگے دانت نکوس دیں۔ یونانیوں کو یہ خیال تھا کہ ترکی رسالے میں سرکیشیا کے لوگ بھرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ کالی بھیڑ کے چمڑے کی ٹوپیاں پہنتے تھے اور وہ نہایت خطرناک اور خونخوار معلوم ہوتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵)

عام سپاہیوں کو ملزم بناتا ہے ترکی باقاعدہ سپاہیوں کی وردیاں کسی یورپی سپاہی سے کسی صورت سے بھی کم نہیں ہوتیں ہزاروں نے دیکھا اور اس کا تجربہ کیا۔ اب اس سے انکار کرنا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ اشمیڈ کا طریقہ یہی ہے کہ کہتے کہتے ایک ایسی چبھتی ہوئی بات لکھ جاتا ہے کہ ترکوں کی ساری عظمت خاک میں مل جاتی ہے اور معمولی شخص دھوکے میں آجاتا ہے مگر ہم ویسی باریکیوں کو خوب سمجھتے ہیں اور ہم ایسی تحریروں کی فطرت کو خوب جانتے ہیں۔

تھے ہاں یہ ضرور تھا کہ سپاہیوں کا ایک چوتھائی حصہ سرکیشیا والوں میں سے تھا۔ ان کے پاس لمبی لمبی تلواریں رائفل اور کارتوسوں کی پیٹی تھی جو ان کے کندھوں پڑی رہتی تھی۔ ان کی وردی میں ایک چھوٹی نیلی جاکٹ اور پتلون تھی۔ لمبے لمبے بوٹ پہنے ہوئے تھے ان کے گھوڑوں کی کاٹھیاں پرانی وضع کی اور لکڑی کی تھیں۔ اور ان میں مشرقی رنگ بہت ہی پایا جاتا تھا +

ترکی توپخانہ بہت ہی اچھا تھا تین انچ والی کرپ کی توپیں جن میں بارہ پونڈ کا گولہ آتا تھا توپیں اور گاڑیاں سب کی ہی حالت بہت اچھی تھی۔ ہر توپخانے میں ۶ توپیں اور ۱۰۰ گھوڑے اور ۸۰ آدمی تھے۔ گھوڑوں کی کچھ تعریف نہ پوچھو مگر توپخانہ نے کچھ اچھا کام نہیں دیا۔ مسٹر بیکھم کا بیان ہے کہ ترکی افسر تعلیم کے بہت ہی محتاج ہیں۔ اس کی رائے یونانی توپخانہ کی نسبت بہت ہی اچھی تھی اگرچہ اسوقت تک جبکہ میں نے میدان جنگ کو چھوڑا ہے۔ یونانی توپخانہ نے کوئی کارنمایاں نہیں دیکھا تھا۔ گوڑے کے تین توپخانہ تھے۔ ان کے پاس ۹ پونڈ والی توپیں تھیں۔ ایک رسالہ کا ڈویژن اور تین پہاڑی توپخانے خچروں کے تھے۔ توپخانہ نے عملی کام بہت ہی کم دیا اگرچہ اسی توپخانے کا افسر رضا پاشا تھا جو ایک اعلیٰ درجہ کا افسر اعلےٰ التعلیم یافتہ۔ ہوشیار۔ تیز اور روشن ضمیر تھا فوج کی انجینئرنگ زیادہ فوج نہیں تھیں۔ باربرداری کا سامان گھوڑوں اور خچروں سے لے جایا جاتا تھا اور تار کا کام بہت ہی سستا اور ناکافی تھا۔ طبی عملہ و ہسپتال جہاں تک میں اندازہ کر سکتا ہوں

لہ یہاں بھی سرا شمیڈ بارٹلٹ نے مسٹر بیکھم کی شہادت دیکے اپنا پورا زہر اگل دیا ہے وہ ترکی توپخانہ کو ناکارہ بتاتا ہے حالانکہ یوروپ میں یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ ترکوں سے بہتر توپچی دنیا میں ملنے ممکن نہیں رہا توپخانہ کی بابت اچھا برا بیان کرنا فضول ہے جب کہ ان کی جنگ کی شہادتیں موجود ہیں۔ پلونا کی لڑائی میں اس سے بہتر توپخانہ نہیں تھا۔ لیکن پھر حملہ آور روسیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور یونان ہی کی جنگ میں ترکوں کی غیر معمولی کامیابی نے ان کے توپخانہ کی عمدہ ہونے کا پورا ثبوت دیدیا۔ یہ ممکن ہے کہ کسی بات میں خامی ہو۔ کیونکہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نقص باقی نہ ہو مگر اسے سراپا لغو کہنا یہ نری ہٹ دھرمی ہے +

اچھا تھا۔ سرجنوں کو میں نے دیکھا۔ نہایت ہوشیار اور ہنرمند تھے۔ تمام قسم کے آلات طبی اور خیمے اور تمام ضروری سامان مہیا تھے۔ اگرچہ ویلسٹون کی دوسری جنگ اور ڈموکو پر طبی سامان نہ تھا۔ ترکی لشکر کا جنرل عملہ تھسلی میں اعلےٰ درجہ کا تھا۔ بہت سے افسر جرمنی کے تعلیم یافتہ تھے اور جرمنی اور فرانسیسی خوب بولتے تھے۔ جو نہایت ہوشیار اور ہنرمند تھے اور ہر لشکر کے لیے ایسے موزون سپہ سالار ملنے مشکل ہیں ڈویژنوں کے جنرل زیادہ ادنےٰ درجہ کے تھے اور ان کے عملوں میں ایسے عمدہ آدمی نہ تھے جیسے ہونے چاہئیں ✣

یونانی لشکر ترکوں سے کم تعداد میں تھا۔ اغلباً ۹ ہزار سے زیادہ نہ ہوگا جو تھسلی اور ایپرس میں بٹا ہوا تھا۔ یونانیوں کا رائفل فرانسیسی گراس تھا۔ یونانیوں کی وردی نیلے رنگ کی تھی۔ ڈھیلی ڈھیلی پتلونیں پہنے ہوئے رہتے۔ اور بالکل فرانسیسیوں کے میدان جنگ کے سپاہی بن گئے تھے۔ یونانیوں کی باقاعدہ فوج کا ایک بڑا حصہ نہ تو گرانڈیل جوان تھا نہ اس میں دلیری۔ اور ثابت قدمی تھی۔ ایوزو نوئی جو پہاڑی ہیں بہت اعلےٰ درجہ کے آدمی ہیں اور عمدہ نشانہ لگاتے ہیں یہ ملونا۔ ویلیتینس اور فارسالس کی لڑائیوں میں ترکوں سے بہت ہی اچھی طرح لڑے اور یونانی سپاہیوں کا حصہ جب ترک ان سے چھ سو گز کے فاصلہ پر آگئے تو کافور ہوگیا تھا۔

کہتے ہیں توپخانہ اچھا تھا اگرچہ قلیل بہت تھا توپیں کرپ کی تھیں اور افسر اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے سامان بار برداری اور رسد خراب اور محفوظ سامان حرب کی قلت تھی۔ پانسو آدمیوں کی اور بھی ایک فوج تمن تھی جس میں بالخصوص اطالین اور انگریز بھرے ہوئے تھے۔ اطالیہ والوں نے اول اول کچھ اچھی کارروائی نہیں کی اگرچہ بعد ازاں وہ کچھ سنبھل گئے تھے مگر انگریزوں نے اپنی عمدہ چپیدگی اور دلیری کا اظہار کیا۔ بے قاعدہ فوج جس کی ذمہ دار یونانی ریاست تھی محض کالعدم اور فضول تھی۔ اُن کی کیفیت یہ تھی کہ جاگتوں کے آگے اور مارنے کے پیچھے رہتے تھے سب سے پہلے شیخی میں میدان جنگ میں قدم رکھتے تھے اور سب سے اول جنگ سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ غرضیکہ وہ غیر ممالک کے نامہ نگار جو یونانی لشکر کے ساتھ تھے [illegible] کے شامل ہیں [illegible] کا موقع جنگ میں آیا اور یہ لوگ فوراً کافور ہوئے

پھر پیچھے پھر کے نہیں دیکھتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے اور ہم کدھر جاتے ہیں یونانی افسروں میں اگر کوئی ایلچ شخص تھا تو وہ جنرل اسمو ینسگی تھا مگر کرنیل ہیننس جس پر بہت ہی لعن طعن پڑی اپیریس میں کار نمایاں کرتا۔ اگر تیتس سے اس کی کافی تائید ہوئی ہیں مسٹر بگھم لنڈن ٹائمس کے نامہ نگار کا ممنون ہوں کہ ان کی چھوٹی سی کتاب جو انہوں نے ترکی فوج کے میزان کے بارے میں لکھی ہے میں نے یہ مضمون انتخاب کیا ہے جس سے ترکی فوجوں کی میزان معلوم ہو جائے گی مسٹر بگھم کی تحریر کے مطابق ترکی ڈویژن میں ۱۲۵۰۰ سپاہی ہوتے ہیں۔ ڈویژن میں دو بریگیڈ ہوتے ہیں اور ہر بریگیڈ چھ چھ ہزار کا ہوتا ہے۔ ہر بریگیڈ میں دو رجمنٹیں ہوتی ہیں اور ہر رجمنٹ میں تین تین ہزار سپاہی ہوا کرتے ہیں چار بٹالن ہر ایک ۷۵۰ کی ایک رجمنٹ میں ہوتی ہیں اور چار کمپنیاں ہر بٹالن میں۔ ہر ڈویژن کے ایک اسکوارڈرن رسالہ ۱۲۰ سواروں کا ہوتا ہے تین توپخانہ ہر توپخانہ میں چھ توپیں اور بعض ۲۴۰ ان کلٹینٹ ایک رسالہ کی رجمنٹ میں ہزار آدمی ہوتے ہیں اور اس میں پانچ اسکوارڈرن دو دو سو سواروں کے ایک توپخانہ کی بٹالن جس میں ۱۸ توپیں ہوتی ہیں ✤

بڑی تعجب انگیز بات جو ترکی لشکر میں دیکھی وہ ترکی سپاہیوں کی صحت کا اوسط تھا۔ ترکی سپاہی دنیا کے اول درجہ کے جنگی مواد میں سے پیدا ہوا ہے اور وہ مواد یورپ اور ایشیا میں ترکی کاشتکاروں کا ہے جو متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔ صرف انہیں روٹی اور پانی ملتا ہے اور جب وہ باہر ہوتے ہیں تو تھوڑی سی خوراک پر بھی قناعت کر لیتے ہیں اور سخت سے سخت مصیبت کو اچھی طرح جھیل سکتے ہیں سوزاک اور آتشک کے عارضہ کو تو ترکی سپاہی جانتے ہی نہیں ✤

عثمانیوں کی شجاعت موروثی بھی ہے اور مذہب نے بھی انہیں ایسا بخطر بہادر بنا دیا ہے وہ جنگ آور گروہوں کی نسل سے چلے آئے ہیں۔ یہ تو ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہے کہ خوف کیا چیز ہے اور دشمن کے آگے سے پہلو بچانا کسے کہتے ہیں۔ عثمانیوں کے خون میں ان کے اپنے جد کا غرور اور شجاعت ملی ہوئی ہے اور اسی لحاظ سے وہ نڈر ہو کے میدان جنگ میں آتے ہیں۔ ان کے مذہب نے ان کی فطری شجاعت میں اور بھی جان ڈال دی ہے کیونکہ ان کے مذہب نے انہیں تعلیم کی ہے کہ وہ شخص اپنے ملک اور اپنے مذہب کے لئے میدان جنگ میں جان دیتا ہے اسے خدائے مطلق و واحد کی طرف سے دین میں نیک صلے عطا ہوتے ہیں ✤

معرکۂ جنگ میں ترکی سپاہیوں کو بہت عمدہ طور پر کھانا دیا جاتا تھا۔ مسٹر بگہم کی تحریر کے مطابق چانول۔ شوربا اور گوشت اور ساتھ ہی سگریٹ روزانہ ملا کرتے تھے جو سپاہی مریض ہو کے میدان جنگ میں جانے کے قابل نہ رہے تھے ان کی اوسط ۵ فیصدی سے زیادہ نہ تھی۔ گویا دو سو میں ایک مریض ہوتا تھا۔ ترکی ہسپتال جو بالخصوص سلونیکا اور سرویجی میں تھے۔ ان کا انتظام بہت ہی اعلےٰ درجہ کا تھا اور وہ صاف اور پاکیزہ بھی بہت تھے اور جو ڈاکٹر اور خدمت گار تھے سب کے سب اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ریڈ کریسنٹ اسپتال نے جو سراڈیہ گارڈ سنٹ اور عثمانی بنک نے بھیجا تھا اپنی عمدہ خدمات انجام دیں۔ اور ترکی سپاہیوں میں یہ اسپتال بہت ہی عزیز سمجھا گیا۔ ترکی مجروح سپاہیوں کی دلیری اور جراءت نے تو یوروپی ڈاکٹروں کو جو اس اسپتال میں تھے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ترکی مجروح سپاہیوں کی دلیریوں کی بہت سی حکایتیں یوروپی ڈاکٹروں کی زبان زد ہیں کہ ترکوں نے کس صبر سے سخت سے سخت عمل جراحی کو برداشت کیا اور پیشانی پر چین تک نہ آئی ۔

مسٹر بگہم نے عثمانی سپاہیوں کی دلیری کا حال مفصلۂ ذیل بیان کیا ہے اس پر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ وہ پورے طور پر شجاعان ترکی کی بہادری کو نہیں جانچ سکا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ رجمنٹی افسروں کا بڑا گروہ نہایت حلیم الطبع شریف آدمیوں کا تھا وہ نہایت شگفتہ مزاج تھے اور ایسے ہی بڑے زبردست بہادر تھے۔ اگرچہ اپنے پیشہ میں زیادہ ہنرمند نہیں تھے یہ لوگ بہت پرانے تھے اور انہوں نے تیس تیس چالیس چالیس برس فوجی ملازمت کرنے کے بعد بتدریج کپتان یا میجر کے عہدہ پر ترقی کی تھی۔ یہ آخرالذکر افسر بجائے خود سرجن تھے۔ ان لوگوں پر بہت ہی اثر تھا اور ان کی شجاعت اور تحمل ناقابل ادراک تھا۔ اصل یہ ہے کہ محض لفظ جراءت ان کے ساتھ پورے طور چسپاں نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں تک مجھے تحقیق ہوا ہے یہ ہے کہ ان کے دماغ کی فطری بناوٹ اس قسم کی آکے واقع ہوئی ہے کہ خوف کا وہاں دخل پانا محض ناممکن ہے۔ دوسرا لفظ میں وہ گولی کے زخم کو کچھ سمجھتے ہی نہیں اور ان کی نظروں میں اس قسم کی جراحت کوئی چیز نہیں ہے ۔

بروز دوشنبہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۰ء کو اعلےٰ حضرت سلطان المعظم نے جب پے درپے عثمانی سرحدات میں یونانیوں کے حملے کی خبر سنی تو اپنی کونسل اف اسٹیٹ کے مشورہ کے بعد یونان کو اعلان جنگ دیدیا۔ شہزادہ میورو کو ڈیٹو کو جو یونانی سفیر قسطنطنیہ میں تھا اس کے پاسپورٹ دیئے گئے

اور ترکی سفیر متعینہ ایتھنس واپس بلا لیا گیا اور اُن یونانیوں کو جو یونان کی رعایا تھے اور ترکی میں بود و باش رکھتے تھے۔ ترکی گورنمنٹ نے ۱۴ روز کی مہلت دی کہ ترکی سرزمین کو چھوڑ کے چلے جائیں۔ اس اچانک اعلان جنگ دینے کی یہ خاص وجہ ہوئی کہ یونانی باقاعدہ فوج نے ترکی سرحدات کریا پر ۱۶۔ اپریل کو حملہ کیا گیا تھا جو خلیج نزیرس کے پاس ویل آف ٹمپی کے شمالی جانب واقع ہے۔ اور جس کا فاصلہ ترکی سرحدات سے تین یا چار میل ہے۔ اعلان جنگ ہوتے ہی ۱۷۔ تاریخ کو ایک گھسان جنگ ہوئی اور حمدی پاشا کے ڈویژن کی بارہ بٹالین یونانی حملہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھیں۔ یوں تو ۹ تاریخ ہی سے یونانی حملوں کی وجہ سے تمام سرحدات ترکی میں جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی ✤

اعلان کا ہونا تھا کہ تمام سرحدات میں آگ لگ گئی اور خون کے دریا بہنے لگے۔ نزیرس کی سرحدات میں ترکی اور یونانی افواج کے بڑے بڑے خونریز میدان ہوئے۔ اور ڈماسی پر جو جانب جنوب غرب پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ میدان کارزار گرم ہوا۔ اسی طرح ملونا میں جہاں خاص طور پر خونریز جنگ ہوئی یونانیوں نے ترکی فوجی تھانوں پر قبضہ کر لیا اور میدان میں اُتر کے انہوں نے ایلوسونا پر حملہ آور ہونا چاہا۔ حیدر پاشا نے جو ادہم پاشا کی ماتحتی میں چوتھے ڈویژن کی کمان کر رہے تھے ان بڑھتے ہوئے یونانیوں پر حملہ کیا اور انہیں پہاڑی چوٹیوں پر مار کے بھگا دیا۔ یہاں درہ کے رستے میں ایک سخت جنگ ہوئی۔ ایک تھانہ کے پچاس سپاہیوں نے پے در پے کے یونانی حملوں کو روکا۔ اور اخیر تک اپنی جگہ پر قایم رہے اور یونانی فوجی تھانہ جو اس کے مقابل میں سو گز کے فاصلہ پر تھا۔ ترکوں نے لے لیا۔ پھر یونانیوں نے چھڑا لیا۔ پھر ترکوں نے لے لیا یہانتک کہ اخیر ترکوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ ملونا پر یونانی بہت ہی اچھی طرح جان کھپا کے لڑے۔ یہ لوگ پہاڑی تھے اور بہ نسبت دیگر یونانی سپاہیوں کے زبردست پیروالے تھے۔ کیونکہ عام طور پر یونانی سپاہی بہت ہی نازک ہاتھ پیر کے ہوتے ہیں۔ تیسرے ترکی ڈویژن میں جو ممدوک پاشا کی ماتحتی میں کام کر رہا تھا یونانیوں کے مار کے دھوئیں اُڑا دیئے اور وہ بریگیڈ جس کی حافظ پاشا کمان کر رہے تھے اُس نے سنگینوں کی نوک پر تین یونانی فوجی تھانے فتح کر لئے ✤ ملونا کی جنگ کے نقصانات بہت ہی شدید ہوئے۔ ترکوں کے دو سو کے قریب مقتول

اور یونانیوں کے پانسو سے زیادہ میدان جنگ میں ڈھیر ہوئے +

مگر اتیھنس میں یہ اندازہ کیا گیا کہ ملونا میں ایک ہزار یونانی مقتول و مجروح ہوئے اور ساتھ ہی انہوں نے ترکی نقصان بھی بہت شدید بتایا یہیں ایک بہادر شجاع افسر حافظ پاشا شہید ہوا اس وقت کہ اپنے برگیڈ کو آگے بڑھارہا تھا رویٹر کے نامہ نگار نے حافظ پاشا کی بہادری کا مفصلہ ذیل بیان کیا ہے +

مقتولین میں حافظ پاشا بھی ہے جو ترکی روسی جنگ کا آزمودہ کار افسر تھا وہ پیش سر اپنے سپاہیوں کو بڑھا رہا تھا اور اس اسّی برس کی عمر نے اس کی جرأت اور اولوالعزمی میں کچھ بھی فرق نہ پیدا کیا تھا۔ اس کے ماتحت افسروں نے جس وقت گولیوں کی بھرمار شروع کی تو گھوڑے پر سے اُتر آنے کو کہا۔ لیکن حافظ پاشا نے صرف اتنا کہا۔ روس کی جنگ میں تو میں کبھی گھوڑے پر سے اُترا نہیں۔ پھر اب میں کیوں اُترنے لگا۔ میرے بچوں بڑھے چلو۔ ایک ہی منٹ کے بعد آپ کے ماتحت حملے نے گھوڑے پر سے اتر آنے کی التجا کی۔ اس پر بھی آپ نے انکار کیا پھر ایک دوسری گولی بازو پر لگی اور تیسری گولی نے حلق میں لگ کے آپ کو جام شہادت پلایا۔" ڈیلی نیوز نے بھی اس ۸۲ برس کے لاثانی شجاع کی بے دھڑک جوانمردی کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔ اس بے نظیر شجاعت کی حکایت جو آج ہمیں صبح کو معلوم ہوئی۔ حافظ پاشا کی ہے یہ اسّی برس کا بہادر سپاہی تھا۔ بالکل ڈرامے کا حادثہ ہوا۔ تیسری گولی نے اس بہادر کا خاتمہ کر دیا اور اسے شاندار موت نصیب ہوئی +

بائیں جانب حمدی پاشا نے آہستہ آہستہ تمام یونانی افواج کو جنہوں نے ترکی سرحدات اور کریا میں اُس پر حملہ کیا تھا۔ مار کے بھگا دیا۔ ایلوسونا سے اُن کی مدد کے لئے ایک توپخانہ اور دو بٹالین پیادہ فوج کی روانہ کی گئیں۔ ۲۲ تاریخ تک یونانی فوجیں نزیرس اور بسائی ضلع سے بالکل پسپا ہو چکی تھیں۔ اس ہزیمت شدہ یونانی فوج کا ایک حصہ جنوب مشرق کی پینی اس کے پل کو عبور کر کے بھاگ کھڑا ہوا تھا اور رتساگینی میں ہو کے دو بوپہنچ چکا تھا۔ پل پر سے اُتر کے پھر اُنہوں نے اس پل کو توڑ ڈالا تھا۔ اسی سے بعد ازاں مجھ پہ مصیبتیں آئیں اور میں گرفتار ہوا اور یونانیوں نے یہ انجنیری کی ترکیب کی تھی تاکہ ترک نہ آسکیں۔ یونانی فوج کا دایاں بازو درہ اپسانی

ہیں سے ہوگئے پس پا ہوا اور اس کثیر فوج میں جا لا جو دیلیا مانی پر ٹرنیوس کے سامنے پھیلی ہوئی تھی۔
تین دن تک ملونا کی جنوبی بلندیوں پر ڈماسی تک بے قاعدہ جنگ ہوتی رہی۔ یہاں نشاط پاشا اور
ہری پاشا کے حملوں کا جواب دیا اور پھر انہیں دبایا کہ وہ تھسلی کے میدان میں اسکمپا اور ریوینی
کے دروں میں سے واپس چلے جائیں وہ بڑا پہاڑی سلسلہ جس سے سرحد قایم ہوتی ہے اور
جو جانب جنوب ملونا سے پندرہ میل تک پھیلا ہوا ہے اوٹرینوس جو جنوب مشرقی جانب اس
پہاڑی سلسلہ کے واقع ہے یونان کی ہزیمت شدہ فوجوں کی بازگشت بن رہا ہے۔ کرنیل
سمولینسکی کے مقابلہ میں اول اول ہری پاشا بمشکل اپنی جگہ پر قایم رہے کیونکہ یونانی فوج میں
ایک یہی سپہ سالار تھا جو اعلےٰ درجہ کا لڑاکو اور فنون جنگ سے آشنا تھا۔ مگر یونانیوں کی دیگر
افواج کی ہزیمت نے اس کی کامیابی پر بھی پانی پھیر دیا اور وہ اخیر بھی مجبوراً درہ ریوینی میں سے
ہوکے لریسا کی جانب پس پا ہوتا ہوا چلا آیا۔ نشاط پاشا اسکمپا میں دوسرے ڈویژن سے یونانیوں
کو اُن کے فوجی ٹھانوں سے دماسی اور ملونا کے پشتوں کے بیچ میں سے نکال رہے تھے اور ۲۱-
تک اس کی تکمیل کر چکے تھے۔ صرف ایک مورچہ رہ گیا تھا جو ابھی تک فتح نہ ہوا تھا اور اس کی وجہ
یہ تھی کہ اتنا بلند پہاڑی پر تھا۔ جس پر چڑھنا محال تھا۔ ۱۷- تاریخ سے ۲۳ تک اس سنگین قدرتی
قلعہ پر کئی کئی بار حملے کئے گئے مگر کامیابی نہیں ہوئی ❊

۲۰ اور ۲۱ تاریخ کو کریٹری پر بہت ہی شدید گولہ باری ہوئی مگر کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔
ڈھال بہت ہی سخت تھا اور وہاں سخت مضبوطی سے مورچہ بندی ہو رہی تھی۔ اُس کے فتح کرنے
کی کوشش میں ترکوں کے دو سو آدمی ضائع ہوئے کریٹری کو فتح کرنے کا کوئی خاص خیال نہ
تھا کیونکہ یہ ایک گوشہ میں ہونے سے خود اپنی حفاظت آپ کر سکتی تھی نہ یہ ایسا ضروری مقام تھا
جس سے ٹرنیوس کی سڑک پر قابو ہو سکتا ہاں درۂ اسکمپا پر اس سے کچھ قابو ہو سکتا تھا۔ مگر ۲۳-
تاریخ یونانی لریسا بھاگتے وقت اسے بھی چھوڑ کے چل دیئے ❊

آغاز جنگ پر یونانیوں کی فوج جس کی تعداد ۷۰۰۰۰ ہزار تھی دو حصوں میں تقسیم کی گئی تھی
اور اس فوج کے لریسا اور ترنالہ دو لشکر گاہ تھے اور ان کے سپہ سالار میکرائز اور میور ویمپلس تھے
اگرچہ ان کی تعداد ترکوں کی نسبت کم تھی۔ لیکن وہ اندرونی حد میں تھے اور ان کی آمد و رفت کے

وزرائع کہیں اعلےٰ درجہ کے تھے وہ اسی ریل سے جو کنارہ سمندر سے دو توں میں لرلیسا اور ترخالا تک جاتی تھی۔ بہت ہی فائدہ اُٹھا رہے تھے اگرچہ یونانیوں میں کچھ بھی دانائی اور دلیری ہوتی تو وہ پریشان ترکی لائن پر حملہ کرکے اسے بہت نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اس پر سب متفق ہیں کہ یونانی افسر بہت ہی کم تھے اور یونانی جنرل اسٹاف نے حملہ کرنے کی یا جنگ مداوملت لڑنے کی کوئی تجویز ہی نہیں سوچی تھی۔ مسٹر بینک برلے کے موافق جنرل میکنزا ئرہ ۲۰ ہزار فوج کی لرکیسال میں کمان کر رہا تھا ✤ وہ اس جنرل کی بہت تعریف کرتا ہے۔ یہ ایک لمبے قد کا ۶۰ برس کا آدمی تھا۔ ہشاش بشاش اور جری فوجی افسر معلوم ہوتا تھا۔ جب شہزادہ کونسٹیٹنائن سے عام سپہ سالاری کا عہدہ لیلیا گیا تو وہ اسی کے سپرد ہوا تھا۔ پھر مسٹر برلے لکھتا ہے کہ جنرل میوروسیکایس اگرچہ لمبے قد کا اور ۶۰ برس کی عمر کا سپہ سالار تھا۔ لیکن فنون جنگ کی قابلیت میں میکنزائرسے اس کا درجہ بڑھا ہوا تھا ✤

یہی مسٹر برلے لکھتا ہے کہ شہزادہ کونسٹیٹائن تو صرف دیکھنے کے تھے اور وہ نہایت تلخی سے یونانی فوجی افسروں اور جنرل اسٹاف کی غفلت کی شکایت کرتا ہے کہ اُنہوں نے لرلیسا کی کچھ بھی قلعہ بندی نہیں کی۔ شہزادہ ولیعہد پر یہ الزام ہے کہ اس نے مطلق ملک میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا اگرچہ اس کے متعلق کمانڈرانچیف کے فرائض مقرر کردیئے گئے تھے۔ اس کے مقابلہ میں مسٹر برلے جنرل سمولینس کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اس افسر کی عمر ۶۲ برس کی ہے اور یہ صاحب بہادر کہتے ہیں سمولینس کی نے درہ ایبی کو ۲ کمزور بٹالین سے ایک ہفتہ تک تمام ٹرکی ڈویژن مقابلہ میں تھامے رکھا جب تک کہ ٹرنیوس سے یونانی پریشان ہوکر نہ بھاگ گئے اس درہ کو نہ چھوڑا میری بھی رائے جنرل موصوف کی نسبت بہت ہی اچھی ہے ✤

ایک عجیب کہانی شہزادہ ولیعہد کی نسبت مشہور ہوئی تھی کہ انہوں نے ۱۹۔ اپریل دوپہر کے وقت عام طور پر لشکر کو پسپا ہونے کا غلطی سے حکم دے دیا تھا مگر یہ اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ لیکن یونانی افسروں نے بالخصوص ہیڈکوارٹر اسٹاف نے ایسی غیر معمولی باتیں کیں جن سے ممکن ہے کہ شاید اوپر کی حکایت صحیح ہو۔ کہتے ہیں کہ تین گھنٹوں میں وہ حکم منسوخ ہوگیا اور آگے بڑھنے کا حکم جنگ کے لیئے دیا گیا تھا۔ اسی عرصہ میں گریٹ سوالی پہاڑی چھوڑ دی گئی تھی اور دوسرے

دن جب یونانیوں نے ترکوں کے قبضہ سے نکالنے کا حملہ کیا تو جنرل میور ویسچیس کے دو ہزار سپاہی ضایع ہو گئے تھے۔ یقیناً یہ تو مبالغہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر بریلے کو غلطی ہوئی۔ انہوں نے قصبہ ویلا کو سمجھا جہاں حمدی پاشا کی فوج نے ۲۳۔ تاریخ کی شام کو یونانی فوج کو پارہ پارہ کر کے لریسا بھاگ جانے پر مجبور کیا تھا۔ یونانی لشکر کا پسپا ہونا اگرچہ پریشانی سے نہیں تھا مگر وہاں سے فرار ہو جانا اس لئے لازمی تھا کہ یونانی فوج کی جان بچے +

یونانی لشکر اور اس کی ترتیب کی بابت مسٹر بریلے نے بماہ جولائی ۱۸۹۷ء فورٹ نائٹلی ریویو میں جو کچھ رائے دی ہے حسب ذیل ہے۔ جبکہ جنرل سمکنزاینرنے اپنی ۳۰ ہزار فوج کو لریسا اور ٹرنوس کے سرحدی شہر کے درمیان قایم کیا تو وہاں سے وہ غنیم کو دروں میں ۲۰ میل سے دھکیل سکتا تھا اور تیزی کے ساتھ حملہ کر کے ٹیمپی کی پہاڑی میں ہو کر ترکی سرحد میں مشرقی اولمپس کے نیچے سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔ جہاں اس کی مدد کو بیڑہ جہازات موجود تھا کہ ادہم پاشا ایلوسونا سے بھی روانہ ہو سکتے اور لریسا کی زیادہ تر حفاظت دریائے پینی رس اور درختوں اور چٹانوں سے ہو سکتی تھی ملک کا حصہ پانی میں ڈبو دیا جاتا۔ اس وقت ترکوں کو گذرنا مشکل پڑ جاتا۔ پوری ایک کوڑی تدابیر ہو سکتی تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ انہیں چھوڑ دیا گیا۔ یونانیوں نے جنگ کو بازیچہ طفلان بنا دیا تھا۔ اور انہوں نے اپنے کو جنگ میں پھنسا لیا۔ لیکن اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی نہ ان کا محکمہ خبر درست تھا نہ نقشے تھے نہ میدان جنگ کے نقشے تھے نہ اور سامان تھا جو جنگ کے لئے ضروری ہوتا ہے نہ افسر ہی کافی تھے پھر بھلا انہیں کامیابی ہوئی تو کیونکر ہوتی۔ یونانی فوج میں ایسے بھی لوگ تھے جو ترکوں کے دھوان دھار فیروں کے آگے قدم جمائے رہے۔ مگر عام طور پر سب اعتراض کے قابل ہیں +

مسٹر ای۔ جے ڈیلن جو یونانیوں کا دلدادہ ہے اس نے بماہ جولائی ۱۸۹۷ء کنٹمپوریری ریویو میں یونانی فوج کی نسبت مفصلہ ذیل نکتہ چینی کی ہے "وہ لکھتے ہیں یونانی گورنمنٹ اس بات سے بالکل واقف تھی کہ اس کی فوج محض ناکارہ ہے اور میدان جنگ میں آنے کے قابل نہیں ہے اور بہت سے بڑے بڑے افسر جو اعلےٰ درجہ کے عہدوں پر ترقی پا گئے محض درباروں اور دعوتوں میں شریک ہونے سے نہ میدان جنگ میں کوئی کارنمایاں کرنے سے انہیں یہ ترقی ہوئی تھی ہاں یہ

ضرور ہے کہ ان میں کچھ اچھے افسر بھی ہیں مگر انہیں پوچھتا ہی کون ہے ۔ جنگی فنون کا عام طور پر یونان میں بیچ ہی مارا گیا ہے ۔ ملازمت کی کسی شاخ کی ایسی تعلیم نہیں ہے کہ اگر بوقت جنگ کسی چھوٹے سے کام پر بھی بلایا جائے تو اسکے فرایض وہ عمدہ طور پر ادا کر سکیں ۞

جمعہ کے روز ۲۳ - اپریل کو ادہم پاشا معہ اپنے پرشان عملہ کے ۹ بجے تیس منٹ پر درہ ملونا پہونچے اور کامل دو گھنٹے تک نقشوں وغیرہ کے دیکھنے میں صرف کئے ۔ کل نامہ نگار خیٹی میں تھے ۔ کیونکہ یہ احکام جاری ہوگئے تھے کہ آج کسی کی تار برقی روانہ نہیں ہوسکے گی ۔ یہ خبر آئی کہ حمدی پاشا رپسانی سے میدان میں آگئے ہیں اور ہری پاشا جانب راست درہ ریونی سے نرکس یا ٹینوس کی طرف بڑھ رہے ہیں گذشتہ چہارشنبہ کو ممدوک پاشا معہ تیسرے ڈویژن کے اور محمد پاشا بر گیڈ کے درہ ملونا سے اُترے تھے ۔ یہاں اُنہوں نے ایک تروتازہ مقام پر قبضہ کر لیا تھا اور ۲۱ اور ۲۲ تاریخ کو طرفین سے توپوں کی جنگ ہوئی ۔ ۲۱ - اپریل کو حقی پاشا دسکٹا سے ملونا آئے اور حیدر پاشا تیسرے ڈویژن کے ساتھ درہ ملونا کے رستہ کو صاف کر رہے تھے اور اُسے توپخانہ کے گذرنے کے قابل بنا رہے تھے ۔ نہایت شدید گولہ باری گیارہ بجے شروع ہوئی اور چار بجے تک قایم رہی ۔ ترکوں کے پاس چھ توپخانے تھے اور یونانیوں کے پاس صرف پانچ تھے اور دونوں میں تین ہزار گز کا فاصلہ تھا ۔ ترکوں کا توپخانہ کارا ڈیری میں کھلے میدان پر تھا ۔ یونانیوں کا توپخانہ جانب راست دیلیر پر نشیب میں قایم کیا گیا تھا ۔ مرکز میں ایک ہشت پہلو مقام تھا جس سے یونانی توپخانہ کی حفاظت ہوتی تھی گولہ بارود کا تو بہت ہی خرچ ہوا مگر نتیجہ بہت ہی خفیف نکلا ۔ چار گھنٹے کی گولہ باری سے ترک صرف تین مجروح ہوئے اور ہنوز اُن کی توپیں غیر محفوظ تھیں ۔ دوپہر کو جانب چپ سخت توپوں کی گرج کی آوازیں بندوقوں کی آوازوں کے ساتھ مسموع ہونے لگیں ۔ یہ آوازیں دیلیرا اور کرنالی میں سے آرہی تھیں ۔ تھوڑی دیر کے بعد دیلیر میں شعلے اُٹھتے ہوئے معلوم ہوئے اور نصف گاؤں ہنوز برباد ہوگیا ۔ چار بجے کے بعد دیلیرا اور مانی میں جنگ بند ہوگئی یہ مطلق نہ معلوم ہوا کہ طرفین میں کون جیتا ہے ۔ لیکن چھ پر تیس منٹ سے دگنی تندی سے پھر گولہ باری شروع ہوئی ۔ دیلیر کے جنوب اور مغرب کی طرف مکانوں پر گولہ برسایا جا رہا تھا ۔ چند منٹ کے بعد ہم نے دیکھا کہ لوگ گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگے جاتے ہیں اور پھر ایک رسالہ سواروں کا بھی جانب مغرب پسپا ہوتا ہوا دکھائی

دیا۔ پھر تو بھگوڑوں کو چوتانتا بندھا تو یونانی رسالہ اور پیادہ فوج بھاگنی شروع ہوئی اور عام طور پر یونانی فوج میں بھاگڑ پڑ گئی۔ یہ کامیابی ادہم پاشا کو بڑی نمایاں ہوئی۔ جیسا کہ میں چوتھے باب میں کہہ آیا ہوں ہم نے ورہ ملونا پر چڑھ کے سارا معرکہ جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ؛

رپوٹر کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا جنگ مانی کا تذکرہ کیا ہے۔ ۲۲- اپریل کو ہیں نے بغیر اس کے بیان کے دیکھے جو کچھ اوپر لکھا ہے اُس سب کی تصدیق ہوگئی۔ اس نامہ نگار کی تحریر کے بموجب مانی میں یونانیوں کے دہنے بازو پر آٹھ بٹالن تھیں جن میں آٹھ ہزار زبردست فوج تھی۔ یونانیوں کا توپخانہ بھی بہت ہی زبردست تھا۔ چھ توپخانوں کی ۲۶ توپیں میدان جنگ میں موجود تھیں۔ ایک رسالہ بھی تھا۔ جس کی تعداد پانسو تھی۔ یونانی قلب میں ایزونوٹی کی ایک بٹالن تھی۔ جس نے پہاڑی کے نشیب میں مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ اسی نامہ نگار کے اندازہ کے بموجب ترکی فوج کی تعداد نو ہزار تھی۔ جس کے پاس ۲۲ توپیں تھیں۔ صبح کو مانی کے سامنے سخت توپوں کی جنگ شروع ہوئی۔ ایک بجے تین ترکی بٹالن نے کرشالی سے حرکت کی اور مانی کے قریب بمقام کوٹادی یونانیوں کے بازوئے راست پر حملہ کیا۔ یونانیوں نے اپنے سپہ سالار میورو میچالس کی سرکردگی میں بہت ہی سختی سے اس حملہ کو روکا۔ پھر یونانیوں کو امداد پہنچ گئی اگرچہ ترک اپنی لائن سے ڈھائی سو گز آگے بڑھ گئے تھے چار بجے سہ پہر کو یونانیوں کے بازوئے چپ پر سختی سے گولہ باری شروع ہوئی یونانیوں کا بیان ہے کہ ہم نے ترکی توپوں کو خاموش کر دیا تھا۔ یہی نامہ نگار اپنے پچھلے مراسلہ میں بیان کرتا ہے "یہ خیال تھا کہ آج دن کو جنگ ختم ہو جائے گی لیکن نہایت تیزی سے ساڑھے چھ بجے بھی گولہ باری شروع ہوئی۔ ترکوں نے دو توپخانوں سے کوٹادی اور مانی پر گولہ باری شروع کی اور ترکی پیادہ فوج کی امداد کو اور دو بٹالن آگئیں جس سے حملہ میں اور بھی جان پڑ گئی۔ یونانی ہیڈکوارٹرس یہ خیال تھا کہ پسپا کر دیئے گئے لیکن نامہ نگار کا بیان ہے کہ ایک ترکی رسالہ کوٹادی کے عقب سے نمودار ہو گیا۔ اور اُن ترکی سواروں سے آملا جو رپسانی اور مانی سے دیل آف ٹیمپی کے دروازہ کے پاس آرہے تھے اسی طرح حمیدی ڈویژن حیدر پاشا کے ڈویژن سے آملا۔ پھر کیا تھا آفت برپا ہو گئی کوٹادی اور مانی سے شعلے اٹھنے لگے۔ نامہ نگار کو امید تھی کہ کل بھی میدان کارزار کا تماشہ دیکھنے میں آئے گا۔ مگر شب کو یونانی بھاگ

گئے اور شہور پریشانی ان کی فوجوں پر چھاگئی۔ کبھی یونانیوں پر ایسی تباہی نازل نہیں ہوئی تھی صرف ایک غلطی جو اخیر ترکی حملہ میں ہوئی اس تمام خرابی کی بانی تھی۔ سات بجے ماتی پر بالکلیہ ترکوں کا قبضہ ہوگیا اور اس کامیابی نے حمیدی ڈویژن کے پہونچتے ہی پھر تو بالکل جنگ کا فیصلہ کر دیا اور شمالی تھسلی کی قسمت کامل طور پر ترکوں کے ہاتھوں میں آگئی۔ یونانیوں کا پس پا ہونا لابدی تھا۔ اگر وہ پس پا نہ ہوتے تو اپنے لشکر کو محفوظ نہ رکھ سکتے تھے ✣

دن کی لڑائی میں ترکوں کے نقصان کا اندازہ دو سو پچاس ہے اور یونانیوں کا چار سو تک کیا جاتا ہے ✣

شب کو ہم مشیر کے ساتھ ایلوسونا واپس چلے گئے کسی کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ یونانیوں پر کیا بنی اور ان پر کیا غضب نازل ہوا۔ میری رائے ہیں یونانی صرف اسی لئے بھاگے تھے تا کہ فوج کو محفوظ کرلیں پانچ ترکی ڈویژن معہ رسالہ اور توپخانہ کے جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی نشہ فتح سے سرخوش ہو رہی تھی ترکی توپخانہ نہ صرف تعداد میں بلکہ عمدگی میں اعلے درجہ کا تھا۔ ترکی رسالہ اگرچہ قلیل تھا مگر بڑے ہی دم خم رکھتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں یونانیوں کے سوار بہت ہی تھوڑے تھے۔ چھٹا ترکی ڈویژن بھی قریب ہی پہونچ گیا تھا۔ یونانی لریسا بچانے کے لئے پچاس ہزار فوج سے زیادہ جمع ہی نہ کر سکتے تھے۔ شکست یقینی تھی ایسی شکست جو تمام یونانی دست بستہ ترکوں کے قدموں پر ڈال دیتی۔

دو باتیں ناگفتنی ہیں۔ اول تو وہ عجیب پریشانی جو ۲۳ کی شب کو یونانیوں کے لشکر پر نازل ہوئی دوسرے ترکوں کی بیخبری کہ انھوں نے ان بے اوسان یونانیوں کی بھاگڑ سے کچھ بھی فایدہ نہیں اٹھایا ۲۴ اپریل کو جو مسٹر بیرے نے ایک مضمون یونانی فوج کی بے اوسانی کی بابت فورٹ نائٹلی ریویو میں شایع کیا ہے اس کا اختصار درج ذیل کیا جاتا ہے ✣

تمام لشکر بڑھ رہا تھا اور میدان جنگ سے ۵ یا چھ میل ٹرنیوس تک گیا تھا جبکہ ایک عجیب مجنونانہ پریشانی ان پر چھاگئی۔ اور رسالہ اور توپخانہ ایک خیالی خوف سے بچنے کے لئے پیادہ فوج میں سے ہو کر دم دبا کر بھاگا اور سیدھا لریسا جاکر دم لیا۔ ان کی پریشانی حد کے درجہ پر پہونچ گئی تھی۔ بندوقیں چھوڑتے ہوئے گھوسے بازی کرتے ہوئے اندھا دھند بھاگے چلے جاتے تھے کسی طرف کی سدھ بدھ نہ رہی تھی۔ جانور آدمی گیند کی طرح ادھر ادھر اٹک رہے تھے

سخت آپادھاپی پڑ رہی تھی۔ گاڑیاں اوندھی چھکڑے گاؤ خورد۔ بے اوسانی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی۔ صورتیں مسخ ایک پر ایک گرتے ہوئے اندھا دھند چلے جا رہے تھے۔ فوج پراگندہ ہو کے پارہ پارہ ہو گئی اور ایسی بدحواس ہو کے بھاگی کہ الخلط فتد۔ بھاگنے میں نہ سڑکیں دیکھیں نہ گاؤں نہ پہاڑی نہ گڑھے۔ نہ اونچ نیچ۔ تمام سامان حرب و بار برداری عت ربود ہو گیا تھا یہاں جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ پھر کون سامان کی خبر گیری کرتا۔ یونانی افسروں پر اور بھی خدائی غضب نازل تھا۔ بھگوڑوں کے رہنما ہی تھے۔ انہیں سپاہیوں کی خبر تو درکنار اپنے ہی تن بدن کے ہوش نہ تھے ایسے بکثرت بھاگے جب تک فرسالہ یا دولوس میں دم نہیں لیا ایک جگہ نہیں ٹھیرے لریسا پہونچکر ایک لحظہ بھی ٹھیرنا محال تھا۔ شہر میں سویرے سویرے داخل ہوئے اور فرسالہ سیدھے ہو لئے۔ یہ بے اوسان یونانی سپاہی سمجھتے تھے کہ ترکی رسالہ بھی قہر خدا کی طرح سے آپڑا مگر وہاں ترکی رسالہ کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ ان کی بھاگڑ سے لریسا اور آس پاس کے قصبوں میں سخت گھبراہٹ پیدا ہو گئی بجائے اس کے کہ افسر کچھ انتظام کرتے اور انہیں ان کے بے بنیاد خوف سے آگاہ کرتے اپنی ہی مصیبت میں پڑے ہوئے تھے۔ ادہم پاشا کی اس غفلت کی بابت جو ۲۳۔ اپریل کو ان سے وقوع میں آئی کہ وہ یونانی فوج کو نہ کاٹ سکے۔ مسٹر اسٹیون ڈیلی میل کے نامہ نگار نے مفصلہ ذیل بیان کیا ہے جو ادہم پاشا نے خود نامہ نگار سے کہا تھا اگرچہ ادہم پاشا کا یہ قول جس کا بیان نامہ نگار مذکور لکھتا ہے دلچسپ تو ضرور ہے لیکن قابل اطمینان نہیں ہے وہ قول یہ ہے۔ مجھے کبھی یہ خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ یونانی اپنے مقامات کو چھوڑ دیں گے۔ فطری طور پر یہ ایک زبردست بات تھی کہ جن مقامات کو انہوں نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے مضبوط کیا تھا کیونکر ان کو اس آسانی سے چھوڑ سکتے تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں ہم بھی ان کی خواہش کے موافق جنگ کے لئے تیار ہوئے پھر نہیں سمجھتا کہ بغیر جنگ کئے وہ کیوں بھاگ گئے یہ سخت تکلیف دہ بات ہوئی اگر وہ چھ گھنٹے بھی قدم جما کے مجھ سے جنگ کرتے تو میں انہیں ایسا کچل دیتا کہ پھر وہ سمجھ جاتے کہ ترکوں سے کیونکر لڑا کرتے ہیں۔ ادہم پاشا کا یہ بیان ہے جو باتوں کا نہیں بلکہ کام کا آدمی ہے جو کچھ ادہم پاشا نے یونانی فوج کے رستہ کاٹ دینے کی بابت مجھ سے کہا وہ زیادہ دلکش بات تھی آپ نے فرمایا۔ میری البنی رجمنٹوں کی بہت ہی بری عادت ہے وہ گانے کے

کے شوقین ہیں۔ جب وہ حملہ آور ہوئے ہیں تو گاتی رہتی ہیں۔ اُن کی چھ بٹالین ایک گاؤں پر اس نظر سے بڑھ رہی تھیں کہ یونانی کا رستہ کاٹ دیں وہ بے دھڑک گاتی ہوئی چلی جاتی تھیں ایک یونانی پادری نے محض گانے کی وجہ سے ان کی یلغار کی اطلاع پالی اُس پادری نے فوراً وقت پر یونانی افسروں کو اطلاع دیدی بس پھر کیا تھا وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ورنہ تم دیکھتے کہ یونان کا ولیعہد شہزادہ آج میرے ساتھ ایک میز پر کھانا کھاتا ہوا دکھائی دیتا ٭

جب ادہم پاشا اپنے عملہ کے ساتھ ورۂ ملونا سے آہستہ آہستہ تھسلی کے پائے تخت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آگے بڑھتے ہوئے رسالہ نے شنبہ کے روز ٹرینوس پر قبضہ کر لیا تھا۔ ٹرینوس اس وقت بالکل ویران پڑا ہوا تھا نہ یونانی فوج تھی اور نہ باشندے رہے تھے صرف چھ خاندان رہ گئے تھے جنہیں ترکوں نے کوئی تکلیف نہیں دی۔ ادہم پاشا دو بجے سہ پہر کو ۲۴۔ تاریخ ٹرینوس میں گھوڑے پر سوار ہو کے پھرے اور پھر کارا ڈیری واپس چلے آئے۔ یہاں اُن کا خیمہ ایستادہ تھا اور یہیں جنگی تار برقی بھی لگی ہوئی تھی۔ ٹرینوس اور ریسا تک لین بالکل درست تھی۔ یونانی ایسے بے اوسان ہو کے بھاگے تھے کہ انہیں مطلق یہ بھی ہوش نہیں رہا تھا کہ لینوں کو کاٹ ڈالتے اور سڑکوں کو توڑ ڈالتے۔ غرض کچھ مضرت نہ پہنچا سکے ٭

۲۴۔ تاریخ کی شب کو گریکف پاشا جو ایک نہایت درجہ کا ہوشیار جرمنی ہے اور جو ترکی توپخانہ کا انسپکٹر جنرل ہے اُس نے سواروں کے ایک اسکواڈرن کے ساتھ دیکھ بھال کے لئے دورہ لگایا۔ دوسرے دن پو پھٹنے سے پہلے گریکف پاشا اور سیف اللہ پاشا رسالہ کے چند اسکواڈرن اور گھوڑوں کے ایک توپخانہ کے ساتھ لریسا پر بڑھے۔ گریکف پاشا کو شہر میں فیروں کی آواز آئی اور انہوں نے فوراً تین گولے شہر پر مارے اور پھر پاشا مذکور معہ سیف اللہ پاشا کے بڑے پل پر سے ہو کے ریسا کی طرف چلے۔ انہیں رستہ میں خبر لگی کہ اس پل کو اُڑانے کے لئے یونانیوں نے ڈائنا سیٹ بچھا رکھا تھا۔ اس ڈائنا میٹ کی حکایت بھی تعجب سے خالی نہیں ہے۔ مفصلہ ذیل حالات سٹینڈرڈ کے نامہ نگار مقیم ڈانانے ۷ مئی کو اخبار میں بھیجے تھے ٭

گریکف پاشا اس وقت قسطنطنیہ میں ہیں۔ کل اخبار نیو فرے پریسی کا نامہ نگار اُن سے ملا اور یہ باتیں ہوئیں۔ پاشا نے کہا میں پل کے کونہ پر پہنچ کے اس کے عبور کرنے کو تھا کہ ایک بوڑھا

شخص میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے پکار کے کہا ذرا ہوشیار رہنا یہاں سرنگ لگی ہوئی ہے میں نے
اُس کے کہنے کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور میں عبور کر کے چلا گیا اور پھر میں نے ثابت بے کو حکم دیا کہ
ذرا جا کے تلاش تو کرو۔ کہیں واقعی ڈائنامیٹ نہ چھپا ہوا ہو۔ ثابت بے گئے اور انہوں نے دریافت
کیا صرف تین ڈائنامیٹ کے گوٹ ملے۔ جن کو میں نے پانی میں پھکوا دیا۔ اتنے میں ایک بندوق
کی آواز آئی اور وہ بوڑھا آدمی گر پڑا۔ ہم نے فوراً قاتل کو گرفتار کر لیا یہ قاتل یونانی قزاق تھا جو اُن
چار سو قیدیوں میں کا ایک قیدی تھا۔ جنہیں یونانی فوج نے چھوڑ دیا تھا میں نے حکم دیا کہ اسے
دیوار کے پاس لے جاکے گولی مار دو۔ کیونکہ اس نے بوڑھے شخص کو مار ڈالا ہے یہ سنتے ہی میرے
آدمی چونکنے ہوئے اور انہوں نے مجھے آگاہ کیا کہ جب تک سلطانی ارادہ نافذ نہ ہو آپ کسی کو قتل نہیں
ناچار میں نے اُس یونانی قزاق کو چھوڑ دیا۔ اب آپ اس نظیر سے سمجھ سکتے ہیں کہ زمانہ جنگ میں ترکی
قانون کیسا زبردست ہے کہ کوئی افسر بغیر حکم سلطانی کسی مجرم کو بھی قتل نہیں کر سکتا۔ شہزادہ ولیعہد
یونان کے محل میں چند چٹھیاں ملیں ایک چٹھی وزیر جنگ کی تھی جو شہزادہ کے نام آئی تھی اور وہ چٹھی
شہزادہ کے اُس خط کے جواب میں تھی جو اُنہوں نے فوجی ٹھیکہ داروں کی شکایت میں لکھی تھی۔
موجودہ سلطانی لشکر وہ لشکر ہے کہ اُس سے بہتر آج تک ترکی سلطنت نے میدان جنگ میں نہیں
بھیجا۔ جنرل اسٹاف بہت ہی اعلے درکا ہے سپاہیوں کی بابت کچھ نہ پوچھو۔ جب میرے کپتان نے
ردیف کے ایک سپاہی سے پوچھا۔ کیا تمہیں کنبہ کے چھوڑ انے کا کچھ رنج نہیں ہے۔ سپاہی نے
جواب دیا" رنج کہتے کسے ہیں ہم تو اپنی ناچیز جانوں کو اعلےحضرت سلطان المعظم پر قربان کرنے سے
بے انتہا خوش ہیں" یہ سن کے اور ردیف کے سپاہیوں نے کہا کیوں ہم تو خاص اس مبارک دن کے
لئے پیدا ہی ہوئے ہیں" حق تو یہ ہے کہ اُن کی بہادری کا افسر سے لے کر ادنےٰ سپاہی تک کوئی اندازہ
نہیں ہو سکتا۔ جب ہم گھوڑے سوار اُن ترکی ٹپالن کے پاس پہونچے جو تھسلی جا رہی تھیں تو مانی
دلیلر کی جنگ گریکیف پاشا نے مجھ سے کہا تھا" آپ ان غریب سپاہیوں کو ملاحظہ کرتے ہیں۔
خاک آلود اور پریشان لباس۔ لیکن سمجھ لیجئے کہ ان سے بہتر سپاہی دنیا کے پردہ میں نہیں نکلنے کا
مسلمان اور یہودی باشندوں نے ترکی فوجوں کے داخل ہونے پر مبارک بادی اور جمعہ
سے ریسا میں جو بلائیں اور سخت آفتیں اُن پر آرہی تھیں اُن کا تذکرہ کیا۔ کمبخت ملکی گورنر نے

قیدخانوں کو توڑ کے قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا اور ساتھ ہی غضب یہ کیا تھا کہ انہیں بندوقیں بھی دیدی تھیں۔ جب تک لریسا پورا فتح نہ ہولیا ادہم پاشا کو اس کی حالت کی خبر نہ ہوئی۔ گر میکف پاشا کے داخلہ کے چار گھنٹہ بعد میں معہ اپنے بیٹے الیس اور ساتھیوں کے لریسا میں داخل ہوا اور اسی اثناء میں اعلیحضرت سلطان المعظم کا ایڈی کانگ نجیب بے اور ادہم پاشا کا ایڈیکانگ گھوڑا بھگاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے ؛

لریسا دریاے پینی رس کے کنارہ پر ایک بہت ہی شاداب جگہ واقع ہے۔ دریا شہر کے شمالی اور مغربی حصص میں بہت تیزی سے دوڑتا ہے اور اس کے کنارے بارآور درختوں کا جوبن اور سبز چراگاہیں کیا ہی خوشنما معلوم ہوتی ہیں سبز مسجد پر کھڑے ہوکے کوئی اس کا دلفریب نظارہ کرے دربار کاپل۔ زرخیز میدان جن کی اسی دریا سے آبپاشی ہوتی ہے۔ یونان کی نہ سہی تھسلی کی تو جان ہیں۔ خود شہر کی ساخت بہت ہی خوش وضع ہے۔ قدیم اور جدید ہر قسم کی عمارتیں بنی ہوئی آخر الذکر عمارات کی خوبصورتی تو بس کچھ نہ پوچھو۔ محل پرانی حرم سرا بنک اور اولمپی ہوٹل پیسب نامی اور اعلے درجہ کی عمارتیں ہیں ان کی ساخت بالکل فرانسیسی فن عمارات سے ہوئی ہے ان میں سے بعض عمارات ترکی خاندانوں کی ملک تھیں جن کی اب بھی تھسلی میں بڑی بڑی زمینیں ہیں بہت سے منارے اور بکثرت مساجد اب بھی اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ یہاں ترک کسی زمانہ میں بہت مدت تک سلطنت کر گئے ہیں۔ یہ منارے جہاں بنے ہوئے ہیں وہاں کی خوبصورتی کا کچھ عالم نہ پوچھو۔ ۱۸۸۲ء سے جب سے یونانیوں کی حکومت ہوئی ہے بہت سے منارے یونانیوں نے منہدم بھی کر دیئے یہ بھی مجھ سے بیان کیا گیا کہ جو رونق اور خوبصورتی اس کی ترکی سلطنت میں تھی وہ اب کہاں ہے ؛

ہم نے لریسا کو مردوں کا ایک شہر پایا۔ تمام گھر ویران بہت سے مقفل اور بچے ہوئے بہت سے ٹوٹے ہوئے کہ اندر کی چیزیں صاف نظر آرہی تھیں شہر کا ایک شمالی حصہ مشرقی جانب تو بالکل تباہ و برباد ہوگیا تھا یہ نا انسانیت کا فعل یونانی قیدیوں اور بے قاعدہ سپاہیوں نے کیا تھا جو ایک دن اور ایک رات پہلے سے بدعت پھیلا رہے تھے یہ شجاعت تھی یونانی سپاہیوں کی جنہوں نے اپنے ہی ملک بلکہ وطن کی عورتیں اور بچوں کو لوٹنا شروع کیا اور برباد کر دیا اور جہاں تک ان سے ہوسکا

لوٹ کی کوئی چیز نہیں چھوڑی ٭

لریسا کا اسٹیشن وحشیانہ پریشانی کا منظر بن رہا تھا یہاں بدنصیب - بے خانمان - بدحواس باشندوں کا ہجوم ہو رہا تھا - ہزاروں آدمی ایک پر ایک گرا پڑتا تھا اور تمام خلقت تہ و بالا ہو رہی تھی - یونانیوں کا بھگوڑا لشکر شہر میں داخل ہو رہا تھا - ایک وحشتناک آفت سب پر چھائی تھی - ٹرنک تھیلے - بکس بسکٹ ادہر ادہر شہر میں پڑے ہوئے تھے اور ہر قسم کا سامان خانہ داری پراگندہ تھا ہلکا ہلکا سامان تو لریسا کے بدنصیب باشندے اپنے ساتھ لے گئے تھے - لیکن بھاری سامان کے لے جانے کی اس لئے حکام نے اجازت نہ دی تھی کہ ریل میں آدمیوں کا آنا جب مشکل تھا تو سامان کیونکر آسکتا ہے - ناچار کل سامان چھوڑنا پڑا اور اس سامان کو چھوٹے ہوئے قیدیوں اور بھگوڑی کی فوج نے بالکل لوٹ لیا تھا یونانی فوج کو اپنے ہی آدمیوں کے ساتھ یہ ہمدردی تھی کہ انہوں نے جہاں تک اُن سے ممکن ہو سکا خوب لوٹا ٭

اس بے سری فوج پر نامرد ہاتھی کی مثل صادق آتی تھی جو اپنی ہی فوج کو مارتا ہے - ایک بہت بڑا ٹرنک نظر پڑا جس پر موٹے موٹے حرفوں میں میسرس آرسٹن چانٹس کا نام لکھا ہوا تھا ایک نامہ نگار نے بہت خوشی سے اس ٹرنک کا فوٹو لے لیا ٭

لریسا کی پریشان حالت دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یونانیوں پر بھاگڑ کی کیسی بے اوسانی چھائی تھی - شہر کے ایک ہی حصہ میں لوٹ نہیں مچی تھی اور دوسرے حصص شہر کے مکانات لوٹ کے لئے توڑ ڈالے گئے تھے - بارکیں جلا دی گئی تھیں - ڈاکٹر مجروح یونانیوں کو ہسپتال میں چھوڑ کے بھاگ گئے تھے - فصیل شہر میں دس محاصرہ کی توپیں بھی ترکوں کو پڑی ہوئی ملیں پچھتر ہزار کروپس رئفل اور بہت بڑا سامان گولہ بارود کا فتحمند ترکوں کے ہاتھ لگا ٭

ادہم پاشا نے جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں اپنے لشکر کو لوٹ وغیرہ سے روکنے کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں البینیوں نے جو بے قاعدہ فوج میں تھے اول ہی شب کو کچھ لوٹ پر ہاتھ ڈالا تھا مگر دوسرے روز فوراً ہیڈ کوارٹر اسٹاف نے انہیں روک دیا - چند البانیوں کے کوڑے مارے گئے اور دو کو گولی مار دینے کا حکم دیا گیا - لیکن خیر ہوئی کہ یہ سخت سزا معاف کر دی گئی جو یوروپی اسوقت لریسا میں موجود تھا وہ اس بات کی شہادت دے سکتا ہے کہ

ادہم پاشا اور آپ کے شملہ نے کیسا عمدہ انتظام رکھا نہ کسی متنفس کو شکایت دی گئی اور نہ کسی کو ستایا گیا اور نہ کسی کا سامان لوٹا گیا۔ مثلاً چند گاؤں ایسے تھے جو مویشیوں بھیڑوں اور تمام قسم کی مرغیوں وغیرہ سے بھرے ہوئے تھے کیا ممکن ہے کہ کسی ترکی سپاہی نے انہیں ہاتھ ہی لگایا ہو سپاہیوں نے بھوکا رہنا قبول کیا۔ لیکن کیا مجال تھی جو کوئی آنکھ اٹھا دیکھتا ✤

ولیعہد شہزادہ کی نسبت ہم نے بہت سی دلچسپ حکایتیں سنیں اس میں شک نہیں کہ شہزادہ کے مشیر ناکارہ تھے جس طرح شہزادہ ذمہ دار ہے اسی طرح اس کے ناکارہ مشیر جن میں نہ عقل تھی نہ استقلال تھا ذمہ دار ہیں۔ یہ بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں ہے کہ گھبراہٹ نے ساری شائستگی سپاہیوں کی کھو دی تھی اور وہ ایسے بے اوسان اور شکستہ خاطر ہو گئے تھے کہ خیال میں بھی نہیں آسکتا ✤

کتنا ظلم ہوا ہے کہ شنبہ کے روز جو ٹرین روانہ ہوئی تھی اور جس میں بدقسمت شہری کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے شہزادہ کے عملہ کے آدمیوں نے اسے روک لیا اور نہایت بیدردی سے کل لوگ ٹرے ٹرین سے اتار دیے گئے۔ جب یہ ٹرین خالی ہو گئی تو شہزادہ صاحب معہ اپنے عملہ کے بیٹھ گئے اور اپنے ساتھ اپنے گھوڑوں کو بھی بٹھا لیا اور یہ سارا گروہ ہٹیفنس ہوتا ہوا فارسالا پہونچا جو پچاس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اگر کمبخت شہزادہ لوگوں کی پریشانی اور گھبراہٹ کو روکتا اور کچھ انتظام کرتا تو بہت کچھ کامیابی کی امید ہو سکتی تھی مگر اس نے تو اس کی خبر بھی نہ لی۔ اور سیدھا فارسالہ جا کے دم لیا جہاں اس نے اپنا لشکر گاہ بنایا تھا ✤

جو کچھ ناراضی یا پریشانی یونانی سپاہیوں میں پیدا ہوئی اس سے ان افسروں کا طرز و انداز معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے شہزادہ کو ناکارہ مشورہ دیا تھا ممکن ہے کہ یہ مشورہ عاقلانہ ہو لیکن بہادری کی بو تو اس میں مطلق نہیں پائی جاتی تھی۔ ایپرس کی شکستوں کے بعد کرنیل مینس سے اس کے آدمیوں نے جس وحشیانہ طور سے برتاؤ کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یونانی کس قماش کے آدمی ہیں۔ عالمگیر چشم دید شہادتیں انگریزی اور دول خارجہ کے نامہ نگاروں کی اس بات کا ثبوت ہیں کہ یونانی شکست کھا کے کیسے بیرحم کیسے بزدل اور کیسے گنہگار بن جاتے ہیں۔ ریسا کی فتح کی خبر جس وقت لندن میں پہنچی تو ان چند انگریزوں کو سخت صدمہ ہوا جو یونانیوں کے خیر خواہ تھے اس کے

ثبوت میں میں ڈیلی کرانکل مورخہ ۲۶- اپریل کے مضمون کا خلاصہ درج ذیل کرتا ہوں جو لڑلیبا کی فتح پر لکھا گیا تھا۔ کثیر غول بیابانی رسالے اور توپخانہ کے ساتھ مسیحی سرزمین کی طرف آندھی اور مینہ کی طرح بڑھا چلا آرہا ہے یہ خبر ہے آج کی جس کی توضیح ہم بعد میں کریں گے۔ اگرچہ جنگی نظر سے زیادہ بری نہ ہو۔ لیکن تمدن اور انسانیت کے لحاظ سے زبوں تری ہے اس آخرالذکر روشنی پر غور کرو جو تاریک ترین خیال ہے حکمراں ترک جن سے تمام اچھے آدمی نفرت کرتے ہیں جو قتل اور غارت میں ید طولے رکھتے ہیں اور جن کے نام سے ایک لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اور جنہیں برطن عظم کے وزیر نے ابھی چند روز ہوئے خوف دیا تھا اب یہ وہ وحشی ظالم غول بیابانی مشتملہ یورپ کی آنکھوں کے آگے جبکہ وہ اپنے تدابیر اور تجویزیں سوچنے میں لگا ہوا ہے خدائی غضب کی صورت میں عیسائیوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو برباد کرنے کے لئے حملہ آور ہو رہا ہے اور غضب یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے مسیحی حکمران اس کے ساتھ ہیں جن میں سے ایک عیسائی بادشاہ نے تو اپنے افسر بھی عیسائیوں سے لڑنے کے لئے بھیجے۔ مسلمان وحشی جو بلغانی حصوں میں اپنی بہادرانہ کوششوں میں لپپا کر دیئے اب وہ فتحمندانہ طور پر یورپ میں بڑھے چلے آئے ہیں۔ بلال نے صلیب کو جھکا دیا ہے اب عیسائی دنیا کی پاک علامت کبھی فتحمندی کے ساتھ مشہور نہیں ہوگی یہ وہ علامت ہے جس کی نسبت کانسٹینٹائن نے کہا تھا کہ تو اس علامت کو لے کر دنیا پر فتح پاسے گا یہ صلیب جس کی نسبت کہا گیا ہے تجھے قتل کرائے گی تجھے شکست دلائے گی۔ تجھے پارہ پارہ کرائیگی تجھے اوبٹنے تیل میں ملا کر خاک سیاہ کر دے گی۔ اس صلیب کی شان میں ہے جو حضرت عیسےٰ کی صلیب کہلاتی ہے جس کا ظہور اس وقت یونان میں ہو رہا ہے انگلستان بھی اس کا مجرم ہے اور ہم لوگ بحیثیت انگریز ہونے کے بہت بڑے گنہگار ہیں (ڈیلی کرانکل کا بیان ختم ہو گیا) ہم نے تمام ہفتہ لریبا اور قریب قریب کے دیہاتیں گزارا گھرلی میں ویلسٹونہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے دو شب میں نے آرام کیا اور ارد گرد کی وادیوں اور میدانوں کی سیر کی۔ ڈیل آفت ٹیمپی تو سب سے بھی دلکش مقام معلوم ہوا۔ مسٹر منٹگمری اسٹینڈرڈ کے نامہ نگار میرے ساتھ تھے یہ شخص ترکی زبان بہت صفائی سے بولتا تھا اور یونانی اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے عثمانی سپاہیوں سے اور یونانی کاشتکاروں سے اچھی طرح باتیں کرتا تھا ایک سیاح اور

بالخصوص ایک نامہ نگار کے لئے زبان داں ہونا نہایت مفید ہے مسٹر منٹگمری نے اپنی مہمات میں نہایت ہی جرأت کا اظہار کیا یونانیوں نے ایک دفعہ اسے گرفتار بھی کر لیا تھا اور نہایت درشتی سے اس کے ساتھ پیش آتے تھے۔ پہلے ترکوں نے اسے مشتبہ نظروں سے دیکھا اس لئے کہ وہ ایشیا کوچک میں پیدا ہوا تھا اسی لحاظ سے خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ارمنی ہے اگرچہ وہ اصل میں یہ انا اناطولی تھا۔ بیرن کنٹرڈ ایک نہایت مشہور اور دل لگی کا آدمی تھا کشادہ دل ہوشیار جری اور بامذاق تھا وہ ہمیشہ مقابلہ میں رہتا تھا + اور سخت سے سخت خطرے میں اُسے اندیشہ نہ ہوتا تھا۔ کریٹ میں دو بار باغی عیسائیوں نے اُسے گرفتار کر لیا تھا اور ایک دفعہ تو وہ گولی کھانے سے بال بال بچا۔ اُس نے تھلی کا سفر کیا۔ اسی پریشانی کی حالت میں نہ اس کے پاس گھوڑا تھا نہ کاٹھی۔ نہ ہتھیار جرمنی نامہ نگاروں کو قاعدہ کے موافق بہت ہی کم معاوضہ دیا جاتا ہے اور وہ اپنے انگریزی ہمعصر نامہ نگاروں کی عیش و عشرت دیکھ کر نہایت متعجب ہوتے ہیں مگر تو بھی اس حالت میں بیرن کی زندہ دلی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس نے لڑائی کے آخری حصہ کو پورے طور پر دیکھا کہ یہاں تک یونانیوں نے مسٹر منٹگمری کے ساتھ مقام اپرس کے قریب اُسے گرفتار کر لیا ؂

ڈیل آف ٹیمپی کا رستہ بہت ہی طولانی اور گرم تھا۔ میرے ساتھ روٹ بے اور چار لشکری تھے۔ ٹیمپی ترکی تھانوں کے پرے اس وقت واقع تھا اور جنگ میں ایک بار اسے پہلے اس خوبصورت مقام میں ایک ترکی ٹوپی دکھائی دی تھی۔ سیف اللہ بیگ اس کا دورہ کر کے واپس چلے آئے تھے۔ ہم نے چند یونانی کاشتکاروں کو رستہ میں دیکھا جو بد حواس لریسا کی طرف بھاگتے چلے جاتے تھے جو ٹیمپی کی بلند قطع زمین سے آئے تھے اور شکایت کرتے تھے کہ یونانی اور ارناوٹ ہمارے گاؤں میں آکر ہمارے مویشیوں اور گھروں کو لوٹ رہے ہیں کوئی تکلیف کسی کو نہیں دی گئی ہے۔ لیکن حملہ آوروں کو جو چیز اچھی معلوم ہوئی وہی لے لی۔ ان کاشتکاروں کو دھوکا ہوا۔ حملہ آوروں میں یونانی ایک بھی نہیں تھا ان کچھ البینی تھے جو فوج کو چھوڑ کر لوٹ کے لالچ سے آگے بڑھ آئے تھے یہ کاشتکار ادہم پاشا کے پاس جا رہے تھے تاکہ وہ ترکی سپاہیوں کی گارد کو ان کے گاؤں کی حفاظت کے لئے روانہ کریں

بازار میں جو ایک بڑا گاؤں ہے اور جو بالکل ریل کے دروازہ پر واقع ہے ہم نے کثیر تعداد باشندون کا ایک گروہ دیکھا جو ہماری پیشوائی کے لئے آئے تھے ایک پادری ان کے ساتھ تھا انہوں نے ہماری اطاعت قبول کی یہ خیال کر کے کہ ہم ترکی افسر ہیں اور ہم سے حفاظت کی درخواست کی کوئی کسی قسم کا ظلم اور کسی قسم کی تکلیف نہیں دی گئی وہ ارناؤتوں کے حملے کی خبریں سنکر ہول کھارہے تھے اور اسی نظر سے انہوں نے عورتوں اور بچوں کو چٹالی شہر میں روانہ کردیا تھا۔ اراوٹ دریا کے شمالی کنارے پر چپنا ہی میل پر تھا +

اسی شب کو ہم ادہم پاشا سے ملے اور ہم نے ان سے چشم دید واقعات بیان کردیئے مگر اس سے پہلے وہ ایک ۔ باقاعدہ سپاہیوں کی ایک کمپنی یونانی قصبا تی التجا پر روانہ کر چکے تھے جب ہم دوبارہ اسی پہاڑی پر گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک ہفتہ سے ترکی سپاہیوں نے اسپر قبضہ کرلیا اور وہاں کے عیسائی باشندے ترکی سپاہیوں کے برتاؤ سے بہت ہی مطمئن ہیں ہم نے ادہر اُدہر کی خوب سیر کی۔ ہم نے سرسبز چراگاہوں کو دیکھا۔ سات گھنٹے تک ہمارا یہ سفر رہا۔ آدہی رات سے پہلے پہلے گھر نہ پہونچ سکے۔ سوار اور گھوڑے سب تھک کر چور ہوگئے

مسٹر کلاوبیگہم لنڈن ٹائمس کے نامہ نگار کی تحقیق کے بموجب ابتدائے جنگ سے ۲۵- اپریل تک ترکوں کے کل چارسو آدمی مقتول و مجروح ہوئے تھے یہ شخص ترکی حالات سے انتہا درجہ کا واقف تھا اور ہمیشہ ترکی لشکرگاہوں کے ساتھ ساتھ رہا کرتا تھا۔ ساتھ ہی مسٹر بیگہم نے یونانیوں کے مقتولین کی بھی یہی تعداد بتائی ہے مگر اس کے اندازہ کرنے میں نامہ نگار صاحب نے سخت غلطی کی +

خیال کرنے کی جگہ ہے کہ درہ ملونا کریٹری۔ راوینی اور دلیلا میں اتنے تو خونریز میدان ہوئے اور پھر مقتولین اور مجروحین کی تعداد صرف چارسو بتائی جائے۔ محض غلط ہے بلکہ میرے اندازہ میں دو ہزار کے قریب مقتول و مجروح ہوئے۔ جن میں پانسو صرف مقتولین میں شمار ہونے چاہئیں +

۲۵- اپریل کو ادہم پاشا نے مفصلہ ذیل احکام جاری کئے۔ ہری پاشا اول ڈویژن کے ساتھ زرکس پر بڑہیں جو لریسا کے جنوب مغرب کی طرف ہے نشاط پاشا دوسرے ڈویژن

کے ساتھ ہری پاشا کے بائیں بازو پر بڑھیں ممدوک پاشا تیسرے ڈویژن کے ساتھ لریسا پر قبضہ کر لیں۔ پانچواں اور چھٹا ڈویژن حقی اور حمدی پاشاؤں کی ماتحتی میں لریسا کی جانب چپ جا کے اور شہر کی جنوبی طرف پانچ میل پر قیام کر کے حفاظت کریں۔ حیدر پاشا جنہوں نے چوتھے ڈویژن کی سرکردگی میں درہ ملونا میں جنگ کی تھی درہ کے گرد چھوڑ دیئے گئے تھے رسالہ کا ڈویژن جانب جنوب میدان میں صف بستہ تھا ؎

ترکی افواج نے ویلسٹو پر سب سے زیادہ یلغار کی اور یونانیوں کے نئے رستہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی مقام پر دولو فرسالہ اور لریسا کی ریلیں آکے ملتی تھیں سب سے پہلے دولو پر قبضہ کر لیا گیا کیونکہ یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ دولو پر قبضہ ہونے کے بعد فرسالہ کا بچنا محال ہے ویلسٹو نو پر ایک زبردست حملہ ترکوں کو کافی قبضہ دلا سکتا تھا۔ دس روز میں ادہم پاشا نے بہت سی جانیں ضایع کرنے کے بعد سمولنسکی کو ویلسٹونو سے نکال باہر کر دیا میں نے ادہم پاشا سے کہا کہ آپ اپنے بازوئے چپ سے ویسٹو نو اور دولو کو دباتے چلے جائیں مگر مشیر ادہم پاشا نے میرے مشورہ کو نہیں مانا۔ انہوں نے میدان میں یونانیوں سے ایک خونریز جنگ لڑنی چاہی تاکہ اُن کو اِس سرے سے اُس سرے تک لرزا دیں اس کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مشیر کی یہ رائے بالکل غلط تھی۔ یونانیوں کو اس وقت جرأت اور عمدہ سپہ سالار کی ضرورت تھی مگر بجائے اس کے ان میں فریب اور دغابازی بھری ہوئی تھی۔ اخیر تدبیر جو انہوں نے کی وہ یہ تھی کہ اپنے مورچے چھوڑ چھوڑ کے بھاگ جائیں اور میدان میں ادہم پاشا کو اپنے کچل دینے کا پورا موقع دیں ادہم پاشا کا اپنے نوے ہزار خونخوار ترکوں کے ساتھ یہ خیال تھا کہ میں یونانیوں کو اپنے تساہل پر تحریص دلاؤں تاکہ وہ تھسلی کے میدان میں آکے مقابل ہوں کیونکہ یونانیوں کو اپنی شجاعت اور سامان پر بہت بڑا گھمنڈ تھا۔ اسی شب کو ادہم پاشا نے ارادہ ظاہر کیا اور اُس نے سامان حرب نہ ہونے کا عذر کیا یہ تو ادھم پاشا کی زبان سے نہیں نکلا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ گولہ باروت کے کم ہونے کا عذر کر کے اپنی یلغار کا تساہل بیان کیا۔ ادہم پاشا ایسا خوش خلق ہے کہ بجائے کسی بات سے انکار کرنے کے وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ عذر پیش کر کے معافی مانگ لیتا تھا ؎

(ادہم پاشا)

ایمان کی بات یہ ہے کہ میں نے ادہم جیسا خلیق سردار اپنی عمر میں نہیں دیکھا وہ سچا

عثمانی ہے اور فی الحقیقت عثمانیوں کی کل صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ عالی ظرف۔ رحمدل۔ غیور اور صادق الوعد اور ساتھ ہی اپنے مرتبہ اور عظمت کو نظر رکھنے والا وہ ایسا شخص ہے کہ جس کے وعدہ پر تم آنکھ بند کر کے بھروسہ کر سکتے ہو وہ اپنی عظمت کا خیال کر کے محض ناممکن ہے کہ اپنے وعدہ کی وقعت نہ کرے ایسا محنتی کوئی شخص دیکھنے میں نہیں آیا ہے انتہا محنت کرنے کے بعد بھی نہیں تھکتا اور چوبیس گھنٹے میں بمشکل خواب گاہ میں جا کے آرام کرتا ہے۔ میں نے تو دن اور رات جب دیکھا اُسے کام ہی کرتے دیکھا۔ سخت گرمی پڑ رہی تھی اور سہ پہر کا وقت تھا کہ میں ادہم سے ملنے گیا تمام عرصہ میں صرف اس دن میں نے مشیر کو آرام کرتے ہوئے دیکھا۔ ادہم پاشا کے ایڈیکانگ نے مجھ سے معافی چاہی اور کہا کہ وہ ابھی ذرا بستر پر لیٹے ہیں میں نے مناسب سمجھا کہ ایسے ضعیف اور جفا کش کو اُٹھا کے تکلیف نہ دوں۔ شب کو نعیم پاشا ویلسٹڈونو سے پس پا کر دیا گیا تھا جس کی خبر مسٹر منٹگمری اور ایلینس نے ایک بجے دوپہر کو ادہم پاشا سے کہی۔ مشیر نہایت مہربانی سے پیش آئے اور آدھ گھنٹے تک نقشہ دیکھنے کے بعد آفتاب کے غروب ہوتے ہوتے بارہ ہزار سپاہ نعیم پاشا کی امداد کے لئے روانہ کر دی +

(ادہم پاشا کا غصہ)

صرف ایک ہی بار میں نے ادہم کو غصہ کی حالت میں دیکھا۔ میری صورت دیکھتے ہی وہ کہنے لگا کہ سفرائے دول نے بسر کردگی سر فلپ کری بابعالی میں اس کی شکایت گذرانی ہے کہ ہماری فوج نے تھسلی میں بڑا قتل عام کیا۔ یہ کہہ کے وہ پورے جوش میں بھر آیا اور اب اُس کا غصہ آتش انگیز طیش میں بدل گیا۔ اس میں شک نہیں کہ جب ایسے ایک نیک دل شخص پر سخت ناانصافی کا الزام لگایا جاوے تو اسے فطری طور پر ایسا ہی غضبناک ہونا چاہیئے۔ ترکی لشکر کا طرز و انداز ایسا قابل تحسین تھا کہ ہر انگریز جو فوج کے ساتھ تھا سر فلپ کری کی اس بے بنیاد شکایت پر مثل ادہم کے سخت غصہ میں آیا +

اخیر ہم سب جمع ہوئے اور ہم نے ایک تار برقی سر فلپ کری کو ملکے روانہ کی تار برقی فرانسیسی زبان میں بھیجی گئی تھی۔ کیونکہ تار گھر کا کلارک سوائے فرانسیسی اور ترکی کے اور کسی زبان میں تار برقی بھیج ہی نہ سکتا تھا۔ تار برقی کا فرانسیسی زبان سے یہ ترجمہ ہے +

عثمانی افواج کی قتل وغارت کی جو روایتیں تراشی گئی ہیں وہ محض غلط ہیں۔ جنگ دیلیدو غیرہ مقامات میں ہم نے خود ہر ایک بات کو ملاحظہ کیا ہے۔ ہر موقع پر ترکی لشکر کا طرز و انداز تعریف کے قابل رہا ہے۔ اور ہم نے مغلوب دشمنوں سے آج تک ایسا عمدہ سلوک کرتے ہوئے کم دیکھا ہے +

ساتواں باب

ویلسٹونو کی لڑائی

ہم نے کئی موقعوں پر چاہا کہ فرسالہ جائیں۔ لیکن ہمیں مارشل ادہم پاشا نے منع کیا کہ ابھی تک یہ مقام دشمن سے صاف نہیں ہوا ہے اس لئے وہاں جانا مناسب نہیں ہے مارشل نے ہم سے وعدہ کیا کہ جس وقت جنگ کا موقع ہوگا میں فوراً تمہیں اطلاع دے دونگا۔ ۲۹۔ اپریل کو جمعرات کے دن میں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ ویلسٹونو چلنا چاہیئے میں علے الصباح روانہ ہوا وہاں پہنچنے سے یہ بات ضرور حاصل ہوئی کہ میں نے ویلسٹونو کی جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی اگرچہ یہ لڑائی کچھ بڑے پیمانہ پر نہ تھی لیکن پھر بھی خونی وانقطاعی تھی۔ سپہ سالار افواج عثمانیہ کا یہ خیال نہ تھا کہ ایسی سخت جنگ ہوگی ورنہ فوجوں کی فراہمی پہلے ہی سے ہو جاتی۔ محمد بے کی خطرناک غلطی نے جو اس نے دشمن کی توپوں میں گھس جانے سے کی اور اسی طرح حقی پاشا تیسرے ڈویژن کے کمان افسر اور نعیم پاشا برگیڈ سے برابر غلطیاں ہوتی رہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی افواج کو پسپا ہونا پڑا۔ ترکوں کے پاس پیادہ فوج کا صرف ایک برگیڈ تھا اور ایک ہزار سوار تھے +

مسٹر برے نے جو جنرل سمولنسکی کے ساتھ تھا۔ ترکوں کی تعداد فوج کا اندازہ کرنے میں سخت غلطی کی اس نے چالیس ہزار ترکی فوج بیان کی ہے اور دوسری غلطی یہ ہوئی کہ اس نے یہ لکھدیا کہ عثمان پاشا فوجوں کی کمان کر رہے تھے نہ تو یہاں ادہم پاشا تھے اور نہ یہ عثمان غازی۔ کیونکہ آخر الذکر تو سلونیکا ہی سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ یقیناً مسٹر برے نے ۳۰۔ اپریل کی پہلی جنگ ویلسٹونو اور پانچویں مئی کی دوسری جنگ کو باہم ملا لیا تھا۔ جن جنگوں میں ترکوں کے پاس سترہ ہزار سے اٹھارہ ہزار فوج تھی۔ ہم سب جنگ میں تھے اور ہم نے ہر جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے

کل چھ ہزار ترکی فوج تھی جو جنگ میں مشغول تھی۔ اس سے زیادہ ایک سپاہی بھی نہ تھا لریسا سے کچھ مدد پہونچی تھی مگر وہ شنبہ کے دن آٹھ بجے صبح تک پہونچسکی اور اب دوپہر کا وقت آگیا تھا اور کل تازہ ڈویژن آکے گاؤں کے گرد خیمہ زن ہوگیا تھا +

گیرلی جہاں جنگ ہوئی تھی لریسا سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے اور گیرلی سے ۸ میل ویلسٹونو ہے یونانیوں کے قبضہ میں ایک زبردست مقام تھا۔ پہاڑی کے نشیبی سلسلہ میں انہوں نے مورچہ بندی کرلی تھی اور پیلاف ٹپی کے بلندی پر خیمہ زن تھے۔ ۲۹-اپریل دوشنبہ کے روز جنگ شروع ہوئی۔ محمد بے مشہور غازی مختار پاشا کے بیٹے نے ویلسٹونو کی سیدھ میں حملہ کیا۔ محمد کے پاس حقی پادشاکی ڈویژن کی دو بٹالن اور ایک توپخانہ تھا اور کل چھ سو سوار تھے محمد بے کا یہ ارادہ تھا کہ پہاڑی کی بلندی پر حملہ کرکے دشمن کی جانب چپ کو پارہ پارہ کردوں اور پھر ریلوے جنکشن پر عقب سے پہنچ جاؤں۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ نوجوان حملہ آور نے کرنیل سمولنسکی کی قوت کے اندازہ کرنے میں سخت غلطی کی۔ مسٹر بیے جو کرنیل کی فوج کے ساتھ یونانی افواج کا دس ہزار کا اندازہ کرتا ہے لیکن بعد ازاں میں نے جو اندازہ کیا تو بارہ ہزار فوج تھی اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہوئی کہ جمعہ کے روز یونانیوں کو مدد پہنچ گئی تھی کیونکہ ہم دیکھ رہے تھے کہ ریلوں میں فوجیں بھری چلی آتی تھیں۔ جب مدد آگئی تو یونانیوں نے بڑی بیجگری سے حملہ کیا +

۲۹-تاریخ کو کچھ بڑی لڑائی نہیں ہوئی۔ محمد بے اپنی دو بٹالن سے گیرلی سے جانب جنوب غرب ویلسٹونو کی طرف بڑھا اور اس شہر کے دو میل کے فاصلہ پر غرب کی طرف سے پہنچ گیا اور پیادہ فوج مناسی فیلیا کی طرف بڑھی تاکہ ویلسٹونو سے یونانیوں کو پراگندہ کردے۔ رسالہ نے نشیب کی طرف ہموار سطح پر قدم بڑھایا اور توپخانہ سے یونانی توپوں کے دو دو ہاتھ ہوئے۔ محمد بے نے امداد طلب کی۔ جس پر حقی پاشا نے فوراً ایک بڑی بٹالن روانہ کردی +

دوسری صبح کو پو پھٹتے ہی جنگ شروع ہوگئی ترکوں نے قصبہ کپھالو پر قبضہ کرلیا محمد بے نے ایک سخت غلطی کی جس سے رسالہ کو بھی نقصان پہنچا اور وہ روز روز شکست بن گیا اس نے اپنے رسالہ کو یونانیوں کے قلب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جہاں انہوں نے نہایت سنگین مورچہ باندھ رکھے تھے +

سواروں نے اپنے افسر کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور بڑی بیجگری سے آگے بڑھے۔ یونانی توپخانوں سے برابر گولہ باری ہو رہی تھی اس پر بھی ترک بڑھے چلے جاتے تھے محمود ان بہادر سواروں کے آگے آگے تھا۔ بہادر سپہ سالار نے ایک مورچہ پر قبضہ کر کے ایک یونانی افسر کو گرفتار کرنا چاہا یونانی بلا کا بہادر تھا اُس نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور محمود کو تپنچہ مارا۔ گولی خطا کر کے نکل گئی۔ تپنچہ چلتے ہی محمود نے اپنی عثمانی تلوار کے جوہر دکھائے اور ایک ہی ہاتھ میں یونانی افسر کو پارہ پارہ کر دیا ✤

بہ سہ جا کہ شمشیر او کار کرد ✤ یکے را دو کرد و دو را چار کرد

ایک مورچہ فتح کرنے کے بعد اُسی دھواں دھار یلغار سے گولوں کی بارش میں ہو کے ترک سوار آگے بڑھے۔ لیکن گولوں کی بھرمار سے گھوڑوں کے منہ پھر پھر گئے وہ واپس چلے آئے کیونکہ اس حملہ میں اُن کا سنگین نقصان ہوا تھا یعنے پچاس ترک مقتول اور نصف کے قریب گھوڑے بیکار ہو گئے تھے ✤

اخبار اسٹانڈرڈ کے خاص نامہ نگار نے اس جنگ کا بیان مفصلہ ذیل کیا ہے "ساڑھے دس بجے پندرہ سو سرکیشی سواروں نے یونانی توپخانوں کو جو اس ترکی پیادہ فوج پر گولہ باری کر رہے تھے (جو ویلسٹو نو پر حملہ آور ہو رہے تھے) چپ رعطو کرنا چاہا۔ حملہ اگرچہ نادانی سے ملا ہوا تھا مگر وہ منظر دیکھنے کے قابل تھا کہ جب ترکی سوار شیروں کی طرح گرجتے ہوئے چلے آتے تھے جوں ہی وہ قریب آئے۔ ادھر تو یونانی پیادہ فوج نے جو آڑ میں چھپی ہوتی تھی باڑیں مارنے شروع کیں۔ اور اُدھر توپوں پر آتی پڑی۔ بہتیرا سواروں نے آگے بڑھانے کے لئے گھوڑوں کو مہمیزیں ماریں۔ لیکن گولیوں اور گولوں کی بارش میں وہ آگے نہ بڑھ سکے اخیر وہ واپس ہوئے اور اس واپسی کے وقت یونانیوں کی توپوں نے سخت نقصان دیا ✤

جوں ہی ترکی سوار وادی میں تتر بتر ہو گئے تھے تو یونانیوں کی پیادہ فوج اور توپچیوں نے نعرۂ خوشی مارا۔ جنرل اسمولینسکی اور اُس کا کل عملہ اس خوشی میں شریک ہوا اور جنرل مذکور نے ساہت جوش سے کہا کہ آیندہ سے میری فوج ان خونخوار سرکیشی سواروں کی ذرا بھی پروا نہیں کرے اور اس کے دل سے ان کی دہشت بالکل نکل گئی ہے یونانی افسروں کو تعاقب سے روکنے کی اپنے سپاہیوں کو سخت دقتیں اُٹھانی پڑیں یونانی سپاہ سالار نے شہزادہ ولیعہد کو اس فتح

کی تار برقی تار سالہ دی۔ شہزادہ نے اسی وقت مبارکباد کی جوابی تار برقی روانہ کردی۔ ٹھیک بارہ بجے تار برقی آ کے پہنچ گئی تھی ÷

ترکی لشکرگاہ میں محمود کی اس فاش غلطی سے سخت غصہ پیدا ہوا اور مشیر ادہم پاشا کو بہت ہی طیش آیا یہ بھی معلوم ہوا کہ نشاط پاشا کے برگیڈ کو بھی ڈمو کو پر حملہ کرنے کے لیئے محمود ہی نے حکم دیا تھا جہاں ترکی فوج ۲۵ فی صدی ضایع ہوگئی تھی اگر یہ صحیح ہو تو اعلےٰ حضرت سلطان المعظم کا نوجوان ایڈیکانگ اس سنگین نقصان پر جو ترکوں کی فوج کو اٹھانا پڑا یعنے تھسلی پندرہ سو سپاہیوں کے ضایع ہونے کا ذمہ دار محمود ہی قرار دیا جائے گا ترکی سواروں کو ترکی پیادہ فوج نے پسپا ہوتے وقت بچا لیا۔ جن کو یونانی شور و غل کرتے ہوئے دباتے چلے آئے تھے یونانیوں نے پس پا ہوتے ہوئے سواروں پر جس شدت سے گولہ باری کی وہ محض بیکار گئی اور اس کا کچھ اثر نہیں ہوا اسی عرصہ میں ترکی جانب چپ حقی پاشا نے چار بٹالین اور دو توپخانے نعیم پاشا کی سرکردگی میں روانہ کئے کہ مقام ریسو میلیو پر قبضہ کریں اور پھر یونانیوں کو بائیں جانب دباتے چلے جائیں۔ نعیم پادشاہ ایک لٹھے ہوئے مقام پر جو پیلاف ٹاپی اور ریسو میلیو کے بیچ میں تھا مقیم تھا اس کے پاس ۲ توپخانہ تھے۔ جنہوں نے ۳۰ تاریخ کو کوئی نمایاں کام نہیں دکھائے۔ دو رسالہ کے اسکواڈرن بھی ساتھ تھے جنہوں نے اناج کے کھیتوں میں ہو کر ریسو میلیو اور جنگل کے بیچ میں نقل و حرکت کی۔ پیادہ فوج کی دو بٹالین ریسو میلیو کے اندر اور مقابلہ میں قایم کی گئی تھیں اور ان کا ایک حصہ جنگل میں ہو کر آگے بڑھ رہا تھا۔ دو مزید بٹالینوں نے سپلین کے سامنے یونانیوں کے مورچوں کو صاف کرنا شروع کیا تھا جس میں انہوں نے پیلا فن ٹاپی کے سلوپ کو اڑانا چاہا جو ایک سخت کام تھا اور محمود کے رسالہ کے حملے سے اس کی مشکلات معلوم ہوگئی تھیں ÷

دیر ادہم برگیڈ پر نعیم پاشا کے پاس گئے جو اس جنگ کو جو جانب چپ اور جانب راست ہو رہی تھی ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ دو لڑائیاں جو سپلین کے دامن میں ڈیڑھ میل جانب جنوب مشرق اور دوسری لڑائی کیپ ہالو کے گرد ڈھائی میل جانب جنوب مغرب ہو رہی تھی باہم کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی ترکی لشکر قلب خاموش تھا جو اس وقت ریسو میلیو کی جنوب کی طرف نصف میل کے فاصلہ پر پھیلا ہوا تھا۔ نعیم پاشا کی عمر پچاس برس کی ہے نہایت خوفناک اور تند رست شخص ہے فوجی عہدہ

سے ہمارا استقبال کیا لیکن نہ وہ کا پورا رنگ اس میں نمایاں ہے اس لیئے نہایت ہی اخلاق اور نہ اس کے عملہ میں سے کوئی شخص سوائے ترکی کے اور کوئی زبان بول سکتا تھا نعیم پاشا کے پاس فیلڈ گلاس نہیں تھے اس نے مجھ سے عاریتاً مانگ کر دو لڑائیوں کو جو جانب چپ اور جانب راست ہو رہی تھیں غور سے دیکھا فوراً اس نے ایک حکم ہیلڈس ٹاپی کی طرف بھیجا اور بعد ازاں تھوڑی دیر میں ہم نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا۔ دو ترکی پٹالین آندھی اور مینہ کی طرح سے یونانیوں کی گولیوں اور گولوں کی بوچھاڑ میں سے ہو کر پہاڑیوں پر چڑھ گئیں اور مثل چیونٹیوں کے ہر طرف پھیل گئیں جہاں یونانیوں کے مورچے بنے ہوئے تھے گرمی اس شدت کی تھی کہ میں نے ۳۰۔ اپریل کا ایسا جھلستا ہوا آفتاب کبھی نہیں دیکھا مجروح سپاہیوں کا حال ہیلڈف ٹاپی پر بہت ہی خطرناک ہو گیا تھا۔ تیز اور تند لوئیں جان و دل کو جھلسائے دیتی تھیں۔ آخر مجبوری میں نے توپخانہ کے ایک چھکڑے میں جا کر پناہ لی۔ مگر اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا اسلیئے کہ تین توپچی وہاں پہلے سے ہی پناہ گزیں تھے آخر میں باہر نکل آیا اور میں نے مسٹر منٹگمری کو ساتھ لے کر نعیم پاشا سے دریافت کیا کہ آیا آپ ہمیں اس بات کی اجازت دیں گے کہ ہم سامنے کی سبز چراگاہ میں جا کر پناہ گزیں ہوں۔ ابتدا میں نعیم پاشا معترض معلوم ہوتے تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے ہمیں اجازت دیدی۔ ہم جنگل کی طرف سوار ہو کر روانہ ہوئے مسٹر منٹگمری ایلیس میں خود اور چار لشکری تھے رؤف بے جو ہمارا لیفٹننٹ تھا ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ ہم رسالہ کے دو اسکواڈرن کے پاس سے ہو کر گذرے جو اناج کے کھیتوں میں مقیم تھے اور ہم نے جانب راست اُس پیادہ فوج کو چھوڑا جو جانب راست آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ مقام مقصود پر پہنچکر گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور ایک خوشنما آلوچے کے پیڑ کے نیچے پیر پھیلا کر لیٹ گیا۔ مسٹر منٹگمری اور ایلیس نے جنگل میں سے ہو کر دوسری جانب آگے جانا چاہا اور میں نے محض بے حیائی سے انہیں آگے جانے کی اجازت دیدی اور دو شاطر ان کے ساتھ کر دیئے وہ خوشی خوشی آگے بڑھے کیونکہ دونوں تازہ واقعات کے دیکھنے کے بہت شائق تھے اور ان کے بعد میں نے لمبی تانی۔ ایک گھنٹے کے بعد بندوقوں کی آواز سے جو میرے گرد چل رہی تھیں میں جاگ اٹھا میں نے دیکھا کہ ترکی جنگجو درختوں کے پیچھے سے میرے مقابل میں دشمن پر جو ابھی نمودار ہوا تھا فیر کر رہے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کے آگے جا چلنے سے میرا

دل کانپ گیا کیونکہ ترکی اسی سیدھ میں فیر کر رہے تھے میں فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی
طرف راہی ہوا۔ تھوڑی دور تک چلنے کے بعد وہ مجھ کو دکھائی دیئے اور میری جان میں جان
آئی۔ ہم سب بحفاظت ریسو بیلیو کی طرف چلے آئے ان لوگوں نے اپنے رستہ میں یونانی مورچوں
کو دیکھا تھا۔ لیکن اُن میں یونانیوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کثرت سے یونانی مقام پر دو پہ پڑے ہوئے
تھے جو جنگل کے جنوب مغرب کی طرف تھا لیکن خوش قسمتی سے چونکہ وہ اپنی بڑی فوج سے جو کپالو
کے سامنے بہت دور خیمہ زن تھے اس لئے انہوں نے فیر کر کے اپنی موجودگی کا ہم پر اظہار نہیں کیا
میری چھوٹی جماعت اُن کی نظر سے بچ گئی وہ کپالو پر قریب ایک میل کے چڑھ گئے اور شمال کی طرف
جنگل کے حصہ کو طے کر کے نکل گئے ❊

ہم ایک گرم مقام پر پہنچے جو ترکی لڑائیوں کا پہلا خط تھا ہم سب بہت بھوکے تھے۔ اس لئے
ہم نے الیا کو کھانے کے لئے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا واپس ہونے وقت ہم ترکی پیادہ فوج کے پاس
سے ہو کر گذرے جو امداد کے لئے جنگل میں پڑ رہے تھے اور یہاں لڑائی جاری تھی رسالہ کے دو
اسکواڈرن یونانی توپخانہ سے پناہ لینے کے لئے درختوں کی طرف جا رہے تھے جن پر نعیم پاشا
اور اُن کے حملہ کی توجہ چند لوگوں کی وجہ سے اس طرف مائل ہونے لگی تھی میں یہاں تین نامہ نگاروں
سے ملا۔ جن کا نام مسٹر کیمپل مسٹر گیبنی اور مسٹر سٹیون تھا اب وہ ہمارے ساتھ پانچ بجے پر تیس منٹ
تک ٹھیرے رہے اور لڑائی کا رنگ ملاحظہ کرتے رہے بغیر کسی تبدیلی کے چار پہر تک لڑائی ہوتی
رہی۔ توپوں کی خوفناک گرج اور گولوں کے پہاڑیوں پر سے لڑنے کی خطرناک آوازیں چلن سے
چلی آ رہی تھیں اور کپالو سے بھی اگرچہ اس کثرت سے آوازیں نہیں آتی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہاں
توپیں چھوٹ رہی تھیں۔ یونانیوں نے اپنے اُن مورچوں سے جو کپالو کے سامنے بنے ہوئے تھے
اس شدت سے گولہ باری کی اور ایسے بے تعداد گولے برسائے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ جی لاف
ٹاپی پر بھی گولہ باری اسی سختی سے ہو رہی تھی۔ یہاں دولو کی طرف ترکوں نے اُس پہاڑی پر حملہ
کیا جو دو ہزار فیٹ بلند تھی۔ اس پہاڑی کا رستہ ایسا سخت تھا کہ ہرگز ایک قدم نہیں اُٹھ
سکتا تھا۔ چہ جائیکہ اُس پر گولوں کی بارش ہو اور چاروں طرف سے دشمن توپیں مار رہا ہو اس
خطرناک صورت میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ پہاڑی کو طے کر کے چوٹی پر پہنچ سکیں۔ غالباً دنیا

کی بہادر سے بہادر فوج ایسا نہیں کر سکتی مگر یہ ترکوں ہی کا جگرا تھا کہ انہوں نے اس مہلک کام کو انجام دیا ؛

نعیم پاشا کی دو بٹالین خطرناک جرأت کے ساتھ اس دشوار گزار پہاڑی پر گولوں کی بارش میں بڑھی چلی گئیں۔ نقصان تو ہوا لیکن چوٹی تک چلی گئیں۔ چوٹی سے آگے بڑھنا ناممکن ہوا۔ لیکن بارہ بجے سے چھ بجے تک توپوں کی آوازیں مسموع ہوتی رہیں چار بجے پر تیس منٹ یونانیوں کی امداد کو لئے کثیر تعداد فوج پہنچ گئی اور انہوں نے تمام اطراف سے ترکوں کو نکالدینے پیلاپ ٹاپی سے لپیا کرنے میں جان توڑ کر کوشش کی۔ بندوقیں کے فیرحد سے زیادہ گذرے جاتے تھے۔ غرض چاروں طرف سے ایک غضب برپا ہو رہا تھا ؛

یونانی اس وقت انقطاعی جنگ لڑنا چاہتے تھے۔ اُن کے پاس تازہ دم فوجوں کی امداد پہنچ رہی تھی اور اب وہ ترکوں کو مار کے نکال دینا چاہتے تھے ہم اچھی طرح سے یونانیوں کے ان حملوں کو دیکھ سکتے تھے جو برابر ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے اور چاروں طرف سے ترکوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ سلیمان پاشا کی سپہ میں یونانیوں کی بڑی تعداد فوج برابر گولے مار رہی تھی جس کا فاصلہ پانچ ہزار گز ہوگا اور اسی گرمی سے یونانی کپالو پر بھی گولہ باری کر رہے تھے پیلا اِستاپی پر بھی ایسی ہی خطرناک اور مہلک آگ برس رہی تھی گولوں کی بھرمار کی کوئی انتہا نہ تھی یونانی ادھر اُدھر نیچے اونچے دوڑ رہے تھے اور پورے جوش اور پھرتی سے خوفناک آگ برسا رہے تھے ترک نہایت اطمینان سے چٹانوں کی آڑ میں لیٹے ہوئے اس خطرناک گولہ باری کا جواب دے رہے تھے لطف یہ ہے کہ ترکی فوجیں تعداد میں یونانی فوج سے کہیں کم تھیں اس پر بھی انہیں ذرا بھی پروا نہ تھی۔ چھ کمزور بٹالین سے پیلن کی پہاڑیوں پر چڑھ جانا اور سیناسی فیلا سلوپ کو اڑا دینا یہ کوئی معمولی بات نہ تھی اگر حرقل ہوتا تو وہ بھی دم بخود ہو جاتا ؛

پانچ بجے یونانیوں نے ریتو میلیوپہ گولہ باری کی اور دو گولے ترکی سامان باربرداری۔ خچروں اور توپوں کی گاڑیوں میں مارے گرجے نے گنبد کے پاس یہ جنگ ہو رہی تھی اور ہم اس کو اچھی طرح ملاحظہ کر رہے تھے۔ نعیم پاشا نے توپوں کا کچھ جواب نہ دیا کیونکہ یونانیوں کی توپیں ۳۶۰۰ گز کے فاصلہ پر تھیں اور وہ کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکتی تھیں۔ ۶ بجے کے قریب ترک اپنے مورچوں میں آئے۔

ادھ گاؤں کو چاروں طرف سے مضبوط کیا۔ کچھ سوار اور پیادے بائیں جانب پہاڑیوں کے دکھلائی دیئے اور معلوم ہوتا تھا کہ ریزو میلیو کی طرف جا رہے ہیں۔ جب ۲ بجے ۴۰ منٹ بعد ہم روانہ ہوئے ترک واپس آرہے تھے اور ان کی صورت سے اولوالعزمی اور سکون پایا جاتا تھا۔ گرمی کی انہوں نے سخت تکلیف برداشت کی تھی اور ان کے پاس سامان حرب بھی کم رہ گیا تھا۔ سات بجے کے بعد وہ پس پا ہونے شروع ہو گئے تھے اور ترکی پیادہ فوج پیلا فٹانی سے ریزو میلیو میں ہو کے باطمینان واپس آرہی تھی اور ان کا کوئی تعاقب نہیں کیا جارہا تھا۔ مجھے اس بات کا سننا تھا کہ ویلسٹونو کی پہلی جنگ کے بعد ترکی مجروحین کا کیا حشر ہوا۔ - - - - - - - -

- - - - - - - - میں نے تو بہت چند مجروحین کو دیکھا۔ لیکن میرے خیال میں ان کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ کفالو کی طرف تو خود ترک اپنے زخمیوں کو اٹھا کر لے گئے۔ پیلا فٹانی کی چٹانوں سے لے جانا ناممکن تھا۔ وہاں کئی ترک زخمی ہو گئے۔ کوئی شہادت مجھے ایسی نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہو یونانیوں نے ترکی مجروحین کو پکڑ لیا ہو اور ان کی دارو درمن کی ہو۔ پھر آخیر ان کا حشر کیا ہوا۔ سوال یہ ہے۔ ہم نے ایک دردناک نظارہ دوسرے دن دیکھا جس سے ہمیں شبہہ پیدا ہوا ؎

ہم اخیر تک یہاں ٹھہرنا چاہتے تھے لیکن مسٹر گانی نے بتایا کہ ترکی باقاعدہ فوج کوچ کر کے گیبری کی طرف جا رہی ہے اور صرف ارناؤتون کی ایک بٹالین رہ گئی ہے ان پہاڑیوں کی تعلیم جن میں اعلےٰ اعلےٰ درجہ کے صفات موجود ہیں اُن کی خونخواری میں کوئی کمی نہیں پیدا کر سکتی تھی۔ اگر انہوں نے ہمارا گھوڑا بطور تماشہ دیکھا۔ ہمیں وہی بھگتنا پڑے گا جو انگریزی نامہ نگاروں کو یونانیوں کی فوج کے ساتھ لریسا سے بھاگتے وقت اٹھانا پڑا تھا مگر ترکوں میں واپس ہوتے کسی قسم کی گھبراہٹ نہ تھی وہ نہایت آرام سے اور ہشاش بشاش گویا کہ انہیں جنگ کا ابھی تک اتفاق ہی نہیں ہوا واپس آرہے تھے۔ حالانکہ سارا دن انہیں خونریز جنگ لڑتے ہوئے گذر گیا تھا۔ یونانی اپنے مورچوں میں محفوظ ہو کر لڑنا بہتر سمجھتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کھلے میدان میں لڑنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے لیکن اگر جنرل سمولنسکی تمام کو گھسا ہوا چلا آتا تو نعیم پاشا کے کل بریگیڈ کو غتر بود کر سکتا تھا۔ یہاں بیس میل تک کوئی ترکی امداد نہ تھی اور

سمولنسکی کے پاس گئی فوج تھی اس کا نقصان بہت کم ہوا تھا اور یہ لوگ اپنی کامیابی میں سرخوش ہو
رہے تھے ترک اگرچہ ابھی تک مایوس نہیں ہوئے تھے لیکن ان کا نقصان بہت ہو چکا تھا اور وہ
تھک گئے تھے اور بے انتہا بھوکے تھے اگر سمولنسکی کے پاس اعلےٰ درجہ کا شائستہ اور جری لشکر
ہوتا تو نعیم پاشا ضرور مطیع ہو جاتے ۔ یونانی سپہ سالار بھی حق بجانب تھا وہ دیکھ چکا تھا کہ ان تمام
باتوں پر بھی اُس کا لشکر ترکوں سے کھلے میدان میں نہیں لڑ سکتا مفصلہ ذیل مضمون اُس چھٹی کا ہے جو
ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے چوتھی مئی کو یونانیوں کے لشکر میں سے بھیجی تھی ۔ کل کی جنگ میں یونانی نقصانات
کا اندازہ میرے خیال میں یہ ہے ۱۴ مقتول معہ ایک افسر اور سارجنٹ کے ۱۴۲ مجروح ۔ یہ نقصانات
ترکی پیادہ فوج کے آگے گولہ برسا رہے ہوئے تھے ترکی توپوں نے کچھ بھی نقصانات نہیں پہونچایا تھا
کیونکہ بہت سے گولے تو یونانی فوج کی حد میں گرتے تھے شب کو جب دشمن (ترک) لریسا کی طرف
پس پا ہو رہا تھا تو میں آج اس قابل تھا کہ میدان جنگ دیکھوں ۔ ہمارے دہنے بازو کے توڑنے کے
لئے جو کوشش کی گئی وہ خطرناک تھی پہاڑوں پر سے جب ہم نے توپیں مارنی شروع کیں تو لاشوں
سے کھیت پٹ گئے ۔ ترکی رسالہ نے یونانی فوج کے چپ کی طرف حملہ کیا مگر وہ حملہ بھی جنون آمیز تھا
دو سو ترک کثیر التعداد یونانیوں میں گھس جانا چاہیں ۔ بھلا کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں اس وقت
یونانی بھی اپنے دشمن کی بیجگری اور بے نظیر شجاعت کے قایل ہو گئے تھے ۔ ترکوں کے صرف چند
سوار یونانیوں کے قریب ترین فوج کے پاس پہونچ گئے تھے مگر انہیں بھی اخیر اس گاؤں میں پس پا ہونا
پڑا جو لاشوں سے پٹا ہوا تھا ۔ کل یونانی لشکرگاہ فرسالہ سے ایک تازہ دم رجمٹ روانہ کی گئی تا کہ
ان ترکوں کا راستہ کاٹ دے جو گیرلی کی طرف پس پا ہو رہے تھے اور پھر اس فوج کو گرفتار کر
لیں لیکن کرنیل سمولنسکی کی فوج دو روز و شب مورچوں میں لڑنے سے تھک گئی تھی کہ وہ
ایسے خطرناک حملہ کی جرأت نہ کر سکتی تھی میں اس قدر تھک گیا تھا اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ ۲۱
میل پر لریسا واپس جانے کے بجائے بھی مناسب ہوگا کہ یہیں آرام کروں الیس اور مسٹر منگمری الیس
گئے تا کہ کھانے کا انتظام کریں رستے میں اندھیرا ہو گیا تھا اور سوائے مجروحین جنگ اور رسالہ بردار
کے انہیں کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا ۔ وہ پہلے نعیم پاشا کے پاس پہنچے اور پھر محل میں مشیر ادہم پاشا کے پاس
حالات جنگ کی رپورٹ کرنے گئے ۔ مشیر نے نہایت سرگرمی سے اُن کی خاطر تواضع کی ۔ اور

اطلاع پانے پر فوراً گیرلی کی طرف امداد کثیر روانہ کی +

اس اثنا میں میں نے گیرلی کے ایک ترکی مکان میں اپنا بستر جمایا یہ خوبصورت مکان پہاڑ پر بنا ہوا تھا اور حسن آفندی جیسے مہمان نواز شخص کی نگرانی میں تھا۔ دو دن تک نہایت فیاضی اور مہربانی سے مجھے مہمان رکھا اور جب میں کھانے اور رہنے کے دام دینے لگا تو اُس نے نہایت اولوالعزمی سے انکار کیا۔ میں نے بہت ہی حجت کی اور کہا اچھا اگر آپ رہنے کا کرایہ نہیں لیتے تو کھانے کا خرچ ہی لے لیجے۔ میری حجت بیکار گئی اور میرے میزبان نے ایک نہ مانی اور اخیر تک اپنی بات پر جما رہا۔ میں نے پھر اُس کے ملازمین کو دینا چاہا۔ ملازمین نے بھی جنبش نہیں کی۔ اخیر ایسے وقت میں جب حسن آفندی موجود نہ تھا میں نے بڑی منت سماجت سے ملازموں کو بطور ہدیہ کچھ پیش کر دیا۔ کل ترکی اضلاع میں تمام عثمانیوں کی یہی کیفیت ہے وہ انتہا درجہ کے مہمان نواز ہیں اور کبھی اپنے مہمان سے کھانے اور مکان [illegible] نہیں لیتے +

سلیمان پاشا جو رسالے کے کمان افسر تھے اسی گھر میں آرام کرتے تھے یہ بہت لمبے چوڑے چکلے ہاتھ پیر کے ہیں انگریزی یا فرانسیسی کچھ نہیں بول سکتے۔ کھانے سے پہلے صرف پانچ منٹ ہاتھ دھونے میں صرف کئے اگرچہ اُن کا سر اور کل جسم خاک سے لت پت ہو رہا تھا یہ نہایت افسردہ معلوم ہوتے تھے۔ اور ان کی افسردگی تھی بھی بجا کیونکہ محمود کے بے بنیاد جوش نے ان کے رسالے کو بہت ہی صدمہ پہنچایا تھا۔ یہاں اور بھی ایک نمودار و جوان مہمان تھے یہ اعلیحضرت سلطان المعظم کے ایڈیکانگ تھے اور بہت ہی جمیل و خوبصورت تھے ان کے پاس کاٹھی کے تھیلے اور تمام قسم کے زیورات یورپی میز کے سجانے کے تھے جو عثمانی فوجوں میں بالکل نادرالوجود ہوتے ہیں۔ یہاں اس قسم کے تعیش خیز سامان نہیں ہوا کرتے۔ یہاں ایک مولوی صاحب بھی تھے جو اس مکان میں مفت بود و باش رکھتے تھے سبز عمامہ باندھے ہوئے تھے جو ایک حاجی حرمین کی نشانی ہوا کرتی ہے مولوی صاحب نے مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھا میں نے ان سے باتیں کرنی چاہیں۔ لیکن فرانسیسی اور اطالی اور جرمنی بولنے پر انہوں نے گردن ہلا دی۔ کھانا نہایت سادہ لیکن بکثرت تھا۔ بھیڑ اور چوزے کے گوشت کی رکابیوں پر رکابیاں بھری ہوئی چلی آتی تھیں۔ سب بہت مصالح دار تھیں جو میز کے بیچ میں رکھی ہوئی تھیں۔ ہم نے بیدریغ کانٹوں سے کھانا شروع کیا اور خوب

ہی سیر ہو کے کھایا انڈے بھی بکثرت تھے اور اخیر میں مٹھائی بھی آئی تھی - خوش قسمتی سے میرے پاس سرخ شراب کی ایک بوتل تھی - سوائے مولوی صاحب کے سب نے نوش جان کی +

مسٹر منٹگمری اور الیس نے گھوڑوں کے بدل لینے کا وعدہ کیا تھا اور آج شب کو اُنکے واپس آجانے کی امید تھی - لیکن وہ واپس نہ آئے مجھے بہت ہی فکر ہوا کیونکہ وحشی لوگوں سے رستہ بھرا ہوا تھا - چھ بجے صبح کے میں سوار ہو کے لریسا واپس گیا - سپاہیوں کے غول کے غول رستے میں ملے جو گیرلی کی طرف جا رہے تھے اور یہ بدیہی امر تھا کہ ادہم پاشا نے ویلسٹونس کی جنگ سے پہلے کسی قسم کی ناکامی کو اپنی شکست پر محمول نہیں کیا تھا - میں نے رستے میں مختلف کرنیلوں سے دریافت کیا - آیا آپ نے اس جماعت کو کہیں دیکھا ہے - مگر سب نے نفی میں جواب دیا - جب تک میں حقی پاشا سے نہ ملا جو گیرلی سے دس میل کے فاصلے پر تھے مجھے اُس جماعت کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی - حقی پاشا نے بیان کیا کہ میں نے گزشتہ شب لریسا میں اُنہیں دیکھا تھا میں یہ سنتے ہی آگے بڑھا تھوڑی دور جا کے پایا تھا کہ مسٹر منٹگمری مجھے ملے اور الیس کو بھی اترنا پڑا - وہ ادہم پاشا کے ساتھ لطف اُڑاتے رہے اور خوب پُرتکلف کھانے کھاتے رہے اس عیش میں اپنے وعدہ کو بھی بھول گئے بیشک میرا پریشان ہونا فضول تھا +

ہم پھر سب مل کے گیرلی کی طرف ہوئے اور تھوڑی دور پا آرام جانے کے بعد ترکی پکیٹ سے ملے جو گیرلی کے مشرق جنوب کی گھیرا ڈالے ہوئے پڑے تھے وہ بہت موزون مقام پر قایم کیے گئے تھے اور سامان حرب سے خوب آراستہ تھے جب ہم اپنے پرانے دوستوں کے پاس آئے یعنے ارناوتوں کی پیدل بٹالین کے پاس تو اُنھوں نے ہمیں گھیر لیا اور یونانیوں کے مال غنیمت کو ہمارے ہاتھ فروخت کرنا چاہا - اس سامان غنیمت میں یونانیوں کے سٹل بیگ گراس ریفل - پستول اور تلواریں اور پیٹیاں تھیں یہ سامان میدان جنگ سے اُنھوں نے اٹھا لیا تھا وہ جانتے تھے کہ الیس ہتیاروں کے جمع کرنے کی دھن میں لگا رہتا ہے اُس نے بہت سے ہتیار خرید لیے مگر جب ہم وطن واپس آ رہے تھے تو یونانیوں نے خلاف قانون اُن کل ہتیاروں کو ضبط کر دیا

پھر ہم حقی پاشا کے پاس گیرلی اسٹیشن پر گئے جو یہاں خیمہ زن تھے یہ نہایت خوش مزاج اور سنجیدہ آدمی ہیں - اُن کی آنکھیں بہت روشن ہیں اور پاشائے موصوف مہربان اور مہمان نواز

ہیں انہوں نے ہمیں قہوہ پلایا اور باصرار مجھے کہا کہ آپ میرے جنگی سرجن سے اپنی پٹی کو دوبارہ کھلوا کے بندھوا دیں۔ ترک اپنے تمام جنگی سرجنوں کو ڈاکٹر کے لفظ سے پکارتے ہیں دوسرے دن حقی پاشا نے مجھے اپنی گاڑی بھیجی تاکہ میں اس میں بیٹھ کے لریسا واپس چلا جاؤں۔ کیونکہ میرا گھوڑا محض بیکار ہو گیا تھا گاڑی چارپہیوں کی تھی۔ اور اس میں اسپرنگ نہیں لگی ہوئی تھی اور یہ مثل گھاس لادنے کے چھکڑے کی تھی تاہم آپ کی عنایتوں نے اسی گاڑی کو اور بھی لغت غیر مترقبہ بنا دیا تھا۔ میں سوار ہونے کو تھا کہ ایک نامہ نگار نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا لیا۔ اس لئے مجھے حقی پاشا کی گاڑی لینے کی ضرورت ہی نہ ہوئی ✣

دوسری صبح کو اس ترکی فوج کے ساتھ ہو لیئے جو ریزو میلیو اور ویلسٹوس کی طرف جا رہی تھی۔ دو بٹالن روانہ کی گئی تھیں۔ ایک ارناوتوں کی بٹالن تھی اور ایک ترکی باقاعدہ فوج کی۔ انہیں آگے کی طرف بڑھنے کا حکم ہوا تھا کارلاجہیل کے قریب ہے جو شمال میں واقع ہے اور جو ریلوے لائن سے جانب جنوب پہاڑیوں کی طرف چلی گئی ہے برابر یلغار ہو رہی تھی۔ سواروں کی ایک چھوٹی سی جماعت جن میں چھ سوار تھے اور ان کا افسر ایک کپتان اور ایک ان کمیشنڈ افسر تھا جو قدم بڑھائے چلی جا رہی تھی ہم سواروں کے ساتھ ریزو میلیو تک گئے ✣

وہ بہت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے اور ہر مشتبہ مقام کو غور سے دیکھتے جاتے تھے۔ کہیں غنیم چھپا ہوا نہ ہو۔ جہیل کے قریب ایک گاؤں میں کچھ لوگ جمع معلوم ہوئے جو یونانی باقاعدہ فوج کے معلوم ہوتے تھے دو سپاہی ان کا پتہ لگانے کے لئے روانہ کئے گئے اس گاؤں میں جانب چپ ایک گرجا اور قریب ہی ایک دیوار بنی ہوئی تھی۔ گرجے کا صحن جو ہر مقام پہ ہوتا ہے رائفل والے آدمیوں کے لئے خاصی حفاظت بنجاتا ہے یہ ایک نہایت پر خوف بات تھی کہ ایسے مقام میں جہاں غنیم مسلح موجود ہو صرف دو سپاہی روانہ کئے گئے ایک گاؤں کے گرد پھرنے کے لئے بھیجا اور ایک کو گاؤں کے اندر چلے جانے کا حکم ہوا تاکہ وہ دیوار کے کھلے ہوئے حصہ میں سے داخل ہو۔ ہم اس میدان میں تھے کہ اب ان بیچاروں پر گولیوں کی بھرمار شروع ہو جائے گی۔ مگر ایک بندوق بھی نہیں چلی یونانی سپاہیوں سے گواہئے بن گئے اور اپنی وردیاں وغیرہ سب اتار کے پھینک دیں ہم باطمینان ریزو میلیو کی طرف بڑھے آگے آگے ارناوتوں کی بٹالن تھی ✣

رسالہ اناج کے کھیت میں سے ہوکے جارہا تھا جو جنگل کے جانب راست واقع تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو کھیت میں گھات لگائے ہوئے بیٹھا ہے اور جو یونانی جاسوس تھا ترکی سواروں نے اُس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی کہیرلی کے قریب بہت سے گاؤں والوں کو یونانیوں کے بیقاعدہ سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ مسٹر منٹگمری اسٹینڈرڈ کے نامہ نگار نے ۱۶ مئی کے پرچہ میں مفصلہ ذیل حالات شایع کرائے ہیں سات بجے صبح کو ایک رسالہ کے ساتھ میدان کے پرے روانہ ہوا پیچھے معلوم ہوا کہ یہ یونانیوں کا گاؤں جیسی نام ویران پڑا ہے اور باشندے چھوڑ کر بھاگ گئے کیونکہ کل پچاس یونانی پہاڑوں سے اتر کران کے مال و مویشی کو لوٹ گئے تھے یونانیوں نے راستہ میں بھاگتے وقت ایسی لوٹ مار کی کہ اس میدان کے تمام باشندے یہ سمجھ گئے کہ ان یونانیوں سے بڑھکر ترک ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کررہے ہیں لوٹ مار کا اثر بہت بری طرح پھیل گیا ٭

میں نے یہی حالت ایک دوسرے گاؤں نثرمکالی میں دیکھی جہاں صرف ایک نلو اجڑے ہوئے گھر دکھائی دیئے یہاں سے سڑک جھاڑیوں میں ہوکر گذرتی ہے لیکن فصل کے اناج جو کھیتوں میں اب تک کھڑے ہوئے تھے بغیر انہیں ہاتھ سے ہٹائے راستہ ملنا مشکل تھا ٭

یہ گاؤں حمدی پاشا کے ڈویژن سے پانچ کلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور جس وقت تک میں وہاں داخل ہوا تھا ترکی فوجیں نہیں داخل ہوئی تھیں کوئی انسانی صورت کا وہاں پتہ نہیں تھا سوائے چند وحشی جانوروں کے جو گھروں میں آزادی سے پھر رہے تھے۔ وہ قیدی جو لریسا سے چھوٹ کر اسی گاؤں میں ہوکر گذرے تھے اپنی شرارت سے تمام مکانوں کو گراتے ہوئے بھاگ گئے راستوں میں جابجا خالی کارتوس کے ڈھیر نظر آرہے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یونانیوں نے یہاں گاؤں والوں سے ایک خفیف سا مقابلہ کیا ہے اور قبل اس کے کہ اُس پر حاوی ہوں انہوں نے مار کر بھگا دیا۔

یہاں خون کے آثار اور لاشوں کے انبار کا پتہ نہیں ملتا تھا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی صرف شرارتًا فیر کیئے گئے۔ جب ہم ریزومیاییوں میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک بڑا حیرتناک اور خونی منظر دیکھا وہ یہ تھا کہ ایک ترک کی لاش بالکل خاک سیاہ جلی ہوئی ایک معمولی گاڑی میں پڑی ہوئی تھی تمام جسم جل کر کوئلہ ہوگیا تھا صرف پیر کا حصہ گھٹنوں سے نیچے سلامت تھا البتہ پیر کے کپڑے اور جوتے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ترک ہے اس کے جسم میں آگ اس کے مرنے کے بعد لگی ہے

یا اس کے بیٹے۔لیکن اس کا زیادہ ترگمان ہوسکتا ہے کہ اس کے مرنے سے پہلے جب وہ زندہ تھا آگ لگائی گئی۔یونانی اخباروں میں ترکوں کے ظلم کا۔بڑے شد و مد سے ذکر کیا جارہا تھا۔ان کے متعلق فرضی باتیں بنا بنا کر اپنا اعمالنامہ سیاہ کر رہے تھے۔منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ ترکوں نے رزو میلیو کے گرجے کی مقدس چیزوں کو خراب کر ڈالا۔میں نے بچشم خود دیکھا لیکن مجھے کوئی بے ترتیبی اور غیر معمولی بات گرجے میں نہیں نظر آئی۔سوائے اس کے کہ قربانگاہ اور چند پیروں کی تصویریں پراگندہ ہوگئی تھیں اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ بدمعاش یونانیوں نے ترکوں کے خلاف جوش پھیلانے کے لئے ایسی حرکت کی ہو کیوں کہ ترکوں نے ہمیشہ اور مقامات میں گرجوں اور مذہبی مقامات کا بڑا احترام کیا ہے اور جو محض معمولی نقصان یہاں کے گرجے میں دکھایا گیا وہ اتنا نہ تھا کہ جس کا اتنا طومار باندھا جاتا۔جب ترکوں نے مذکورہ بالا ہولناک منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بہت طیش میں آئے اور خاص کر البانیا والے جنھوں نے یونانیوں کی بزدلانہ حرکت پر نفرین کی اور دلیں اس بیچارے ترک کے خون کا انتقام لینے کے لئے پورا ارادہ کر لیا۔ہم اپنی پرانی جگہ گھنٹہ گھر میں لڑائی کا صاف نظارہ کرنے کے لئے آپہنچے اور وہیں بائیں پر نصف البینا کی فوج غلہ کے کھیتوں میں لڑائی کا سامان کرتی ہوئی ہمیں دکھائی دیتی ✣

مجھے ایک البینی دکھائی دیا جو ایک نہایت خوبصورت اور چوڑے ہاتھ پیر کا شخص تھا پہلے مجھے معلوم ہوا کہ یہ اپنے ہموطنوں کی طرح مال غنیمت کی تلاش میں ہوگا۔مگر اس وقت یہ بہت ہی جوش میں تھا۔اور مارے غصہ کے کانپا جاتا تھا اس نے بیان کیا کہ جنگل میں جو گولوں اور گولیوں کی بھرمار ہو رہی ہے اس سے میرے تمام ساتھی کام آگئے۔البس۔میرے بیٹے کی رائے یونانیوں کی نشانہ بازی کی نسبت بہت ہی ادنےٰ درجہ کی تھی اس نے اس خونخوار البینی کی ڈھارس بندھوائی کہ تمہارے ساتھی سب محفوظ ہیں۔تم اس قدر کیوں خیال کرتے ہو لیکن اُسے صبر نہیں آیا وہ سوار ناوتوں کو اپنے ساتھ لے کے بہت دلیری سے جنگل میں گھسا چلا گیا جہاں جنگ کا تھلکہ ہو رہا تھا ✣

بائیں جانب سے دو سوار ناوت پیلاف ٹاپی کے دامن میں ایک یونانی مورچہ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھے۔یہانتک کہ اس مورچہ سے دو آٹھ سو گز کے فاصلہ پر پہنچ گئے۔پانسو یونانی اس مورچہ میں موجود تھے۔جنھوں نے نہایت سرگرمی سے پانسو رائفلوں سے آگ برسانی شروع کی

بندوقوں کی آواز کے جب دھوئیں کے بقے اُٹھے تو خیال یہ ہوا کہ البینیوں کو شکست ہو گئی۔ نصف البینی تو نشیب کی طرف چلے گئے اور نصف دائیں بائیں منتشر ہو گئے اور نہایت احتیاط سے پھر انہوں نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ ہم دیکھ کے پھولے نہ سمائے کہ البینی جو پراگندہ ہو گئے تھے آگے بڑھ کے جمع ہو گئے اور پھر بڑی دلیری سے باقاعدہ آگے بڑھے وہ دشمن کی آگ کے بہت ہی قریب پہنچ گئے لیکن لطف یہ ہے کہ گولی ایک البینی کے بھی نہیں لگی۔ بڑھتے بڑھتے چار سو اور پانسو گز کے فاصلہ پر پہنچ گئے اور یہاں دو کھیت کے ایک ٹیلہ کی آڑ میں صف بستہ کھڑے ہو گئے اور اب طرفین سے گولیوں کی بھرمار شروع ہوئی ایک گھنٹہ تک برابر گولی چلتی رہی۔ اور نہایت خطرناکی سے فیر ہوتے رہے کہ اتنے میں پسپا ہونے کا بگل بجایا گیا مگر ارناؤتوں نے اپنی جگہ سے ذرا سی بھی جنبش نہ کی۔ ایک افسر نے اس بگل کو بھیجا تھا مگر وہاں جنبش نہ تھی اور گولیوں کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اخیر ایک افسر بگلر کے ساتھ روانہ ہوا کہ انہیں پسپا ہونے کا حکم دے۔ وہ لیٹے لیٹے واپس ہوئے اور ایک گاؤں میں پہنچے جہاں مسٹر منٹگمری نے ترکی میں اُن سے باتیں کیں وہ سب ہشاش بشاش معلوم ہوتے تھے اور عنفوانِ جوانی کا جوش ہنوز تازہ تھا اور ان کے بشرے سے دکھائی دیتا تھا کہ وہ ایسی جنگ کو محض دل لگی خیال کرتے ہیں۔ جنگل میں بہت دوسرے البینی بھی نکل آئے تھے جو بظاہر واپس پھرنا چاہتے تھے اب ہمیں یقین ہو گیا کہ ایک شخص بھی مقتول نہیں ہوا۔ صرف دو تین البینی اتنی بڑی جنگ میں خفیف سے مجروح ہوئے تھے یہ فی الحقیقت سخت تعجب کی بات تھی کہ گولیوں کی اتنی سخت بارش میں بھی کوئی مقتول نہیں ہوا۔ اس بات سے ثابت ہو گیا کہ یونانیوں کو نشانہ لگانا مطلق نہیں آتا تھا۔ پھر ہم گرجے کے احاطہ میں چلے گئے اور ہم نے درختوں کے سایہ میں بیٹھ کے کچھ کھانا کھایا۔ اس وقت تین بجے تھے اور ہمیں کچھ جلدی بھی نہ تھی۔

ایک غیر معمولی سناٹا گرجے پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ باقاعدہ ترکی سپاہی آہستہ آہستہ گاؤں کے شمال کی طرف آ رہے ہیں اور یونانی جنگجو جنگل سے بہت تیزی سے آ کے ریزو سیلیو کی طرف جا رہے ہیں میں نے واپس پھرنے کی تجویز کی اور معاً ترکی فوج کا ایک ہراول دیکھا پھر ہم سب گیرلی کی طرف آہستہ آہستہ ہو لیے۔ جہاں میری حقی پاشا سے بڑی دیر تک باتیں

ہوئیں۔ جنرل نہایت خلیق اور خندہ پیشانی تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ اب کبھی رونگ ٹینس لوفس پر حملہ نہیں ہونے کا۔ حقی پاشا نے اپنی سواری میں مجھے بیٹھنے کو کہا کیونکہ میرا گھوڑا مر چکا تھا۔ مگر میں ایک جرمنی نامہ نگار کی گاڑی میں بیٹھ کے روانہ ہو گیا ؛

ہم آٹھ بجے لریسا پہونچے اور شب کو کھانے کے بعد میری مشیر اِدہم پاشا سے بہت دیر تک باتیں ہوئیں۔ اُس نے اپنی وہ بے نظیر تدبیر بیان کی جس سے یونانی میدان میں آکے جنگ کرنے پر مجبور ہوں۔ فی الحقیقت یہ مشیری کا حصہ تھا میں سن کے عش عش کرنے لگا ادہم پاشا نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ [illegible] مجھے وطن واپس جانے پہ مجبور کیا میں نے دوسری صبح سالونیکا جانے کا انتظام کیا۔ کیونکہ ایلونا اور سرپیچی کی طرف سے جہاں جنگ ہو رہی تھی جانا مناسب خیال نہیں کیا۔ میں نے چاہا وطن روانہ ہونے سے پہلے دیل آف ٹیمپی کو اور بھی ایک بار دیکھ لوں ؛

آٹھواں باب

ویلسٹونس۔ فارسالس۔ ڈموکس

جنگ کا تیسرا اور انقطاعی زمانہ ۴۔ اور ۵ تاریخ ویلسٹونس اور فارسالس پر چڑھنے سے اور ۱۷ مئی کو ڈموکس کی جنگ ختم ہونے پہ شروع ہوتا ہے اور ۱۹ مئی تک اس جنگ کا کچھ نہ کچھ سلسلہ چلا گیا ہے۔ جنگ کے دو ماقبل زمانوں سے کہیں زیادہ اور انقطاعی لڑائی اسی تیسری نوبت میں واقع ہوئی یونانیوں کی حالت ڈموکس اور ویلسٹونس میں کہیں زبردست تھی جوں ہی یونانی اُن کے خاص وطن میں بھگا دیئے گئے۔ اُن کا اجتماع شروع ہو گیا اور اُن کی حب الوطنی کے جوش میں ہو جیں اُٹھنے لگیں۔ اس کے علاوہ ویلسٹونس پر اُن کا دایاں بازو جسے ۳۰ اپریل کو فتح ہو چکی تھی بہت ہی مضبوط تھا یہیں سے سمولنکی نے نیم پاشا کے بریگیڈ کو سخت نقصان دینے کے بعد واپس ہونے پر مجبور کیا تھا۔ جنرل سمولنکی ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا سپاہی ہے اور اسے معلوم ہے کہ کونسا موقع جنگ کے لئے بہتر ہے اور کہاں مورچہ بندی کرنی چاہیئے اور کیونکر سپاہیوں کا دل بڑھا کے جنگ میں بھیجنا چاہیئے میں بیان کر چکا ہوں کہ جس دن یکم مئی کو ترکوں کو ناکامی ہوئی ہے

توعلے الصباح لریسا سے گیرلی کی طرف بکثرت فوجین روانہ ہونی شروع ہوگئی تھیں حتی پادشا کو بہت سی مدد پہونچگئی تھی کیونکہ چند روز میں انہیں کتنی ہی بٹالن ارناوتوں کی پہونچ چکی تھیں اور اُس وقت اُن کے پاس پوری سترہ ہزار فوج تھی +

یونانیوں کی فوج دولو سے ویلیسٹونس تک برابر پھیلی ہوئی تھی اور تیس میل برابر فوجی خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے یہ ایک ریلوے سڑک تھی ۔ جب تک یونانیوں کے قبضہ میں ریل رہی اُن کے آمد و رفت کے ذرایع اور فوجی امداد بکثرت اور پھرتی سے آتی جاتی رہی ۔ ۳۰ - اپریل کی جنگ میں ہم نے خود دیکھا تھا کہ فارسالس سے ویلیسٹونس میں تازہ فوجون کی ریلون کی ریلیں برابر بھری ہوئی چلی آتی تھیں اس موقع پر ادہم پاشا نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ ویلیسٹونس اور فارسالس پر ایک زبردست حملہ کیا جائے اور اس حملہ میں خواہ کسی کو کامیابی ہو ۔ لیکن اتنا ضرور ہوگا کہ ترکی یونانیوں کے بازوے بازوے لشکر کو اگرچہ وہ اپنی جگہ پر قائم بھی رہا پراگندہ کر دیں گے ۔ ادہم پاشا ڈویژنوں یعنے دوسرے تیسرے اور چوتھے کے ساتھ لریسا کے جنوب سے فاسالس کے قریب ہوکے بڑھے ۔ جبکہ تیسرے ڈویژن کی یلغار ترخالہ سے کروتا کی طرف شروع ہو چکی تھی ۔ ساتوان ڈویژن جس کی ابھی ترتیب ہوئی تھی جنوب سے ایلوبین کی طرف بڑھ رہا تھا اور ایک کثیر فوج دسکلے سے ایلوسوش تک بیس میل غربی پہاڑیون پر ترخالہ اور فارسالس کی طرف جا رہی تھی +

مسٹر بیگم کے بیان کے بموجب حقی پاشا سے گیرلی میں ادہم پاشا نے وعدہ کیا تھا کہ عظیم حملہ پر میں ممدوک پاشا کے تیسرے ڈویژن کو مدد دونگا اور حمدی پاشا کو چھٹے ڈویژن سے اسکی دائیں جانب سہارا دوں گا ۔ فطری طور پر یونانی ویلیسونس میں بے انتہا مضبوط تھے اور جنرل سمولنسکی نے جہاں تک اس سے ممکن ہوا فنون جنگ سے اپنے مقامات کو استوار بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا ۔ بائیں جانب تو یونانیوں کی فوج سنوسیفیلا پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی اور دائیں طرف پیلاف ٹاپی تک چھ میل کے قریب فوج نظر آتی تھی ۔ پندرہ ہزار فوج اس وقت سمولنسکی کے ماتحت تھی جس نے مضبوط سے مضبوط مورچے تیار رکھے تھے چھ بڑی بڑی توپیں پیلاف ٹاپی پر نصب کی گئی تھیں ۔ نشیبی پہاڑیان پیلاف ٹاپی اور سنیاسی فیلی کے بیچ میں واقع تھیں اور اُن پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک مورچہ بندی ہو رہی تھی اور یہ کل پہاڑیاں مورچوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور یہ ایسی

زبردست پہاڑیاں تھیں کہ حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لینا بغیر ایک سنگین نقصان کے ناممکن تھا اور تعجب ہے کہ مسٹر بگیم نے ویلسٹونس کے جنگ کا تذکرہ بہت ہی مختصر الفاظ میں کیا ہے حالانکہ یہ جنگ بہت ہی شدید ہوئی تھی اور ساتھ ہی ایسی شدید ہوئی تھی کہ اپنا نظیر نہ رکھتی تھی ✦

ترکی فوجیں حمیدی ڈویژن کے پہنچنے کی منتظر تھیں جو جانب راست سے آ رہا تھا۔ حمیدی ڈویژن سنیاسی فیلی کے قریب قریب بڑھ رہا تھا جس کی غرض یہ تھی کہ کیا تو یونانی فوج کے بازوے چپ کو توڑ ڈالے یا سمولنسکی کی مشرقی فوجوں کے پسپا ہونے کا راستہ کاٹ دے۔ ۴۔ تاریخ کو کچھ لڑائیاں ہوئیں مگر ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اگرچہ یونانی اپنی فتوحات کی شیخی مارتے ہیں لیکن محض لغو ہے صرف اتنا ہوا تھا کہ ترکوں نے انہیں زیادہ دبایا تھا اور قدم پیچھے ہٹا کے چلے آئے تھے ✦

۵۔ تاریخ کو حقی پاشا یونانیوں کے مرکز چپ پر بڑھے اور یہ مقام کفالوکی سیدھ میں واقع ہوا ہے۔ حقی پاشا نے یہاں آٹھ ہزار پیادہ فوج اور پانچ توپخانے قایم کئے تھے اس میں شک نہیں کہ گولہ باری بہت ہی شدید ہوئی اور بڑی سخت آگ برسی۔ کپتان بلہام جو یونانی فوجوں کے ساتھ مورچوں میں تھا خود مجھ سے بیان کیا کہ ترکوں نے جس شدت سے آگ برسائی میں نے اپنی عمر میں نہیں دیکھی اور جن بیجگری سے وہ بڑھتے ہیں میرے کسی خیال میں بھی نہیں گذرا۔ بندر وولو پر جس وقت یونانی جنگی جہاز آیا ہے ہمیں توپوں کی دہشتناک آوازیں اس وقت سے مسموع ہونے لگی تھیں برابر گولہ برس رہا تھا مگر زیادہ فایدہ مند نہ تھا۔ سمولنسکی کا دعوے یہ ہے کہ میں نے ترکوں کا سات بار منہہ پھیر دیا ہر بار انہیں سخت سخت نقصان اٹھانا پڑا جنرل مذکور یہ شاعرانہ جملے استعمال کرتا ہے۔ ہماری فوج دشمن کے خون میں تیرتی پھری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں نے دو اطراف پر قبضہ کر لیا اور تیسری جانب کے اسقدر قریب پہنچ گئے تھے کہ صرف چار سو گز کا فاصلہ رہگیا تھا کہ شام ہو گئی۔ چار اطراف یونانی فوجوں کی تھیں اور ۵ تاریخ کو ان کا سنگین نقصان نہیں ہوا ترک جو حملہ آور گروہ تھے ان کے بہت سے سپاہیوں کا نقصان ہوا اور ان سپاہیوں میں بالخصوص البانی بہت شہید ہوئے ✦

کہتے ہیں کہ بارہ سو ترکی فوج کے سپاہی ضایع ہوئے جبکہ پانسو یونانی مارے گئے تھے دوسرے دن ۶۔ تاریخ کو سمولنسکی ولسٹی نس چھوڑ کر بھاگ گیا اور اپنی تمام فوجوں کو جانب جنوب مقام لہرس

ہٹا کے۔ لیکن کہتے ہیں اُسے ولیعہد شہزادہ کا حکم پہنچا تھا کہ فوراً بھاگ کھڑے ہو۔ اگر شہزادہ
کا حکم نہ پہنچتا جب بھی فارسالس کے نکل جانے پر اور یونانی فوج کثیر کے ڈموکس ہٹ جانے پر
اُس کا فرار ہونا لازمی تھا اگر جنرل سموینسکی ذرا بھی ولسٹولس ٹھیرتا تو پھر اُس کا بچ جانا محال تھا وہ فوراً
گرفتار کر لیا جاتا اور اُس کی ساری فوج پارہ پارہ کردی جاتی۔ غنیمت ہے کہ بھاگتے وقت ترتیب
فوج میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اُس کی عقب کی فوج محافظ نے اُس کا مقابلہ بہادری سے کیا۔
ستم تو یہ ہوا کہ ترکوں کو ۴۸ گھنٹے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اُن کا دشمن بھاگ کھڑا ہوا ورنہ کبھی کا
وہ چیر غٹو کر لیتے۔ یونانی فوج عقب پیلاف ٹاپی کی بلندیوں پر قابض تھی۔ مگر ۶ مئی کی شب کو وہ ان
بلند پہاڑیوں کو چھوڑ کے چل دی تھی۔ پہلے دو توپچی اور پھر پیادہ چل دی۔ ۷ مئی کو ادہم پاشا فارسالس
سے ویلسٹینس پہنچے۔ ممدوک پاشا کے تیسرے ڈویژن نے پیلین کے شمال مشرقی ڈھلوان زمینوں کو بڑی
دور تک طے کیا۔ یہاں پاشائے موصوف کو ایک دشمن بھی نظر نہیں آیا۔ ممدوک پاشا اخیر ویلسٹینس کے
فارسالس چلے آئے۔ ان کے ڈویژن نے ڈموکس کی جنگ میں حصہ لیا تھا ؎

اسی اثناء میں ایک خطرناک ہیبت دولو پر چھا گئی۔ یونانی فوج اور پناہ گزین ۶ تاریخ جمعہ
کو اور ۷ تاریخ شنبہ کو بندرگاہ پر فرار ہونے شروع ہوئے اور اب جہازوں میں سوار ہوتے وقت
جو تاسف انگیز جھگڑا برہم ہوا ہے بیان سے باہر ہے۔ بیچاری عورتوں بچوں اور مجروح سپاہیوں کو
بہت ہی نقصان ہوا جب میں ۵ مئی کو مسٹر مرلن انگریزی کونسل سے ملا ہوں انہوں نے مجھے پوست کندہ
حالات قابل رحم پریشانی کے بیان کئے تھے ؎

اور ساتھ ہی اُن مشکلات کا بیان کیا جو خود مسٹر مرلن اور اُن کے دوسرے کونسل ساتھیوں
کو شہر پر ترکوں کے بڑھنے سے اٹھانی پڑیں۔ وہ کہنے لگے ہم شیطان اور گہرے سمندر کے بیچ میں تھے
بندرگاہ یونانی جنگی جہازوں سے بھرا ہوا تھا اور شہر میں ارناؤتوں کا ہجوم تھا ؎

میں نے مسٹر مرلن سے کہا آپ مطمئن رہیں ترکوں کا طرز و انداز اعلےٰ درجہ کا ہے دیکھئے گا کہ
لڑائی کے ختم ہوتے ہی آپ التوائے جنگ کا ایک جھنڈا ادہم پاشا کے پاس ضرور بھجوا دیں اور
ان سے ترکی ہیڈکوارٹر اسٹاف اور باوردی فوج کی حفاظت طلب کریں کل کونسلوں نے میرے اس
مشورہ کو پسند کر لیا۔ ہم سب مل کے آٹھ بجے باہر نکلے اور ادہم پاشا سے ملے انہوں نے ہماری خوب

آؤ بھگت کی اور ہماری حفاظت کا وعدہ کیا۔ انور بے فوراً دو بٹالین اور سواروں کے ایک اسکواڈرن کے ساتھ دولو پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کئے گئے۔ انور بے کے پاس ایک اعلان تھا جو انہوں نے وہاں جاری کیا جس میں لکھا گیا تھا کہ اگر تم بصلح ہماری اطاعت قبول کروگے تو ہم تمہاری جان اور مال کے ذمہ دار ہیں۔ یعنی اس کی حفاظت کریں گے۔ انور بے نے خود لوگوں کے ہجوم کثیر میں اس اعلان کو پڑھ کے سنایا جو نہایت ذوق وشوق سے سنا گیا اور علیحضرت سلطان المعظم کے لئے چیرز دئے گئے +

مسٹر اسٹیون نے دولو میں ترکوں کے داخلہ کا بیان کچھ عجیب دلکش پیرایہ میں کیا ہے۔ جو موجودہ یونانیوں سے واقف ہیں اس بیان کو اچھی طرح سمجھ لیں گے +

اُن کا بیان ہے کہ یونانیوں کا بہت ہی پتلا حال تھا۔ اُن پر سخت ہیبت چھاگئی تھی۔ جتنے بھاگ سکے بھاگ گئے اور ہزاروں مایوس نیم مردہ اشخاص سے شاہراہیں بھری ہوئی تھیں جو یہ سمجھ رہے تھے کہ ترک آئے اور انہوں نے قتل عام شروع کیا۔ ان میں سے بعض نے ترکی ٹوپیاں اوڑھ لی تھیں مگر اس بات کو بھول گئے تھے کہ ترک کبھی ٹوپی نہیں اُتارا کرتے یہ بیچارے مثل انگریزی ٹوپی کے اُسے بار بار اُتار کے سلام کرتے تھے۔ بعض علیحضرت سلطان المعظم کے ایڈیکانگ کا گھوڑا پکڑے ہوئے تھے کیونکہ جن اشخاص نے دولو پر پہلے قبضہ کیا وہ یہ لوگ تھے ایک سلطان المعظم کا ایڈی کانگ۔ اور تین نامہ نگار دو خواص ایک سپاہی سب سے اول یہی لوگ داخل شہر ہوئے تھے۔ لرزاں جماعت ان آدمیوں کے ساتھ ٹاون ہال کی طرف ہولی۔ مگر یہ کسی میں جرائت نہوئی۔ اس امر کا کسی کو خیال آیا کہ ان لوگوں کا ایک سرگروہ آگے بڑھتا اور حلقہ بگوشی کی بابت اپنی جماعت کی مرضی ظاہر کرتا اتنا بھی کسیکو ہوش نہ تھا یہ پریشانی تھی جس نے تمام یونانیوں کو گھیر رکھا تھا۔ مگر کچھ دیر کے بعد اخیر اطاعت کی جھنڈی بلند کی گئی اور سلطان المعظم کے ایڈیکانگ نے بیان کیا کہ صلح پسند اور مطیع باشندوں کو اعلےحضرت سلطان المعظم کی طرف سے امن دیا جائے گا۔ یونانیوں کی لرزاں جماعت نے یہ سنتے ہی اعلیحضرت کے نام پر تین چیرز دئے اور اس قدر خوش ہوئے گویا وہ عثمانی رعایا ہیں مسٹر اسٹیون کہنے لگا کہ تمام یونانی جو اس سے پہلے صبح کے وقت اپنے کو دیوا وغیرت مست کہتے تھے۔ اس وقت چھپنے کے لئے کونہ کھدرا دیکھتے پھرتے تھے۔ یہاں یہ خوف تھا کہیں

ایسا نادان نہ تھا کہ چند ترکوں کے مارنے کے لئے وہ ایک خوبصورت آباد یونانی شہر کو اُجاڑ دیتا۔ اسی شب یونانی جنگی جہاز بند سے روانہ ہوگیا۔ ترکی فوج نے دولو میں باشندوں سے بہت ہی اچھا برتاؤ کیا۔ جیسا انہوں نے بھتلی میں کیا تھا۔ چھ توپیں اور بکثرت سامان حرب اور سامان خورد و نوش دولو اور ویلسٹینس میں ترکوں کے ہاتھ لگا۔ یونانیوں نے اگرچہ اپنے سامان کو کسی قدر برباد کر دیا تھا کہ دشمن کے کام نہ آئے تو بھی بہت سا سامان باقی تھا جسے وہ برباد نہ کر سکے۔ ہاں یہ ضرور کیا تھا کہ کل تاربرقی اور خشکی کے توڑ ڈالے تھے اور تمام انجن وغیرہ برباد کر دئے تھے ویلسٹینس کی دوسری لڑائی ایک سخت معرکہ ہے جس کے لئے ایک کافی توضیح کی ضرورت ہے یونانی پہلو سے اس کے مفصل حالات ضمیمہ پانچ میں آپ ملاحظہ کریں گے ✣

اسی دن جبکہ حقی پاشا نے ویلسٹینس پر حملہ کیا یعنے پانچویں مئی کو ترک خود ادہم پاشا کی ماتحتی میں ولیعہد شہزادہ کے لشکر پر فارسالس میں حملہ آور ہوئے۔ یونانی فوج کی تعداد پچیس ہزار سے تیس ہزار تک تھی۔ مشیر ادہم پاشا کی کمانڈ میں تین ڈویژن تھے۔ دوسرے ڈویژن پر نشاط پاشا۔ تیسرے پر ممدوک پاشا اور چھٹے ڈویژن پر حمدی پاشا کمان کر رہے تھے۔ سب کی مشتملہ تعداد پینتیس ہزار تھی چوتھا ڈویژن جو ہری پاشا کی کمان میں تھا مقام کاردتسا سے مغرب پر بڑھ رہا تھا۔ فارسالس دریا اینیپس کے کناروں پر واقع ہے اور لریسا کے جانب جنوب اس کا فاصلہ ۲۰ میل ہے۔ میدان کے شمالی مرکز میں آکے واقع ہوا اور جانب جنوب ا وتیس کے پہاڑوں پھیلتا ہوا چلا گیا ہے۔ فارسالس عمدہ طور سے جنگ مدافعت لڑنے کا مقام نہیں ہے جس طرح مشرق میں ویلسٹینس اور مغرب میں کاردتسا ہے جونہی میری پاشا کاردتسا سے بڑھے یونانیوں کے لشکرگاہ کے عملہ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ فارسالس سے ہٹ کر ایک مضبوط مقام پر مورچہ بندی کرے فارسالس پر جو جنگ ہوئی اُسے جنگ نہیں کہہ سکتے یہ صرف ایک جھگڑا تھا جو یونانی فوج عقبیا اور ترکی بڑھے ہوئے گارد میں ہوا تھا اول اول ترکوں کا زیادہ نقصان ہوا کیونکہ وہ پہاڑیوں کو طے کر کے کھلے ہوئے میدان میں آئے تھے جو جانب شمال فارسلس سے چار میل فاصلہ پر ہے۔ یونانی توپخانہ اُس وقت خوب ہی کام دے رہا تھا اور ان کی بندوقیں کے فیر بھی بہ نسبت پہلے کے بہت اچھے تھے۔ یونانی دو گھنٹے سے زیادہ پہاڑیوں پر نہ ٹھیرے۔ غالباً انہیں یہ ڈر تھا کہ ہری پاشا کا ڈویژن جو کاردتسا

سے آرہا ہے ہمیں چپر غٹو کرے گا وہ ریلوے لائن پر دو گھنٹے فیر کرنے کے بعد بھاگے۔ اس وقت ان کے پاس دو بٹالین اور دو توپخانہ تھے جن سے انہوں نے ترکوں کو دو گھنٹہ تک روکے رکھا ایوینزینی کی دو کمپنیوں نے اور دول خارجہ کے والنیٹروں نے اس وقت بڑی جرائت دکھلائی۔ اخیر وہ بیچارے بھی بھاگے اور بہت تیزی سے بھاگے تاکہ دریا اینیپس کے پل کو عبور کرکے اپنی جانیں بچائیں یہاں ترکی توپخانوں نے اُن دو ہزار یونانیوں کا جو پل کو عبور کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے ستھراؤ کر دیا۔ اس خونی منظر کا نقشہ مسٹر ولیم پیل نے اپنی اس چھٹی میں جو ساتویں مئی کو ڈیلی ٹیلیگراف میں چھپی ہے بہت صاف اتارا ہے اور جو حسب ذیل ہے ✢

جنگ کی سختی سے یونانیوں نے قدم پیچھے ہٹانا شروع کر دیا تھا اور جو میدان کے ڈھلوان رستوں کی طرف بھاگے چلے جاتے تھے۔ ترکی فوج کے پیادہ لشکر سے ان میں یہ بھاگڑ پیدا ہو گئی تھی۔ بالخصوص یونانی فوج کے بازوئے چپ کو سنگین صدمہ پہنچا اور عقب کی فوج نے باقاعدہ سپاہیوں کے بچانیکے لیے اپنی بہت سی جانیں قربان کر دی تھیں ✢

جب ہم اس حصہ زمین پر گئے جو دشمن نے خالی کر دیئے تھے میں نے بے تعداد یونانی مقتولین کو دیکھا جن میں بہت سے نوجوان نہایت ہی وجیہ تناسب الاعضا تھے۔ ان کے گھونگروالی زلفیں ان کے کندھوں پر بل کھا رہی تھیں اور ان کی شباہت بالکل قدیم یونانیوں کے دیوتاؤں سے ملتی تھی اُن کی خونی صورتیں اس لیئے زیادہ قابل رحم تھیں کہ ان بدنصیبوں نے اپنی جانیں ادنیٰ مطلب کے لیئے ضائع کر دیں۔ بھاگڑ کے شروع ہونے ہی ترکوں نے اپنے دشمن کو چین نہ لینے دیا اور نہ اپنی فنا کر دینے والی توپوں کو ساکت کر دیا۔ جب ہم پشتے پر پہونچے تو ہمیں یہ نظارہ بہت اچھی طرح دکھائی دیا۔ ترکی فوج کے پیروں کے نشان معلوم ہوتے تھے ہمارے قدموں کے نیچے ایک نہایت خوبصورت میدان جو جانب راست چار میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اور دولو کے قریب نکل جاتا تھا نظر پڑا ✢

تمام میدان یونانی بھگوڑوں سے ٹپا ہوا تھا اُن میں کسی قدر ترتیب باقی تھی اور ان کے مارچ کی لائن کا رخ پتھر کے پل کی طرف تھا۔ جس سے عبور کرکے کھلے ہوئے ناکے بیچ میں ایک میدان میں پہنچ سکتے تھے ✢

ترکی توپخانہ برابر دباتا چلا گیا اور ان بدنصیب بھگوڑے یونانیوں پر پے در پے گولہ باری

شروع کی۔ گولہ پر گولہ پڑپڑ کے پھٹ رہا تھا اور ایک غضب برپا ہو رہا تھا ہر گولہ کے پھٹتے ہی طوفان برپا ہو جاتا تھا اور کمبخت یونانی سپاہی اور افسر اور زیادہ تیزی سے بھاگتے تھے۔ تمام سامان حرب پیچھے چھوٹتے جاتے تھے اور ترکی کثیر تعداد پیادہ فوج کی یلغار نے ان کے ایسے چھکے چھڑوا دیئے تھے کہ انہیں اپنے آپے کی بھی خبر نہ رہی تھی۔ ترک ایک مورچہ سے دوسرے مورچہ پر خالی کرایا اور پھر دوسرا۔ میں عثمانیوں کی جرائت کا قایل ہوں بلاشک ان سے بہتر سپاہی میں نے کسی قوم میں نہیں دیکھا۔ گولیوں اور گولوں کی بارش میں بھی میں نے ترکی سپاہیوں کو کبھی کسی پناہ کی جگہ کی آڑ پکڑتے نہیں دیکھا وہ سینہ تانے ہوئے ایسے سخت معرکہ میں بھی بڑھے چلے جاتے ہیں اور قدم اٹھانے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے تھے ؛

اور مسٹر گائن ریو یڑکے نامہ نگار نے جو ترکی فوج کے ساتھ تھا۔ ترکی توپوں کی بھرمار کی جو بھاگتے ہوئے یونانیوں پر ہوئی تھی ایک تصویر کھینچ دی ہے جو حسب ذیل ہے ؛

آج کے دن لڑائی تو بالکل ہی خلاف امید ہوئی۔ ادہم پاشا نے اپنے ڈویژن کی کچھ ایسی ترتیب دی تھی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ کل حملہ کریں گے لیکن یہ مقابل لشکروں کے مورچوں سے مٹ بھیڑ ہو گئی اور پھر عام طور پر جنگ کی آگ چاروں طرف بھڑک اٹھی۔ یونانیوں نے نہایت مضبوطی سے مورچہ بندی کی تھی۔ فارسالہ کے سامنے کا میدان چار میل چوڑا ہے اور دریا کے کنارے کنارے چلا گیا ہے۔ اس کے شمال میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ ہے اور ان سے شمالی سمت پر قابو ہو سکتا ہے ان ہی دشوار گذار مقامات پر یونانیوں نے بڑی استواری سے مورچہ بندی کی تھی اور وہ ترکی حملہ کے یہیں منتظر بیٹھے تھے ؛

صبح کے نو بجے سے جنگ شروع ہوئی آگے کے مورچوں پر دو تین گھنٹے جنگ ہونے کے بعد یونانی توپوں کے فیر شروع ہوئے ان کا نشانہ بہت ہی ٹھیک تھا مگر ترک گولوں کی بارش میں بھی بڑھے چلے جاتے تھے اور نہایت صبر سے دشمن کے دھواں دھار فیروں کو برداشت کر رہے تھے ابتدائی نوبت میں یونانیوں نے بڑی بھاری غلطی کی کیونکہ انہوں نے اپنے عمدہ موقعوں کو چھوڑ دیا اور جن پہاڑیوں پر انہوں نے مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ انہیں چھوڑ کے میدان میں بھاگ گئے اس میدان میں ہر مقام پر ترکوں نے توپخانہ لگا رکھا تھا۔ صرف ایک پریشان استثنا ضرور تھا۔ یونانیوں کی ایک

کمپنی اپنی جگہ پہ کچھ وقت تک قایم رہی اور خوب ہی کلہ بکلہ ترکوں سے لڑی۔ لیکن جب اس بیچاری کی امداد نہ آئی تو وہ پریشان ہو کے بھاگی اور بھاگی بھی ایسی کہ پھر اُس نے سانس نہیں لیا اخیر اس مظلوم کمپنی کو یونانیوں کے عقب گارڈ نے کچھ سہارا دیدیا اور پھر اس کے فرار ہونے میں کسی قدر قاعدہ کو دخل ہو گیا۔ کہیں کہیں یونانی فوجوں کے حصّوں نے بڑھتے ہوئے ترکوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن رَو کے آگے جس طرح خس و خاشاک نہیں ٹھیر سکتے اسی طرح یونانی بھی نہیں قدم جما سکتے تھے۔ بعض یونانی تو اوندھے ہو گئے تھے اور اکثر نے اپنے کو پہاڑیوں پر سے نیچے پھینک دیا تھا۔ جوں ہی یونانیوں نے پہاڑیاں چھوڑیں۔ ترکوں کی توپوں پر بن پڑی اور اب خالی گولوں کا یونانی فوج میں مینہ برسنے لگا اف یہ نظارہ کیسا پرخطر ہو گیا تھا۔ چاروں طرف سے یونانی جمع ہو کے پتھر کے پل پر آئے یہیں سے دریا پار اتر سکتے تھے۔ میں خود دیکھ رہا تھا کہ یونانی سپاہی کس بے اوسانی سے ایک پر ایک گر رہے تھے یہاں یہ آفت تھی اور وہاں ترکی توپوں کے گولے پڑ رہے تھے جن سے پٹاپٹ لوگ گر رہے تھے۔ میں اپنے شیشے سے دیکھ رہا تھا کہ یونانیوں پر کیسا غضب الٰہی ٹوٹا ہوا تھا۔ کمبخت چنوں کی طرح پہاڑ میں بھن رہے تھے ✣

میدان کے وسط اور دریا کے شمالی جانب ایک گاؤں آباد ہے جس کو دیلی کہتے ہیں۔ یہاں ترکوں کا جو ابھی میدان کو طے کر چکے تھے جو یونانیوں کی کثیر تعداد فوج سے مقابلہ ہوا۔ یہ فوج بہت ہی تیار بھی اور ترکوں سے انقطاعی جنگ لڑنا چاہتی تھی۔ یہ لوگ ایک پہاڑی کے پہلو میں چھپے ہوئے تھے جوں ہی ترک قریب آ گئے۔ انہوں نے نہایت خوفناک آگ برسانی شروع کی۔ ترکوں نے اُن کے فیروں کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور بڑی طمطراق سے برابر بڑھتے چلے گئے۔ اور انہوں نے اس گاؤں پہ باروت اور گولی سے نہیں۔ بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی بے نظیر جرائت کے اثر سے قبضہ کر لیا جس وقت گولوں اور گولیوں کی بارش ہو رہی تھی اور وہ سرخوشانہ حالت میں بڑھے چلے جاتے تھے اور اُن کی تیوری پہ بل تک نہ آیا تھا وہ نظارہ بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ جب یہ شجاعت اور بیجگری دیکھی تو قریب پہونچنے پر یونانیوں کو مقابلہ کی تاب نہ رہی اور وہ اپنی جان بچا کے بھاگ کھڑے ہوئے

بالکل یہ جنگ اس جنگ کے مشابہ ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام ۴۸ سال بیشتر فارسالیہ پہ ہوئی تھی اور جس جنگ میں جولئس قیصر نے ۲۲ ہزار فوج سے پامپی کی باون ہزار سپاہ کو پارہ پارہ کر دیا تھا

یونانیوں کا کثیر تعداد و نشاره تاریخ کی شب کو بغیر جنگ کئے ڈموکس کے اعلے اعلے مقامات کو چھوڑ کے بھاگ گیا تھا اور ۱۵ میل اُس نے جانب جنوب جاکے دم لیا تھا چار توپیں اور کثرت سے سامان حرب فارسالس پر ترکوں کے ہاتھ لگا۔ مگر ترکوں کا نقصان صرف تین سو ہوا۔ اور یونانیوں کا اس سے دگنا۔ اس جنگ کا نہایت تعریف کے قابل حال مسٹر منٹگمری نے اخبار سٹینڈرڈ میں لکھا تھا جو ہماری کتاب کے ضمیمہ میں درج ہے ٭

ویلسٹولس۔ فارسالس اور ددولو کے ہاتھ سے نکل جانے نے جو یونانیوں کے آمد و رفت کے رستے میں ایک تغیر عظیم برپا کر دیا۔ یہاں ددولو گویا یونانی فوج کی بازگشت بنا ہوا تھا۔ ہر قسم کی امداد بحری راستہ سے ددولو میں آئی تھی اور یہاں سے ویلسٹینس میں ہو کے لریسا۔ ترخالہ اور فارسالس تک برابر ریل جاری تھی مگر اب یہ بات ممکن نہ تھی ٭

اس وقت لیمیا یا اسٹائی لیڈا۔ لیمیا کا بندرگاہ یونانی فوجوں کا بازگشت بن رہا تھا جو جنوب کی طرف سے بلمی رس سے ڈموکس تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن یہاں سے لیمیا تک کوئی ریل نہیں ہے۔ یہ سڑک بہت ہی دشوار گذار ہے یونانیوں کو بڑی بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اُن کی حالت بہت ہی زبونی تک پہنچ گئی۔ سامان باربرداری ۵ مئی سے پہلے نہ پہنچا اور پھر بھی یہ ہوا کہ سارا سامان برباد ہو گیا۔ ریل ترکوں کے قبضہ میں آچکی تھی انہوں نے اپنا سامان باربرداری بآسانی جنگ گاہ پر پہنچا دیا۔ اور یونانی تکتے کے تکتے رہ گئے ٭

فارسالس کی ۵ مئی کی جنگ اور ویلسٹینس کی ۵ اور ۶ مئی کی جنگ نے تو یونانیوں کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اُن میں عام طور پر بھاگڑ شروع ہو گئی اور پھر وہ قدم نہ جما سکے وہ بلمی رس تک جو سمندر کے قریب پھیلے ہوئے تھے اور اُن کی لین ڈوری ڈموکس کی دوسری سڑک کی جانب لریسا سے لیمیا تک پھیلی ہوئی تھی بلمی رس ویلسٹینس کی جنوب جانب ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور فارسالس کے جانب جنوب غرب ۱۵ میل کا فاصلہ ہے اور ۴۷ میل لریسا سے ہے بلمی رس سے ڈموکس کا فاصلہ ۲۵ میل ہے حملہ کرنے سے ادہم پاشا کا قصد یہ تھا کہ ڈموکس اور بلمی رس کے پہاڑی راستوں میں یونانی فوج کی خبر لی جائے۔ مشیر نے یہ بھی کوشش کی تھی کہ چاروں طرف کا چکر لگا کر یونانی فوج کے جانب راست کے عقب میں چلا آئے تاکہ یونانی فوج کے بھاگنے کا راستہ کاٹ ڈالے کیونکہ ولیعہد شہزادہ

درہ فرشالا کے قریب لیمیا کی سڑک پر فوج کثیر لیئے ہوئے پڑا تھا - جنرل سمولنسکی ملی رس کی فوجوں کی کمان کر رہا تھا اور شہزادہ ولیعہد قسطنطین نامی پینتیس ہزار فوج لیئے ہوئے ڈموکس پر پڑا ہوا تھا نہایت مضبوطی سے مورچہ بندی کی گئی تھی اور پہاڑ کی بلندی پر تمام مقامات سخت سنگین کیئے گئے تھے - اس میں شک نہیں کہ یونانیوں میں انہیں تو کمال ہے کہ ایسے مقامات منتخب کرتے ہیں جو جنگ کی جان ہوتے ہیں اور اس عمدگی سے مورچہ بندی کرتے ہیں کہ عام طور پر ان کی تعریف ہی کی جاتی ہے - غرض اس معاملہ میں انہیں کمال حاصل ہے - جیسی انجنیری میں انہیں قابلیت ہے کاش کہ ایک چوتھائی بھی انہیں جرائت اور استقلال ہوتا تو ضرور جنگ کا نتیجہ دوسرا ہوتا - جب ۶ مئی کو ادہم پاشا ویلیس ٹینس فارسالس کی لین سے یونانیوں کو نکال چکے تو پھر انہیں ایک ایسے رازدارانہ پہلو جنگ سے سابقہ پڑا جو انتہا درجہ کا سخت تھا - قسطنطنیہ کچھ ایسی مراسلتیں پہنچیں جن کے باعث سے ترکوں کی ملیغار میں بہت ہی سستی آگئی خواہ تو اُن کے پاس سامان حرب نہ ہا خواہ کچھ ایسی چال ہوئی ہو جس سے یکایک ترکی فوج آگے بڑھنے سے رک گئی - جب ہم اس دیری کا خیال کرتے ہیں جو ۵ مئی سے ۱۵ مئی تک ہوتی رہی تو یہ ہرگز سمجھ میں نہیں آتا کہ عہد و پیمان کے جاری ہونے کی وجہ سے جو یونانی اور ترکی دولتوں میں ہو رہے تھے یہ تساہل کیا گیا ہو - مسٹر پلینر نے مجھ سے بیان کیا کہ یونانیوں نے پنچ کے طور دول یورپ سے اپیل کی تھی اس لیئے قسطنطنیہ سے یہ احکام پہونچے ہونگے اس میں شک نہیں کہ ادہم پاشا کے ہاتھ دولت عثمانیہ نے ایک حد تک اس لیئے باندھ دیئے تھے کہ زیادہ خونریزی نہ ہو اخیر ۱۵ مئی کو اصلی ملیغار ترکی لشکر کی فارسالس پر شروع ہوئی *

۵ امئی کو فارسالس سے ترکی فوجوں کی اصلی نقل و حرکت شروع ہوئی البتہ یونانیوں نے اس فرصت کے موقع کو غنیمت جان کے ڈموکس کے قدرتی ذرایع سے اپنے کو خوب مضبوط بنا لیا تھا اور اب ان مقامات کا لینا محالات سے معلوم ہوتا تھا - ۱۲ تاریخ کو حقی پاشا ہلمیرس سے ویلیسٹونس پر بڑھے - اس مقام کو یونانیوں نے جنرل سمولنسکی کی ماتحتی میں بغیر کسی جنگ کے خالی کر دیا تھا - جنرل سمولنسکی نے نہایت ہوشیاری سے دربار یونانیوں کو لکھا دیا تھا کہ ہلمیرس کو میں نے اپنی مرضی سے نہیں چھوڑا ہے بلکہ خاص اپنے اعلے افسر کے حکم سے میں اس مقام کو چھوڑتا ہوں یونانیوں نے اسی مقام پر ہمارے دوست مسٹر منٹگمری اسٹینڈرڈ کے نامہ نگار اور بیرن کو گرفتار کر لیا تھا - سمولنسکی ۲۵ میل جانب جنوب

مغرب لیمایا سورپی پہ چلا گیا۔ ۱۴ مئی کو ترکی فوج کا ایک حصہ مقام منظر وودت مغربی تھسلی پر بڑھا اور ترخالہ میں اسلام پاشا سے جا کے مل گیا جو ادہم پاشا کی کثیر فوج کے جانب راست پڑے ہوئے تھے اس وقت ان دو صوبوں کی فوج کے مشیر ادہم پاشا سپہ سالار تھے۔ دس روز کی بیکاری میں عربی تھسلی کی فوج میں سامان خور و نوش کی بہت ہی کمی آ گئی۔ یونانی دریائے اینی پیئس کے جنوب میں پہاڑیوں میں بھاگ کے چلے گئے۔ ترکوں سے بھی زیادہ ان کو سامان خور و نوش کی ضرورت تھی

اس وقت ادہم پاشا کی ماتحتی میں فارسالس پہ پورے پانچ ڈویژن تھے۔ حیدر پاشا نے درۂ ملونا سے چوتھے ڈویژن کے ساتھ آئے تھے۔ ممدوک پاشا اور حمدی پاشا تیسرے اور پانچویں ڈویژن کے ساتھ تھے۔ ویلسٹونن کے پیچھے کی طرف بڑھے تھے نشاط پاشا دوسرے ڈویژن کے ساتھ اور ہیری پاشا پہلے ڈویژن کے ساتھ ۵ مئی تک فارسالس میں مقیم رہے تھے ❊

ان پانچ ڈویژنوں کی تعداد معہ سوار اور توپخانہ وغیرہ کے ساٹھ ہزار تک سمجھنی چاہیئے۔

۱۲ مئی حقی پاشا کی نقل و حرکت ہلمیرس پہ شروع ہوئی۔ یہ گویا ادہم پاشا کا یونانی فوج کے کچلنے کے لیئے پہلا قدم تھا۔ جنرل سمولنسکی کی اس شتابی سے پس پا ہونے پر ادہم پاشا نے پیش دستی نہیں کی۔ غرض یہ تھی کہ حقی پاشا یونانی ڈویژن کو ہلمیرس پر روکے رکھیں۔ اور جب تک ممدوک پاشا نہ آ جائیں اور ہلمیرس اور ڈموکس کے درمیان پہاڑی ملک میں نہ پھیل جائیں یونانیوں سے جنگ کرتے رہیں۔ اور اسی طرح سے شہزادہ کی فوج کو باقی ماندہ یونانی فوجوں سے قطع کر دیں ❊

۱۵ مئی کو ممدوک پاشا جانب جنوب مشرق فارسالس سے بڑھے۔ ۱۶ کو عام نقل و حرکت کے لیئے پوری تیاریاں ہو گئیں۔ فارسالس کے پانچ ڈویژنوں کو ہیئت میں لایا گیا اور رسالہ آگے کی طرف روانہ کیا گیا۔ ۷ بجے شام کو تمام ترکی فوج جانب جنوب روانہ ہوئی اور پانچ گھنٹے مارچ کرنے کے بعد ڈموکس سے پانچ میل کے فاصلہ پہ پہونچی۔ مسٹر بیگم نے مجھ سے بیان کیا کہ ترکوں کا ارادہ شبخون مارنے کا تھا مگر ترکی فوج نے شب بھر کوئی ارادہ اس قسم کا ظاہر نہیں کیا ❊

علی الصباح ترکی فوج نے ناشتہ کیا اور چھ بجے صبح کو اُن کی نقل و حرکت آگے کی طرف شروع ہوئی اور پھر مفصلہ ذیل حملہ کے احکام صادر ہوئے۔ ممدوک پاشا ۶ میل جانب مشرق تھے یا ڈموکس کے ترکی بازوئے چپ پہ متعین تھے ان کے دوسرے نمبر پہ حمدی پاشا کا ڈویژن تھا جسے حکم

دیا گیا تھا کہ یونانی فوج کے جانب راست کا گھیرا ڈالدیں۔ حمدی پاشا تین چار میل جانب مشرق ڈموکس سے گذر رہے تھے تاکہ یونانی فوج کے پس پا ہونے کا راستہ کاٹ دیں۔ ان کے دوسرے سیٹرمیں نشاط پاشا کا ڈویژن تھا جو ڈموکس کے مقابل بڑھ رہے تھے نشاط پاشا کے پاس نظام کا ایک اعلے بریگیڈ تھا جس کی کمان اسلام پاشا کے سپرد تھی۔ یہ ایڈریا نوپل سے آئے تھے اور انہیں جدید موسر رئفلوں سے مسلح کیا گیا تھا۔ نشاط اور حمدی سے دو میل پیچھے ہری پاشا کا ڈویژن بطور محفوظ فوج کے تھا اور بالکل جانب راست ڈموکس کے جنوب مغرب کی طرف ہری پاشا کا ڈویژن تھا ؛

مسٹر بیگم نے ڈموکس کی حالت کی اپنی کتاب میں ایک تصویر کھینچ دی ہے جو حسب ذیل ہے ؛

ایک کشادہ وادی کے پرے جو دس میل لمبی اور پانچ میل چوڑی ہے اور جہاں چند کھیت غلہ کے دکھائی دیتے ہیں اور جس کے اکثر حصہ پر جنگلی گھاس اُگی ہوئی ہے اور یہیں سے پھر ایک بلندی شروع ہوئی ہے ایک سلسلہ چٹانوں کا دست و گریبان ہوتا چلا گیا ہے کہیں سے اونچا کہیں سے نیچا غرض چوٹی تک یہی کیفیت ہے اسی دشوار گزار چٹانی سلسلہ پہ شہر اور قلعہ ڈموکس بنا ہوا ہے اور اس کے نیچے بالکل سطح میدان واقع ہے فی الحقیقت یہ مقام جنگ مدافعت لڑنے کی جان تھا جسے یونانی جنرل نے منتخب کیا تھا۔ سامنے کے چٹان کے دامن میں تین یا چار صفیں پیادہ فوج کی کھڑی کی گئی تھیں اور انہوں نے نہایت مضبوطی سے مورچہ بندی کر لی تھی۔ ان کے پرے محفوظ فوج کے سیاہ نشان معلوم ہو رہے تھے اور ان کے عقب میں اژدہا پیکر توپوں کی لین دوری دکھائی دیتی تھی پھر چار بڑی بڑی جگادری محاصرہ کی توپیں نصب کی گئی تھیں اور انہوں نے گویا حفاظت کی تکمیل کر دی تھی ؛

ڈموکس کا حملہ بڑا اغلاط تھا میرے پاس کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے کہ یہ خطرناک غلطی فلان شخص نے کی مگر اصل یہ ہے کہ ہوئی بڑی ہی غلطی جس نے ایسا بھاری نقصان پہونچایا اور جس کا نتیجہ بڑا ہی وحشتناک ہوا۔ مشیر ادہم پاشا کی تجاویز جنگ ہمیشہ اعلے درجہ کی ہوتی تھیں اور اس نے حملہ آور ہونے میں کبھی غلطی نہیں کھائی۔ ادہم پاشا کا خیال تھا بلکہ وہ تجویز کر چکے تھے کہ حمدی اور ممدوک

پاشا کے ڈویژن سے یونانیوں کو گھیر لیا جائے اور پھر اُن کے بھاگنے کا راستہ کاٹ دیا جائے گا یہ تجویز فی الحقیقت بہت ہی اعلےٰ درجہ کی تھی۔ مگر ماتحت فوجی افسروں میں بعض ایسے بھی کوتہ اندیش اور دل چلے بھرے ہوئے تھے جنہوں نے بے ضرورت غلطی سے سخت نقصان کرایا۔ ایک افسر نے یہ چاہا کہ ڈموکس کی بلندیوں کو صرف اکیلے بریگیڈ سے حملہ کرکے فتح کر لیا جائے تین پہلو ہیں جہاں سے ڈموکس پر حملہ کرنے کی توضیح ہو سکتی ہے اور حملہ آور سے یہ سوال کئے جا سکتے ہیں (۱) کیوں اسلام پاشا کے بریگیڈ کو ایسے زبردست مقام پر تنہا حملہ کرنے کا حکم دیا گیا (۲) اگر حملہ کیا گیا تھا تو پھر کیوں اور کس لئے اس بریگیڈ کو نہ تو پیادہ فوج سے امداد دی گئی اور نہ محفوظ فوج سے اور نہ توپخانہ سے (۳) ہری پاشا کیوں اور کس وجہ سے نشاط پاشا کے جانب راست بیکار پڑا رہا اور اُس نے ذرا بھی مدد دینے کی کوشش نہیں کی (۴) کیوں حمدی پاشا یونانیوں کے بازوئے راست سے اتنے عرصہ تک ہمبر رہا۔ اس کے بعد پانچواں سوال یہ بھی باقی رہجاتا ہے (۵) کیوں ممدوک پاشا لیمیا کی سڑک کاٹنے پر کامیاب نہیں ہوا۔ حمدی کے تساہل کا لحاظ کرکے مسٹر بیگہم ان مشکلات کو بیان کرتے ہیں جو پہاڑیوں تک پہونچنے میں حایل ہوئی تھیں اور اُن کا خیال ہے کہ اُس افسر نے بڑے کارہ نمایاں کئے۔ چنانچہ مسٹر بیگہم بیان کرتے ہیں کہ "حمدی پاشا کے حملہ سے یہ ضرور معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی روز میں جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اور طرفین کا شدید نقصان ہوگا"

سب سے پہلے حمدی پاشا پہاڑی کے نیچے ترکی فوج کے جانب چپ بڑھے اور پھر جانب جنوب پہاڑیوں کو طے کرکے مقام کرٹسالی کی طرف گئے۔ پہاڑیوں کی اونچ نیچ حمدی کا ڈویژن نظر دن سے چھپ گیا اور چھ بجے شام تک اُس کی صورت نہیں دکھائی دی اگرچہ دن بھر بعض اوقات بندوقوں کی آوازوں سے اس ڈویژن کی زندگی کی خبر ہوتی رہی ✤

ہری پاشا جانب راست تین میل تک بڑھے اور ڈموکس کے شمالی مغرب کی ایک نشیبی حصہ زمین میں جا کے پناہ لی اور سارے دن بالکل بیکار پڑے رہے ✤

حیدر پاشا چوتھے ڈویژن کے ساتھ اور رضا پاشا توپخانہ کی فوج کے ہمراہ نشاط پاشا کے پیچھے بطور فوج محفوظ کے تھے اور ڈموکس کے شمال میں قریب چار میل کے ان کا قیام ہوا تھا۔ نشاط پاشا کی ماتحتی میں دوسرا ڈویژن تھا اور اس ڈویژن نے اور زیادہ تر اس کے ایک بریگیڈ نے جنگ

کی آفت ساری اپنے سر پر لی۔ تمام آزادانہ شہادتوں کی رو سے جو جمع کی گئیں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ ایک غیر ضروری اور سخت بے رحمانہ غلطی ہوئی اور جس سے عثمانی بہادر فوج کی جانیں بیفایدہ ضایع ہوئیں۔ ابتدائی فیروں کے بعد اسلام پاشا کا بریگیڈ دو بجے دن کے یونانی مقام پر بڑھا بریگیڈ میں چھ بٹالین تھیں جن میں پانچہزار تعداد نوجوان نظام سپاہیوں کی تھی ان کے پاس موسر رئفل تھے جو ایڈریانوپل کی فوج کے پاس آئے تھے یہ سپاہی یونانی مورچہ بندیوں سے دو ہزار گز کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوئے یہ ایسے موقع پر خیمہ زن ہوئے تھے کہ بالکل یونانی توپوں کی سیدھ میں تھے یونانی توپوں نے آگ برسانی شروع کی اور یہ آگ بڑی تھاک اور غضبناک آگ تھی۔ یہ دیکھ کے نشاط پاشانے بھی دو توپخانوں پر بتی پڑنے کا حکم دیا۔ لیکن انہوں نے کوئی برا نتیجہ یونانیوں کے لئے پیدا نہیں کیا۔ ادہر ہری پاشانے صرف ایک تنہا توپخانہ سے چند گولے یونانیوں پر مارے کوئی پناہ کی جگہ اس ترکی پیادہ فوج کے لئے نہ تھی جو اس بربادی کے لئے وہاں بھیجی گئی تھی زمین بالکل مسطح تھی اور میدان میں اناج کے کھیت کھڑے ہوئے تھے۔ نوجوان مرد خونخوار ترکوں نے اسی بربادکن آگ میں آگے بڑھنا چاہا مگر ہر قدم پر جانوں کا ستھراؤ ہو رہا تھا۔ جیسا کہ مسٹر بیگھم بیان کرتے ہیں اس خطرناک موقع پر بھی ترک ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ اگرچہ قدم قدم پر ان کی قیمتی جانیں ضایع ہو رہی تھیں۔ لیکن ان بہادروں نے اخیر تک دل نہیں ہارا تھا ٭

مسٹر جی۔ اسے اسٹیون بھی اس بے جگر حملہ کی بابت یہ لکھتے ہیں۔ یونانی فوجوں میں سے گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ داہیں بائیں اور سامنے پٹاپٹ گولیاں گرنے لگیں۔ اور یہ گولیاں اتنی جلدی جلدی ماری جاتی تھیں گویا بجائے ہمارے صف بستہ بریگیڈ کے کوئی فوج دوسرے موسر رئفل چھوڑ رہی ہے۔ مقابل کے بیچ میں سے شعلے اٹھ رہے تھے اور دھوئیں کے بقے کے بقے چکر کھاتے ہوئے بلند ہو رہے تھے ہم نے یونانی جانب راست کی طرف دیکھا کہ اطالیہ کے دولنٹر کمبخت چھپنے کے لئے کونہ کھدرا دیکھتے پھرتے ہیں ان کی سرخ سرخ قمیصیں تھیں اور یہ اپنے مقتولین کو میدان جنگ میں چھوڑ کے بھاگ آئے تھے مگر یونانی فوج کے مرکز میں اور دہنا چپ اب بھی کچھ لوگ تھے جو بریگیڈ کے ساتھ ساتھ بڑھے تھے اور پھر پانسو گز کے فاصلہ پر جاکے ٹھیر گئے تھے نشیبی زمین میں ہر شخص لیٹا رہتا تھا اور صرف رئفل چھوڑنے اٹھتا تھا اور پھر لیٹ جاتا تھا۔

چار بجے کے بعد سے فیروں میں کمی آگئی - غالباً بات یہ ہو گئی کہ طرفین کے پاس سامان گولہ بارود ختم ہو چکا تھا - یونانی مورچوں سے اسلام پاشا کا بریگیڈ پانسو گز کے فاصلہ پر پہنچ چکا تھا - لیکن بارہ سو آدمی ضایع بھی ہو گئے تھے اسلام پاشا کے بریگیڈ کی پوری تعداد میں گویا بیس فیصدی ضایع ہوئے - لنڈن ٹیمس کا نامہ نگار یہ لکھتا ہے +

یہ ایک نہایت نا انسانیت کا منظر تھا لوگ دائیں بائیں گر رہے تھے اور اسوقت ہری پاشا کے ماتحت اُن کا پہلا ڈویژن زمین کو پکڑے ہوئے پڑا تھا +

چار بجے پر تین منٹ اخیر نشاط پاشا نے ایڈریانوپل کی بٹالن کی امداد پر اپنے دوسرے بریگیڈ کو آگے بڑھایا - یونانیوں کی پھرتی میں فرق آیا اور وہ اس تازہ دم بریگیڈ کو دیکھ کے اپنے مورچے چھوڑ پہاڑیوں پر جا چڑھے - پس پا ہوتے وقت یونانیوں کا بہت بڑا نقصان ہوا کیونکہ نشاط پاشا کے ڈویژن نے مارے گولیوں کے ستراؤ کر دیا - تین بجے ۳۰ منٹ رضا پاشا توپخانے کے آگئے اور انھوں نے توپوں سے بھرمار کرنی شروع کی - مگر افسوس یہ ہے کہ یہ توپیں تین گھنٹے دیر میں پہنچیں مگر رضا پاشا پر اس لئے الزام قایم نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نہایت ہوشیار جوانمرد فنون جنگ سے ماہر ہے اور اس کی فطرت ہی میں یہ نہیں ہے کہ وہ کسی موقع پر دیر سے پہنچے

جو یونانی بیچ کے نکل گئے تھے انھوں نے مورچوں کی دوسری قطار میں آکے پناہ لی تھی جو ڈموکس کے ڈھلوان حصّوں پر بہت مضبوطی سے بنے ہوئے تھے اور جو بالکل ناقابل گذار معلوم ہوتے تھے - سامنے کا حملہ بیشک کامیاب ہو جاتا اگر ہری پاشا اپنے ڈویژن کے ساتھ مل کے تمام ترکی توپخانہ کو کام میں لاتا مگر حملہ آور فوج کو اس سے نقصان بہت ہی سخت پہنچتا اور اگر یونانی دلیری اور ہوشیاری سے لڑتے تو کامیابی محال ہوتی +

اس نازک موقع پر حمیدی کے یونانی فوج کے جانب راست پہنچنے سے یہ تمام خطرہ جاتا رہا وہ برابر دباتا چلا آتا تھا اور اس نے کرنیل ستراپاس کی ماتحتی میں مقامات کٹیا اور کراٹ زانی پر قبضہ کر لیا تھا - چھ بجے ۱۵ منٹ ڈموکس کے مشرق میں حمیدی بریگیڈ توپوں کے ساتھ نمودار ہو گیا - اور اس نے یکایک یونانیوں کے نیچی مورچوں پر آگ برسانی شروع کی کرنیل منیور و میکالیس سخت مجروح ہوا یونانی بڑی شتابی سے پسپا ہونے لگے اور ڈموکس کی بلندی پر فصیل کے پاس پہنچ

گئے یہ مقام قریب تین فٹ کے میدان سے بلند تھا بدقسمتی سے حمیدی اور فتناط پاشا کے ڈویژن ایسے تھک گئے کہ شب کو یونانیوں کا تعاقب نہ کر سکے اور ان کے پیچھے دباتے ہوئے چلے جاتے تو بس مار ہی لیا تھا۔ ۶ بجے پر تیس منٹ فیر موقوف ہو گئے اور ماندہ ترکوں نے ان مقامات کو خالی کر دیا۔ جو اس شجاعت اور بے جگری سے فتح کئے تھے۔ غرض دائمی موقع یونانیوں کو شب کی تاریکی میں فرار ہونے کا دیا گیا۔ رات ہوتے ہی ولیعہد شہزادہ نے عام فوجوں کو پس پا ہونے کا حکم دیا اور سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اخبار سٹینڈرڈ کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا۔ جنگ ڈموکس کا حسب ذیل واقعہ لکھا ہے +

ساڑھے گیارہ بجے ترک آگے بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے انہوں نے فارسالا لیمیا سڑک پر ایک زبردست توپخانہ نصب کیا جو ڈموکو کے نیچے پہاڑیوں میں ہو کے گرج رہا تھا اور خط مستقیم میں فارسالا کی طرف دوڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ساڑھے تین بجے تک ترک اپنی توپوں سے سخت آگ برساتے رہے اس کا یہ منشا تھا تاکہ یونانیوں کی اندرونی قوت معلوم ہو جائے۔ ترک پھر تین توپخانے اور میدان میں لے آئے اور پہلے مورچہ کے پاس اُسے نصب کیا اور پھر اچانک پیادہ فوج نے بڑھنا شروع کیا۔ بڑی قوت سے وہ فارسالا کے نیچے روانہ ہوئے اور ادہر پہاڑیوں پر پہنچے ان کی صورت بالکل اونٹ کے کوہان کی سی ہے اور یہ مقام یونانی مورچوں سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے یہ پہاڑی بڑی عمدہ پناہ تھی اور ترکوں نے اپنی فوجوں کو اس پناہ کی جگہ میں پہاڑی کے پیچھے جمع کیا پھر آگے والا کالم توپیں مارتا ہوا آگے بڑھا یونانیوں کی دو کرپ توپیں پرانے محل پر رکھی ہوئی تھیں اور اب ان سے فیر کرنے شروع کر دیئے تھے۔ بڑھتے ہوئے ترک بالکل توپوں کی سیدھ میں آرہے تھے اور کچھ عرصہ تک ان توپوں نے ترکوں کی یلغار میں کمی پیدا کر دی +

ایک ترکی رسالہ نے سڑک کی طرف سے آگے بڑھنے کی کوشش کی شدت گولہ باری نے انہیں تتر بتر کر دیا انہوں نے حصے سے آگے ایک پہاڑی کو آڑ بنا لیا۔ یونانیوں نے یہ دیکھ کے کہ ترک پس پا ہو گئے خوب تالیاں بجانی شروع کیں +

ترکی رسالہ باوجودیکہ توپوں اور بندوقوں کی آگ برس رہی تھی۔ لیکن برابر بڑھا چلا جاتا تھا اور دشمن کو دبا رہا تھا اور ٹبالینوں کے بعد ٹبالینیں مورچوں پر مورچے فتح کرتی ہوئیں یونانیوں

میں گھسی ہوئی چلی جاتی تھیں اس وقت اکیس پہاڑی اور میدانی توپیں گولے برسا رہی تھیں اور ڈموکس کی پہاڑیوں پر سے گولوں کی بارش ہو رہی تھی *

ترکی فوجوں کا مطلب تھا کہ یونانیوں کے قلب اور لیمیا کی سڑک پر قبضہ کرلیں۔ اس ارادہ کی تکمیل کے لیئے انہوں نے اس زور وشور سے حملہ کیا۔ یونانی مورچہ کو فتح ہی کر لیا تھا۔ کہ تین سو گیری بیلڈینوں نے جو سپری آنی کی ماتحتی میں درختوں کے نیچے چھپے پڑے تھے بندوقوں سے آگ برسانی شروع کی۔ اس آگ نے ترکوں کو قلب لشکر پر قبضہ کرنے سے باز رکھا تو بھی ترکوں نے ان جدید حملہ آوروں میں بارہ کو قتل کر دیا۔ اور اٹھارہ کو مجروح کیا۔ انہوں نے مجبور کیا کہ یہ حملہ اور فوج پس پا ہو جائے اخر سامان حرب کی ناکافی ہونے سے وہ پس پا ہو گئے۔ جب یہ ہزیمت خوردہ سپاہی یونانیوں میں سے ہو کے گذرے تو یونانیوں نے تالیاں بجائیں اُن کے مجروحین قریب کے خیموں میں گئے اور بیچاروں نے سگرٹ مانگے۔ ان کی یہ تروتازگی دل افسردہ مجروح یونانیوں پر بہت ہی پُر اثر ثابت ہوئی *

بنیلک فوج کے اخلاق کی اس جنگ سے پوری حالت معلوم ہوتی ہے ان کے دو سو مجروح سپاہی ایک خیمہ میں جو لیمیا کی سڑک پر بنا ہوا تھا اور جو مجروحین کے علاج کے لیئے بنایا گیا تھا داخل ہوئے یہاں ڈاکٹروں کو بہت ہی سخت کام تھے۔ کرنیل میور مچاس جو بازوے چپ کی کمان کر رہا تھا۔ اُس کے کولہ پر سخت زخم آیا تھا اور اُس کے بھتیجہ اور ایڈیکانگ کے سر پر ایک گولی لگی تھی وہ بیچارہ شفاخانہ کے ڈیرہ مین اتے اتے مر چکا تھا *

علی الصباح ترکی حملہ میں جو یونانیوں کے قلب پر کیا گیا کمی آتی چلی تھی اور ترکی لشکر بتدریج پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اثنا میں ترکی فوجوں کی یلغار یونانیوں کے بازوے راست پر بہت تیزی سے شروع ہو گئی تھی میں بہت غور سے اسی کو تک رہا تھا *

کرنیل میکراٹو نے جب ترکی فوجوں کا طوفان اپنی طرف آتے دیکھا تو اُس نے پہاڑیوں پر سے امداد طلب کرنے کے لیئے آدمی دوڑا دیئے اخیر تین ہزار یونانیوں کی محفوظ فوج اُس کی مدد کے لیئے پہونچگئی۔ اگر یونانی موجودہ تعداد سے تگنے بھی ہوتے تو بھی پرجوش ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکتے اس خونخوار فوج نے قریب پہنچ کے یونانیوں کو دھمکی دی کہ اُن کا لیمیا والی سڑک کا رستہ کاٹ ڈالا جائیگا

یہ ظاہر یونانیوں کے قلب لشکر پر قبضہ کرنے کی نیت معلوم ہوتی تھی لیکن ترکی فوج کا اصلی مقصد یونانیوں کے بازوئے راست کو تہ وبالا کرنے کا تھا اس لئے تین ہزار یونانی محفوظ فوج کو اور پانسو سواروں کو حکم ہوا کہ لیمیا کی سڑک کی حفاظت کریں جو سیدھی دیل آف فرکا کی طرف نکلی جاتی ہے +

اپنا سامنے والا رخ چھوڑ کے ٹھیک آدھی رات کو باقاعدہ طور پر یونانی پس پا ہونے شروع ہوئے۔ محل کے مورچوں پر کرپ کی جگادری توپیں چھوڑ دی گئی تھیں۔ ولیعہد شہزادہ معہ اپنے مصاحبین اور کچھ سواروں کے کل فوجوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اور دوسرے روز صبح کو عثمانی لشکر نے دیکھا کہ ڈموکو کی تمام پہاڑیاں اور سلوپ وغیرہ یونانی فوجوں سے خالی پڑے ہیں۔ مورچے بھی بالکل خالی تھے ہاں سامان حرب اور سامان باربرداری بکثرت پایا گیا۔ جو یونانی بھاگتے وقت چھوڑ گئے تھے۔ چار جگادری توپیں جو ڈموکس کی فصیل سے میدان میں بلائی گئیں تھیں پڑی ہوئی ملیں +

لیکن دشمن اب بھی اِدہر اُدہر دکھائی دے رہا تھا۔ بدقسمتی سے ممدوک پاشا جو حمدی پاشا کے جانب چپ اس غرض سے پڑا ہوا تھا کہ جب درۂ پرکھا پر یونانی فوج پہنچے تو اس کا راستہ کاٹ دیا جائے وہ اس موقعہ پر دشوار گذار پہاڑیوں اور اُونچے نیچے راستوں کو طے نہ کر سکتا اور اخیر اُس کا مقابلہ یونانی فوج سے آپڑا۔ سیف اللہ پاشا جو آگے بڑھا ہوا تھا اُس نے یونانیوں کا تعاقب کیا اور قریب ترین فوجوں میں سے کچھ فوج لے کے آگے بڑھا اور ادہم پاشا ابھی بہت فاصلہ پر تھے تو بھی سیف اللہ کے ہاتھ چار بٹالین تو حمدی پاشا کی لگیں اور تین اسکواڈرن رسالوں کے اُن مٹھی بھر سواروں اور ایک توپخانہ سے سیف اللہ پاشا نے یونانی فوجوں کا راستہ درۂ پرکھا والا بند کر دیا۔ اس درۂ کا فاصلہ ڈموکس کے جنوب مشرق صرف دس میل کا ہے سیف اللہ نے دیکھا کہ دشمن تھوڑی سی فوج سے درہ پر قابض ہے اور اب اسے اپنی پیادہ فوج کے آنے کا انتظام کرنا پڑا۔ افسوس ہے کہ ۱۸ تاریخ کو تین بجے تک بھی وہ لگے نہیں پہنچی کل ترکی فوج بڑھی اور بہت تیزی سے فیر کرنے شروع کئے۔ یونانیوں نے گھبرا کے اپنے ناممکن الفتح مقامات اور راور ودہ کو چھوڑ دیا۔ یہ گویا آخری مقام یونانیوں کے لئے جنگ کی جان تھا۔ جو وہ اس طرح چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اس کا فتح ہونا ترکوں کے لئے بہت ہی مفید ہوا۔ دوسرے روز (۱۹ مئی) حمدی پاشا کا کل ڈویژن درہ کو طے کر کے آگے بڑھا اور میدان میں آکے درہ اور سمندر کے بیچ میں پھیل گیا +

جب حمدی پاشاہ کا ڈویژن درہ فرخا میں اترا اُسے معلوم ہوا کہ یونانی فوج کا بقیۃ السیف لیمیا کے شمال کے جانب جا رہا تھا۔ ڈموکس سے بہت پریشان ہو کر بھاگ رہے تھے اور شہزادہ ولیعہد بھی نصف فوج کا حصہ شکل سے ڈموکس کے دشوار گذار راستوں سے نکال کرے گیا۔ پندرہ ہزار یونانی فوج پہاڑیوں کے پشتے کے نیچے لیمیا کے تین میل جنوب صف بستہ تھی۔ معاً طرفین سے گولی چلنے لگی اور عین معرکہ جنگ میں لیمیا کے ملکی حکام نے ترکوں سے التجا کی کہ آپ صلح اور امن کے ساتھ ہمارے شہر پر قبضہ کرلیں۔ سیف اللہ پاشا نے جواب دیا کہ جب تک یونانیوں کا لشکر بیچ میں سے نہ ہٹایا جائیگا ہم لیمیا تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب اہل لیمیا کو ترکوں سے کسی قسم کا خطرہ نہ رہا تھا کیونکہ انہوں نے ان کے بلانے کی پہلے ہی سے درخواست دی تھی +

دوپہر کے بعد عام جنگ ہوگئی۔ دو بجے سہ پہر کو یونانی فیر یکایک بند ہوگئے اور یونانی فوج کے قلب لشکر نے ایک سفید جھنڈا لہلہانے لگا۔ دونوں فوجوں میں لڑائی ترک گئی اور التوائے جنگ کے بگل بجنے لگے۔ دو یونانی افسر امن طلبی کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ترکی لشکر کی طرف بڑھے۔ سیف اللہ پاشا نے ان سے ملاقات کی اور چوبیس گھنٹے کی مہلت منظور کی۔ تمام یونانی لشکر بہت جلد تھرماپولی کی طرف پس پا ہوگیا راستے میں انہوں نے لیمیا میں مطلق قیام نہیں کیا۔ ڈموکس میں مشیر ادہم پاشا کو جنگ کے ہنگامی التوی کی خبریں پہنچیں۔ ادہر قسطنطنیہ سے احکامات جاری ہوئے کہ یونانیوں کو مہلت دے دیجائے +

۲۰ مئی کو علی الصباح شہزادہ ولیعہد کا ایک ایڈیکانگ آیا اور اُس سے پندرہ روز کی التوائے جنگ کا معاملہ ہوگیا اسی طرح سے ایپی روڈ کی طرف آرٹا کے آگے یہی کیفیت ہوئی +

تیسری جون کو اور ایک ماہ کی مہلت جنگ دی گئی تاکہ اس عرصہ میں صلح کے عہد و پیمان ہوجائیں دونوں فوجوں کے افسروں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ طرفین میں سو گز کی دوری کا فاصلہ رہے۔

ترکوں نے ۲۱ مئی کو لیمیا پر قبضہ کیا لیکن بہت جلد چھوڑ دیا کیونکہ معاہدہ کی رو سے یونانیوں کو دیا جاچکا تھا۔ ایک مہینہ کی جنگ کا نتیجہ جو سترہ اپریل کو درہ ملونا پر شروع ہوئی اور ۱۷ مئی کو ڈموکس پر ختم ہوگئی یہ نکلا کہ ترکوں نے کل تھسلی سے یونانیوں کو مار کر نکال دیا اور وہ حصہ ملک جو انہیں ۱۸۸۲ء میں دیا گیا تھا چھین لیا اور یونانی اپنی قدیم سرحدات میں بھاگ کر چلے گئے۔ ایپرس میں جنگ کی وہی کیفیت رہی جو ابتدا میں تھی +

نوان باب

جنگ ایپرس

تھسلی کی نسبت ایپرس کا حال جو مغربی جنگی تھیٹر تھا بہت ہی کم معلوم ہوا۔ ایپرس میں ترکی فوج کے ساتھ بھی زیادہ نامہ نگار نہ تھے جس طرح کہ تھسلی میں کروڑوں نامہ نگار یونانی فوجوں کے ساتھ تھے اور نصف درجن نامہ نگار ترکی لشکر کے ہمراہ تھے۔ تھسلی میں جو واقعہ ہوا تھا وہ تبدیل ہیئت قلمبند ہو گیا۔ جب اعلان جنگ ہوا ہے ترکی کے ڈویژن ایپرس میں پائے جاتے تھے۔ ایک احمد حفظی پاشا کے ماتحت جینا میں تھا اور دوسرا مقام لورس میں مصطفےٰ پاشا کی سرکردگی میں تھا۔ یونانیوں کا ایک ڈویژن مقام آرٹا میں کرنیل مینس کے ماتحتی میں مورچہ زن تھا اور اس یونانی ڈویژن کو بیدا امداد پہنچ رہی تھی۔ یہاں تک کہ کرنیل مینس کے پاس پندرہ ہزار زبردست فوج ہو گئی اور اب وہ ایپرس پر حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھا یونانیوں کا پہلا حملہ بالکل ناکام رہا۔ مگر کرنیل مینس ترکی عملداری میں ۱۸ میل تک چلا گیا اور اس سے جینا میں سخت پریشانی طاری ہوئی۔ مسٹر ڈیلین کا بیان ہے اور وہ بڑے زور سے اپنے بیان کی صداقت پیش کرتا ہے کہ ترکی ڈویژن جو مقام فلیپیڈیا سے خارج کر دیا گیا تھا اس میں سخت پریشانی پیدا ہو گئی تھی اگر کرنیل مینس برابر دبا تا چلا جاتا تو یقیناً تمام ایپرس پر اُس کا قبضہ ہو جاتا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اول ہی اول یونانیوں کو کامیابی ہوئی تھی اور اُنہوں نے فلیپیڈیا پر قبضہ کر لیا تھا مگر جب ترکوں کو مدد پہنچ گئی تو انہوں نے یونانیوں کو مار کے نکال دیا اور اخیر یونانی فوجوں نے آرٹا میں آکے دم لیا اور اُن کا نقصان ہوا۔ جنگ کی کیفیت یہ ہے۔ ۱۹۔ اپریل کو یونانیوں نے دریائے آرکہ تیاس کو عبور کر کے ایپرس پر حملہ کیا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی۔ اسی روز تک یونانیوں نی جو سابق میں ڈپٹی تھا اور جس کا نام اسکلٹ سوڈیس تھا شمال کی جانب ۱۵ میل تک سرحد پار چلا گیا اور اس نے سرا کو پر قبضہ کر لیا۔ جینا کے جانب جنوب یہ مقام بارہ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ ۲۱ تاریخ جنگ شروع ہوئی یونانیوں کا بیان ہے کہ ہم نے تین ترکی گاؤن پر قبضہ کر لیا اور مقام ولاچیتا پر ترکوں کو پسپا کیا۔ دوسرے روز کرنیل فلیپیڈیا تک بڑھا چلا گیا جو آرٹا سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ترک شہر کو چھوڑ کے چلے گئے ۲۳ تاریخ کی تاروں سے معلوم ہوا کہ یونانیوں نے مقام سلوگارہ پر قبضہ کر لیا اور کرنیل مینس پینٹی پگیڈیا تک بڑھا چلا گیا۔ ۲۵ تاریخ کو یونانیوں نے یہ بیان کیا کہ ہم ۲۳ ویں تاریخ کو

پینی پگیڈیا پر قابض ہو گئے۔ لیکن اُسی شب کو ترکوں نے اُس کے دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کی +

۲۳۔ اپریل بروز جمعہ بمقام پینی پگیڈیا سے یونانیوں کے پس پا ہونے نے ایپرس کی جنگ کا خاتمہ کر دیا اسی دن کومانی دیلیر کی فتح ترکوں کو ہوئی تھی جس نے تمام شمالی تسلی کو ترکوں کے رحم پر ڈال دیا تھا ان تاربرقیوں کو قطع نظر کرکے جو یونانی اخباروں میں نہایت بیہودہ طور پر بھری ہوئی تھیں کرنیل سینس جینا پر نہ بڑھ سکا۔ ۲۷۔ اور ۲۸ کو پینی پگیڈیا کے قریب بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ اور وہ ایسی تھی جس کی نسبت کرنیل سینس انقطاعی جنگ لکھتا ہے اُس نے امداد مانگی تاکہ اپنی فوج عقب کو بچائے فوراً کرنیل وریکتریز دو ہزار فوج کے ساتھ ایتھنس سے روانہ کئے گئے اور ساتھ ہی ۲۷۔ اپریل کی شام کو آرٹا سے اور ایک یونانی فوج روانہ ہوئی۔

اس کے بعد ہم نے ایپرس میں یونانیوں کی کامیابی کی کوئی خبر نہیں سنی۔ ۲۴ کو کرنیل سینس یونانی توپخانہ کے ساتھ آرٹا واپس چلا آیا۔ یہاں کثرت سے دہقانی جمع ہو گئے تھے۔ پینی پگیڈیا میں مسٹر کلیمنٹ ہیرس کا پھر کچھ پتہ نہیں لگا۔ ایک یونانی بٹالن کی بہادری کی اس نے ایک مجروح میجر اور ایک کپتان کی لاش کو بچا لیا تھا بڑی بڑی کہانیاں مشہور کی گئیں یونانی عقب کی فوج کا پس پا ہوتے وقت بہت سنگین نقصان ہوا تھا بالخصوص پلاکا کے پل پر تو ان کا ستھراؤ ہی ہو گیا تھا +

۵ مئی کو حافظ پاشا نے رپورٹ کی کہ ترکی افواج نے آرٹا کے سامنے کوہ کلیریٹی پر قبضہ کیا ایتھنس سے جو سرکاری تاربرقیاں آئیں اُن سے معلوم ہوا کہ کرنیل سینس کل الزاموں سے محض اس بنا پر بری کیا گیا کہ وہ ایتھنس سے علی التواتر امداد طلب کر رہا تھا مگر ایتھنس میں چونکہ سیاسی پریشانی اور پیچیدگی پھیلی ہوئی تھی اس سبب سے مدد روانہ نہیں ہو سکی۔ ناچار ہمارا سپہ سالار مجبوراً واپس چلا آیا +

۲ مئی کو یونانی اخباروں نے لکھا کہ ایک نہایت خوبصورت نوجوان عورت سترہ سو بے قاعدہ یونانیوں کے ساتھ ایپرس سے روانہ ہو گئی مگر پھر اس فوجی دستہ کی کچھ خبر نہیں آئی۔ ۴ مئی کو کرنیل مینس ایپرس سے بلا لیا گیا اور اس کی جگہ کرنیل ولسینس کریٹ کا فسادی بھیجدیا گیا اور ۱۱۔ مئی کو یونانیوں نے ایپرس پر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت بیس ہزار فوج اُنکے ساتھ تھی جس کے تین حصے کر رکھے تھے۔ کرنیل بیرکتری دو برگیڈ فلیپاڈا اور لورس روانہ ہوئے اور اسی وقت تین برگیڈ کرنیل بوتزاکس کے ماتحت نکوپوس پر پریویسا کے پیچھے حملہ آور ہوئے اور ایک جنگی جہاز نے گڑھی کو مسمار کرنا شروع کیا

ان میں سے تین بریگیڈوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ جو عثمان پاشا کے ماتحت گریوو دسے اسٹریوناتک ایک مضبوط مقام پر قابض تھے۔ ۱۴ و ۱۵ مئی آرٹا سے پانچ میل باہر گریبوو میں سخت جنگ ہوئی۔ ایک بریگیڈ شمال کی طرف چلا گیا اور فلیپیڈا کی سڑک پر زبردستی سے چلا جانا چاہا۔ دوسرا بریگیڈ جانب غرب چلا گیا اور اس نے لورس کے پل پر قبضہ کرنا چاہا۔ منشا یہ تھا کہ پریسو لیا سے جو مدد ترکوں کو آسکتی ہے اُس کا رستہ کاٹ دیا جائے اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا۔ ۱۴ مئی کو مفصلہ ذیل حالات لکھے ہیں ✠

اخیر حکام نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ ایک دفعہ اور بھی ترکوں پر حملہ کیا جائے۔ ۱۱ مئی منگل کی شب کو ریوزوں کی ایک بٹالین توپخانے کے ساتھ آرٹا کے پل کے پار روانہ کی گئی اور سہ پہر کو چہارشنبہ کے روز کرنیل بیرکٹریز آٹھ ہزار آدمیوں کے ایک بریگیڈ کے ساتھ اور تین اسکواڈرن رسالہ اور دو توپخانوں کے ہمراہی میں اماریتی کی بلندیوں پر قابض ہو کے ترکی تھانوں کے ساتھ خیمہ زن ہوئے۔ اسی اثنا میں دوسرا بریگیڈ کرنیل گوتقی تو پوپو کی ماتحتی میں نویں رجمنٹ اور ایوزوں کی تیسری بٹالین کے ساتھ مقام لورس کے دوسری جانب بڑھا۔ یہاں سے جینا پریوسیا کی سڑک جہاں ترک مورچہ بند پڑے تھے بالکل زد پر تھی۔ پھر ایک بریگیڈ کرنیل ڈالسس کی ماتحتی میں مقام پاپا کا پر بڑھا اور مقامات ارکہتس۔ پر آنانا اور اگتانٹا کو عبور کر لیا۔ اِدہر دو ہزار یونانی فوج پریسیا کی سڑک کاٹنے کے لئے روانہ کی گئی اور ان کا یہ بھی ارادہ تھا کہ ترکوں کی مدد کو بھی روک دیں ✠

ترک نہایت مضبوطی سے مقامات فلی پیاڈا۔ اسٹریونیا۔ ہانوپو میں مورچہ زن تھے اور پینٹی پگیلیٹیا کا درہ بھی اُن کے قبضہ میں تھا۔ یہاں اُن کے پاس توپیں بھی متعدد تھیں اور اُس کی بلندی تین سو فٹ کے قریب تھی۔ پہاڑی دو توپخانے جانب راست تھے اور ایک توپخانہ اسٹریونیا میں موجود تھا۔ میں اُن کی پیادہ فوج کی تعداد کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ لیکن فیروں کی بھرمار سے اتنا اندازہ کر سکتا ہوں کہ بہت بڑی تعداد تھی ✠

اخبار سٹینڈرڈ کے نامہ نگار مقیم اتھنس نے ۱۷ مئی کو یونانیوں کی ناکامی پر مفصلہ ذیل لکھا ہے میں نے اپیرس کے جنگ کے حالات سرکاری ذریعہ سے معلوم کئے ہیں۔ یونانیوں کی پریشانی اور پھر پراگندہ فیروں کی کیفیت بہت ہی دلچسپ ہے ✠

۱۱ مئی کو کرنیل گوئنی تو پوس کو حکم ہوا کہ چار ہزار فوج کے ساتھ پل پر قبضہ کرکے دریائے لورا کو عبور کر جائے اور پریویسا سے ترکی آمدورفت کو چوپٹ کرے اور کرنیل بیرکیٹریز کو ڈھائی ہزار آدمیوں کے ساتھ حکم ہوا کہ سابق الذکر کرنیل کی مدد پر رہے اور بائیں بازو کی حفاظت کرے۔ کرنیل بوتسیریز کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ حکم ہوا کہ نکوپوس میں اتر جائے۔ جنگی جہازوں کی توپیں اس کی حفاظت کریں گی اور وہ ترکوں میں پریشانی پیدا کر دے +

کرنیل بوتسیریز نے جنگ شروع کی اور نکوپوس کی آس پاس کی پہاڑیوں پر قابض ہو گیا۔ مگر کرنیل بیرکیٹریز حالانکہ اسے اس کی ہدایتوں پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔ اپنی فوجی قوت کے نشہ میں گری بودن بہت ہی مضبوط مقام تھا اور ترکوں نے مورچہ بندی سے اسے ناقابل گذر بنا دیا تھا اور کرنیل بیرکیٹریز سے بڑی سخت جنگ ہوئی اور ترک پیچھے ہٹ گئے +

دوسرے روز صبح کو پھر جنگ شروع ہوئی اور آٹھ بجے شب تک رہی ترک سمٹ کے درہ میں آ گئے۔ یونانیوں کا کھلیان ہو گیا تھا اور چنوں کی طرح بھون دیئے گئے تھے۔ بارش خوب زور سے ہو رہی تھی اور پہاڑوں کے ٹکڑے برابر گر رہے تھے۔ اسی اثنا میں گوئنی توپوس کے قبضہ لورو برج نے کرنیل بیرکیٹریز کے حملہ کو بیکار کر دیا۔ جو اس نے گری بودن پر کیا تھا بجائے اس کے کہ بیرکیٹریز مدد دیتا۔ الٹی اس کی امداد گوئنی توپوس کو کرنی پڑی +

اس ساری مہم کا نتیجہ یہ تھا کہ ترکوں کے پریویسا والے رستہ کو کاٹ دیا جائے تمام روز کی جنگ نے اخیر اس ارادہ پر پانی پھیر دیا۔ یکایک ۱۵ تاریخ کرنیل بیرکیٹریز اور کرنیل گوئنی توپوس کو گورنمنٹ یونان کا حکم پہنچا کہ تم فوراً واپس چلے آؤ۔ چنانچہ یہ دونوں کرنیل کل مقامات کو چھوڑ کے ۱۳ مئی کو واپس چلے گئے وجہ یہ ہوئی کہ دول یورپ اس بات سے ناراض ہوئیں کہ کیوں یونان نے ترکوں پر حملہ کیا کرنیل بوتسیریز بھی نکوپوس کی بلندیوں سے چلا آیا اور اپنی کل فوج کے ساتھ سالوگورا آکے دم لیا۔ ترکوں کی طرف سے یونانیوں کو اس شرط سے مہلت دی گئی کہ وہ پھر حملہ نہ کریں +

یونانیوں کے دونوں حملے اور بالخصوص گریبوو کا حملہ سخت ناکام رہا۔ یونانی فوجوں کا ستھراؤ ہو گیا اور وہ بمشکل اپنی جان بچا کے بھاگے ایک بٹالن کی بٹالن بالکل کاٹ ڈالی گئی اس میں سے ایک تنفس بھی نہیں بچا۔ ترکوں نے مضبوط مورچے بنائے تھے اور حملہ آوروں کے اپنے مورچوں میں سے اپنے انت

کٹ گئے۔ پھر انھوں نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔ یونانیوں کا بیان ہے کہ ہمارے سات سو افسر و سپاہی مارے گئے مگر میرے خیال میں اس کے دگنے سمجھنے چاہئیں۔ ۱۶ مئی کو عثمان پاشا نے یونانیوں کی فاش شکست کی رپورٹ کر دی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ آرٹا سے پس پا ہو گئے ہیں جب یونانی افواج آرٹا میں چلی گئیں پھر ایپرس میں اخیر زمانہ جنگ تک ان سے کچھ نہ ہو سکا اور وہ بریگیڈ جو کرنیل یوتسریز کی ماتحتی میں تھا۔ خلیج میں لوٹتا پوٹتا بھاگا اور پریویسا میں آکے دم لیا۔ ان مظلوم بدبخت سپاہیوں کا اس قدر نقصان ہوا کہ تو بہ مفصلہ ذیل کیفیت سے پوری حالت معلوم ہو جائے گی۔ یہ ڈیلی نیوز کے تار کا ترجمہ ہے جس کا نامہ نگار مقام ایپرس میں یونانیوں کے ساتھ تھا اور اس نے ۱۸ مئی کو بھیجا تھا ؛

یہ سمجھنے کی بات ہے کہ تین ہزار فوج ۱۲ مئی کو چہارشنبہ کے روز دہانہ لورس پر پڑی ہوئی تھی بیرونی طور پر کچھ ایسا انتظام تھا کہ اگر کچھ فوج آئے تو وہ ڈبو دی جائے یا اسے کنارہ کے پار جانا پڑے کیونکہ بوٹ وغیرہ کا نام بھی نہ تھا۔ شب کو کچھ فوج اُتار دی گئی اور وہ چہارشنبہ تک اترتی رہی۔ اس فوج نے مضبوط مقامات پر قبضہ کر لیا اور پریویسا سے فلیپیڈیا کی کل سڑکیں اس کے قبضہ میں آگئیں۔ جمعہ اور ہفتہ کو وہ انہی کاموں میں مشغول تھے جن کا پہلے سے خیال کر لیا گیا تھا۔ دو ہزار ترکوں نے پریویسا سے نکل کے یونانیوں پر حملہ کیا۔ گولے اور گولیوں کا مینہ برساتے ہوئے یونانیوں پر ٹوٹ پڑے اور سنگینوں سے ادھر اُدھر بھگاتے پھرے۔ ہر چند یونانیوں نے جان لڑا دی کہ اپنی جگہ پر قایم رہیں۔ لیکن جب انھیں مورچہ بندی کرنے کا وقت نہ ملا تھا تو کیونکر سلامت رہ سکتے۔ اس صورت سے ان کا نقصان کثیر ہوا ؛

شنبہ کی شام تک دونوں فوجیں تھک کے چکنا چور ہو گئی تھیں۔ یونانی بھوکے اور پیاسے بہت تھے۔ یہی کیفیت ترکوں کی بھی تھی۔ یونانی اس بات کے قائل ہیں کہ البنی سپاہی بے نظیر شجاعت سے لڑتے ان کی بیجگری تعجب میں ڈالتی تھی اور وہ دھواں دھار فیروں میں پیٹھے چلے جاتے تھے معرکہ جنگ میں کوئی بین تبدیلی نہیں واقع ہوئی۔ یونانی ہنوز اپنی جگہ پر قایم ہیں۔ مگر یکایک ایمارتی میں یہ احکام پہنچے کہ کل فوج اپنی حدود میں واپس چلی آئے ؛

ایک کمان افسر نے جسے میں نہیں جانتا ایک ایسی بھاری غلطی کی کہ ماندہ بھوکی خستہ حال فوج کو اطلاع دی کہ جلدی بھاگو ورنہ ترک ٹکڑے اُڑا دیں گے وہ کمبخت کنارہ آب تک تو باطمینان پہونچ گئے۔ لیکن جہاز نہ ملنے سے ان میں پریشانی چھا گئی۔ اور ایک تھلکہ عظیم برپا ہو گیا۔ گھبرا کر کچھ آدمی

تو آدمی پانی میں گر گئے اور کچھ آدمی ادہر اُدہر سٹ پٹانے لگے۔ ترکوں کو ابھی تک خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے مگر جب انہیں اطلاع ہوئی فوراً توپوں پر جتی پڑی اور اب گولہ باری شروع ہو گئی۔ یونانی فوج کی پریشانی کا کچھ حال نہ پوچھو۔ ان پر قہر خدا ٹوٹ پڑا اور بدنصیب سپاہیوں کی حالت بڑی ماتمی تھی۔ بہت سے ڈوب کے مر گئے بہت سے زخمی حالت میں گر پڑے اور وہیں غوطے کھا کے جان دے دی اکثر سپاہیوں نے گھبرا کر اپنے ہتھیار اور اپنی وردیاں پھاڑ پھاڑ کے پھینک دیں ٭

تین دن کی جنگ میں معہ کرنل لو تنزری کے لڑائی کے یونانیوں کا نقصان یہ ہوا ایک سو بیس مقتول دو سو سے اوپر زخمی۔ جن میں سے بعض مجبوراً چھوڑ دیئے گئے۔ اور تقریباً دو سو کا پتہ نہیں۔ اس حساب سے ایپرس کی فوج کا نقصان معہ آرتی فوج کے یہ ہوا۔ قریباً پانچسو کے مقتول ایک ہزار زخمی اور لا پتہ۔ بہتیرے ان میں سے مقتول ہی شمار ہونے چاہئیں کیونکہ مرا کرتے ہیں۔ اسے سوائے یونانی سپاہیوں کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ ایک ایسا بل ہے جس کی ادائیگی یونانی سپاہی پر ہی موقوف ہے ایپرس کی اس بیوقوفانہ حرکت سے یونانیوں نے سخت نقصان اٹھایا۔ کیونکہ اس نے ترکوں میں ڈومو کو پہ حملہ کرنے کا جوش پیدا کر دیا ٭ حالات سے اس میں کچھ بھی شبہ نہیں ۱۵ مئی کو یونانی بالکل تباہ ہو گئے تھے اور ترکوں کے روکنے کے قابل نہ رہے۔ ایپرس کی جانب یونانی فوج کا مجموعی نقصان تین ہزار سے چار ہزار تک ہوا۔ ایک تہائی مقتول اور دو تہائی زخمی۔ ترکی نقصان نصف سے بھی کم ہوا۔ کل زخمی اور مقتول پندرہ سو۔ ایپرس کی کمان افسری عملی طور سے خود مختارانہ حالت میں تھی۔ ہاں چودھویں مئی کے بعد سے ادہم پاشا براہ راست ایپرس ڈویژن کے کمان افسر ہو گئے ٭

یونانی بیڑہ جہازات نے جنگ میں کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ ترکی نے جو جنگی جہازات بھیجے تھے اُس سے یونانی بیڑہ کہیں زیادہ اس لئے خیال ہو سکتا تھا کہ یہ بہت کچھ کر کے دکھائے گا۔ مگر خاک نہیں ہو سکا کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یونانی جنگی بیڑے نے بحر ایجئین کی کسی سرزمین پہ کیوں نہ قبضہ کیا اور سلونیکا کو کیوں نہیں برباد کر دیا اگر ایسا ہوتا تو ترکی آمد و رفت کو سخت نقصان پہونچ سکتا تھا۔ سوائے پریویسا پلیٹیمونا۔ کیٹرینیا پر گولہ باری کرنے اور ہماری گرفتاری کے یونانی جنگی بیڑے نے کچھ بھی نہیں کیا۔ بتاریخ ۱۹۔ اپریل ایک یونانی جنگی بیڑے نے پریویسا پر گولہ باری شروع کی یہ مقام خلیج آرٹا کے دہانہ پر واقع ہے دوسرے روز بھی گولہ باری یوں ہی ہوتی رہی اور اس دن سخت نقصان

شہر کو پہونچا۔ یونانیوں کے تحریر کے مطابق تو یہ ہے کہ دو ترکی قلعے خاموش کر دیئے اور شہر کو سخت نقصان پہونچایا گیا۔ مگر ترکوں کا یہ بیان ہے کہ معمولی طور پر گولہ باری ہوئی۔ لیکن جب ہم نے قلعوں پر سے گولے برسائے تو ایک یونانی جہاز ڈوبنے ہی لگا تھا کہ کل جہاز بھاگ گئے۔ خواہ کوئی بیان صحیح کیوں نہ ہو بات اصل یہ ہے کہ کوئی بین نتیجہ اس حملہ آوری اور گولہ باری کا نہیں نکلا۔ ۲۳۔ اپریل یونانیوں کے مغربی جنگی بیڑے نے ساحل اپیروٹ پر سرنٹا جیسے غیر محفوظ مقام پر قبضہ کر لیا اور ترکوں کے کئی ذخایر کو جلا دیا ❖

اسی اثنا میں یونانی مشرقی بیڑے نے پلیٹیوموناپہ گولہ باری کی یہ مقام بہت ہی محفوظ تھا یونانیوں کا بیان ہے کہ ایک تو ترکی میگزین اڑا دیا اور بہت سے ذخایر سامان رسد کے برباد کر دیئے۔ یہ واقعہ ۲۱ تاریخ کا ہے دوسرے روز اسی جنگی بیڑے نے گیبرینا پہ گولہ باری شروع کی اس سے چند مکانات برباد ہو گئے لیکن اور مقامات کو زیادہ صدمہ نہیں پہونچا ❖

سلونیکا جو یوروپ میں دوسرا ترکی شہر ہے اور جو نہایت مشہور بندرگاہ ہے تمام زمانہ جنگ میں بالکلیہ یونانی جنگی بیڑے کے رحم پر رہا ہے صرف دو چھوٹے چھوٹے ترکی توپخانے اس خوبصورت شہر کی حفاظت کے لیئے رکھے گئے تھے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ خلیج کے دروازہ پر تار پیڈو لگا رکھے تھے لیکن یہ بیان فسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اول خارجہ کونسلوں کو سلونیکا کی حفاظت کا اسقدر خوف ہو گیا تھا کہ سب نے اپنی اپنی گورنمنٹوں کو لکھا تھا کہ ہماری حفاظت کے لیئے فوراً جنگی جہاز روانہ کیئے جائیں اب یہ اللہ کو معلوم ہے کہ یونانی بیڑہ نے سلونیکا پر کیوں نہیں حملہ کیا۔ سوائے خدا کے کوئی یہ بھید جانتا ہی نہیں ❖

دسواں باب

(ہماری گرفتاری)

۴۔ مئی دوشنبہ کی صبح ہم اخیر دفعہ لرلیسا سے روانہ ہوئے میرا تو یہ ارادہ تھا کہ میں ۵ بجے پر تیس منٹ گذرے روانہ ہو جاؤں۔ لیکن سامان کرنے اور اسباب باندھنے بوندھنے میں دیر لگ گئی اور میں ۶ بجکر ۳۰ منٹ سے پہلے روانہ نہ ہو سکا ہمارے ساتھی کہیں چلے گئے تھے اور روفن بے کو پھر انہیں جمع کرنے کی بڑی دقت تھی ❖

میں نے اپنے انگریزی اخبارات کے نامہ نگاروں سے خدا حافظ کہا اس سے ایک شب پہلے مشیر ادہم پاشا اور کوارٹر جنرل سے میں رخصت ہو چکا تھا۔ بیگہم اور ویلٹان سے بھی مل چکا تھا۔ گاٹنی اور اسٹیون سے بھی خدا حافظ ہو چکی تھی۔ ترکی لشکر کے ساتھ کس قدر انگریزی نامہ نگار تھے یہ کہنا مشکل ہے یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ ایک غیر وطن مین ایک قوم کے آدمیوں میں کس قدر گہرا تعلق ہو جاتا ہے۔ جب ہم اپنے دوستوں سے جدا ہوئے ہیں تو ہمیں سخت افسوس ہوا تھا۔ گاٹنی اور اسٹیون ہماری ساتھ سوار جا رہے تھے۔ لیکن ہمارے ارابہ راستہ بھول کے کہیں کے کہیں نکل گئے۔ اس لئے ہم انہیں نہ مل سکے +

ٹھیک ۹ بجے ۴۵ منٹ پر ہم روانہ ہوئے۔ الیاس بیں خود۔ رؤف بے معہ چار سپاہیوں کے اور الیا ہمارا پولس ترجمان ہمارے ساتھ تھا۔ ارابہ میں ہمارا سامان لدا ہوا تھا۔ یہ گاڑی بہت کہنہ اور شکستہ تھی۔ سفر میں ہمیں بہت ہی تکلیف ہوئی اور سفر کا مزا آ گیا +

اخیر چار گھنٹے کے شدید ترین سفر کے بعد دو بجے ہم قصبہ باآ میں پہونچے جسے وادی کا دروازہ سمجھنا چاہیئے۔ یہاں لوگ ہم سے بہت خوش ہو کے ملے ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہم سے التجا کی کہ آپ مشیر کو لکھ دیں کہ یہاں ترکی باقاعدہ سپاہ بھیج دیں تاکہ غارت گروں سے ہماری کامل حفاظت ہو۔ ۳ بجے ۳۰ منٹ پر ہم باآ سے روانہ ہوئے۔ وادی کی شادابی نے ہمیں ہشاش بشاش بنا دیا۔ یہ سفر بہت ہی دلکش تھا۔ دریاے پنیاس نے یہیں سے راستہ کیا ہے اور بہت تیزی سے بہتا ہوا میدان تھسلی میں نکل گیا ہے۔ نیچے پانی کا بہنا اور اوپر پہاڑ کی بلندی عجیب سماں پیدا کر رہی تھی۔ کنارہ آب پر سرسبز درختوں کا ہجوم اور اُدھر ہرے ہرے چراگاہ بڑا ہی لطف دے رہے تھے وادی میں آبادی بہت ہی کم ہے ہم نے سنا کہ قریب ۴۰۰ ارسے عورتیں اور بچے یہاں بھاگ کے آ گئے ہیں اور سخت پریشان ہیں ......

مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ ترک ان سے مہربانی سے پیش آتے ہیں تو وہ مطمئن ہو گئے۔ میں نے بہتیرا چاہا کہ ابیلیکیا کو دیکھوں لیکن کم فرصتی کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکا۔ ۵ پر ۳۰ منٹ گذرے ہونگے کہ ہم دریائے پنیاس کے پل پر پہنچے۔ یہاں سے وادی کا راستہ چوڑا ہو جاتا ہے ہم نے بہت سے مویشی چراگاہ میں چرتے ہوئے دیکھے یہاں اناج کے کئی کھیت بھی تھے جو پکے پکائے کھڑے تھے۔ ہم نے دریا کا پل ٹوٹا ہوا پایا۔ پچاس ترکی سپاہی اور چند قصباتی ڈھیریاں صاف کر کے پل کی مرمت کر رہے تھے۔ اب گھوڑوں کے

گذرنے کی بڑی دقت ہوئی۔ گھوڑے گذر نہ سکتے تھے اور ساتھ ہی چوپہئے والی گاڑی کا گذرنا تو محالات سے تھا۔ دیسی یونانی ترکوں سے بہت ہی گھلے ملے دکھائی دیتے تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ آپ کو باسانی تگیسی پر ایک بوٹ مل جائے گا۔ وہ سڑک جو لرنیا سے پلیٹیا مونا کو جاتی ہے پنیاس کے پل پر ہی سے ہو کے گذرتی تھی جو ہم نے ٹوٹا ہوا پایا۔ پل کے شمال مشرق میں دو گھنٹہ کی راہ پیلاتر کی شہر آباد ہے اگر تگیسی سے بحری رستہ پلیٹیا مونا جائیں تو دس بارہ میل کا دورہ پنیاس کا ہو جائے گا ✤

وہ سڑک جو تگیسی کو جاتی تھی اُس کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ ارابہ کا گذرنا محال تھا۔ جب یونانی بھاگے ہیں تو جا بجا سے اس سڑک کو توڑتے چلے گئے تھے۔ ملک بہت ہی بار آور تھا اور اب بھی کئی قصبے یونانیوں سے آباد پائے۔ جب ہمیں قریب آتے ہوئے دیکھا تو مرد بھاگ کے غایب ہو گئے۔ لیکن عورتیں بڑی دلیری سے قریب چلی آئیں اور دروازہ کے پاس آ کے کھڑی ہوئیں۔ ایک نہایت خوبصورت یونانی لڑکی جس کا ثانی میں نے تھسلی بھر میں نہ دیکھا تھا اپنا رومال ہلا کے ہمیں بلانے لگی۔ لیکن اندھیرے ہو جانے کی وجہ سے ہمیں جلدی تھی۔ اس لئے ہم اُس لڑکی سے نہ مل سکے۔ چند آدمی جن کی نسبت رؤف بے نے یہ کہا کہ ایوزونی ہیں یہ لوگ سپاہی تھے۔ ہمارے آگے سے گذرے اُن میں ایک شخص کو دیکھا جو نہایت جنگجو اور خوبصورت معلوم ہوتا تھا اُس نے ٹوپی اُتار کے سلام کیا۔ میری آنکھیں تو ترس گئی تھیں۔ کہ کوئی یونانی سپاہی ایسا نظر آئے جس میں جنگی بوباس پائی جاتی ہو۔ اس سپاہیانہ شان کا میں نے کوئی یونانی سپاہی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ قصبہ میں بہت سے سور بھی پھر رہے تھے۔ ان ناپاک جانوروں کو دیکھ کے رؤف بے اور اس کے اردلی کے سپاہی بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔ سوروں سے عام مسلمانوں کو کچھ دلی نفرت ہے۔ جنگ سے شروع ہونے سے اب تک ہمارے ترکی ساتھیوں نے یہ نفرت اور بیدلی نہیں ظاہر کی کبھی وہ ناک بھوں چڑھاتے تھے۔ کبھی کھانستے تھے اور کبھی تھوکتے تھے۔ الیاس کو ایک مذاق ہو گیا تھا۔ وہ بار بار رؤف بے کی توجہ سور کی طرف پھیرتا تھا اور وہ گھبرایا جاتا تھا ✤

۷ بجے ۴۵ منٹ شام کو ہم تگیسی پہنچے۔ شہر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں نے ہمیں آ کے گھیر لیا۔ لیکن شہری حاکم ایک بھی نہیں دکھائی دیا۔ میں نے دریافت کیا یہاں کوئی یونانی حاکم ہے۔ جواب ملا نہیں۔ لیکن ایک چیف انتھارتی رہتا ہے جس کا مکان یہاں سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ہے۔ میں نے کہا کہ پلیٹو مونا پر ہم جہاز میں سوار ہوں گے رؤف بے اور سپاہی یونانیوں سے گرد

آنے سے کچھ خوف زدہ ہوئے۔ الیا یونانی خوب بولتا تھا وہ جہاز کے کرایہ کا معاملہ کرنے لگا۔ پھر ہم جہاز میں جاکے بیٹھے اور ہم نے کھانا کھایا۔ شہر کے باشندوں نے ہمیں گھیر لیا تھا اور اس تعجب سے ہمیں دیکھ رہے تھے گویا ہم ایک عجیب الخلقت سے جانور ہیں ؎

آخر چند آدمیوں نے ایک کشتی لانے کے لئے بڑی مستعدی ظاہر کی۔ اب بالکل گھُپ اندھیرا ہوگیا تھا۔ اس لئے کنارہ پر سامان لانے میں بڑی دقت پیش ہوئی چار ارناوتی نوجوانوں نے جو آیک البنی کی اولاد میں تھے اور اسی مقام پر رہتے تھے۔ دل و جان سے ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہوئے اور مختلف گٹھڑیوں کے اُتارنے میں پوری مدد دی۔ پھر ہم نے خلیج رؤف سے اپنا بستر اُٹھایا اور اپنے وفادار فوجیوں کو الوداع کا سلام کہا جنھوں نے ہمارا مدتوں تک ساتھ دیا تھا رؤف کشتی میں ہمارے ساتھ سوار ہونے کے لئے بیچین ہو رہا تھا جو پلیٹا مونو کو جانیوالی تھی۔ صرف اس خیال سے کہ اُدھم پاشا نے اُسے ہم لوگوں کو دوسرے ترکی بندرگاہ پر حفاظت سے پہنچانے کے لئے حکم دیا تھا میں نے فوجیوں کو ایک ایسے گاؤں میں چھوڑنا جہاں یونانی کثرت سے تھے بالکل غیر موزوں جانا۔ کیونکہ ان دونوں جماعتوں میں دوستانہ تعلقات کا نام تھا اور ایک دوسرے سے برسر پرخاش ہونے کے لئے ہر طرح راغب تھیں۔ اس خیال سے رؤف کو میں نے ساتھ آنے سے باز رکھا اور اُسے رات کو واپس جانے کی صلاح دی۔ .... یہ بہت اچھا ہوا کہ رؤف بے ہمارے ساتھ نہ آیا۔ کیونکہ بہ حیثیت ترکی افسر ہونے کے وہ لائق جنگی قیدی ہو سکتا تھا ہم نے سنا کہ بعد کو وہ بیچارہ اسی رات کو چلا گیا جس کی وجہ سے تمام خطروں اور مصیبتوں سے بچ گیا۔ تب ہم ایک اچھی کشتی میں آگے بڑھے جس کو پلیٹا مونو تک ہم لے گئے۔ بہرکیف میں نے یہ دیکھا کہ ہماری جماعت نے اپنے ساتھ ایک مختصر سلی ترکی کشتی اور دو مستول رکھنے کا ارادہ کیا۔ میرا یہ کہنا کہ یہ چیزیں بیکار ہیں۔ ان کے ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔ منزل دو تین گھنٹے میں طے ہو جائے گی بالکل بیکار ثابت ہوا ؎

الیا نے کہا کہ یہ بالکل غیر ممکن ہے سمندر میں خطرہ ہے ہم کو چاہیئے کہ ترکی کشتی پر سوار ہو جائیں یونانی زبان کی ناواقفیت اور رات کی تاریکی نے مجھے مجبور بنا دیا اور ترکی کشتی پر سوار ہونا پڑا اور مشکلات جو آگے چل کر پیش آئیں وہ اسی غلطی کے سبب سے ہوئیں۔ الیا بعد کو ایک خراب ملاح ثابت ہوا اور یہ

معلوم ہوا کہ وہ قدرتی طور سے سمندر کی زندگی سے ڈرتا ہے اور اسی وجہ سے چھوٹی کشتی کے مقابلہ میں بڑی کو پسند کرتا ہے۔ بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کشتی والے سازش میں شریک تھے۔ جب ہم مقام طاغسی پر پہونچے تو کسی یونانی جنگی جہاز کا پتہ نہ تھا۔ غالباً بلکہ ضرور یہ ہوا کہ مخبر لوگ کنارہ پر ہماری آنے کی خبر لینے کے لئے پھر رہے تھے تاکہ قریب یونانی جنگی جہاز والوں کو مطلع کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ہم آگے بیان کرتے ہیں ✣

بادبان کھڑے تو کئے گئے۔ لیکن مشکل سے اتنی ہوا تھی جو ان کو چلا سکے تختہ پر ایلیا نے کچھ بسترا سا بنایا اور ہم سب اسپرویسے ہی کپڑے پہنے سو رہے ایلس اور میں تھا اور ایلیا ہمارے پیر کی طرف میں اُن تین یونانی ملاحوں پر جو وہاں تھے مشتبہ نظریں ڈال رہا تھا اور اسی لیئے پستول کو تیار رکھا۔ ایلیا نے پہرا دینے کا وعدہ کیا لیکن وہ اور ایلس دونوں بہت جلد بیخبر سو گئے اور میں کبھی کبھی جھپکی لیتا رہا تمام رات ہم ادہر ادہر پھرے جھکولے تو بہتیرے سلئے لیکن ہوا کی حرکت یوں ہی سی ہوتی رہی۔ آدھی رات کو مجھے بڑی سردی معلوم ہوئی جس کی وجہ سے میں جاگ پڑا۔ صبح صادق کا خیر مقدم تو کیا گیا۔ لیکن اس نے بڑا خوف زدہ بنا دیا کہ اب تک ہم طاغسی کے سلسلہ کے قریب ہی ہیں گو چھ میل کا فاصلہ طے کر چکے ہیں پلٹیا ماتو اور اس کا سفید عالیشان قلعہ۔ جس پر چند روز ہوئے یونانیوں نے محض فضول گولہ باری کی تھی وہ ہمارے بندرگاہ کے نکلے ہوئے حصہ سے آٹھ میل دہر ہے ایلیا کو جگا کر میں نے کہا کہ آؤ چھوٹی ڈونگی میں سوار ہو جائیں اور پلٹیا ماتو کو چلے چلیں لیکن اس خطرہ کا پاس کر کے اس نے میری رائے سے اختلاف کیا میں بھی خاموش رہا اس لئے کہ ڈونگی جو ہم ایسے تین کو لیجا سکتی تھی۔ اس وقت اسباب کے لئے بھی کافی نہ ہو سکی۔ یونانی ملاحوں نے چند تپوار جھوٹ موٹ ڈالکر کھینا شروع کیا۔ لیکن جب دیکھا کہ کشتی جہاں تھی وہیں رہے تو میں نے خود چلانا شروع۔ پانچ گھنٹے تک یہ محنت جاری رہی اور اس عرصہ میں پلٹیا مینا کے بھگ دو تین میل کے اندر پہنچ گئی ✣

قریب دس بجے کے یونانی کپتان نے مجھ سے کہا کہ میں نے دو جنگی جہاز ساحل تشیا غاسی کی طرف جاتے ہوئے دیکھے۔ ہم نے نہایت ہوشیاری سے چاروں طرف دیکھا لیکن کوئی جہاز نہ پایا۔ مگر ایک گھنٹے کے بعد اچانک ہماری نظریں تین جہازوں پر پڑیں جن میں سے دو جہاز ہماری طرف آرہے تھے۔ یونانیوں نے کہا کہ یہ اطالی جہاز ہیں یونانی نہیں ہیں۔ سو میں سمجھا کہ یہ ہمیں دھوکہ دیتے ہیں اس خیال سے کہ ہم کہیں

بچ کے نہ نکل جائیں ان میں سے ایک جہاز تارپیڈو بوٹ تھا اور ان کا فاصلہ ہم سے دو میل رہ گیا تھا۔ ایسی حالت میں ہم اُن سے بچ نہیں سکتے تھے اس لئے ہم نے بچنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ ہم ساحل پر اپنے حقوق کی حدود میں چل رہے تھے۔ ہم لڑنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ساحل کے بند ہو جانے کا کوئی اعلان دیا گیا تھا۔ جنگی جہاز بہت جلد ہماری طرف آئے اور گیارہ پر تین منٹ پہلا جہاز جو پرانے فیشن کا تھا ہماری کشتی کے پاس آیا اور کشتی ٹھیرانے کا حکم دیا۔ کپتان نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ پھر کپتان نے حکم دیا کہ ہم سب بوٹ پر آجائیں۔ اور اس نے دو ڈونگی مسلح ہماری کشتی کی طرف بھیجے۔ میں نے جہاز سے اُترنے سے انکار کیا اور فرانسیسی زبان میں کپتان سے کہا کہ ہم لڑنیوالوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم براہ سلونیکا انگلستان جارہے ہیں میں نے اسپر زور دیا کہ سفر میں ہماری مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔ گرفتاری کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ایک ترکی پولیس تھا یہ ترکی وردی پہنے ہوئے تھا۔ سر پر ٹرکی ٹوپی تھی اسی وجہ سے ہمارے گرفتار کرنے والوں کو شبہ ہوا۔ یونانی قدرتی طور پر بہت مشتبہ لوگ ہیں۔ اکثر اوقات بچوں کی طرح شبہے کیا کرتے ہیں۔ میں نے اور الیس نے صبح ہی سے ترکی ٹوپیاں پہن لی تھیں۔ کیونکہ تھسلی کے میدانوں سے زیادہ سمندر پر خطرناک گرمی پڑ رہی تھی۔ نصف گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی۔ بڑے جنگی جہازوں نے توپوں اور تارپیڈوں سے ہمیں گھیر لیا۔ کپتان اور دوسرے باری باری سے ہم پر زور دے رہے تھے ملاحوں نے اس تختہ کو کھولا جہاں ہمارے اسباب رکھے تھے اور اس کی تلاشی لی اس میں سے گراس رَیفل اور یونانی پیش قبض جو الیس نے ارناوتوں سے لیا تھا نکلے یونانی سپاہی انہیں دیکھ کے جوش میں آگئے۔ وہ غلہ میں چاروں طرف سنگینیں مارنے لگے کہ کچھ اور نکلے میں نے اپنے پاسپورٹ یونانی افسروں کے پاس ملاحظہ کے لئے بھیجے اور ان سے کہلا بھیجا کہ میں پارلیمنٹ کا ممبر ہوں۔ الیس اور ایا نے بہتیرا زور مارا کہ میں ڈونگی میں چلا آؤں مگر میں صاف انکار کرتا رہا کہ جبتک مجھے زبردستی سے نہ لیجائیں گے اپنا جہاز نہیں چھوڑنے کا۔ آخر کپتان نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آپ چلے آئیں۔ جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا میں آپ کو سلونیکا پہنچا دوں گا۔ جب اس نے اپنے وعدہ میں تکرار کی تو میں ڈونگی میں بیٹھ گیا۔ یونانی لفٹنٹ نے میرا طپنچہ مجھ سے لینا چاہا۔ لیکن میں نے دینے سے انکار کیا۔ یہ طپنچہ اس وقت سے میرے ساتھ تھا۔ جب میں دو لوبیے روانہ ہوا تھا۔ کپتان ہم سے بہت اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ وہ ایک خوبصورت زمانہ کا گرم و سرد دیکھتا ہوا پرانے مدرسے کا تاراج تھا اور

اس کا نام سیوس تھا اور یہ مشہور سیوس یونانی امیر البحر کا پوتا تھا جس نے جنگ آزادی میں کار نمایاں کیا تھا۔ کپتان سیوس نے نہایت افسوس سے کہا کہ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں کیونکہ مجھے میرے اعلیٰ حاکموں کا حکم ہوا تھا کہ آپ کے جہاز کا تعاقب کروں اور اسکو گرفتار کروں اور کسی شے کو ساحل پر نہ جانے دوں۔ اس نے ایک چوتھائی تختہ پہ ہمارے لئے کرسیاں بچھادیں اور شراب کے گلاس ہمارے پینے کے لئے بھیجے +

ہماری کشتی بینیس نامی تشا فاسی پر بہت جلد واپس آگئی۔ اس کے ساتھ ہمارا چھوٹا اگن بوٹ بندھا ہوا تھا۔ پھر ہم تیسرے جہاز میں سوار کئے گئے۔ جس کا نام سیکالی تھا اور اُس پہ کپتان کنیڈ ورڈس شاہ یونان کا ایڈیکانگ کمان کر رہا تھا۔ کپتان ڈکورنے نہایت شائستگی سے ہمارے روک لینے کی معافی مانگی اور کہا کہ اس کی ہم کو مطلق خبر نہیں تھی کہ آپ جہاز میں سوار ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کپتان سیوکس اور اس کپتان نے ہم سے قیدیوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا۔ شاہ کے ایڈیکانگ کپتان نے مجھ سے بافسوس اسکا اظہار کیا کہ حالت جنگ اس کی مقتضی نہیں ہے کہ میں آپ کو ٹیمیونا ماسلونیکا کی طرف جانے کی اجازت دوں۔ میں نے دونوں افسروں سے کہا کہ مجھے کچھ ایسے اشد ضروری کام ہیں۔ جہاں تک جلدی ہو مجھے لندن پہنچ جانا چاہیئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری رائے میں آپ کا دولو چلا جانا مناسب ہے۔ جہاں ہر قسم کے جہاز موجود ہوں گے اور جہاں آپ جانا چاہینگے وہ آپ کو لے جائیں گے اس نے مجھ سے درخواست کی کہ آپ اسی جہاز بینس میں چلے جائیں۔ میں نے طوعاً و کرہاً اُسے منظور کر لیا۔ اس میں شک نہیں کہ یونانی افسروں کے اخلاق اور اُن کی پریشانی قابل لحاظ ہے ہمیں دولو اس لئے بھیجا گیا تھا کہ اُن پر سے ذمہ داری ٹل جائے یونان کی تمام سیاسی اور جنگی افسروں کی یہی نیت ہے۔ ہم دولو نہیں پہونچے تھے کہ امیر البحر اسٹیٹ مینٹیلس موقعہ پر پہونچا اور اس بات کا اشارہ کیا گیا کہ ہم جنگی قیدی ہیں +

ایک بجے کے قریب بینس نامی جہاز دولو کی طرف روانہ ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ہم نے ایک جنگی جہاز دیکھا جو شاہزادہ جارج کی کمان میں تھا ہم متحیر ہوئے کہ بینس لوٹ کر اسی پانی کے راستہ سے جب جنگی جہاز ابھی چیرتا ہوا آیا۔ پھر تسافوسی واپس جانے لگا ہم نے اسپر اعتراض کیا۔ لیکن کپتان نے کہا کہ اُسے اشارہ سے اس بات کی تعمیل کا حکم ہوا ہے کسی طرح فرق

نہیں ہو سکتا۔ تنا غوسی میں شہزادہ جارج جہاز میں ہم سب کو کپتان میولسن نے اس کے ساتھ پیش کر دیا +

شاہزادہ بہت ہی خلیق تھا اور اس نے ہماری سفر کی مزاحمت پر بڑا افسوس کیا اس نے کہا کہ جو احکامات صادر ہوئے اُن کے لحاظ سے ہر جہز کا روکنا لازم ہوا۔ بلکہ کسی بھنگے کا بھی بچ کے نکلنا دشوار تھا۔ شاہزادہ نے ہمیں دو تو جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہیں سے سفر کا سلسلہ شروع کرنا اچھا ہو گا۔ کیونکہ وہاں ہر طرح کے اسٹیمر تمام جگہ جانے کے لیئے دستیاب ہو سکتے ہیں اس نے ایلس سے پوچھا کہ وہ بھی کسی لڑائی میں شریک ہوا ہے ایلس کے اس کہنے پہ کہ میں تین لڑائیاں دیکھ چکا ہوں وہ بہت خوش ہوا +

میں نے کہا کہ ہم ویلسٹینو کی جنگ دیکھنے کے بہت مضطر تھے۔ لیکن ضرورتوں نے قبل از جنگ تھسلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ شہزادہ نے ہنس کر کہا کہ واہ دو تو ہی تو ٹھیک جگہ جانے کے قابل ہے اگر تم جنگ دیکھنا چاہتے ہو۔ وہاں تمہیں یونانی حصہ سے جنگ دیکھنے میں ہر طرح کی سہولت ہو گی۔ شہزادہ انگریزی خوب بولتا ہے۔ وہ بہت ہی خوبصورت مشین اور طاقتور ہے اس کے اطوار آزادی پسند ہر دلعزیز اور سادے ہیں۔ شہزادہ اگلے لوگوں کی طرح شاہانہ مزاج رکھتا ہے۔ ہم اس کی صورت اور اطوار سے بہت متاثر ہوئے جہاں تک ہمیں معلوم ہوا شاہزادہ جارج محکمہ بحری میں نہایت ہر دلعزیز تھا۔ اس کا بڑا بھائی شہزادہ قسطنطنین کسی فوج میں ایسا محبوب اور مقبول ہر خاص و عام نہیں تھا۔ پیٹس دو تو کو پھر روانہ ہوا۔ اس نے اس مرتبہ بغیر کسی روک ٹوک کے سفر شروع کیا۔ کپتان کو ہمارا بڑا خیال تھا۔ ہم دونوں نے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ ایلس کو اپنے جہازی کمرہ میں سلانے کے لیئے اُس نے بڑا اصرار کیا تھا۔ ٹھیک اس کے چھوٹے کمرہ کے باہر بڑی احتیاط سے لٹکایا۔ زیادہ تر اپنی پوشیدہ چٹھیوں کی جن میں ادہم پاشاہ کی بھی سفارشی چھٹی تھی حفاظت کی جنہیں اندر کی طرف رکھا۔ ہم دونوں پستول بھر کے سوئے میں نے تو صرف اپنا بوٹ اور اوپر کا کوٹ اُتارا۔ اس سے ہمارے خطوں کا وہ حشر نہیں ہوا جو بعد کو ایلس کے روزنامچہ کا ہوا۔ ہمارا کل سامان جہاز کے تختے پر پڑا رہا۔ اور رات کو ضرور اُس کی تلاشی لی گئی ہو گی اور ایلس کے روزنامچہ کو ایک سپاہی نے بڑے غور سے شروع سے آخر تک دیکھا جو انگریزی بھی جانتا تھا۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ ایک کریہہ المنظر ملکی سپاہی تھا جو دوسرے دن دیکھنے میں آیا اور جس نے ہم کو دیکھکر بڑی بُری نظر ڈالی ✣

یونانی افسروں نے اُسے آرمینیا کا باشندہ بتلایا۔ لیکن یہ میں نہیں مان سکتا۔ کپتان یہ کہہ چکا تھا کہ جہاز میں کوئی انگریزی نہیں جانتا اور وہ خود بھی فرانسیسی بہت تھوڑی سی بول سکتا تھا اس بارہ میں کپتان کا کیا قصور ہے کیونکہ جنگ کے موقعہ پر بہت سے فریب جائز ہیں ✣

گیارھواں باب

(ہماری گرفتاری اور ایپرالجیم)

اس صورت میں کہ یوروپ کے جنوب یا مشرق میں سفر کر رہے ہوں اس سے بڑھکر زیادہ مفید اور فرحت بخش اور کوئی عادت نہیں ہو سکتی کہ صبح تڑکے اُٹھیں جس قدر جلد ہو اُسی قدر اچھا ہے اس سے تم دن ہی دن میں کل کام پورا کر لوگے۔ اس کی وجہ سے دن کے اچھے اوقات تمہیں قدرتی منظر کی سیر کرنے کے لئے ملیں گے اور پریشانی کر دینے والی گرمی۔ گرد و غبار اور ماندگی جو دو پہر کے گھنٹوں میں کام کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے ان سے بھی بچے رہوگے اس سفر میں ایسا کم ہوا اگر چار بجے سے زیادہ بستر پر میں پڑا رہوں۔ صبح اُٹھنے کا فایدہ اس طور پر میں نے خوب حاصل کیا۔ ۶ مئی چہار شنبہ کو پانچ بجے کے قریب میں جہاز کی چھت پر تھا اُسوقت مجھے معلوم ہوا کہ اب جہاز خلیج دولو میں داخل ہوا چاہتا ہے ✣

یہ نہایت خوشنما بندرگاہ ہے اور کنارہ کے مقامات بہت ہی بھلے معلوم ہو رہے تھے شہر کے دو قدیم حصے پہاڑی کناروں کی چوٹیوں تک مشرقی بے ترتیبی اور گوناگون شان کے ساتھ چلے گئے ہیں ✣

جدید شہر دولو کے شمالی مغربی کنارہ پر آباد ہے یہ بہت خوبصورتی سے آباد اور نہایت پُر رونق ہے اور یہاں بہت سے شاندار مکان ہیں۔ بندرگاہ یونانی جنگی جہازوں سے بھرا ہوا تھا وہ آہن پوش جہاز اور تارپیڈو کی کشتیاں بھی تھیں ✣

یہاں بہت سے اطالی جنگی جہاز (اسارہ ڈگنا) ایک فرانسیسی جنگی جہاز اور ایک انگریزی

اگیبٹ (ڈریڈ) بھی تھا جس پر دن کے بڑے اوقات میں ہماری نظریں نہایت شوق سے پڑ رہی ہیں +

صبح کے ساڑھے چھ بجے کپتان میوکس امیر البحر کے آہن پوش جہاز پسارا پر گئے۔ میں نے کہا کہ وہ امیر البحر سے اس بات کی درخواست کرے کہ یا تو ہمیں انگریزی جنگی جہاز پر سوار کرا دے یا انگریزی سفیر کے حوالہ کر دے۔ جس کا جھنڈا ہم نے سفارت خانہ سے لہراتا ہوا دیکھا تھا۔ میں نے میوکس سے یہ بھی کہا کہ وہ میری ایک چٹھی انگریزی سفیر تک پہنچا دے اس نے اس سے انکار کیا۔ میوکس کے آنے میں بڑا عرصہ لگا۔ اس درمیان میں جہاز پر بہت سے سویلین آئے ان میں سے ایک شخص الفینکا اپیھریا کا اجنٹ بھی تھا۔ اس کی صورت خطرناک تھی اور اس نے افسروں کے سامنے ہم کو بڑی سختی سے دھمکایا۔ لہذا ہم کو پینس ایک دوسرے درجہ کے افسر نے جو روالنڈ اور ڈاکٹر تھا اور ہمارا بڑا دوست تھا مطلع کیا +

نو بجے کے بعد ہمارا کپتان واپس آیا۔ اس کے ہمراہ امیر البحر کے جہاز کا فلیگ کپتان (نشان بردار) بھی تھا جو بہت شستہ انگریزی بولتا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اسے اس بات کا حکم ہوا ہے کہ تم سب کو کنارہ پر لائے اور دوکو کے ملکی حکام کے سپرد کر دے +

درحقیقت یہ دوسری مثال ہے کہ یونانی افسر عموماً اپنے پر ذمہ داری نہیں لیتے۔ میں نے ان حکام کی بابت پوچھا کہ یہ کون تھے مجھے بتلایا گیا کہ وہ حاکم پریسیا کا ایک سر برآوردہ شخص تھا جس نے دوکو میں پناہ لی تھی اور اب بھی مقام اس کے سپرد ہے +

میں یونانی افسروں کے مظالم اور بزدلانہ حرکات سے خوب واقف تھا۔ پریسیا کا حاکم بھی کلیہ قاعدہ کے باہر نہ تھا +

ترکوں کے آنے سے دو روز پہلے اس نے اپنا کام پریسیا میں بڑی کم ہمتی سے چھوڑ دیا تھا۔ قیدیوں کو رہائی دے دی اور انہیں بندوقیں سپرد کر دی تھیں یہ پاجی لوگ فوج کے پریشان حصہ میں جا کر مل گئے اور اس بے امنی کے زمانہ میں یونانی شہر والوں کو خوب لوٹا اور برباد کیا خاص کر عورتوں کو بڑی تکلیف دی اور آج ناسنا یا کہ یونانیوں نے ترکی افسروں کا جنہوں نے ان کو پناہ دی اور بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا +

یہ حالات معلوم کرکے میں نے کنارہ پر اُترنے سے قطعی انکار کیا اور انگریزی سفیر یا جنگی جہاز کے حوالے کئے جانے کی درخواست کی۔ کپتان سیوکس نے اپنے حکم کی تائید کی اور میری بات نہ مانی۔ پھر میں نے امیرالبحر سے بذات خود ملنے کی درخواست کی۔ کپتان میوکس نے بعد پس وپیش کے میری خواہش کو پسارا کے نشان بردار پر ظاہر کرنا منظور کیا +

امیرالبحر کی منظوری ہوگئی اور گیارہ بجے کے قریب پسارا کے جہازی تختہ پر ہم لائے گئے امیرالبحر اسٹیمٹیلس نے انسانیت سے اپنے کمرہ میں ہمارا استقبال کیا۔ اگرچہ اسکو ہماری طرف سے شبہ تھا اور اب تک جتنے افسروں سے ہم مل چکے تھے۔ ان سب سے زیادہ یہ ہمیں خطرناک دشمن سمجھنے کی طرف مایل تھا۔

امیرالبحر اسٹیمٹیلس ایک قدآور اور سیاہ فام آدمی جس کے اطوار بہادرانہ اور آنکھیں روشن اور جن کی موچھیں بھوری تھیں۔ دوران گفتگو میں ہماری طرف سے مطمئن نہ تھا۔ ہمارے سامنے اس نے ناشتہ پیش کیا اور پھر ہم نے ساری کیفیت نشاناسی کی اور اپنی گرفتاری کی بیان کی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم لوگوں نے اس بات کو منظور کیا کہ ملکی حکام کے سپرد ہوں جن کو ہم نہیں جانتے تھے اور جن پر ہمارا یقین نہیں تھا۔ امیرالبحر اور نشان بردار کپتان اور وہ افسر جو وہاں موجود تھے یونانی حکام کی یہ شکایت سننے سے ناراض ہوگئے۔ لیکن میں اپنی رائے پر مضبوطی سے قایم رہا۔ میں نے کہا کہ یونانی بحری افسروں نے ہم کو پکڑ لیا۔ ہمارے سفر میں خلل انداز ہوئے اور یہاں دولو میں لائے۔ ہم انہیں خوب جانتے تھے اور ان کے ہاتھوں امن میں رہیے معاملہ کے پیش کرنے کا یہ طریقہ امیرالبحر کے سامنے کچھ غیر مستحسن نہ ثابت ہوا اس نے تھوڑی دیر غور کیا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگوں نے اُسکو ناپسند کیا کہ یہ ملکی حکام کے سپرد ہوں تو ہم تمہاری رہائی کے ذمہ داری سے دست بردار ہوں گے۔ بلکہ اور اتھنس تار کے ذریعہ سے اس کیفیت کو پورے طور پہنچاویں گے +

بعد کو ہمیں معلوم ہوا کہ پرلیسا کا حاکم انگریزی اخبارات کی اُن نکتہ چینیوں سے جو اُس کے بھاگنے پر ہوئی تھیں اور اس بات کے اظہار سے کہ یونانی افسر ترکوں کی آمد سے بے طرح خوف زدہ تھے دل سے ناراض تھا اور وہ سب ہمیں دشمنوں کی طرح اپنے جال میں پھنسانے کے لیے منتظر تھے اگر ہم کنارہ پر آجاتے تو یقیناً خیر نہ تھی کیونکہ وہاں غدر مچ رہا تھا اور اب انگریزوں نے بھی جو کچھ دولو میں

انہیں پیش آیا تھا لکھا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک یونانی کثیر جماعت یا یونانی ملکی حکام کس قدر بزدل اور جاہل ہیں +

امیر البحر نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ اپنا قاصد میرے خط کے ساتھ جو انگریزی کونسل کے نام سے بھیجے گا اور ہمیں اس بات کی اجازت دے گا کہ انگریزی وزیر متعینہ ایتھنس کے نام تار روانہ کرسکیں - یہ مسٹر مرلن کی معرفت کیا گیا اور مسٹر ایجرٹن سے اس بات کی درخواست کی گئی کہ وہ ہماری رہائی کی لئے کوشش کریں اور ہماری گرفتاری کی مفصل کیفیت بیان کریں +

پسارا میں تقریباً ہمارے دو گھنٹے صرف ہوئے - اس عرصہ میں جنگی جہاز کے تمام کپتان امیر البحر کی خدمت میں حاضر ہوئے +

اس نے کہا کہ یہ دن خاص اس کی پیدایش کا ہے یعنے سینٹ جارج کا ہے +

ہمیں بعد کو معلوم ہوا کہ یہ بادشاہ کا یوم الولادت جس کی خوشی کے لئے تمام رسومات بک تحت ایتھنس کے ایک حکم کے مطابق موقوف ہوگئیں صرف کسی خاص بھید کی وجہ ہے - ملاحوں نے بہر کیف تمام دن یہی حال رکھا کیونکہ صرف سرکاری طور سے انہیں بتلایا گیا تھا کہ یہ دن امیر البحر کی ولادت کا ہے بہت سے افسر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہم سے گفتگو کی ان میں سے ایک خوش مزاج کپتان جو خوب انگریزی بولتا تھا - ایلس کے ساتھ بڑے خلوص سے پیش آیا اور اس کو اس نے حلوا بھی دیا - بدقسمتی سے میں اس کا نام بھول گیا ہوں +

آخرکار مسٹر مرلن انگریزی سفیر ایک بجے کے قریب آپہونچا اور ہماری رہائی کے لئے جو کچھ ایک آدمی کرسکتا ہے وہ اس نے حتے الوسع کیا کسی چیز نے امیر البحر کے دل پر اثر نہیں کیا اس کی ضد کونسل کے اصرار کے ساتھ بڑھتی گئی +

مسٹر مرلن نے یہاں تک کہ ایک تحریری معاہدہ کا وعدہ کر لیا اس شرط پر کہ وہ ہم سبھوں کو سفر کی اجازت دیدے اور یہ بھی کہا کہ میرے خلاف اگر کوئی جرم قایم ہو تو اس کی جواب دہی کے لئے جب یونانی گورنمنٹ مجھے بلائے میں حاضر ہوں گا - کاش امیر البحر ایک معقول آدمی ہوتا تو وہ ضرور ایک ایسی عمدہ بات کی قدر کرتا لیکن یہ تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیں رہائی دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لینا چاہتا تھا +

ایک یونانی کپتان نے مجھے کہا کہ ہمارے حکام ایتھنس کے عامہ خلایق سے بہت ڈرتے ہیں بعد ہماری رہائی کے لیے مسٹر مرلن نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی - لیکن آخرکار ہار کے چلا گیا - اس نے انگریزی سفیر متعینہ ایتھنس کے پاس تار دینے اور ہمارے جہاز پر ہمیں دیکھنے کا وعدہ کیا - ہم نے امیرالبحر سے اس بات کی درخواست کی کہ وہ ہمیں اس جنگ کے دیکھنے کی اجازت دے جو ویلسٹینو میں ہو رہی ہے اور جو وولو سے شاید دس میل کے فاصلہ پر ہے - لیکن اس نے صاف انکار کیا - جس دن کہ ہمارے ساتھ ایک قیدی کا برتاؤ کیا گیا - توپوں کی گرج اور بندوقوں کی متواتر آوازوں سے جو ویلسٹینو سے سارے دن ہوا کے ساتھ آ رہی تھیں بڑا دل دھڑکتا تھا ✤

درحقیقت رہ رہ کے خیال آتا تھا کہ اس جنگ کی آوازیں کانوں میں آ رہی تھیں - جسے خاص طور پر دیکھنا چاہتے تھے اور اب ہم اس قابل نہیں کہ اس عظیم الشان لڑائی کو دیکھیں ✤

توپوں کی گڑگڑاہٹ اور بندوقوں کی مہیب آوازیں تبلا رہی تھیں کہ لڑائی بہت گھمسان کی ہو رہی ہے ✤

ترک جان توڑ کر کوششیں کر رہے تھے کہ کرنیل اسماولنسکی پر غلبہ حاصل کریں - اور نعیم پاشا کی شکست کا بدلہ لیں جسے ہم نے گذشتہ جمعہ کو بچشم خود دیکھا تھا ✤

مسٹر مرلن نے ہم سے کہا کہ کپتان بلیم جن کا تعلق جہاز ڈرایڈ سے ہے معہ اور انگریزی نامہ نگاروں کے جنگ دیکھنے گیا ہوا ہے اس لیے ہم نے الفٹنٹ ہملٹن سے اس بات کی آرزو ظاہر کی کہ وہ اپنے کپتان سے آدرینا کے جہازی تختہ پر تشریف لانے اور جنگ کے متعلق کل حالات بیان کرنے کی درخواست کرے ✤

یہ گولہ باری جو ساڑھے دس بجے شروع ہوئی پانچ بجے بالکل بند ہو گئی - یونانیوں کے پاس سارے دن سرکاری اطمینان بخش خبریں آیا کیں - آخر کو اسماولنسکی کا وہ مشہور و معروف مراسلہ آیا - جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اس نے ترکوں کے ساتھ متواتر حملے روکے اور انہیں پس پا کر دیا اور اب اس کے سپاہی ترکی سپاہیوں کے خون میں تیر رہے ہیں - اسماولنسکی ایک اچھا سپاہی ہے - تمام یونانی افسروں میں یہی ایک ایسا شخص نکلا جس نے اس جنگ میں بڑا نام کیا ✤

لیکن اس کے کارنامہ کی حقیقت یونانی مبالغہ آمیز بیانات سے بالکل پوشیدہ ہو گئی تھی

میں اسباب کو مانتا ہون کہ ترکی حملے کے نتایج کی بابت مجھے بے طرح شبہے پیدا ہوگئے تھے کیونکہ ویلسٹینو کی یونانی قوت کی کیفیت ترکی سپاہیوں کی مردانہ شجاعت اور چند ترکی جنرلون کی کمزوریون پورا حال ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ بہرکیف سات بجے کپتان ولہم کی آمد سے ہمیں نجات ہوئی وہ خاک آلود اور بالکل تھکا ہوا جنگ سے لوٹ کر سیدھا اوٹیا کے جہازی تختہ پر آیا۔ کپتان نے ترکی جنگی افواج کی بہادری اور وہان کے کل حالات کی سچی تصویر کھینچی۔ وہ لوگ گھرلی سے سات میل کے فاصلہ بغیر کسی حملہ کے دل کے دل ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوئے اور متواتر دو گھنٹے سفر کرنے کے بعد ٹھیک گیارہ بجے بر دست بہ شمشیر ہوئے ✣

ہم لوگوں نے بھی کس وضاحت کے ساتھ اس جنگ کی داستان کو سنا۔ ابتدائی دور درانہ کوچ جو جنگ سے پہلے شروع ہوتا ہے اور خود جنگ کا آغاز بھی دن کے گرم ترین گھنٹوں میں ہوا چاہیئے تھا کہ ایک دوسرے کی فوج دشمن کے قریب دن کے ٹھنڈے وقتوں میں آجاتی اور بجائے دوپہر کے لڑائی کا میدان صبح ہی سے گرم ہو جاتا غرضکہ فن سپہ سالاری میں تمام جگہ ایسی ہی تھی ✣

اس دفعہ تعیم کی حرکت کہ پلین کے دشوار گذار کنارون پر آگ برسائی جائے۔ عمل میں نہیں لائی گئی ✣

ترک حملہ بالکلیہ یونانی فوج کے وسط اور بائیں جانب ہوتا رہا۔ کپتان ولہم کچھ دیر تو یونانی خندق کے قریب پڑا رہا۔ بعد کو گولہ باری کی شدت سے وہ ہٹ گیا۔ اس کا بیان ہے کہ ترک سائیناس فیل کے نشیبی حصہ اور ویلسٹنو کے شمالی مغربی کنارون پر اپنے پیر جمائے۔ یونانیوں کو بائیں جانب سے دباتے آتے تھے۔ اس نے ترکوں کا تاریک پہلو اسمیں نہیں دکھایا تھا ✣

انگریزون نے ہندو مسلمانون اور عیسائیون کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اور کرتے ہیں

ہندوستان کے چیدہ مذہبیں باہم اس قیامت کا اختلاف ہے کہ ایک مذہب کے اخلاق کلیات دوسرے مذہب کے اصول اخلاق کے بالکل خلاف ہیں۔ اور جو افعال اور اعمال ایک مذہب میں نیک سمجھے جاتے ہیں۔ اور دوسرے مذہب میں قبیح تصور کئے جاتے ہیں۔ مزید برآن ان مختلف خیالات اور اعتقادات کی صورت اور رنگ مختلف وجون کی عقول میں بدلتا رہتا ہے ✤

پس حکومت ہند کو ہندوستان میں ان مذہبوں کے درمیان محاکمہ یعنے بیچ برتاؤ کرنا پڑتا ہے جو باہم مخالفت کلی اور عداوت قلبی رکھتے ہیں بلکہ اس پر بھی طرہ یہ ہے کہ ایک ہی مذہب کے متعدد پیرائے نظر آتے ہیں۔ یعنے نفس الامر اور دل سے تو لوگ اس کے قایل اور معتقد نہیں ہیں مگر ظاہر میں اس کی پابندی کرتے ہیں اور اس عجیب وغریب حالت میں جو روش حکومت ہند ان مختلف مذاہب کی نسبت اختیار کرتی ہے اور جو سلوک مختلف اہل مذاہب کے ساتھ کرتی ہے اس پر نکتہ چینی واعتراضات ان رایوں کے موافق کئے جاتے جن میں باہم ایسا اختلاف عظیم ہے جیسا کہ انگلستان اور ہندوستان میں ✤

ہندوستان کے مختلف مذہبوں کی حقیقت میں مختلف ترکیبیں نرالی ہیں رسوم واعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور آب و آتش کی نسبت ان سب کو باہم متفق اور راضی رکھنا اور ایک دوسرے پر غالب نہ آنے دینا حکومت ہند ہی کا کام ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ حکومت ہند کو اپنی مذہبی کارروائیوں کا جواز ایشیا اور یوروپ دونوں کے علمائے دین اور پیشوایان مذہب کے آگے ثابت کرنا پڑتا ہے اور اپنی ناجنبہ داری کی جانچ مختلف معیاروں سے کی جاتی اور مختلف ترازوؤں میں تولی جاتی ہے اور حکومت ہند اپنی کارروائی کے وجوہ متعصب برہمنوں اور مسلمانوں سے بیان کرتی پھرتی ہے اور اگلے زمانہ کے بت پرستوں اور اس زمانہ کے برہمو سماج والے خدا پرستوں دونوں کو راضی رکھنا پڑتا ہے۔ اور پھر زبردست پادریوں کی انجمنوں سے بھی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ جن کا یہ قول ہے کہ عیسائی گورنمنٹ کو

اپنے دین کی حمایت کرنا اور بت پرستوں کے مواجب اور وثایق کو بند کر دینا فرض عین ہے اور دوسرے انکو ان
کٹھمار مسٹ کا بھی منہ بند کرنا پڑتا ہے جو ولایت میں بیٹھا ہوا انکار رٹ رہا ہے کہ پادریوں کی تنخواہیں یک قلم
موقوف کر دیجائیں اور ہندوستان کے خراج سے اُن کو ایک حبہ بھی نہ دیا جائے +

الغرض گورنمنٹ ہمیشہ ایک سکتہ اور ضغطہ کے عالم میں رہتی ہے اور کشاکش دیر و حرم میں پڑی
رہتی ہے +

چند روز سے اہل انگلستان کو ایسے چند در چند تعلقات ہندوستان سے پیدا ہو گئے ہیں کہ
ہندوستان کے معاملات پر کچھ توجہ کرنے لگے ہیں اور یہاں کے حالات سے بھی کچھ واقف ہو گئے ہیں
مشرقی اور مغربی خیالات جو مذہب کی نسبت ہیں وہ آپس میں کچھ ایسے گڑبڑ ہو گئے ہیں کہ پتہ نہیں لگتا
کہ آخیر مذہب کیا چیز ہے اور یہ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں مثل مشہور ہے کہ نیم حکیم خطرۂ جان و نیم ملا
خطرۂ ایمان +

اول تو ولایت والے اس ملک کا حال جانتے ہی کیا ہیں اور جو کچھ ذرا دہور اس ملک کا علم رکھتے
بھی ہیں تو پارلیمنٹ کی لڑائی میں اس سے گولی بارود کا کام لیتے ہیں اور فریقی مقاصد کی تائید میں اسے صرف
کرتے ہیں یا اس سے رنگ برنگ کے سیاسی مضامین تراش تراش کے اخبارات وغیرہ میں چھاپے جاتے ہیں
جن کو دیکھ کر ولایت کی بھیڑیا دہسان خلقت کا خیال ہندوستان کی موجودہ حالت سے ہٹ جاتا ہے -
لطف یہ ہے کہ صدہا بلکہ ہزارہا نکتہ چینیوں کا حکم یہ ہے کہ حکومت ہند فلاں امر کرے اور فلاں بات
نہ کرے اور حکومت چاہے ترقی کی فکر کرے چاہے تنزل کی - ان میں کوئی نکتہ چین اس سے ضرور
ناراض رہتا ہے +

اب وہ دن گئے کہ خلیل خاں فاختہ مارتے تھے اور گورنمنٹ ان متضاد ذمہ داریوں فرمائشوں
سے اپنی جان بچاتی تھی اور لکیر کی فقیر بنی ہوئی تھی +

انگریزوں کی جب سلطنت کی بنا ایشیا میں قایم ہوئی ہے اس سلطنت کے اہم اصول میں رعایا کی مذہبی
آزادی داخل رہی ہے - انگلستان کی ایک خوش قسمتی یہ بھی تھی کہ اس کا قدم ہندوستان میں اس وقت
جم گیا جبکہ مذہبی جوش قوم انگریزی میں بہت کم باقی رہا تھا اور انگریزوں کو علے العموم یہ خواہش نہ پیدا ہوئی تھی کہ
اور ملکوں میں جا کے لوگوں کو اپنے دین میں لائیں یا اپنے ملک میں پادریوں کو مسلط ہونے دیں لہذا

انگریزوں نے ہندوستان میں آکے وہ فاش غلطیاں نہیں کیں جو یورپ کی اور قوموں نے تعصب مذہبی کی شدت کے باعث کی تھیں کہ ہندوستان اور امریکہ میں ملک لینے کے واسطے گئے مگر تعصب مذہبی کو اس شدت سے صرف کیا کہ لینے کے دینے پڑ گئے +

قطع نظر اس کے مذہبی آزادی جس کے معنے یہ ہیں کہ ہندوستان کی رعایا کے مذہبی امور میں دست اندازی نہ کرنا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے سراسر قرین مصلحت اور مناسب وقت تھا کیونکہ وہ ایک کمپنی سوداگروں کی تھی اور ہندوستان میں تجارت کرنا چاہتی تھی پس اگر وہ مذہبی آزادی کا اصول ہندوستان میں نہ اختیار کرتی تو قطعی پاگل اور مجنون سمجھی جاتی +

الغرض رعایا کے مذہبی امور میں بالکل دخل نہ دینا اور دولت انگریزی کے دستورات قدیم میں داخل ہو گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی یہ قاعدہ جاری رہا جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان والیان ملک اور پیشوایان دین کی اعانت اور حمایت کی محتاج نہیں رہی تھی بلکہ ان کی مالک و مختار بن گئی تھی +

دولت انگریزی ہندوستان کے کل مذاہب کو جن میں عیسائی مذہب بھی شامل ہے کامل اور مساوات کلی کی نظر سے دیکھتی رہی اور ہر ایک رسم باطل اور عمل شیطانی کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ اس کی حمایت اور حفاظت بکمال احتیاط کرتی رہی اور ہندوستان کے جس رسم و رواج میں ذرا بھی شائبہ یا لگاؤ ان کے مذہب کا دیکھا اس کا اعظام و احترام گورنمنٹ نے کیا +

اوقاف مذہبی میں کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اور مذہبی عطیات اور پیشوایان مذہب کے وظایف کو جاری رکھا اگرچہ یہ سب ذمہ داریاں شاہانِ سابق کی اختراع کی ہوئی تھیں مگر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان سب دیوں کو آمنّا و صدّقنا کہہ کے قبول کر لیا اور ایک مذہب و ملت کی خیراتی اور مذہبی سرمایوں کے ایڈمنسٹریٹر جنرل یعنے منتظم عام کا عہدہ اختیار کیا اور ہندو مسلمان۔ پارسی سب کی مذہبی رسوم کو ادا کرنے کے لئے بلا روئے رعایت روپیہ دیا اور جگن ناتھ جی کی جاترا۔ قطب صاحب اور مسلمان ولیوں۔ درویشوں اور شہیدوں کی درگاہوں میں خرچ کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ دیا یہاں تک کہ جو غازیان اسلام دولت انگریزی سے جہاد کرنے میں شہید ہوئے تھے ان کے مزاروں پہ عرس گورنمنٹ نے اپنے صرف سے کرایا +

یہ کردار نہایت عاقلانہ اور مدبرانہ رعایا کو مرغوب تھی کیونکہ سابق کی کسی گورنمنٹ نے اپنے

مذہبی خیالات کو میزانِ عقل میں تول کر مساوات کلی کے درجہ میں نہیں رکھا تھا بلکہ فرمان روایان سابق کا برتاؤ رعایا کے دوسرے مذہبی فرقوں سے اچھا نہ تھا۔ مرہٹوں کو جب روپیہ کی ضرورت ہوئی۔ اگرچہ اس وقت انہوں نے مسلمانوں کے اوقاف مذہبی کو بالکل ضبط تو نہیں کیا مگر بڑا بھاری ٹیکس ان پر لگایا ہر ایک بادشاہ نے خواہ وہ مسلمان تھا خواہ ہندو تھا اپنے خاص اعمال مذہبی کے لئے لاکھوں روپیہ عطا کیا مگر دوسرے مذہب کے لئے ایک کوڑی نہیں دی کیونکہ ان کے خیال میں ان کا فرض یہ تھا کہ جن عقائد کو وہ حق سمجھتے تھے یا جن دیوتاؤں کو برحق جانتے تھے ان کی ترویج میں اعانت اور کفالت کریں۔

مگر برخلاف اسکے کمپنی بہادر کو نہ پیشوایان دین سے کچھ مطلب تھا نہ دیوتاؤں سے کچھ غرض تھی۔ بلکہ ولایت میں جو لوگ پولیٹکل اقتدار رکھتے تھے صرف ان کی خوشامد کرنی کمپنی کو منظور تھی اور عہدہ داران کمپنی نے عیسائی مذہب سے بھی ایسی علیحدگی اور کنارہ کشی ظاہر کی کہ لوگ ان کو لامذہب اور بے دین کہنے لگے۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں جہاں ہنود اور اہل اسلام کا غلبہ رہا۔ ان دونوں مذہبوں کے عبادت خانوں اور پیشواؤں کو مبالغ خطیر سرکار کمپنی بہادر سے ملتے تھے مگر جب خوبی قسمت سے ایک عیسائی گورنمنٹ کا تسلط اس ملک پر ہوا تو عیسائی مذہب کو کچھ فائدہ نہ ہوا اور ہندوستان میں پہلی مرتبہ یہ تماشہ دکھائی دیا کہ اس کے عظیم الشان صوبوں کی دولت سے داد و دہش وہ حکام کر رہے ہیں جو اس مال کے کسی جزو کو اپنے مذہب کی خاص ترویج میں خرچ کرنا نہیں گوارا کرتے البتہ چند پادریوں کی کچھ تنخواہیں مقرر کی ہیں باقی عموماً کل عیسائیوں کو اپنے ہم مذہب گورنمنٹ سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور نہ عیسائی مذہب کو اس سے کچھ نفع ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے عیسائیوں اور دیگر اہل مذاہب کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔ اور یہ تفاوت زیادہ تر حیرت انگیز اس وجہ سے تھا کہ دنیوی حکومت اس قوم کے ہاتھ میں تھی جس کے مذہب میں دنیوی رسوم کی شرکت بالکل نہیں ہے اور جو قومیں پیشتر حاکم اور فرمانروا رہی تھیں انکے اوقاف مذہبی میں اس عیسائی گورنمنٹ نے ذرا بھی تغلب اور تصرف نہیں کیا تھا اور حالانکہ بڑے بڑے ملکی اور مالی عہدوں پر عیسائی متعین تھے اور سارا اخراج سلطنت ہندوستان انہی کے اختیار میں تھا تاہم عیسائی مذہب اس ملک میں ویسا ہی ضعیف اور غریب تھا جیسا ابتدائی زمانہ میں یہ مذہب سلطنت روم قدیم میں مدت تک کمزور اور گمنام رہا تھا اور درآں حالیکہ سلطان روم کی عملداری میں کلیسائی یونان

اور کلیسائے روم کے راہبوں میں چند مقدس مقامات کی نسبت وہ جھگڑا ہو رہا تھا جس نے اسلام کے رکن اعظم یعنے سلطان روم کی سلطنت کو ہلا دیا تھا +

ہندوستان میں انگریزی حکومت نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں کی خاطر داری اور رعایت اس سے زیادہ نہ کی تھی جتنی حفاظت ایک مجسٹریٹ رعایا کے ایک گمنام اور ذلیل فرقہ کی کرتا ہے +

اس قسم کی مذہبی آزادی جس میں حاکم وقت خود اپنے مذہب کو طاق نسیاں پر رکھ سکے اور مذہبوں کا حامی اور مددگار بنے ایشیا کی تاریخ میں اپنا مثل اور نظیر نہیں رکھتی اور ایشیائی تعصبات کے بالکل خلاف ہے +

واضح ہو کہ اس مقام پر ہندوستانی عیسائیوں سے وہ لوگ نہیں مراد ہیں جو کمپنی کے نوکر تھے یا جو انگریزی راج میں یورپ سے چلے آئے تھے بلکہ یہ امر مشہور و معروف ہو کہ عیسائی فرقہ نسطوریا کی ایک شاخ مدت ہا مدید سے جنوبی ہندوستان علی الخصوص ٹراونکور کے قرب و جوار میں رہتی تھی اگرچہ فرقہ رومن کیتھلک کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے باعث یہ فرقہ بہت کمزور ہو گیا تاہم مسٹر کرون صاحب مورخ جن کی تاریخ ہندوستان سنہ ۱۸۴۴ء میں چھپی اور مشتہر ہوئی تھی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ زمانہ میں فرقہ نسطوریہ کے پندرہ سو گرجے اور اتنے ہی قصبات اور دیہات سلطنت کوچین اور سلطنت ٹراونکور کی حدود کے اندر تھے اور ایک رومن کیتھلک پادری نے ہوس آف کامنس میں یہ شہادت دی کہ سنہ ۱۷۹۰ء میں رومن کیتھلک عیسائیوں کی تعداد جنوبی ہندوستان میں دس لاکھ سے زیادہ تھی مگر اسی برس کے زمانہ سے عیسائی مذہب میں تنزل ہو رہا تھا۔ اور سنہ ۱۸۳۲ء عیسوی میں ہندوستانی عیسائیوں کی حالت ایسی سقیم تھی کہ پادری موصوف نے اس کی اصلاح کی یہ تدبیر لکھی ہے کہ ان کے پیشوایان دین یعنے پادری لوگوں کی اعانت سرکار سے کی جائے کہ وہ لوگ کمال فقر و فلاکت میں مبتلا ہیں اور ان کے قوت لایموت کا دار و مدار ان کے مریدوں اور مقلدوں کی داد و دہش پر ہے مگر جب یہ بیچارے خود فاقہ کشی کرتے ہیں تو پادریوں کی کیا خبر لیں گے بقول شخصیکہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" +

مفلسی وہ بلا ہے کہ سب دین و ایمان و زہد و تقویٰ طاق پر رکھا رہتا ہے اور یہ پادری لوگ اپنے پیشہ کا بیوپار اس طرح کرنے لگتے ہیں جیسے غلہ وغیرہ کی فروخت ہوتی ہے +

پادری موصوف نے اپنے ہم پیشہ لوگوں کو بلائے فقر و فاقہ کشی سے نجات دینے کی یہہ تدبیر لکھی ہے کہ ہر ایک بشپ یعنے پادری کلان کی تنخواہ چھ سو روپیہ سالانہ مقرر کی جائے اور سب پادریوں کی تنخواہ میں بھی علے قدر مراتب معین کی جائیں ۱۸۳۱ء تک خود گورنمنٹ انگلشیہ کے قانون نے ہندوستانی عیسائیوں کو بہت سے حقوق سے جو رعایا کے اور فرقوں کو عطا ہوئے تھے محروم کر رکھا تھا اور عیسائیوں کی نسبت اور متعصبانہ رسوم کو جایز رکھا تھا۔ جو اس ملک میں جاری تھیں اور وہ لوگ وکالت کا پیشہ نہ کر سکتے تھے اور نہ ادنے ملکی عہدے انہیں مل سکتے تھے۔ حالانکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے عہد سلطنت میں بھی کوئی ایسا قاعدہ نہ تھا جس سے عیسائی اُن حقوق سے خارج کر دیئے گئے ہوں ✣

اور جو لوگ اپنے قدیم مذہب کو ترک کر کے دین مسیحی اختیار کرتے تھے اُن کی جائدادیں بلکہ ان کے بال بچے بھی چھین لئے جاتے تھے اور وہ اپنی ذات برادری سے اُٹھا دیئے جاتے تھے اور ملیچھ سمجھے جاتے تھے ✣

برٹش گورنمنٹ نے اپنے یوروپین ملازمین کی تلقین کے لئے کچھ پادری مقرر کئے تھے مگر ایک مورخ نے مغربی ہندوستان میں ان کی یہ کیفیت لکھی ہے کہ یہ پادری ایسے خستہ حال ہیں کہ ہماری گورنمنٹ کے ننگ و عار کا باعث ہیں انگریزی عملداری ہونے کے بعد بھی مدتہائے مدید تک عیسائی مذہب کی ایسی کساد بازاری ہندوستان میں رہی کہ صرف ایک احاطہ بمبئی میں ایک ہی گرجا ۱۷۱۸ء میں تعمیر کیا گیا اور سو برس کے بعد ہندوستان کے سب پراٹسٹنٹ عیسائیوں کے لئے صرف ایک بشپ مقرر کیا گیا اور اس کی ماتحتی میں اُنیس پادری سارے احاطہ بنگالہ کے لئے مقرر کئے گئے اور ہر ایک پریسیڈنسی میں صرف ایک اسکاچ یعنے کلیسائے اسکاٹلینڈ کا پادری مقرر کیا گیا اور لوکل گورنمنٹوں نے بھی اپنی اپنی عملداری میں چند گرجے بصرف قلیل بنوانے کی اجازت دی جس پر لوگوں نے یہ طعنہ دیا کہ رومن کیتھلک کے عیسائیوں کو شاباش ہے کہ اپنے پاس سے روپیہ دیکے گرجے بنوائے اور گورنمنٹ کے خزانہ سے ایک کوڑی بھی نہ لی اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں کو شرمندہ اور سرنگوں کیا ✣

تواریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہندوستان کے عیسائیوں کو کسی قسم کی مدد گورنمنٹ سے

ملتی تھی بلکہ سنہ ۱۸۲۷ء میں ان کی یہ کیفیت لکھی ہے کہ نہایت فلاکت اور نکبت میں مبتلا ہیں علے الخصوص بمبئی کے قرب جوار میں جہاں انگریزی عملداری سنہ ۱۸۲۷ء سے تھی لیکن اسی زمانہ میں ہنود و اہل اسلام کی مذہبی رسوم و دستورات کا ویسا ہی پاس اور ادب برٹش گورنمنٹ نے کیا جیسا شاہان سابق کے عہد میں ہوتا تھا ہر قسم کا ملکی اور فوجی اعزاز و احترام مندروں اور مورتوں کا کیا جاتا تھا اور مجسٹریٹ ضلع دستور قدیم کے موافق جگن ناتھ کے رتھ لوگوں سے زبردستی کھنچواتے تھے اور اس بیگار سے عیسائیوں کو بری نہ کرتے تھے ❖

ہنود اور اہل اسلام کے اوقاف مذہبی کا انتظام گورنمنٹ خود کرتی تھی اور جو آمدنی اُن اوقاف سے ہوتی تھی مولویوں اور پنڈتوں کو بے تکلف حوالہ کر دیتی تھی اور جزئیات کے انتظام میں بھی دخل دیتی تھی یہاں تک کہ امام باڑوں۔ درگاہوں۔ ٹھاکردواروں اور شوالوں کی مرمت کرا دیتی تھی اور دیوتاؤں کی رتھوں اور مورتوں کو درست رکھتی تھی۔ ان کی عبادتگاہوں میں خدّام کو مقرر کرتی تھی اور جن اشیاء کی ضرورت بتخانوں میں ہوتی تھی اُنہیں مہیا کرتی تھی ❖

مگر یہ سب ظاہر کی باتیں اور تالیف قلوب کی تدبیریں تھیں جن کو عمل میں لانا مجسٹریٹ ضلع کو اسی طرح مناسب تھا جس طرح سے عدالتین بت پرستوں کی رسوم کو جایز قرار دے کے ان کی بنا پر مقدمات کا فیصلہ کرتی ہیں مگر علاوہ ان کے بعض رسوم باطلہ ایسی بھی تھیں جو عیسائی اخلاق اور عیسائی تہذیب کے اصول اولیہ کے بموجب حرام مطلق تھے مگر مصالحہ وقت پر نظر کر کے عام قانون فوجداری کے اثر سے خارج کر دیئے گئے ❖

ایسے رسوم میں دست اندازی کرنے میں کمپنی بہادر نے مدت تک پس و پیش کیا اور کمپنی کا اس دست اندازی سے احتراز کرنا مذہبی آزادی کے اس درجہ کے مناسب تھا جس درجہ تک برٹش گورنمنٹ اُس زمانہ میں پہنچی تھی کیونکہ ہر ایک قوم اور فرقہ کے وہ قوانین جو مذہب پر موقوف اور مذہب سے نکلے ہیں شخصی ہیں ملکی نہیں ہیں ایسی حالت میں شایستہ گورنمنٹوں کا قاعدہ ہے کہ کسی شخص کے اس فعل میں دست اندازی نہیں کرتی ہیں جس کا کرنا ان کو از روئے اپنے مذہب کے جائز ہے الا اس وقت جبکہ ایسا فعل خود گورنمنٹ کے لئے خطرناک اور اُس کے انتظام میں فتور ڈالنے والا ہو ❖

ساری دنیا میں بڑی بڑی زبردست قوموں اور مذہبی فرقوں کے دانشمند اور دوراندیش حکام

سے نے رعایا کے امور مذہبی سے ایک حکیمانہ بے پروائی اختیار کرکے یہی اصول جاری کئے ہیں +

الغرض برٹش گورنمنٹ کا اُصول ہندوستان میں ہمیشہ یہی رہا ہے کہ عیسے بدین خود موسے بدین خود۔ اور ابتدا میں مذہبی آزادی کے معنے یہی سمجھے جاتے تھے۔ لیکن چند مدت کے بعد جو حکام یورپین اس ملک میں آئے اُنہوں نے مذہبی آزادی کے اس معنے کو غیر کافی اور ناتمام پایا تب وہ پیچیدہ مسئلہ پیدا ہوا جس نے عیسائی مذہب کو تہ و بالا کر رکھا ہے جب سے یورپ میں مذہبی جبر و کراہ کا قدیم قاعدہ موقوف ہوکر مذہبی آزادی کا اصول اختیار کیا گیا ہے یہانتک کہ لنڈن کے اسکول بورڈ میں اس مسئلہ پر بڑے زور و شور سے بحث ہوئی کہ ہماری گورنمنٹ کو کہانتک ان رسوم و اعمال کو جایز رکھنا فرض ہے جو ہمارے نزدیک محض غلط اور بالکل باطل ہیں۔ مذہبی جبر و اکراہ کی وہ مثالیں جن کا خلاف عقل سلیم ہونا پروفیسر مگزلی نے ثابت کر دیا ہے۔ ہندوستان کے حکام انگریز کو ہر روز پیش آنے لگیں اور بُت پرستی کی تائید انہیں کرنی پڑی اور اُن وحشیانہ رسوم مذہبی کو جائز رکھنا پڑا جو ڈکیتی اور ٹھگی سے کم نہ تھیں۔ چنانچہ گرانٹ صاحب نے ۱۷۹۲ء میں ایشیائے نظام تمدن اور طرز معاشرت کے باب میں ایک کتاب تالیف کی اور اُس میں یہ سوال لکھا کہ کیا ہماری گورنمنٹ پر فرض ہے کہ ہنود مذاہب کے قبایح کو ہمیشہ قایم رکھے کیا ہماری گورنمنٹ اس مذہب کے ہر ایک عمل قبیح اور اصول باطل کی محافظ بن گئی ہے +

رفتہ رفتہ اور سوچ سوچ کے گورنمنٹ نے ان سوالات کا جواب بصیغہ نفی دیا اور ان اعمال بد کے محافظ بننے سے انکار کیا۔ اور لارڈ ویلزلی کے عہد گورنری سے ان کے انسداد کی ابتدا ہوئی اور یہ فعل جرم قانونی قرار دیا گیا۔ کہ ہندو لوگ اپنے شیر خوار بچوں اور سن رسیدہ والدین کو دریائے گنگا کے کنارہ پر ڈال آتے تھے جہاں انہیں درندے کھا جاتے تھے یا فاقوں کے مارے خود ہی مر جاتے تھے

لگر ستی کی رسم یعنے بیوگانِ ہنود کا اپنے عزیزوں کے جبر یا فریب سے اپنے شوہروں کے لاشہ کے ساتھ جل جانا ۱۸۲۹ء تک جاری رہا۔ جب لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل نے بڑے پس و پیش کے بعد اس کی ممانعت قانونی کی +

اسی قسم کی اور رسوم (جیسے بردہ فروشی) اور (خودکشی وغیرہ) رفتہ رفتہ اس دلیل سے موقوف کی گئیں کہ دنیا میں کوئی قانون اور کوئی اخلاقی قاعدہ ایسا نہیں ہے جس نے ایسی جاہلانہ رسم کو باطل اور مضر نہ قرار دیا ہو اگرچہ ایسی وحشیانہ رسوم کسی فرقہ کے مذہبی اعتقادات کی رو سے جایز

ہوں مگر جب سلطنت کا بقاء اور قیام ان کے موقوف ہونے پر مبنی ہو تو اس فرقہ کے لوگوں کو انکی مخالفت پر عذر یا اعتراض نہ کرنا چاہئیے ✢

خیر یہانتک تو گورنمنٹ کا پایا مضبوط رہا کیونکہ ہندو اور مسلمان اور عیسائی ان سبنے اس امر کو قبول کر لیا کہ مذہبی آزادی کی ایک ایسی حد معین کر دی جائے جس سے وہ سب اعمال خارج ہو جائیں جن سے ظلم صریح اور سخت بیرحمی لازمی آتی ہے۔ لیکن تاہم نہایت زشت اور فحش رسوم میں دست اندازی کرنے کا مسئلہ اس وجہ سے ملتوی رکھا گیا۔ کہ چنداں ضروری نہیں ہے اور فحش کی نسبت ہر ملکے وہر رسمے کی مثل صادق آتی ہے ✢

ہر چند ہماری گورنمنٹ نے رعایا کے امور مذہبی میں کبھی بھولے سے بھی دخل نہیں دیا اور ہمیشہ اپنی علیحدگی اور ناجنبہ داری ظاہر کی تاہم مذہبی جھگڑے سے اس کو مہلت نہ ملی اور جس طرح کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے اس طرح ہماری گورنمنٹ دو طرفہ سیلاب کے منجدھار میں پڑ گئی یعنے یوروپ اور ایشیا دونوں سمت سے پبلک اوپنیئن یعنے تمام رائے کا سیلاب ہندوستان مین ایک ہی وقت میں ایا اور جون جون علم کی روشنی اس ملک میں پھیلتی گئی اور ہماری گورنمنٹ کے انتظامات جاری ہوتے گئے ایشیائی اور یوروپین دونوں خیالات زور پکڑتے گئے مگر آخر الامر مغربی یعنے یوروپین خیالات کو اتنا غلبہ حاصل ہوا کہ گورنمنٹ کے دل میں تصور پیدا ہوا اور مذاہب کے مانند عیسائی مذہب کو بھی آزادی بخشنی چاہیئے اس ملک میں چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی کثرت اور عیسائیوں کی قلت ہے لہذا ہندوؤں کی خاطر سے عیسائیوں کو اس وجہ سے کہ وہ جگن ناتھ اور بتوں کی رتھ کھینچنا نہیں منظور کرتے تھے علانیہ سزا دینا اور بتخانوں کے مصارف کے لئے عیسائیوں سے ٹکس لینا اور عیسائیوں میں قانونی عیوب لگا دینا سراسر خلاف انصاف تھا۔ لہذا ۱۸۳۲ء میں گورنمنٹ نے بڑا جبر ثقیل کر کے اس مضمون کا قانون پاس کیا کہ تبدیل مذہب کی علت میں کوئی شخص اپنی جایداد سے محروم نہ کیا جائے یہ قانون عام تھا اگرچہ اس کا خاص منشا ہنئے عیسائیوں کو حق تلفی سے بچانا تھا تاہم ہندوؤں نے صدائے استغاثہ بلند کی کہ یہ اس ناجنبہ داری اور بے وثوقی کے اصول کے خلاف ہے جسکو برٹش گورنمنٹ نے ہمیشہ سے اختیار کیا ہے حالانکہ سارا زمانہ جانتا ہے کہ جب مسلمانوں کی سلطنت اس ملک میں تھی تو اس کا قاعدہ تھا کہ جو لوگ اپنے قدیم مذہب کو ترک کر کے اسلام کو قبول کر لیتے تھے ان کو جملہ نقصانات اور ظلموں سے بچاتے

تھے بلکہ بہت کچھ انعام و اکرام اُن کو دیتے تھے +

غرض اس زمانہ سے پادریوں کی سوسائیٹیوں نے اشتاز ور پکڑا اور گورنمنٹ پر اتنا زور ڈالا اور اُن کے کہنے سننے سے کچھ انگلستان کے لوگوں کو بھی مذہبی حمیت دامنگیر ہوئی جس کا اثر بین ہماری گورنمنٹ کی مذہبی حکمت عملی پر ظاہر ہوا +

ہندو اور مسلمان اور عیسائی ان تینوں قوموں نے اپنی مذہبی شکایتوں کا اظہار کیا اور اسکے اظہار کا معقول اور موثر ذریعہ بہم پہونچایا اور اُن میں سے ہر قوم نے اپنی اپنی ہوا باندھی اور اس چوبائی ہوا کی چکر میں پڑ کر گورنمنٹ سے عجیب متضاد کارروائیاں وقوع میں آئیں اس کی مثال یہ ہے کہ ۱۸۳۸ء میں گورنمنٹ نے ہگلی کے امام باڑہ محسنہ کی مرمت کرانی چاہئیے اور یہ وہی امام باڑہ ہے جس کی بدانتظامی کا الزام ڈاکٹر ہنٹر نے گورنمنٹ کو لگایا ہے خیر جب گورنمنٹ نے حسب دستور بورڈ آف ریونیو کو حکم دیا کہ اس امام باڑہ کے مرمت کی تدبیر کی جائے تو بورڈ آف مذکور کے ایک ممبر صاحب نے وہ تعصب آمیز جواب لکھا جو بعینہ درج ذیل ہے +

”مجکو بڑا صدمہ اس امر کا ہے کہ گورنمنٹ نے بورڈ کے نام ایسا حکم صادر کیا ہے جس کی تعمیل میں نہیں کر سکتا بغیر اسکے کہ میرے قلب کو صدمہ عظیم پہونچے مجکو ادب اور اصرار کے ساتھ عرض کرنا واجب ہے کہ مجکو گورنمنٹ اس عبادت خانہ کی زیب و زینت کا ذریعہ نہ بنائے جسکو میں حلفاً اور ایماناً یہ سمجھتا ہوں کہ معبود برحق کی عبادت اس میں نہیں ہوتی میں یہ خوب جانتا ہوں کہ جس کام کا حکم ہم کو سرکار سے ہوا ہے اس کا سرانجام بہت آسانی سے ہو سکتا ہے اور اس میں بورڈ کی دست اندازی کی چنداں ضرورت نہیں ہے مگر میرا اعتراض اس کام کے سہل یا مشکل ہونے پر مبنی نہیں ہے بلکہ اسکے اصول پر ہے کیونکہ اس راہ میں جو راہ حق کے خلاف ہے ایک قدم بھی اٹھانا میرے نزدیک گناہ کبیرہ ہے“

اس قول سے کچھ کیفیت اس کی معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کیسے مخمصہ میں پھنسی ہوئی تھی ایک طرف تو گورنمنٹ کو فرض تھا کہ (اور اس فرض کو قبول کر چکی تھی) کہ شاہان سابق کی طرح اور رعایا کی توقع کے موافق اس ملک کے مذہبی اوقاف کا ادب کرے اور ان کو بحال و برقرار رکھے اور اگر اس فرض کی بجا آوری میں گورنمنٹ غفلت کرتی تو رعایا سخت ناراض ہوتی دوسری طرف ایک قوی فریق پرجوش غل مچا رہا تھا کہ جھوٹے مذہبوں کی شرکت کسی قسم کی کرنا شیطان کا ساتھ دینا اور سچے مذہب کو دغا دینا ہے

اور ہمارے (عیسائیوں کے) عذرات جو اس مقدمہ میں ہیں ان کا پاس و لحاظ کرنا گورنمنٹ کو اسی قدر واجب اور لازم ہے جس قدر ایک ہندو کے اوہام باطلہ یا ایک مسلمان کے تعصبات شدید کا ادب کرتی ہے اور گورنمنٹ کو لازم ہے کہ عیسائیوں کو جگناتھ کے رتھ کے کھینچنے کی تکلیف اب نہ دے اور یہ عجیب بات ہے کہ جب کوئی گرجا بے مرمت ہوتا ہے تو گورنمنٹ اسکے کھود ڈالنے کا حکم دیتی ہے لیکن مساجد کی مرمت کے لئے بڑے بڑے معمار بلائے جاتے ہیں اور اس قسم کی حکمت عملی کو ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ کی بزدلی پر محمول کرتی ہے کہ ہنود اور اہل اسلام کی کثرت کے خوف سے گورنمنٹ انکی تالیف قلوب اور رضا جوئی کے درپے ہمیشہ رہتی ہے ✤

اس مخمصہ سے نکلنے کی ایک ہی تدبیر اس زمانہ میں ہے اور اس تدبیر کو گورنمنٹیں اُس وقت عمل میں لاتی ہیں جب مختلف مذہبی فرقوں کے نزغہ میں گھر جاتی ہیں اور ہر ایک فرقہ ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ تدبیر یہ ہے کہ گورنمنٹ امور دینی سے بالکل قطع تعلق کر کے دنیاوی معاملات کے انتظام میں ہمہ تن اور بے کھٹکے مصروف رہتی ہے اور رعایا کا فریق قلیل خواہ مخواہ یہی چاہتا ہے کہ گورنمنٹ یہی روش اختیار کرے کہ ان کو یہ دلیل کرنے کا موقع ملے کہ جب گورنمنٹ تارک دین ہو گئی ہے اور امور دینی سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ رعایا کے ایک فرقہ کے امور مذہبی میں شرکت کرتی ہے اور دوسرے فرقہ کے اعمال دینی سے جی چراتی ہے پادشاہِ وقت کے لئے یہ کلیہ نہایت موزون ہے اور مناسب ہے کہ عیسےٰ بدین خود اور موسےٰ بدین خود۔ جیسا سابق میں گذارش کیا گیا۔ اور انگلستان میں اس قاعدہ کی پابندی سے بہت کچھ امید ہے اگر ہندوستان میں یہ قاعدہ کسی قدر پیش از وقت ہے کیونکہ یہاں کے لوگوں کی رسوم اور تعصبات کچھ ایسے ہیں کہ ان کو تعجب ہوتا ہے کہ سرکار کسی خاص مذہب کی ذرا بھی تائید نہیں کرتی اور نہ اپنا کوئی خاص مذہب ظاہر کرتی ہے کہیں خدانخواستہ ہماری گورنمنٹ لا مذہب تو نہیں ہو گئی ہے ✤

پادشاہانِ سابق کا قاعدہ تھا کہ اپنے خاص مذہب کے لئے تو سب کچھ کرتے تھے مگر اور مذہبوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور کبھی کبھی حرارت مذہبی کے جوش سے غیر مذہب والوں کو بہت ستاتے تھے اور اقل مراتب اس مخمصہ میں تو نہیں پڑے تھے جس میں برٹش گورنمنٹ پڑی ہوئی ہے کہ ایک طرف تو ہندو اور مسلمان مذہب کی خاطر آپس میں لڑے مرتے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل میں گورنمنٹ

کی حمایت کا امیدوار رہتا ہے اور ہر پادری گورنمنٹ سے عرض کر رہے ہیں کہ ہم آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے ہیں کہ آپ عیسائی مذہب کی نصرت اور حمایت کریں۔ لیکن اگر آپ فی الواقع دہریئے اور لا مذہب ہیں تو خیر خدا مبارک کرے اپنے دہریئے پن کو نبھایئے اور کسی قوم یا فرقہ کے امور مذہبی کے انتظام میں مطلق شرکت نہ کیجیئے +

پس جب ہماری گورنمنٹ کا دامن پکڑ کر مختلف اہل مذاہب نے اپنی اپنی طرف کھینچا تب اُس نے ہندوستان میں وہ روش اختیار کی جو ہر عاقل اور عادل گورنمنٹ ایسی حالت میں ضرور اختیار کرتی۔ یعنے ہماری گورنمنٹ نے عزم بالجزم کیا کہ رعایا کی مذہبی رسوم اور اعمال سے بالکل قطع تعلق کرلے اور کسی کے امور مذہبی میں ذرا بھی دخل نہ دے تاکہ رعایا کے سب فرقے راضی رہیں اور مذہبی جھگڑوں سے گورنمنٹ کو نجات ملے +

ہندوستان کی رعایا کے مذہبی امور میں مطلق دخل نہ دینے کے اصول کو گورنمنٹ ہند پر انگلستان کی گورنمنٹ نے واجب لازم گردانا تھا اور کورٹ آف ڈائرکٹرس کے ایک مراسلہ میں یہ نصیحت آمیز کلمات لکھے تھے کہ ایک عیسائی گورنمنٹ کو اور اس کے محتاط اور برگزیدہ عیسائی عہدہ داروں کو ایسا ہی اصول اختیار کرنا شایان ہے اس مراسلہ کے جواب میں نواب گورنر جنرل بہادر کشور با جلاس کونسل ۱۸۳۶ء میں ولایت کو یہ رپورٹ لکھی کہ اس اصول کی تائید میں قوانین ضرور بنائے جاتے ہیں اور اس رپورٹ کو کورٹ آف ڈائرکٹرس نے بالکل قبول و منظور کر لیا

آخر کار یہ تجویز قرار پائی کہ وہ عظیم الشان اوقاف مذہبی جن میں لاکھوں روپوں کی جایدادیں شامل تھیں اور جن کا انتظام مدتہائے مدید سے خود گورنمنٹ سے متعلق رہا تھا ذمہ دار متولیوں اور امینوں کے سپرد کی جائیں۔ لیکن اس کام میں بڑی دقتیں اور خرابیاں پیش آئیں اور بہت کچھ تاخیر اور توقف ہوا اکثر اوقاف مذہبی ایسے تھے جن کا کوئی مسلم و مقبول سربراہ کار نہ تھا اور اگر کوئی سربراہ کار تھا تو وہ نالائق اور غیر معتبر تھا۔ بہت سے وقفی علاقوں کو منتقل کرنا تھا مگر ان کے مالکوں کا پتہ ملنا مشکل تھا اور ان کی آسامیوں کے حقوق کی نگہداشت کرنی لازم تھی +

مذہبی سرمایوں کی بحث سے ایک بہت بڑا ذخیرہ گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع تھا اور اگر یہ ہزاروں بلکہ لاکھ ہا روپیہ مہنتوں یا سجادہ نشینوں یا مجاوروں کو نقد دیدیا جاتا تو وہ خوب گلچھرے اڑاتے

اور مال وقف مفت ضایع اور برباد ہوتا کیونکہ ان کو اتنا سلیقہ نہ تھا کہ اس روپیہ کو کسی منفعت خیز کام میں لگاتے یا اس کو مقاصد جایز و مباح میں خرچ کرتے تاہم گورنمنٹ نے استقلال کیا اور انتظام قیام کو قایم رکھا یہانتک کہ حکام اضلاع نے تمام ممالک ہندوستان بڑی دوڑ دھوپ اور تنقیح کرکے ان اشخاص یا کمیٹیوں کو تجویز کیا جن کے سپرد وقفی علاقوں اور وقفی تنخواہوں کا انتظام کم و بیش کامیابی کے ساتھ کیا گیا +

مگر باوجود اس اہتمام بلیغ کے گورنمنٹ کو چند ہی روز میں معلوم ہو گیا کہ ان تدبیروں سے رعایا کے سب فرقوں کو مذہبی تسکین اور اطمینان ہرگز نہیں ہوا ہے اور نہ مذہبی ذمہ داریوں سے گورنمنٹ کی گلو خلاصی ہوئی ہے کیونکہ بعض ہنود اور اہل اسلام دونوں نے یہ شکایت کرنی شروع کی کہ ہمارے ملک کے اوقاف مذہبی کا انتظام اور نگرانی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں بادشاہ وقت سے متعلق رہی ہے پس برٹش گورنمنٹ جو اس کام سے دست بردار ہوئی تو اپنے فرایض منصبی میں سے ایک اہم فرض کو ترک کیا اور گورنمنٹ کے سوائے کوئی متدین لایق متولی یا امین نہیں مل سکتا ہے +

اور ان وقفی جایدادوں کی حقیقت پر بڑے جھگڑے ہو رہے ہیں اور چونکہ در اصل گورنمنٹ کو یہ منظور تھا کہ عیسائی مذہب کے سوا اور سب مذاہب مٹ جایئں لہذا وہ ان تنازعات کا فیصلہ اپنے شاہی اختیار سے نہیں کرتی ہے جیسا سلف سے دستور چلا آتا ہے بلکہ ان کو عدالت دیوانی میں بھیج دیتی ہے - اور مثل مشہور ہے کہ عدالت دیوانی کی کارروائی دق کی بیماری ہے +

اب یہ تماشا دیکھئے کہ ادھر تو ہندو و مسلمان گورنمنٹ کی شکایت کر رہے تھے ادھر ولایت میں وہ جن کی قایم مقامی ہندوستان میں پادری کر رہے تھے گورنمنٹ کو تنگ کر رہے تھے کہ یہ تو سچ ہے کہ گورنمنٹ نے ادیان باطلہ کی کارندہ گری اور رسوم شیطانی میں شرکت سے انکار کیا ہے مگر یہ کیفیت تو اب تک موجود ہی کہ ہزارہا بلکہ لاکھہا روپیہ گورنمنٹ کے خزانہ سے بتوں کی پرورش اور بت پرستوں کے رسوم کی اشاعت کے لیئے ہر سال برابر دیا جاتا ہے +

الغرض پادریوں کا ہم مذہب اور ہم مذاق فرقہ جو ولایت میں تھا اس نے یہانتک کد و کاوش اس مقدمہ میں کی کہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو متواتر یہ کلمات لکھے کہ بت پرستی صرف بندگان خدا کے حق میں زہر نہیں ہے بلکہ بت پرستی کی تائید کسی نہج یا عنوان سے صریحاً یا ضمناً کرنا کلام الٰہی (انجیل) میں گناہ

کبیرہ لکھا ہے +

جگناتھ کے مندر کے باب میں جو کارروائی گورنمنٹ نے کی تھی اُسکو ہندو اور عیسائی دونوں نے نظیر قرار دے کر لعنت و ملامت کرنی شروع کی +

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب صوبہ کٹک کو جہاں جگہیہ جگناتھ کا مندر ہے برٹش گورنمنٹ نے فتح کیا اسوقت اس مندر کی حفاظت کا وعدہ قطعی کیا تھا اور اس وعدے کے ایفا میں ہزار ہا روپیہ سالانہ کی معافیات برہمنوں کو عطا کی تھیں ۱۸۴۵ء میں یہ تجویز قرار پائی کہ سب معافیات کے بدلے کچھ آراضی بطور معافی استمراری کے دیدیجائے۔ اسپر بنگالہ میں ایک جلیل القدر افسر نے یہ جرح کی کہ یہ طرفہ حیلہ سازی اس گورنمنٹ نے کی ہے جو عیسائی ہونے کا دعوے کرتی ہے اور ہم خرما و ہم ثواب کی خواہان ہے یعنی چاہتی ہے کہ ہندو بھی راضی رہیں اور عیسائیوں کی لعن وطعن سے بھی بچی رہے اس لئے جب گورنمنٹ نے دیکھا کہ ہر سال ہزار ہا روپیہ نقد دینے سے اس کے ہم مذہبوں میں اس کی بڑی بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے تب اُس نے جگناتھ کے مندر میں پرشاد ایک استمراری معافی کے پیرایہ میں چڑھائے +

مگر گورنمنٹ نے اس جرح و قدح پر کچھ توجہ و اعتنا نہ کی اور چند آراضیات جگناتھ کے موروثی پنڈت کے نام بحیثیت متولی مندر کے منتقل کردیں لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرس نے ممانعت لکھی کہ بڑے تہواروں میں پولیس کا پہرہ مندر کے اندر مقرر نہ کیا جائے جیسا اب تک دستور ہے اور پادریوں نے ہماری صابر و شاکر گورنمنٹ پر یہ طعن کرنا شروع کیا کہ بت پرستی کی نہایت مذموم اور قبیح خاصیتوں کو ترقی دیتی ہے اور ایک عظیم الشان بتکدہ کو رشوت دیتی ہے کہ جو عقلی اور اخلاقی ذلت کی بقا و دوام کا باعث ہے پس عیسائیوں کا یہ فرقہ اس سے بھی راضی نہیں ہوا کہ گورنمنٹ نے اوقاف مذہبی کی نگرانی کرنا ترک کر دی اور اب اس کا خواہان ہوا کہ یہ اوقاف بالکل موقوف کر دیئے جائیں اور جب گورنمنٹ نے سالانہ نقد روپیہ دینے کی بدنامی سے بچنے کی یہ تدبیر کی کہ آراضی معاف کر دیں تو پادریوں نے یہ جواب دیا کہ اس سے اس بت کی جڑ مضبوط ہو گئی ہے جس کی بیخ کنی کرنی گورنمنٹ کو واجب ہے +

ساتھ ہی اس کے بہت سے ہندوستانیوں نے یہ غل مچانا شروع کیا کہ گورنمنٹ اپنے فرائض کو ٹالتی ہے اور ہمارے اوقاف مذہبی کے انصرام سے دست بردار ہو کے ان کو ضائع کئے دیتی ہے اور ہماری معافیوں میں غیر کافی وجوہ سے تخفیف کر کے ہم کو مفلس کئے دیتی ہے اور اُن اوقاف مذہبی میں ایسی سخت تحقیقات

کرکے جو الفاقاً اور اس ملک کے قوانین قدیم کے مواق سابق میں کبھی نہیں ہوئی تھی ان کو ضبط کئے لیتی تھی ❊

خیر جب اوقات مذہبی کے جھگڑے سے کچھ فرصت ملی تو اب یہ بحث پیش ہوئی کہ تبدیل مذہب کی وجہ سے آدمی اپنے حقوق سے قانوناً کیوں محروم رکھا جائے اور اس مقدمہ میں بھی متضاد فریقوں نے یہ شکایت کرنی شروع کی کہ بعض افراد رعایا کو فقط تبدیل مذہب کی علت میں ان کے حقوق اصلی سے محروم کردینا گورنمنٹ کی علیحدگی اور بے لوثی کے اصول کے برخلاف ہے ❊

سنہ ۱۸۳۱ع تک مدراس کے ہندوستانی عیسائیوں کو وکالت کرنے اور جوڈیشل اور فوجی عہدے پانے کی ممانعت قانوناً تھی اور بعض صوبوں میں شرع محمدی کی پابندی کرنی پڑتی تھی اور ان کے حقوق کی تصریح کسی قانون میں نہیں لکھی تھی ❊

آئرلینڈ میں تمام کلیسائی خراج صاحب حکومت فرقہ کے مذہب کی ترویج میں صرف ہوتا تھا اور عموماً بعض قانونی حقوق سے محروم رکھی گئی تھی مگر ہندوستان میں اس کے بالعکس معاملہ تھا یعنی گورنمنٹ رعایا کے فریق کو راضی رکھنے کے لئے اس کے فریق قلیل کو جو قوم فاتح کا ہم مذہب تھا بعض حقوق قانونی سے محروم رکھا گیا۔ مگر سنہ ۱۸۴۵ع میں احاطہ بمبئی کے بشپ نے گورنمنٹ سے یہ شکایت کی کہ ہمارے احاطہ میں عدالتوں کے ہونے سے ہندوستانی عیسائیوں کو صرف اتنا فایدہ ہے کہ مار پیٹ سے محفوظ ہیں ورنہ جو ہندوستانی تبدیل مذہب کرکے دین مسیحی قبول کرلیتا ہے اس کو بموجب قواعد سرکاری کے اور کسی قسم کے حقوق نہیں حاصل ہیں ❊

اس شکایت کو سن کر گورنمنٹ ہند نے بعد غور و تامل بسیار ایک مسودہ قانون سنہ ۱۸۵۰ع میں بنایا جس کے بموجب وہ کل قوانین اور رسم و رواج منسوخ ہوگئے جس سے کوئی شخص اپنے حقوق اور ملکیت سے صرف اس وجہ سے محروم ہو جاتا تھا کہ اس نے ایک مذہب کو ترک کرکے دوسرا مذہب اختیار کرلیا ہے یا کسی مذہب سے خارج کردیا گیا ہے ❊

اس قانون کی تردید میں بنگالہ اور مدراس کے ہندوؤں نے عرضیاں گورنمنٹ کو بھیجیں اور انہیں یہ فقرہ بھی لکھا تھا کہ اس قانون کو سب ہندو نہایت کراہت اور یاس کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ظاہر اس کا مقصد مذہب ہنود کی بیخ کنی کرنا اور مذہبی ظلم و تعدی کا قاعدہ جاری کرنا ہے اور یہ معمولی فقرہ بھی ان عرضیوں میں لکھا تھا کہ کیا آنریبل کمپنی کے مذہبی اصول آزادی کے یہی معنے ہیں مگر لارڈ ڈلہوزی نے

ایک بھی نہ سنی اور اس صلاح کو تحکمانہ عمل میں لائے جیسے ان کی طبیعت کی خاصیت تھی ؛

لیکن پھر جو گورنمنٹ نے نگاہ اٹھا کے دیکھا تو مذہبی جھگڑے کی آندھیوں اور سیلاب سے اپنے تئیں محفوظ نہیں اور وہی شکایت اب تک چلی آتی ہے کیونکہ کرنیل سالیس جو بنگلی کے مدرسہ اسلامیہ کے پرنسپل تھے اس ظلم کو بھی ان مظالم میں جو دخل کرتے ہیں جن کو سوچ کر اہل اسلام اب تک تاؤ پیچ کھایا کرتے ہیں ؛

لارڈ ڈلہوسی کی بدولت سلطنت کا جہاز تلاطم امواج سے محفوظ نہیں رہا طوفان عظیم میں گھر گیا۔ عیسائی مذہب کو رفتہ رفتہ آزادی بخشی گئی اور ہندوستان کے مشہور و معروف مذہب ہیں یہ مذہب بھی داخل ہونے لگا اور اس مذہب کے پختہ مغز پیرووں نے ذرا لن ترانی کی لی اور یوروپین خیالات کے جوش و خروش نے گورنمنٹ کو بھی اس طرف موڑ دیا ؛

الغرض ان سب اسباب کے اجتماع سے بعض نازک اور زود رنج ہندوؤں اور مسلمانوں کے دل میں آتش حسد افروختہ ہوئی اور جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے مذاہب سے قدیم سواجب حقوق زائل ہوتے جاتے ہیں تو بالاعلان یہ کہنا شروع کیا کہ گورنمنٹ ہمارے قدیم مذہبوں کی بیخ کنی اس لئے کر رہی ہے کہ ہم کو اپنے مذہب میں لانا چاہتی ہے ؛

یہ خیالات ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے چند ہی مدت پیشتر شایع ہوئے تھے اور ہندوستان کی رعایا کی سخت برافروختگی کا باعث ہوئے اور جب عداوت کے اُس میگزین جو قلوب خلایق میں بھرا ہوا تھا ذرا سی چنگاری پڑ گئی اور بھق سے اُڑ گیا تو باغیوں اور بدمعاشوں نے سارے ملک میں دھائی مچائی کہ سرکار ہم کو بے دھرم کرنے کی فکر میں ہے اور پوچ و بیچ بات کو لاکھوں آدمیوں نے باور کر لیا۔ دہلی اور لکھنؤ سے جتنے اشتہار جاری ہوئے ان سب میں اسکا ذکر ضرور تھا کہ یہ انگریز ہندو اور مسلمان دونوں کا مذہب لینے کے فکر میں ہیں مگر لطف یہ ہے کہ جو بعض بدمعاش گرفتار ہوئے اور اُن کو پھانسی کا حکم ہوا تو اُنہوں نے کہا کہ اگر سرکار ہماری جان بخشی کرے تو ہم عیسائی ہوئے جاتے ہیں مگر جب سرکار نے اس شق کو قبول نہ کیا تو ان کو سخت تعجب ہوا ؛

اس خونریز ہنگامہ کا اثر مذہبی آزادی کے مسئلہ پر یہ ہوا کہ بہت سے انگریزوں کے دلوں میں جو تعصب مذہبی کی آگ پوشیدہ تھی وہ ہندوستانیوں کی حرارت مذہبی سے رگڑ کھا کر فوراً بھڑک اُٹھی۔ جیسے بڑے بڑے درختوں میں جلتی ہوئی جھاڑیوں سے آگ لگجاتی ہے اور یہ نتیجہ ہوا کہ من تراحاجی بگویم

تو مرا حاجی بگو۔ ادہر تو ہندوستان کے لوگ ساری دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ یہ مکار اور دغاباز گورنمنٹ ہم کو عیسائی مذہب کے جال میں پھنسانا چاہتی ہے مگر اس جال میں کب پھنسنے والے تھے اُدہر ولایت انگریز یہہ کہتے پھرتے تھے کہ یہ قہر خدا ہماری قوم پر اسوجہ سے نازل ہوا ہے کہ ہمارے ہم قوم حکام نے خود اپنے دین و ایمان سے انحراف کیا اور اس کی توہین کی ہے +

اگر بعض شدید التعصب مسلمانوں نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی تو کوئی نئی بات نہیں کی۔ کیونکہ بعض عیسائیوں میں بھی وہی مذہب کا خمیر موجود تھا جو مسلمانوں کی حرارت مذہبی کو اکثر افروختہ کرتا ہے اور جس کو انگریز اسلام میں ایک خاص عیب اور نقص عظیم قرار دیتے ہیں کیونکہ ۱۸۵۵ء میں پادریوں نے بمبئی میں جمع ہو کر مشورہ کیا اور ایک عرضداشت گورنمنٹ کو بھیجی جس میں یہ فقرہ لکھا تھا۔ اگر بت پرستوں کے عبادتخانوں کی کفالت کرنی گورنمنٹ کو بموجب اپنے عہدناموں کے واجب ہے تاہم جب ایسے عہدناموں کی ممانعت کلام خدا سے ثابت ہوتی تو یہ کچھ چیز باقی نہ رہی اور حکم آلہی سے عدول کرنا بیشک عذاب آلہی کے نزول کا باعث ہوگا +

پس پادریوں کے دل کو بھی وہی مسئلہ بے چین رکھتا تھا جو کبھی کبھی ان مسلمانوں کو گمراہ کیا کرتا ہے۔ جو خیر خواہ سرکار تو ضرور ہیں مگر متقی و پرہیزگار بھی بہت ہیں وہ معمیا یہ ہے کہ ایک طرف تو بے ایمانی اور عہد شکنی کا خیال ہے اور دوسری طرف غضب خدا کا خوف ہے اور اس معمی کو حل کرنے کی جو تدبیر پادریوں نے بتائی ہے وہ بھی تقریباً وہی بات ہے جو اگر ہندوستان کے لوگوں میں پائی جاتی ہے تو وہ بیچارے نمکحرام اور گورنمنٹ کے بدخواہ سمجھے جاتے ہیں وہ بات یہ ہے کہ پادشاہِ وقت کی عبادت اس پر موقوف ہے کہ وہ رعایا کا ہم مذہب ہو اور اگر ہماری عیسائی گورنمنٹ غیر مذہب کے لوگوں سے اپنے عہد وفا کرے گی تو مرتد اور بے دین ہو جائے گی +

۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد اس قسم کے پولیٹکل خیالات صرف پادریوں ہی کو نہ تھے بلکہ سوائے گورنران اور مشیران سلطنت کے جن پر دلائل کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا نہ ایسا غیظ و غضب طاری ہوا شمالی ہندوستان کے بعض ضلاع میں اکثر صاحبان عالیشان کو میلان خاطر اس جانب ہوا کہ بائبل یعنے توریت و انجیل کے ساتھ شمشیر ابدار آبدار کو شریک کر کے اس ملک میں حکمرانی کیجائے اور گورنمنٹ ضبطی کی تیز چھری سے بت پرستوں کے اوقاف مذہبی کا گلا کاٹ ڈالے +

خیر جب وہ آتش فتنہ و فساد رفتہ رفتہ فرو ہوئی تب یہ کشیدگی بھی ذرا کم ہوئی مگر جب اس زمانہ میں کچھ ایسے
عبرت انگیز واقعات وقوع میں آئے تھے کہ گورنمنٹ کو اور زیادہ خواہش اس امر کی ہوئی کہ ہندوستان
میں مذاہب اور سلطنت میں بالکل قطع تعلق کر لیا جائے +

گورنمنٹ ہند کے ہوم سکرٹری نے ایک نیا مراسلہ اس باب میں جاری کیا اور بہت کچھ نامہ و پیام
کے بعد ۱۸۶۳ء میں وہ ایکٹ پاس ہوا جس کی برکت سے افسران گورنمنٹ اس تکلیف سے بری ہو گئے
کہ مذہبی عہدوں پر لوگوں کو مقرر کیا کریں +

امور مذہبی کے لئے جو معافیاں عطا ہوئی تھیں اُن کی نگرانی۔ مقدس مکانات کی حفاظت
اور کسی نہج سے اہل ہنود کے مندروں اور اہل اسلام کی مساجد وغیرہ کے انتظام سے افسران گورنمنٹ بالکل
آزاد کر دئے گئے۔ گورنمنٹ نے ایک مرتبہ چند آمینوں اور متولیوں کو مقرر کرکے ایسی مذہبی جائدادیں
ان کے سپرد کر دیں پھر کبھی کسی قسم کی دست اندازی ان میں نہیں کی اور ان آمینوں اور متولیوں پر صرف
اتنی روک رکھی گئی کہ جو کوئی شخص کسی مسجد یا شوالہ سے یا کسی قسم کی عبادت یا پوجا سے تعلق رکھتا ہو اسکو
اختیار ہے کہ متولی یا منتظم یا ممبر کمیٹی پر خیانت یا استعمال ناجائز یا غفلت کی نالش عدالت دیوانی میں کرے
اور عدالت دیوانی کو اختیار ہے کہ کسی خاص کارروائی کے کرنیکا حکم صادر کرے یا ہرجہ کی ڈگری دے یا امین
یا متولی کو اسکے عہدے سے برخاست کرے +

بعد اس کے ۱۸۶۳ء میں گورنمنٹ نے یہ اعلان کیا کہ نکاح وغیرہ پڑھنے کے لئے قاضیوں
کا تقرر گورنمنٹ کی جانب سے نہ ہوا کرے گا۔ پس اسی پر خاتمہ ہو گیا اور اب گورنمنٹ کو کوئی تعلق ہندوستان
کی رعایا کے امور مذہبی میں نہیں باقی رہا اور تمام ناقابلیتیں جو اختلاف مذہب کے باعث سے تھیں موقوف
کر دی گئیں شاید اس وقت گورنمنٹ کو یہ مسرت ہوئی ہوگی کہ ہم نے اپنی حکومت کو آخر پوری مذہبی آزادی
کی حد تک پہونچا دیا تب دم لیا +

لیکن ہنوز دلی دور۔ یہ آرزو ہماری گورنمنٹ کی اب تک نہیں بر آئی ہے یہ سچ ہے کہ عیسائی
مذہب غیر واجب نقصانات سے بری کیا گیا ہے اور دیگر مذاہب غیر واجب حقوق اور رعایتوں سے
محروم کئے گئے ہیں اور مذہبی امور میں سابق بہ نسبت اب زیادہ آزادی اور مساوات ہے مگر مختلف اہل
مذاہب میں برادرانہ برتاؤ اب بھی نہیں ہے کیونکہ برابری سے رقابت پیدا ہوتی ہے اور ہندوستان

میں حرارت مذہبی بجلی کی خاصیت رکھتی ہے مگر قدرت دیکھئے کہ اتنے بڑے بت پرست ملک میں عظیم الشان توحیدی مذہبوں کا مقابلہ و ورود ہو گیا ہے یعنے دین مسیحی اور دین اسلام جن میں سے ہر ایک کو یہ دعویٰ ہے کہ حکم خدا سے دنیا و ما فیہا ہماری ہی ہے اور ان بت پرستوں کو خدا نے ہمیں اس لئے دیا ہے کہ ان کو عیسائی یا مسلمان بنا دیں دین اسلام میں اب تک ایک عظمت اور وقار باقی ہے اور ایک خلوص عقیدت کی کیفیت ابتک موجود ہے مگر یورپ میں یہ کیفیت دین مسیحی میں اب بہت کم باقی ہے اور اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ یورپ میں معقول پسند مذہب کو اتنا فروغ ہو گیا ہے کہ عیسائی مذہب کا اس کے سامنے چلنا مشکل مگر اسلام میں کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے ایک سیدھا اور بے خطر رستہ جنت کا نکل آیا ہے جس میں بال برابر بھی کجی نہیں ہے لہذا اسلام کی طرف خواہ مخواہ ہندوؤں کو رغبت ہوتی ہے جو شرک اور بت پرستی کے مخمصہ سے اپنی گلو خلاصی چاہتے ہیں اور جو ایسے مذہب کے محتاج ہیں جو ویدانت یا حلول کے مذہب کی نسبت زیادہ محدود اور معقول ہو +

پس اسلام کی قوت اور شوکت اور حرارت کو دیکھکر ان کے قلوب میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور اسلام کو اہل ہنود میں فروغ ہوتا جاتا ہے اور اب چونکہ ہماری گورنمنٹ نے اسلام اور اس کے بڑے رقیب یعنے دین مسیحی کو انکے حال پر چھوڑ دیا ہے اور نہ کسی کو ترغیب دیتی ہے اور نہ کسی کو بیدل کرتی ہے لہذا ان دونوں مذہبوں میں باہم غیظ پیدا ہوا ہے اور یہ دونوں زبردست اور پر جوش مذہب باہم زور آزمائی کرکے اس مذہب کو مٹا رہے ہیں جس سے قدیم ترین اور عظیم ترین کوئی شرک و بت پرستی کا مذہب اب روئے زمین پر نہیں باقی رہا ہے اور جب رفتہ رفتہ یہ مذہب زایل اور فنا ہو جائیگا تو دین مسیحی اور دین اسلام دونوں کے ہاتھ بڑا وسیع میدان آئے گا اور ہزاروں آدمی ان دونوں میں سے ایک مذہب کو ضرور قبول کر لیں گے +

الغرض یہ دو پہلوان آپس میں کشتی لڑ رہے ہیں اور مذہبی آزادی کا جھنڈا جو برٹش گورنمنٹ نے نصب کیا ہے اسکو نظر حسرت سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری گورنمنٹ نے اس ایشیائی ملک میں یہ نرالی دھج رکھی ہے کہ چپکی تماشہ دیکھ رہی ہے نہ اس کو ہندو دھرم سے کچھ مطلب ہے نہ اسلام سے کچھ کام ہے اگر فکر ہے تو یہ ہے کہ انتظام اچھا ہو اور رعایا کی رفاہ و بہبودی میں ترقی ہو اسی وجہ سے گورنمنٹ کی اس علیحدگی کو ہندو اور مسلمان اور بعض متعصب عیسائیوں نے بھی ٹوکا ہے مگر ہر ایک نے جداگانہ وجوہ سے ٹوکا ہے۔
بقول شخصیکہ۔ ہر کس بہ خیال خویش خبطے دارد +

ہندوستان میں جتنے مذہبی فرقے ہیں ان میں مسلمان سب سے زیادہ زبردست ہیں اور ان کی قوت کا سبب ان کا باہمی اتفاق ہے اکثر صاحبان انگریز نے مسلمانوں کی شکایتوں کو بڑے زور و شور سے لکھا ہے اور ان کے ساتھ بڑی ہمدردی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۷۶ء میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے ایک کتاب مسلمانوں کی بحث میں تالیف کی اور اس میں برٹش گورنمنٹ پر یہ الزام لگایا کہ مسلمانوں کے اوقاف میں خیانت کی اور قاضی کے عہدے کو بالکل اڑا دیا ہے۔ مدراس میں ایک قاضی کے عہدے پر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہوا اور ہائیکورٹ مقدمہ پہونچا تو ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ شرع محمدی میں قاضی کو صرف بادشاہ وقت مقرر کر سکتا ہے اس وجہ سے گورنمنٹ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس نے قاضیوں کو مقرر کرنا موقوف کر دیا تو گویا ایک نہایت ضروری مذہبی عہدے کو مٹا دیا۔ ان سنگین الزامات کی تائید کرنیل ناسالیس صاحب نے ایک رسالہ میں کی ہے جس سے عبارات ذیل نقل کی جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی آزادی کے اس قلعہ پر جو ہمیشہ نرغۂ اعدا میں گھرا رہتا ہے کرنیل صاحب موصوف نے کس مقام سے پھیر مار کی ہے

کرنیل لیس صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ کا دعوےٰ تو یہ ہے کہ رعایا کے امور مذہبی میں ذرا بھی دخل نہ دے اور مذہبی آزادی کے اصول پر چلتی رہی۔ پس اس اصول کے موافق ہندو اور مسلمان دونوں کا اعتراض نہایت معقول ہے کہ ایک بہت بڑا حصہ اس خراج کا جس کو اپنا خون پسینا ایک کر کے پیدا کرتے ہیں ہر سال ان گرجاؤں میں صرف کیا جاتا ہے جو فقط عیسائیوں کے فائدے کے واسطے قایم کیے گئے تمام اس سے کہ وہ گورنمنٹ کے ملازم ہوں یا نہ ہوں مگر ہندو اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لیئے اور ان کے پیشوایان دین کے واسطے ایک کوڑی بھی سرکاری خزانہ سے نہیں ملتی ✣

اسی قسم کے خیالات اکثر انگریزوں کے ہماری گورنمنٹ کی نسبت ہیں اور اگر ہندو اور مسلمانوں کو یہ اعتراض سمجھایا نہ جاتا تو غالباً وہ کچھ بھی شکایت اس امر کی نہ کرتے کہ ہندوستان کا تھوڑا سا روپیہ ہر سال گرجاؤں اور پادریوں کی تنخواہوں میں بھی صرف کیا جاتا ہے۔ مگر کرنیل لیس صاحب کا یہ قول ہے کہ ہندو اور اسلام کی عبادت گاہوں کے واسطے گورنمنٹ اپنے خزانہ سے ایک کوڑی بھی نہیں دیتی سراسر خلاف انصاف اور خلاف مروت ہے اور کیا عجب ہے کہ ایسے طعن و تشنیع سے مایوس ہو کر ہماری گورنمنٹ مذہبی آزادی اور ناجنبہ داری کے اصول کو ترک کر دے ✣

سابق میں مفصل بیان کیا گیا ہے کہ مدت ہائے مدید تک ہماری گورنمنٹ کو لوگوں نے مرتد اور

ملی اس سبب سے کہا کہ ہندو اور مسلمانوں کے عبادت گاہوں کے مصارف کے لئے مبلغ خطیر گورنمنٹ
اپنے خزانہ سے دیتی ہے چنانچہ چند ہی سال کا عرصہ گذرا کہ بمبئی میں جو ایک بڑی کمیٹی پادریوں کی ہوئی
تھی اُس نے اپنے غصہ کو بہت ضبط کر اس مقدمہ میں ایک عرضداشت گورنمنٹ کو بھیجی تھی اور اُس میں یہ
فقرہ بھی لکھا تھا کہ ہمکو نہایت صحیح ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ صرف ایک احاطہ بمبئی میں چھبیس ہزار پانسو
نواسی تبخانے اور مندر ہیں اور جقدر روپیہ ان کے مصارف کے لئے گورنمنٹ اپنے خزانہ سے یا دوسرے
ذریعہ سے دیتی ہے اس کی مقدار اس روپیہ سے بہت زیادہ ہے جو انگلستان میں عیسائی عبادتگاہوں
کے واسطے خزانہ شاہی سے ملتا ہے اور ان عبادتخانوں کی تعداد سب عیسائی فرقوں کی ان عبادتگاہوں
کے مجموعے سے جو جزیرہ برطانیہ میں ہیں بہت زیادہ ہے اور احاطہ بمبئی میں سات لاکھ روپیہ سالانہ اور
احاطہ مدراس میں آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ سے بھی زیادہ ہنود کے عبادت خانوں کے واسطے گورنمنٹ
کے خزانہ سے دیا جاتا ہے ✤

خیر یہ قول تو بمبئی کے پادریوں کی کمیٹی کا تھا اب ملاحظہ کیجئے کہ ۱۸۵۶ء میں صرف احاطہ مدراس
میں کئی لاکھ پونڈ ہنود کے عبادت خانوں کی مد میں گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع تھا اور ۱۸۵۹ء تک تقریبًا
ایک لاکھ پونڈ یعنے پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ ہنود کے عبادت خانوں کے فروخت کے واسطے سرکاری خزانہ
سے دیا گیا اور صرف ایک جوگی یا بیراگی نے ۱۸۴۷ء میں پچیس ہزار پونڈ کا دعوے سرکاری خزانہ پر کیا تھا
علے ہذا القیاس کل احاطہ بنگالہ اور صوبہ اودھ ممالک متوسط میں بہت سے مواجب نقد وجنس اور بصورت
اراضی وقفی کے مذہبی مصارف کے لئے گورنمنٹ سے ملتے تھے مگر اس میں علاقہ جات محسوب نہیں ہیں
جو سارے ہندوستان میں ہنود اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے واسطے گورنمنٹ نے علی الدوام سے
ڈالے ہیں اور ان کی مالگذاری معاف کر دی ہے ✤

ان واقعات پر نظر کے آدمی کو خواہ مخواہ یہ خیال ہوتا ہے کہ کسی ملک کی رعایا کے مذہبی امور
کے واسطے خزانہ شاہی سے ایسے مبالغ خطیر نہیں دیئے جاتے ہیں اور نہ اتنی جاگیریں عطا ہوئی ہیں جتنی
برٹش گورنمنٹ نے ہندو مسلمانوں کے عبادت خانوں کے واسطے عطا کی ہیں تاہم کرنیل لیس صاحب کو
تشفی نہیں ہوئی اور انہوں نے اخبار ٹیمس کو لکھا کہ ہندوستان کی رعایا کے اس تپنہ سے جو وہ اپنا خون پسینہ
ایک کر کے اور اپنی جان ہلاک کر کے کماتی ہے گرجاؤں اور پادریوں کا خرچ لیا جاتا ہے ✤

جو عبارت پہلے نقل کی گئی اس سے اور کرنیل لیس صاحب کی اور تجویزات سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس قسم کی مذہبی حکمت عملی کرنیل صاحب کی رائے میں برٹش گورنمنٹ کو اختیار کرنی چاہئے کیا کرنیل صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمانوں کے عبادت خانوں کے واسطے جو مبالغ خطیر بالفعل سرکار سے ملتے ہیں ان میں اضافہ کیا جاوے یا ان کی غرض یہ ہے کہ ان پادریوں کی تنخواہیں بند کر دی جائیں جو عیسائی اہلکاروں اور اہل فوج کو نماز اور تلقین وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ انگلستان میں ایک ذی اقتدار فریق کی رائے یہ ہے کہ پادریوں کی تنخواہیں ہندوستان کے روپیہ سے نہ دی جائیں کیونکہ یہ ظلم صریح ہے کہ ہندو اور مسلمان سے روپیہ تحصیل کر کے عیسائی مذہب کے مقاصد میں صرف کیا جائے جس سے اُن کو کوئی علاقہ نہیں ہے ✣

گورے کے فوج کے پادریوں کو جو تنخواہیں دیجاتی ہیں ان کے قرین مصلحت ہونے میں غالباً کوئی کلام نہ کرے گا البتہ اس مسئلہ پر بہت بحث ہو سکتی ہے کہ مختلف عیسائی فرقوں کے پادریوں کو تنخواہیں ہندوستان کے روپیہ سے کیوں دیجاتی ہیں۔ مگر واضح ہو اگر پارلیمنٹ ہندوستان کے مذہبی بحث یعنے مصارف کو بالکل اُڑا دے گی تو ایک ایسا اصول قایم ہو جائے گا جس سے یہ لازم آئے گا کہ پادریوں کی تنخواہیں ہندوستان کے روپیہ سے دینا ممنوع ہے تو گورنمنٹ کو کسی قسم کی اعانت اور امداد کسی مذہب کی نہ کرنی چاہیئے کیونکہ جس مذہب کا معتقد آدمی نہ ہو اس سے یہ روپیہ لے کر اس مذہب میں لگانا اس شخص پر صریح ظلم کرنا ہے یہ عقلاً صحیح ہے لیکن اسکے عملدرآمد میں تفریق کرنی عقلاً جایز نہیں ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ عیسائی مذہب میں جو قدرے قلیل ہندوستان کے روپیہ سے صرف ہوتا ہے وہ تو یک قلم موقوف کر دیا جائے اور ہندو اور مسلمان کے اوقاف مذہبی جن میں بالمجموع لاکھہا روپیہ سالانہ کا خرچ ہے باقی رکھے جائیں اس سے کچھ فایدہ نہیں ہے کہ ہندوستانیوں کے سر سے ایک پراٹسٹنٹ بشپ یعنے پادری کلان کی تنخواہ کا بار اُتار لیا جائے مگر ہندو اور مسلمانوں کے عبادت خانوں کے لئے ٹکس یا نذرانہ ان لوگوں سے لیا جائے جن کو ذرا بھی تعلق ہندو یا مسلمان کے مذہب سے نہیں ہے۔ انگلستان میں لوگوں کو یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ ہند کو ممانعت کر دی جائے کہ سرکاری روپیہ کسی عبادت گاہ یا مذہبی رسم کے لئے نہ دیا جائے مگر ہندوستانی اس امر کو پسند نہ کرینگے کیونکہ بالفعل تو ان کو بڑی شکایت گورنمنٹ سے یہ ہے کہ گورنمنٹ نے ہمارے عبادت خانوں کا خرچ دینا موقوف کر دیا ہے اور ہمارے اوقاف مذہبی میں ترمیم کی ہے اور قاضیوں کو مقرر کرنا موقوف کر دیا ہے اور امور مذہبی میں سرپرستی کرنے سے قطعی

انکار کیا ہے اور مذہبی کارخانوں کی نگرانی سے دست کش ہو گئی ہے یا ان کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایشیا اور یوروپ کے خیالات میں اختلاف عظیم اس باب میں ہے کہ ایک آزاد اور بے لوث گورنمنٹ کا کیا منصب ہے یوروپ میں تو گورنمنٹ کے بے لوث اور بے ریا ہونے کے یہ معنے سمجھے جاتے ہیں کہ اس کا منصب محض دنیوی ہے اور اس کی مداخلت صرف دنیوی معاملات میں جایز ہے اور امور دینی سے بالکل قطع تعلق کر لینے کو اکثر اہل یوروپ نے اصولاً قبول کر لیا ہے اور اوقاف مذہبی کو ضبط کر لینا مصلحت وقت پر موقوف رکھا گیا ہے +

ایشیا میں یہ خیالات بالکل نئے ہیں اور جو جو نئی باتیں گورنمنٹ نے ہندوستان میں جاری کی ہیں ان میں سے کوئی بات ہندوستانیوں کے مذاق طبیعت کے اس قدر برامر ہے کہ پادشاہ وقت رعایا کے امور مذہبی سے بالکل علیحدگی اختیار کرے +

چونکہ ہندوستان میں ایک قوم اور ایک مذہب کبھی نہیں رہا ہے لہذا ایسا مذہبی طریقہ جو تمام قوم پر عادی ہو اور فی نفسہ جامع اور مانع ہو ہندوستانیوں کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آیا اور انکے نزدیک اس میں کچھ عیب نہیں ہے کہ پادشاہ وقت اپنے مذہب کے لئے کافی سامان مہیا کرے اور یہ اس کی عین فیاضی ہے کہ ہر ایک امور مذہبی فرقہ کو اس کے امور مذہبی کے لئے معافیان اور جاگیرین عطا کرے اور رعایا کے اوقاف مذہبی کا انتظام خود کرے اور اگر پادشاہ وقت رعایا کے امور مذہبی سے بالکل چشم پوشی اور کنارہ کشی کرے اور خود اپنے مذہب کو بھی بالاے طاق رکھے تو اس کا یہ فعل فقط ان ہی لوگوں کی سمجھ میں آئے گا جو انگریزی علم معقولات سے واقف ہیں مگر ایشیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا +

ہندوستان کے باشندے لارڈ سیفٹبری کے اس قول کو کہ لڑکے کو رومن کیتھلک مذہب تعلیم کرنا جو ایک غلط اور باطل مذہب ہے اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ اس کو کوئی مذہب نہ سکھایا جائے اور وہ نرالا مذہب بنا دیا جائے۔ آمنا و صدقنا کہہ کے قبول کر لیں گے اور فرقہ نان کنفارمسٹ کا یہ قول ہے کہ سب گرجون اور اسکولون کے اوقاف ضبط کر لیے جائیں اور جو لوگ جن امور مذہبی کے قایل نہیں ہیں ان سے روپیہ لے کر ان امور میں ہرگز نہ صرف کیا جائے ہندوستان نامعقول سمجھا جائے گا +

اسلام واجب الاحترام اسلام

اے مبارک اور مقدس مذہب تونے دنیا میں خدا کے سچے فرمان کی منادی کی اور تیری ہی ذات کو آج یہ شرف حاصل ہے کہ دین خدا کا معزز لقب تجھے عطا ہوا اے سب سے اعلےٰ اور سب سے آسان مذہب تیری برکتیں دنیا پر چھائی ہوئی ہیں اور تو دن بدن خدا کے ہاتھ کے سایہ کے نیچے قلوب مخلوق پر فتح پاتا جاتا ہے تیرا حکم دنیا کی ۱/۳ آبادی پر ناطق ہے تونے کبھی اپنے منانے کے لئے تلوار نہیں پکڑی نہ تیری اشاعت کبھی تلوار سے ہوئی ہے تیرے اخلاقی فرمان خود بخود اپنی جگہ دن بدن دنیا میں کرتے جاتے ہیں اور خیر ایک ایک دن تو دنیا میں حکمران بن کے رہے گا۔ تیرے نام لیوا کئی بار مفتوح ہوئے مگر تونے فاتحوں کو مغلوب کیا اور انہوں نے بطور اپنے تمدن اور معاشرت کے تجھے اپنا طریقہ زندگی بنایا۔ عرب میں تو پیدا ہوا اور آناً فاناً میں تیری اخلاقی فتح کی لین ڈوری دنیائے معلوم کے دُور دُور حصص میں پہونچ گئی۔ تلوار نے کبھی تیری حفاظت نہیں کی نہ تجھے تلوار کی حفاظت کی ضرورت ہے بغداد کا قتل عام اور ہولاکو خانیوں کے ہاتھ سے تیرے بچوں کا قتل عام ایک ہولناک نظارہ تھا جو گذشتہ دنیا نے دیکھا اور جس کے سننے سے اب تک رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کون خیال کرسکتا تھا کہ خلیفہ مستعصم باللہ کی لاش کنکورہ قلعہ پر آویزاں ہونے کے بعد اور کئی لاکھ عربوں کا خون ہونے اور بکروں کی طرح ذبح ہونے کے بعد پھر بھی تو اس سرزمین پر دکھائی دے گا مگر نہیں اُس خونریزی سے تیرے قدم بغداد میں اور بھی مضبوطی سے جم گئے اور تونے معاً فاتحانِ بغداد پر نمایاں فتح حاصل کرکے انہیں اپنے پر ایسا شیدا بنایا کہ بھر مرتے دم تک وہ تیری حلقہ بگوشی سے باہر نہیں ہوئے وہ ایک سخت وقتِ آزمایش تھا اور ایسی صورت میں کسی کو بھی یہ خیال نہ ہوسکتا تھا کہ اب اسلام کی کیا گت بنے گی مگر خدائے برتر کو یہ دکھانا تھا کہ ہم اس سخت آزمایش کے بعد بھی اپنے ہی دین کو غالب کرتے ہیں۔ ہندوستان اور چین موجود ہیں جہاں بغیر روپیہ اور تلوار کے اے دین خدا تو پھیلتا جاتا ہے تیری اشاعت جس قدر حیرت انگیز ہے اُسی قدر تیری اخلاقی فتوحات ششدر اور حیران کرنے والی ہیں۔ تیرا مقابلہ مسیحی مذہب سے ہندوستان کے دنگل میں بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے اور اس کے نتائج خود بخود عالم پر کھل جائینگے تیری فتح یقینی ہے اور تیرا اقبال دن دونی اور رات چوگنی کرے گا تونے ہمیشہ امن اور صلح میں پرورش پائی اور مظلوموں کا مامن ہوا تونے دُنیا کا بیڑا آفت سے بچایا اے سب سے زیادہ محترم تو ہی ہے جس نے تمام عالم میں اصلاح کی وحدانیت کا ڈنکہ بجایا اور تمدن کا آفتاب چمکایا۔ تیری نورانی شعاعیں دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک نور افگن ہیں اور ہر گوشہ عالم سے تیری صدائیں بلند ہوتی

ہیں مشرق و مغرب جنوب و شمال تیری پانچوں وقت نوبت بجتی ہے اور تیرے نالیوا دن بدن بڑھتے جاتے ہیں ؎

اسلام کے حیرت انگیز کارنامے ہرگز نہیں بھول سکتے اگرچہ موجودہ اہل اسلام کی بداعمالیوں نے اُن کے بھلا دینے کی بہت کچھ کوشش کی ہے موجودہ زمانہ میں جبکہ زیادہ تر تلوار کا کام قلم نے لیا ہے اسلام کا معجزہ اسی سے عیاں ہے کہ دنیا کے نامعلوم کے دور و دراز گوشہ میں بھی اس کی آوازیں پہونچ گئی ہیں اور اس کے ماننے والوں کی تعداد دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے ؎

اگرچہ یہ ایک محال امر ہے کہ مسلمانوں کی صحیح تعداد بتائی جائے مگر موجودہ تحقیق سے جسے ہم درج ذیل کرتے ہیں اسلام کے زندہ اور زبردست معجزہ کی شہادت ملتی ہے جو اسلامی سلطنتوں کے ضعیف ہونے اور اشاعت کے ذرائع کے معدوم ہونے پر بھی اس کی ترقی پہلے سے بھی زیادہ اور نتیجہ بخش ثابت ہوئی ہے ؎

یہ تحقیق ایک فرانسیسی فاضل ایم برن کی ہے جسے اُس نے اپنی مصنفہ کتاب سین اسلام تین برس کی مساعی جمیلہ اور صرف کثیر کے بعد لکھی ہے ؎

یورپ ایک کروڑ اکہتر لاکھ نو ہزار چھ سو اڑسٹھ ۔

ایشیا۔ ایک کروڑ تینتیس ۳۳ لاکھ باسٹھ ہزار نو سو بانوے ۔

افریقہ۔ دس کروڑ ایک لاکھ ۲۱ ہزار ۔

آسٹریلیا و جزائر ملحقہ ۔ ۷۶ لاکھ چھہتر ہزار ۔

برٹش انڈیا۔ چھ کروڑ پندرہ ۱۵ لاکھ باسٹھ ہزار ۔

شمالی افریقہ۔ دو کروڑ پچاس لاکھ دو سو دس ۔

جزائر ہند ۔ ایک کروڑ بتیس ۳۲ لاکھ چھبیس ہزار ۔

ملیشیا دو کروڑ گیارہ لاکھ چھ سو سولہ ہزار ۔

سوڈان وغیرہ۔ دو کروڑ ساٹھ لاکھ ۔

مصر۔ نو لاکھ اسی ہزار ۔

مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر ساٹھ لاکھ ۔

ایران چھبیس ۲۶ لاکھ ۔

ترکستان مشرقی و غربی دس لاکھ +

افغانستان ساٹھ لاکھ۔

قفقاسہ ناندان و علاقہ جات سائبیریا۔ ایک کروڑ اکیس (۲۱) لاکھ ساٹھ ہزار۔

چین۔ چھ کروڑ۔

جس طرح کل چین ایک دن مسلمان ہو کر رہے گا اسی طرح ہندوستان میں بھی بہت کچھ امیدیں کیجاتی ہیں۔ ایک محقق انگریز نے نہایت خوبی سے نائنٹینتھ سنچوری میں یہ تحریر کیا تھا۔ "دین اسلام میں اب تک عظمت اور وقار باقی ہے اور ایک خلوص عقیدت کی کیفیت اب تک موجود ہے مگر یورپ میں یہ کیفیت دین مسیحی میں بہت کم باقی ہے اور اسکا بڑا سبب یہی ہے کہ یورپ میں معقول پسند مذہب کو اتنا فروغ ہو گیا ہے کہ عیسائی مذہب کا چراغ اسکے سامنے جلنا مشکل ہے مگر اسلام میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے اپنی گلو خلاصی چاہتے ہیں اور جو ایسے مذہب کے محتاج ہیں جو ویدانت یا جاول کے مذہب کی نسبت زیادہ محدود اور معقول ہو +

پس اسلام کی قوت اور شوکت اور حرارت دیکھکر ان طالبان حق کا دل موم کی طرح پگھل جاتا ہے اور ان کے دلوں میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے اسی لیئے اسلام کو اہل ہنود میں فروغ ہوتا جاتا ہے اور اب چونکہ ہماری گورنمنٹ نے اسلام اور اس کے بڑے رقیب یعنی دین مسیحی کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے نہ کسیکو ترغیب دیتی ہے نہ کسی کو بیدل کرتی ہے لہذا ان دونوں مذہبوں میں باہم غیظ پیدا ہوا ہے اور یہ دونوں زبردست اور پرجوش مذہب باہم زور آزمائی کر کے اس مذہب کو مٹا رہا ہے جس سے قدیم ترین اور عظیم ترین کوئی شرک و بت پرستی کا مذہب اب روئے زمین پر نہیں باقی اور جب رفتہ رفتہ یہ مذہب زایل اور فنا ہو جائے گا تو دین اسلام اور دین مسیحی دونوں کے ہاتھ ایک بڑا وسیع میدان آئے گا اور لاکھوں آدمی ان دونوں میں سے ایک مذہب کو ضرور قبول کریں گے۔ الغرض یہ دونوں پہلوان آپس میں کشتی لڑ رہے ہیں اور مذہبی آزادی کا جھنڈا جو برٹش گورنمنٹ نے نصب کیا ہے اس کو نظر حیرت سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری گورنمنٹ نے ان ایشیائی ممالک میں یہ دھج نکالی ہے کہ چپکی تماشہ دیکھ رہی ہے اور اسے ہندو دھرم سے کچھ مطلب ہے نہ اسلام سے کچھ کام ہے ہاں اگر فکر ہے تو یہ ہے کہ انتظام اچھا ہو اور رعایا کی رفاہ و بہبود میں ترقی ہو"

یہاں تک اس ہیدار مغز محقق کی رائے ہے ہم بہت زور سے کہتے ہیں کہ اس بے نظیر آبادی کا فایدہ جو

حکومت ہند نے ہندوستان کو دے رکھی ہے جتنا مسلمانوں کے حق میں نتیجہ بخش ثابت ہوا ہے دوسرے مذہب کے حق میں اس قدر نہیں ظہور میں آیا ہے اس لیئے کہ ہندو دھرم تو کروڑوں خداؤں کی بھول بھلیوں میں ہاتھی ٹوبیاں مار رہا ہے اور مسیحی مذہب تثلیث کے بھنور میں ایسا پھنسا ہے کہ اس سے قیامت تک نکلنا دشوار ہے اور بقول موسیو لی بان کے اسلام میں نہ کئی خداؤں کی پرستش ہے اور نہ اولیاء کے ہاتھ میں مخلوق کی قسمت ہے۔ ایک خدا ہے اور ایک رسول ہے خدا پر ایمان لانا اور رسول کو برحق جاننا پانچ وقت نہایت سادگی سے نماز پڑھ لینا رمضان میں اگر تندرستی ہو اور سفر میں نہ ہو تو روزے رکھ لینا روپیہ اگر پاس ہو تو تمام عمر میں ایک بار حج کرنا بس یہی مذہب اسلام ہے اور یہی اسکے اصول ہیں اس کو مان لیا چلو چھٹی ہوئی نہ اس میں کچھ وقت ہے نہ مشکل۔ ڈاکٹر موسیو لی بان ایک فرانسیسی محقق ہے اور جسکی بے نظیر تصانیف میں تمدن عرب جیسی بیش بہا تصنیف ہے۔ اس بے نظیر کتاب سے ہم نے فقرات بالا اخذ کئے ہیں +

یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام سے بہتر اور سہل مذہب دنیا میں نہیں۔ اس کی اشاعت خود اس کے سہل اور علم پسند ہونے کی شہادت دیتی ہے فلسفہ یونان نے اپنی آزمائش میں اسے پورا پایا موجودہ یوروپی سائنس نے اپنے امتحان میں اسے پاس کر دیا قوانین قدرت تیرہ سو برس سے اپنے مطابق پا رہے ہیں خوق الفطرت باتیں اسکے پاس ہو کے نہیں بھٹکیں۔ بڑے بڑے علما کی پیشین گوئی کے پورے ہونے کا زمانہ آگیا ہے صلح پر امن اور صلح پسند مذہب تو ایک نہ ایک دن دنیا کا مذہب ہو کے رہیگا تیرے نام لیوا اگرچہ ذلیل و خوار ہو گئے ہیں مگر پھر بھی تیری سرپرستی نے انہیں زندہ کر رکھا ہے اے زندہ اور توانا مذہب تو انہیں نئے سرے سے اتفاق کی برکت دے۔ انہیں ترقی کی راہیں بہت سی طے کرتی ہیں اور اب انہیں اس پر امن زمانہ میں بہت کچھ موقعے ترقی کے حاصل ہیں +

اے نااتفاقی تیرا ستیاناس کہ مسلمانوں میں میل جول نہیں ہونے دیتی اور اسلام جیسے سچے اور مستحکم مذہب کو بدنام اور کچا کر رہی ہے ہم اس مضمون کو ایک دلسوز نظم پر ختم کرتے ہیں جو نظم اگرچہ شاعری کے دقایق اور باریکیوں سے کوئی علاقہ بھی نہ رکھے پھر بھی اس میں ایک جوش اور دلسوزی پائی جاتی ہے۔ ایک پر محبت اور پر درد دل کا جوش ہے جو اس نظم میں ابلا ہوا ہے امید ہے کہ ناظرین نہایت دلچسپی سے پڑھیں گے وہ نظم یہ ہے جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے +

السلام اسلام ذی شان کرو بیان		مغفرر وحانیان سر دفتر پیغمبران	

ہم تری مہمان رہی بارہ صدی تک شاد و خوش
تجھ سے ہم کو فخر تھا اور ہم سے تو تھا شادمان

تو نے بخشی تھی ہمیں عزت محبت صدق کی
یہ کرم تیرا ہی تھا تھے جس سے ہم فخرِ زمان

منعم و محسن نہیں تجھ سا زمانہ میں کوئی
ہو ترے احسان اور انعام کا کیونکر بیان

رحمۃ اللعالمین ہے تیرے بانی کا لقب
اے محی دینِ برحق ہادیٔ روحِ رواں

صرف تجھ پر ہے نجاتِ دین و دنیا منحصر
اے شفیع المذنبین کے لاڈلے جانِ جہان

تیری شفقت اور محبت کی نہیں ہے انتہا
مرحبا صد مرحبا خیر الامم کے میزبان

ہائے بدبختی بھلا دینا ترے احسان کو
اور یوں برباد کرنا دین کو ایمان کو

تیری عظمت اور شوکت کے نمونے دیکھ کر
ششکیاں بھر بھر کے رہ جاتے ہم باچشمِ تر

یاد ہے خیر القروں تیرا ہمیں اے محترم
جس میں سب شاہ و گدا تھے بھائی بھائی ہمدگر

امتیاز دولت و ثروت نہ تھا اُن میں ذرا
تو نے اُن کو کر دیا تھا اس طرح شیر و شکر

تو نے پچ کی ہے ہمیشہ حق کی اور حق دار کی
حامیٔ مظلوم تیری ہے صفت اے دادگر

کر دیا تھا پاک ظلم و جہل سے سارا جہان
تیری تقدیس اور بزرگی کا پڑا سب پر اثر

قیصر و کسرے کی نخوت کو ملا کر خاک میں
جبر سے اُن کے کیا عالم کو تو نے بے خطر

مرحبا اے نور یزدان حبذا اے ذی الجلال
تیری نورانی شعاعیں آج تک ہیں جلوہ گر

اس سے بدقسمت زیادہ کوئی ہو سکتا ہے کیا
جس نے رکھی ٹھیکری آنکھوں پہ تجھ سے معترا

ہاشمی شوکت کے بانی منعمی اکرم لقب
نازشِ کسرے و قیصر فخرِ شاہانِ عرب

تیرا اعزاز اور اکرام اس جہاں ہی میں نہیں
آسمان پر بھی ملائک کرتے ہیں تیرا ادب

اُمت مرحوم اکیلی ہی نہیں ممنون تیری
انبیاء کو ہے سبکدوشی تیرے احسان کے سبب

ہم نے دیکھا ہی بہت افسوس سے تورات کو
انبیاء کی جس میں گستاخی سے ڈھایا ہے تو نے غضب

بیٹوں کے ساتھ حضرت لوطؑ کی ہمبستری
بُت پرستی کا سلیمان پہ وہ بہتانِ عجب؟

حضرت موسے کو کہنا چور اُچکا راہزن
تھی یہ تعلیم اناجیل نصارے بے ادب؟

ان کی عصمت کی شہادت تونے شد و مد سے دی ۔۔۔ اور نجات اخروی کا اُس کو ٹھہرایا سبب

سرکشی اسپہ بھی اے اسلام کوئی اگر کرے
وہ جہنم میں پڑے دوزخ میں گر کر مرے

کس زبان سے ہم کریں تیری ثناء مہر ہدیٰ ۔۔۔ چشمۂ آب حیات و منبع نورِ علے
معدنِ صد علم و حکمت مخزنِ صدق و یقین ۔۔۔ مظہرِ انوارِ ربی منظرِ شانِ خدا
جب ہوا تھا جلوہ گر فاران کی چوٹی پہ تو ۔۔۔ چھائی تھی عالم پہ تاریکی کی ہر جانب گھٹا
بُت پرستی ہو رہی تھی چار جانب سو بسو ۔۔۔ گرم تھے آتشکدے اور اُن کا از حد زور تھا
خود ترے ہی گھر میں ڈھایا جاتا تھا کتنا غضب ۔۔۔ شرک کی اور بُت پرستی کی نہیں تھی انتہا
ٹھنڈے گئے آتشکدے سرد اور مٹی شرک لعین ۔۔۔ جوں ہی عالم میں تری توحید کی گونجی صدا
پاک تونے گھر کیا اپنا بتوں سے ایک دم ۔۔۔ اور خدائے پاک کی ہم کو پرستش دی سکھا

حسرتا دردا دریغا بھول جائیں تجھکو ہم
پھر نہ ٹوٹیں کیوں نہ ہم پر سارے عالم کے ستم

روم تہ الکبرے جہاں عیسائیت کی دھوم تھی ۔۔۔ چھائی ہر سو تھی وہاں حرمان و یاس و بیکسی
درد کا درماں نہ تھا اور کل مرض تھے لا دوا ۔۔۔ تھا شفا کا نام عنقا یہ غضب آفت مچی
سارے روحانی فضائل مل گئے تھے خاک میں ۔۔۔ تھی کل انسانی خصائل کی وہاں بے حرمتی
خانقاہیں اور گرجے تھے زناکاری کے گھر ۔۔۔ تھی غرض ہر اک عبادتگاہ اسی اندھیر کی
پطرس و لوقا و یوحنا متی پولوس کا ۔۔۔ نام باقی رہ گیا تھا اور تھی سب دل لگی
کر دیا تھا حضرت عیسٰے کو بیکار آج کل ۔۔۔ جنت و دوزخ کے مالک بن گئے تھے پادری
توڑے جاتے تھے مظالم عورتوں کی جان پر ۔۔۔ ناخدا ترسی و بے رحمی کی حد تھی ہو چلی

تیرے صدقے سے ملی سب کو نجات اس ظلم سے
تجھ سے ہی صد یونکے قضیئے انکے ای عادل ہو چکے

نام لیوا تیرے گو سب ہو گئے ہیں زار و خوار ۔۔۔ نشان اگلی سے نہیں اب اُن میں باقی زینہار
ہے ندیم اُن کی مصیبت اور غم اُن کا جلیس ۔۔۔ بن گئی ہے بس پریشانی نگلے کا اُن کے ہار

خانمان برباد کا نام و دل حرماں نصیب کور بخت و شوم طالع اور پریشان روزگار

سلطنت کے ساتھ کھو بیٹھے وہ کل اوصاف بھی ہائے بدبختی کہ تو روتا ہے اُن پر زار زار

پھر بھی اک دولت ہی باقی پاس اُنکے لازوال اور وہ نسبت ہے تجھ سے مایۂ صد افتخار

کام اے اسلام اپنا کر رہا ہے اب بھی تو ہو رہا ہے دن بدن اعجاز تیرا آشکار

بڑھ رہی ہے زور میں تیری حکومت روز و شب تو کئے لیتا ہے تسخیر ایک عالم بے شمار

سنّی نسبت تری ہم سے رہے قائم سدا

حیرتِ مغموم کی ہے اے شہ والا دُعا

حضرت آدم علیہ السلام کی زبان

ابھی تک اس بات کا فیصلہ نہیں ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان کیا تھی۔ کسی آسمانی کتاب سے بھی اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ آپ کی اصلی زبان کیا تھی اور آپ عبرانی میں یا عربی میں غرض کس میں باتیں کیا کرتے تھے نہ کوئی صحیفہ ایسا ملا جو حضرت آدم کے نام سے منسوب ہو اور جس سے آپ کی اصلی زبان کا کچھ اندازہ ہو سکے قرآن مجید میں صرف یہ آیا ہے کہ ہم نے کل اسمار آدمؑ کو سکھا دیئے۔ لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ کس زبان میں اُنہیں ان اسمار کی تعلیم دی گئی +

یہ بحث دوسری ہے کہ جن حضرت آدم کا ذکر قرآن مجید اور توریت مقدس میں ہے آیا یہ وہی آدم ہیں جو ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ سوائے اُن کے اور اُن کی بیوی حوّا کے اور کوئی تیسرا متنفس نہیں تھا اگرچہ قرآن مجید سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اُن سے پہلے بھی آدم تھے اور وہ سخت خونریزی کر چکے تھے چنانچہ لفظ خلیفہ جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اس امر کی خاص دلیل ہے کہ ان سے پہلے بھی کوئی نبی آچکا ہے۔ کیونکہ خلیفہ بعد میں آنے والے کو کہتے ہیں اور پھر فرشتوں کا یہ کہنا کہ وہ خونریزی اور قتل و غارت کریگا۔ اس امر کی مستحکم دلیل ہے کہ پہلے آدم ہوئے اور اُنہوں نے خونریزی کی اس بنا پر فرشتوں کا یہ عذر تھا کہ اگر ہم اس بات کو تسلیم نہ کریں تو ہمیں لامحالہ فرشتوں کا عالم الغیب ہونا تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ صفت خدا تعالےٰ ہی کے لئے خاص ہے عالم الغیب نہ کوئی فرشتہ ہو سکتا ہے نہ نبی یہ ایک ایسا مسلم مسئلہ ہے کہ اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے +

بہرحال اس میں یہ دیکھنا ہے کہ حضرت آدم کی خواہ حوا کے خاندان ہوں یا نہ ہوں کیا زبان تھی اور وہ باہم کس طرح باتیں کیا کرتے تھے۔ ہندو یہ تو کہتے ہیں کہ سنسکرت دنیا کی کل زبانوں کی جڑ ہے بعض اس سے انکار کرکے عبرانی کو بتاتے ہیں ہم دونوں دعوے ناقابل تسلیم اس سے خیال کرتے ہیں کہ فلسفہ کے اصول کے مطابق جب ایک ہی جنس کے مسئلہ میں اختلاف ہو وہ مسئلہ ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ بحث اور دلیل میں بڑی گنجایش ہے ہر فریق اپنی اپنی واقفیت اور لیاقت کے مطابق اس مسئلہ کا فیصلہ کرنا چاہے گا اور خصم کو زک دینے کی کوشش کرے گا مگر ایک غیر طرفدار شخص کو فیصلہ کرنے میں اس لئے تامل کرنا پڑے گا کہ آیا طرفین اس سے بہتر بھی دلائل لاسکتے ہیں یا نہیں خود اسی کا خیال اس کا جواب مثبت میں دیگا کسی مسئلہ کا دارومدار اتنے لئے آفرینش سے ایک قوم کے چند لایق افراد پر نہیں ہوسکتا ممکن ہے کسی آئندہ زمانہ میں کسی فریق میں جسے زک ملی ہے کوئی ایسا شخص یا علما کا گروہ پیدا ہوجائے کہ اپنے متقدمین کی غلط فہمیوں کا پتہ لگائے اور اُن سے بہترین قوی دلائل اپنے دعوے کے اثبات میں لاسکے۔ ساتھ ہی ہم فلسفہ کے اس یقینی مسئلہ پر کاربند ہونے کو مجبور ہیں کہ دنیا میں جس دعوی کو دلیل کی ضرورت ہو وہ دعوے ہی سرے سے غلط ہے۔ ہم ایسے دعوے کو کبھی تسلیم نہ کریں گے اگرلاکھ دلیلیں دیجائیں خواہ کسی قسم کی ہوں دعوے وہ جس کے لئے دلیل کی ضرورت نہ ہو مثلاً چراغ روشن ہے آفتاب نکل رہا ہے دھوپ کھل رہی ہے۔ ہم نے اسی لئے یہ التزام کیا ہے کہ مقدمہ تفسیر الفرقان میں ہرگز قرآن یا مضامین قرآن کی نسبت حتے الامکان کبھی ایسا دعوے نہ کریں گے جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہوگی اور اسی لئے ہم خیال کرتے ہیں کہ ہماری کل تفسیر الفرقان ایک لاثانی تفسیر ہوگی اور کم سے کم سو برس تک تو کسی دوسری تفسیر کی ضرورت نہ پڑے گی ؀

تو اب یہ پتہ لگانا اور ٹھیک پتہ لگانا کہ حضرت آدم کی خواہ وہ مذہبی آدم ہوں یا ڈاروں کے آدم ہوں اصلی زبان کیا تھی بڑا مشکل ہے۔ جب تک ہم اُسے عینی کرکے نہ دکھادیں مخاطب کی دلیل سے تشفی نہیں ہوسکتی۔ یوروپ میں جب بہت کچھ تحقیق ہوچکی اور کوئی صورت ایسی یقین کی نہ ملی کہ بلا دلیل اُنھیں ہر شخص تسلیم کرلے تو اب ایک کمپنی نے جس کا سرگروہ ایک عالم محقق انگریز ہے یہ تجویز گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کی کہ مجھے دوسو شیرخوار بچے جن کی عمر چھ مہینے سے زیادہ نہ ہو ملنے چاہئیں چنانچہ اس کی اس درخواست پر گورنمنٹ نے توجہ کی اور اب اُسکے لئے بچے بہم پہونچائے جارہے ہیں بچے ایک دو منزلہ

تنہا مقام میں رکھے جائینگے اور اُن کے لئے دودھ پلانے اور پرورش کرنے والے جم انائیں اور آدمی نوکر رکھے جائیں گے اور وہ گونگے ہونگے چنانچہ اس انگریز کو تیس لیسے بچے ابتک بہم پہونچ چکے ہیں اور امید ہے شاید چند روز بعد اور بچے بھی مل جائیں گے انائیں اور ملازم بھی تجویز ہو گئے ہیں اور یہ کام عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ ابھی ہم اس طرز عمل پر کوئی رائے نہیں دیتے۔ رپورٹ شایع ہونے کے بعد دیکھیں گے کہ اس کام کا نتیجہ کیا ہوتا ہے بعض جدت پسند مصنفوں نے اپنے خیال کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی زبان پر بحث کر کے یہ لکھا ہے کہ ابتدا میں آپ اس قسم کے الفاظ بولا کرتے تھے "اُسے ادیا۔ اے آدانا تو تو جو ہے سے وہ وہ" وغیرہ ان الفاظ سے سوائے ایک معمولی دل لگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ توریت سے حضرت آدم کے بیٹوں اور پوتوں کی قابل قدر تہذیب کا پتہ چلتا ہے اس سے اتنا ضرور لازم آتا ہے کہ اس تہذیب کے ساتھ ضرور اُن کی کوئی مستقل زبان بھی ہوگی جس کا ٹھیک پتہ افسوس ہے ہمیں نہیں لگتا!

دو دو تین تین ہزار برس تک کے کتبے ملتے ہیں مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی کتبہ کسی زبان میں لکھا ہی نہیں گیا اور درحقیقت یہی ابتدائی کتبہ ہے اگر فرض کر لو کہ کوئی کتبہ ایسا بھی مل جائے اور بفرض محال وہ ثابت بھی ہو جائے کتبہ اوّل تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابتدائے آفرینش دنیا کی یہی زبان ہو ممکن ہے کہ زبان بولی جاتی ہو۔ مگر لکھنے کا علم ایجاد نہ ہوا ہو اور یہ امر قرین قیاس نہیں بلکہ یقینی ہے کہ پہلے زبان بولی جاتی ہے اور پھر لکھنے کا علم ایجاد ہوتا ہے یہ ہمیں بلا دلیل ماننا پڑے گا کہ جس طرح دنیا میں ہزاروں قومیں ناپید ہو گئیں اسی طرح ہزاروں زبانیں پیدا ہوئیں۔ اور صفحۂ ہستی سے نسیاً منسیا کر دی گئیں۔ موجودہ علم الاقوام سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ گم شدہ قوموں کی تعداد بہت ہے اور ایسی گم شدہ قومیں جن کی ہستی کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر نہیں رہا۔ یہ لازمۂ قوانین قدرت ہے کہ زبان کی ترقی قوم کی ترقی پر بالکلیہ منحصر ہے اسوقت انگریزی قوم ترقی کر رہی ہے انگریزی کا بہ نسبت اور یورپ کی زبانوں کے زیادہ رواج ہے۔ جب ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت تھی تو فارسی کا اس قدر رواج ہوا تھا کہ اہل ہنود نے اپنا قومی علم ادب فارسی کو بنا لیا تھا مگر مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت جاتے ہی فارسی کی اتنی کساد بازاری ہوئی کہ وہ مدارس سرکاری میں لازمی مضمون کی حیثیت سے بھی گر گئی۔ ہندوؤں کا اُس کو باقاعدہ پڑھنا تو کجا۔ ہندو تو ہندو کونسی فارسی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اندلس میں جب مسلمانوں کی سلطنت تھی تو عیسائیوں نے عربی کو اپنا قومی علم ادب بنا لیا تھا۔ یہاں تک کہ پادری یو یو حیس اُن خطوں میں جو اُس نے اپنے دوستوں کے نام

لکھے ہیں یہ شکایت کرتا ہے کہ عیسائی اپنی زبان اس قدر بھولے ہیں کہ انہیں اپنی مادری زبان میں معمولی خط بھی نہیں آتا۔ ہاں عربی کتابوں سے اُن کے کتب خانے بھرے ہوئے ہیں وہ قرآن کو مسلمانوں کی طرح سمجھتے ہیں اور اس وقت صدہا بلکہ ہزارہا عیسائی اندلس ہی میں موجود ہیں۔ جو عربی میں اعلےٰ درجہ کے نثار اور شاعر ہیں۔ اب جا کے اندلس میں دیکھئے کہ عربی کا کوئی نام بھی نہیں جانتا اور سوائے شاہی کتب خانہ کے شاید ہی کہیں عربی کا لکھا ہوا ایک ورق بھی ملے۔ یہ کیوں ہوگیا صرف قوم کی بربادی اور خرابی سے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جتنی قومیں مٹ گئی ہیں ضرور اُن کی زبان اور اُن کا علم ادب بھی اُن کے ساتھ مٹا ہے اور جس کا علم الاقوام کے ذریعہ سے ہمیں کوئی کھوج نہیں مل سکتا ؛

ہندوستان ہی میں دیکھ لو ایک وہ زمانہ تھا کہ سنسکرت بولی جاتی تھی اور بولی بھی ایسی جاتی تھی کہ نظم میں باتیں ہوتی تھیں یا اب صرف اُس زبان کا سایہ ہی سایہ رہگیا ہے اگرچہ قوم آریا کے بال بچے موجود ہیں۔ مگر اپنی مادری زبان کو انہوں نے ایسا بھلایا کہ گویا اُن کے آبا و اجداد کوئی زبان بولتے ہی نہ تھے۔ جتنی کوششیں سنسکرت کے زندہ کرنے میں کی جا رہی ہیں یہ اخیر انگریزی کے روکے آگے نقش بر آب ثابت ہوں گی۔ کیونکہ سنسکرت یا عربی یا فارسی پڑھ کے کوئی شخص اپنی معاشرت اعلےٰ درجہ کی نہیں پیدا کر سکتا۔ ایسے افراد کا شمار ہمیشہ انگلیوں پہ رہا ہے۔ جنہیں اپنی قومی زبان کے ساتھ غیر زبانوں میں بھی ملکہ ہوا اور وہ اس میں بے تکلف خط کتابت یا بات چیت کر سکیں۔

غرض یہ ہے کہ جب اس زمانہ کی زبان کا پتہ نہیں چلتا جو ابتدائے آفرینش دنیا سے ہزاروں برس کے بعد پیدا ہوائیں تو پھر اُس سے پہلے کی زبانوں کا پتہ کیا چل سکتا ہے۔ وہ طرز عمل جو ہم نے حضرت آدم کی زبان جاننے کا اوپر لکھا ہے اس کے نتیجہ کا منتظر رہنا چاہیئے اور پھر دیکھنا چاہیئے کہ آیا ہمارے حسب دلخواہ اُن بچوں نے کوئی زبان پیدا کی یا نہیں۔ یہ کام حقیقت میں بہت کٹھن ہے خدا کرے کوشش کرنے والا ایک حد تک تو کامیاب ہو ؛

مشرق و مغرب

ابتدائے آفرینش سے اب تک مشرق نے مغرب پہ حکومت کی ہے۔ اس سرزمین خدائے رب العرش نے عجیب جوہر مضمر کیئے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے واقعے یہیں حادث ہوئے اور یہیں ہر نامور چیز کا

ظہور ہوا۔ پیغمبر اسی سرزمین میں ہوئے قدرت کے عجیب و غریب ظہورات نے یہیں جلوہ کیا۔ شہنشاہان قہار اسی سرزمین میں اُٹھے اور ان کی فتوحات کی لین ڈوری تمام دنیا میں پھیل گئی۔ خونریزیاں بھی سب سے زیادہ یہیں ہوئیں۔ اور تہذیب و حکمت بھی سب سے زیادہ یہیں پھیلی۔ کسی زمانہ میں یونان نے علم و حکمت میں عروج پیدا کیا تھا مگر وہ بھی مشرق ہی کا صدقہ تھا مصر سے سب بڑے بڑے حکما تعلیم پا پا کے جاتے تھے۔ اور یونانیوں کو تعلیم حکمت دیتے تھے۔ روح القدس کا دور دورا بھی اسی سرزمین مشرق میں زیادہ تر رہا۔ غرض جو بظاہر ناممکن الوقوع پائے جاتے ہیں۔ مثلاً۔ حضرت مسیح کا بے باپ کے پیدا ہونا وغیرہ وہ سب اسی خاک میں ظہور پذیر ہوئے۔ خدا کی آوازیں اسی سرزمین مشرق سے گونجیں اور خونریز تلوار کے ساتھ فتح کا پھریرا یہیں سے اُٹھا اور مغرب کی زمین میں لہرایا۔ روحانیات کے چشمے یہیں سے اُبلے اور اُنہوں نے تمام زمین کو سیراب کر دیا۔ قدرت کے وہ راز سربستہ جو کبھی نہ کھلے تھے وہ اسی مقدس سرزمین میں ظاہر ہوئے اور ساری دنیا نے اُن سے خبرت حاصل کی۔ ہندوستان کی حکمت کوئی نہیں بھولا ہے۔ مصر کے علم و فن اب تک تعلیم یافتہ قوموں میں پرستش کئے جاتے ہیں۔ عرب کے علم و ہنر نے تو یورپ کو پیدا کر دیا ہے۔ غرض ہر پہلو اور ہر صورت سے مغرب مشرق کا کنوڈا رہا ہے بنی اسرائیلیوں کی پرشوکت سلطنت کا اور اُن کا عہد طلائی اسی مقدس سرزمین پر ہوا اور یہیں نیست و نابود ہوگیا۔ حضرت مسیح مریم کے بیٹے کی آسمانی بادشاہت کا ریلا یہیں سے اُٹھا اور اُس نے تمام مغرب کو اپنا محاط بنا لیا۔ حضرت خاتم النبیین نبی برحق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی توحید کی مبارک صدائیں یہیں سے اُٹھیں اور تمام دنیا کو اُنہوں نے ہلا دیا۔ بڑے بڑے فاتح شہنشاہ اسی مقدس سرزمین کی آب و ہوا سے بنے ہوئے تھے۔ نمرود۔ سیرس۔ حضرت فاروق اعظم۔ عبدالرحمان۔ تیمور۔ محمود۔ یہیں پیدا ہوئے اور تمام روئے زمین کو اُنہوں نے کنگال کر ڈالا۔ مغرب کو اگر سکندر اور نپولین بوناپارٹ پر فخر ہے تو یہاں ان جیسے سینکڑوں بلکہ ہزاروں پیدا ہوگئے جن میں اکثر کے نام بھی نہیں معلوم ۔

حضرت آدمؑ بھی بہشت سے جب نکالے گئے ہیں تو اسی سرزمین پر بھیجے گئے تھے۔ صدہا گم شدہ قوموں کے کھوج یہیں سے ملتے ہیں۔ مشرق کے ذرہ ذرہ میں جہاں حکومت اور شوکت کے جوہر پائے جاتے ہیں وہاں حکمت کا مادہ بھی ہر جگہ موجود ہے۔ شہنشاہ تو شہنشاہ یہاں کے فقرا میں سلطانی جبروت اور شہنشاہی جلال نے ہمیشہ جلوہ کیا ہے اور یہ اولوالعزمانہ صدائیں (مصرع) من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم ۔ اسی مقدس زمین کے فقرا سے بلند ہوئی ہیں وہ نادر الوجود واقعی وہ عجیب حیرت انگیز سانحے وہ ششدر کرنے والے

حادثے وہ عبرت انگیز حالات جنہوں نے اب تک دنیا کو سکتہ میں ڈال رکھا ہے اسی مقدس سرزمین میں ظاہر ہوئے ۔ یہیں ایسے باغ لگائے گئے جن کی زمین گنگا جمنی کی اور درخت جواہرات کے تھے اور ایسے باغ بنی فاطمہ کی سلطنت میں بکثرت پائے جاتے تھے ۔ اندلس (مغرب میں) اسی مشرق آب ہوا ۔ تہذیب ۔ علوم فنون کا اثر پڑا تھا ۔ جو یوروپ کی ناک بن گیا تھا اور مسلمانوں کی یونیورسٹیوں (دارالعلوم) میں مغرب کے بڑے بڑے پیشوا اور رہنما یعنے پوپ گرجے گورے وغیرہ تعلیم پانے آیا کرتے تھے پہلے اندلس کیا تھا اور مشرقی مسلمانوں نے کیا کر دیا ۔ ڈاکٹر موسیو لی بان مصنف تمدن عرب جب اندلس گیا ہے اور اُس نے بیت الحمرا کو دیکھا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان سے یہ اشعار فرانسیسی بے ساختہ نکل گئے تھے جن کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے +

کیا جنات نے آراستہ جس قصر شاہی کو
بنایا جس کو گھر ہر رنگ کی نغمہ سرائی کا

نظر آتا ہے عالم خواب کا سارا پریشانی
وہ الحمرا ہے الحمرا نہیں جس کا کہیں ہمتا

ہزار افسوس تیری بیکسی اور زار حالت پر
کہ تو اب منہدم ہوتا چلا ہے جس کا در و دا

ترے وہ قبے اور کنگورے دار آہکی ٹوپ محرابیں
جو اب گرتی چلی ہیں ہے سماں جن میں تنزل کا

جہاں کانوں میں جادو کی صدائیں شکوہ آتی ہیں
جہاں شاہد ہے تیری عظمت و شوکت کا ہر ذرہ

جہاں چاند اپنی نورانی شعاعوں سے بصد خوبی
تیری دیوار و در کو عمدگی سے آپ ہے دہوتا

سماں وہ بھی ہے تیرا دیکھنے کے لایق قابل
نہیں تحریر میں جس کا بیان لطف آ سکتا

مغرب نے خواہ کچھ ہی ترقی کیوں نہ کر لی اور مغرب ایک دن تمام دنیا پر کیوں نہ حکومت کر لے ڈاکٹر موسیو لی بان نے ایک مجمل مگر پر از معنے فقرہ لکھا ہے جس کی شرح بہت طول طویل ہو سکتی ہے جو ہمارے ناظرین اختیار کریں گے ۔ وہ لکھتا ہے "یوروپ کا فرض ہے کہ اسلام کی حقیقی باتوں کی تحقیق کرے اور اسلام سے بہت جلد اپنے تعلقات کو بڑھائے کیونکہ وہ دن قریب آنے والا ہے کہ یوروپ کی بد قسمت اسلام سے وابستہ ہو جائے گی ۔ بہرحال جو کچھ ہوگا وہ تو ہوگا دیکھنا صرف یہ ہے کہ قدرت کی ایسی پیاری سرزمین کیوں دن بدن نیچا دیکھتی جاتی ہے اور اس پر کیوں مغرب کا دن بدن تسلط ہوتا جاتا ہے قدرت کا یہ ایک راز ہے جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا کوئی بھی نہیں حکم لگا سکتا کہ آیندہ مغرب کی یہی چیرہ دستی رہیگی

اور اس کے یہی دم خم باقی رہیں گے اور اگر فرض کرو کہ ایک دن مشرقی قومیں اپنی میراث کھو بھی بیٹھیں۔ فرض کرو کہ مغرب نے ایک دن مشرق کو جیت بھی کر دیا پھر بھی کیا ہوگا ایک نہ ایک مشرقی شخص کی حکومت رہے گی۔ یعنی اگر عیسویت نے غلبہ پالیا تو حضرت مسیح بحیثیت ایک مشرقی شخص ہونے کے حکومت کریں گے اور اگر اسلام کو فتح ہوئی تو ہمارے معصوم نبی کی حکومت کا ڈنکا بجے گا غرض رہے گا مشرق ہی حاکم۔ یہ پیشین گوئی کرنا سردست محال ہے کہ ان دو عظیم الشان مذہبوں میں کسی کو غلبہ رہے گا۔ مگر اُن دو اولوالعزم نبیوں نے اپنے لئے جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ تو یہ ہے حضرت مسیح فرماتے ہیں میں صرف دنیا میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو رستہ بتانے آیا ہوں اس کے مقابلہ میں نبی عربی کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ تو رحمۃ للعالمین ہے۔ ان دونوں قولوں میں آسانی سے ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے۔ مشرق کی مٹی اب بھی مردم خیز ہے اور اب بھی یہاں سے بڑے بڑے علما اور اولوالعزم شہنشاہوں کا ظہور ہوتا ہے علما کا تو نام گننا فضول ہے۔ ہاں شہنشاہوں میں اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان غازی ہیں جو مردہ سلطنت عثمانیہ کے زندہ کرنے والے ہیں۔ میں صرف ریویو آف ریویوز لندن کی اس تصویر کا حوالہ دیتا ہوں جو اُس نے اعلیحضرت اور سلطان یوروپ کی بنائی ہے۔ اور سلطان بانسلی بجا رہے ہیں اور کل سلاطین یوروپ دست بستہ کھڑے سن رہے ہیں اگر وہ جھکتے ہیں تو سب جھک جاتے ہیں۔ جس طرف مڑتے ہیں سب مڑ جاتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں تو سب بیٹھ جاتے ہیں۔ غرض اُن کی ڈوری سلطان المعظم کے ہاتھ میں ہے اس تصویر سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح یوروپ کو نچا رکھا ہے پھر افغانی سرزمین میں امیر عبدالرحمن خان ہیں جنہوں نے کہیں تعلیم نہیں پائی نہ اُن کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری ہے تاہم جو کچھ کیا ہے اُسے سوائے کرامت کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ پھر بحر الکاہل کے اُن ٹاپوؤں پر نظر کرنی چاہئے جنہیں جاپان کہتے ہیں اور جنہوں نے یوروپ کو نیچا دکھا رکھا ہے۔ پچاس برس میں مشرق سے تو شاید یوروپ کی تجارت بالکل نہیں تو بڑے حصہ تک مٹ جائے گی اور جاپانی اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا لیں گے ؎

اے مقدس سرزمین مشرقی تجھ میں اب تک نبیوں کے معجزوں اور ولیوں کی کرامتوں کا اثر ہے وہ زمین کیسی مبارک ہے جہاں ہزارہا انبیا پیدا ہوئے۔ ہندوستان جنت نشان بھی انبیا سے خالی نہیں۔ یقینی یہاں ہزارہا نبی ہوئے۔ اگرچہ اُن کی تعلیم امتداد زمانہ سے کیوں نہ بدل گئی ہو۔ ہندو جن بزرگوں کے مقدس ناموں کی پرستش کرتے ہیں ہمیں تو اُن کے انبیاء ہونے میں شک نہیں ہے جبکہ قرآن مجید خود اس کی شہادت دیتا ہے کہ ہم نے ہر گروہ میں ایک بشیر اور نذیر بھیجا۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مغرب میں بھی انبیا مبعوث

ہوئے ہوں گے مگر نہیں مغرب کو چونکہ ہمیشہ کے لئے کنوڈار رکھنا تھا اس لئے انہیں مشرقی انبیا کے ذریعہ سے تعلیم دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سب کے سب مسیحی ہیں۔ اگرچہ اب اُن میں دہریت بڑھتا جاتا ہے لیکن ان کا رجحان عیسائیت کی طرف ثابت ہوتا ہے قصہ مختصر یہ کہ مشرق ہی کو مغرب پر ہمیشہ فضیلت رہی اور قیامت تک رہے گی۔ موجودہ ترقی خواہ بڑھتی چلی جائے اور ایک دن سارے مشرق کو ہضم کر جائے پھر بھی مغرب مشرق کی حلقہ بگوشی سے نہیں نکل سکتا۔ کچھ عجیب ساعت سے مشرق کی بنیاد پڑی ہے۔ ہندوستان اُس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے مگر جو بات سحر انگیز اس خطہ میں پائی جائے گی وہ معمولی نظروں سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ یورپ کی آب ہوا بھی یہیں ہے اور افریقیہ کی گرمی بھی یہیں موجود ہے جس شخص نے دنیا کا سفر کیا ہے وہ جان سکتا ہے کہ دنیا کے دور دراز حصہ کی آب ہوا کسی نہ کسی شہر میں موجود ہے۔ جب یہ کیفیت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مشرق دل سے قدرت کو پیارا ہے اس لئے امید نہیں ہو سکتی کہ مشرق ہمیشہ مغلوب رہے گا ٭

موجودہ زمانہ کے مولویون کا کچا چٹھا

دہلی بدنصیب دہلی

دہلی کی بنیاد عجیب گھڑی سے رکھی گئی ہے کہ آسمانی آفتیں نازل ہونے سے پہلے دہلی دہلی کہہ کے پکارتی ہیں اور جب تک یہاں کا دورہ نہیں لگا لیتیں دوسری طرف کا رُخ کرنا حرام ہے دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا شہر ہے جو متعدد دبار لوٹا گیا برباد کیا گیا۔ اس کے لاڈلے بچے شاہراہوں میں نہایت بے رحمی سے ذبح ہوتے۔ جلاوطن کیئے گئے غرض وقتاً فوقتاً تمام قدرتی آفتیں جو ممکن ہو سکتی ہیں سب اسی شہر پر نازل ہوئیں اور ایک ہی بار نہیں بلکہ متعدد دبار ٭

ہندو مسلمانوں کی لڑائیاں اور خونریزیاں تو خیر ایک طرف اُس کا تو کچھ ذکر نہیں۔ مگر مسلمانوں کی حکومت کے ہونے کے بعد بھی مسلمانوں ہی نے اسے تاخت و تاراج کیا اور اس کے گلی کوچوں میں خون کا گہرا گہرا چھڑکاؤ ہوا۔ ہمارے اُن مقدس پیشوایان دین نے جو تیمور لنگ کے دربار میں حاضر رہتے تھے فتویٰ دیدیا تھا کہ دہلی کو برباد کر دیا جائے۔ یہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں رہ سکتی علماء کے فتوے سے تیمور حملہ آور ہوا۔ بڑی بھاری خونریزی ہوئی اور یہ خوبصورت شہر برباد کر دیا گیا۔ جن علمانے فتویٰ دیا تھا وہ بھی تیمور کے ہمراہ تھے اور اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ عبد الرشید ابن قطب الدین الہردی۔ محمد بن ظاہر البخاری الماوراءالنہری۔ عبد العزیز بن قطب الدین الہروی۔ علی بن عبد الکریم اصفہانی۔ شیخی بن جنید الکوفی۔ ابوبکر بن ابی القاسم البغدادی۔ عبد الجبار بن یوسف البخار۔ یوسف بن محمد السمرقندی۔ احمد الہروی۔ مظفر بن منصور البلخی۔ نظام الدین بن تاج الہردی۔ خوش ہوئے جب دیکھا کہ دہلی میں خون کی نہریں بہنے لگیں اور معصوم بچے اور بے گناہ عورتیں وحشی سپاہیوں کی دودھاری تلواروں کے نذر ہوئے ٭

خیر وہ بھی زمانہ گذر گیا اور پھر شاہجہاں کی حکومت ہوئی کئی بار اس میں قتل و غارت کا بازار گرم ہوا۔ اب شاہجہان تشریف لائے اور اُنہوں نے جمنا کے کنارے پر دہلی کی بنیاد ڈالی مگر واہ رے قسمت اس بنیاد کی بھی وہ خون آلود گھڑی تھی جو قدیم دہلی کو نصیب ہوئی تھی۔ شاہجہان کو یہاں رہنا نصیب نہ ہوا آگرہ کے قلعہ میں بیچارہ نے وفات پائی۔ ہاں عالمگیر نے کچھ دن دہلی میں حکومت کی مگر اُن کے بیٹے بہادر شاہ نے لاہور کو اپنا پائے تخت بنایا۔ بہادر شاہ کے بعد پھر دہلی میں کچھ رونق ہونے لگی مگر قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔

اور بہت سے شہزادے اپنی خوابگاہ میں ذبح کردئے گئے۔ سیدوں کی لڑائیاں اور بار بار دہلی کا تہلکہ میں پڑنا ایک عجیب ہولناک نظارہ ہے جس کی شہادت دہلی کے ذرہ ذرہ سے ملتی ہے یہ آفتناک دور بھی گذر گیا اب محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ آیا۔ اُنہوں نے کچھ دن لہر بہر کردی اور دہلی کو از سر نو رونق ہوگئی گو سلطنت کی بنیادیں کیوں نہ منہدم ہو چکی تھیں شب و روز محمد شاہ کی زبان پر یہ رہتا تھا ؂

بیا ساقی ے باقی کہ در جنت نخواہی یافت ٭ حصار شاہ جہان آباد قرب آب جمنارا ٭

اس راحت و آسایش کو کچھ دن گذرے تھے کہ حضرت نادر آدھمکے اور اُنہوں نے اپنی تلوار سے چوٹی کا لہو ناکوں کے راستے نکلوا دیا۔ بقر عید کا دن تھا جب مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی قربانیاں ہو رہی تھیں کوئی شہزادہ اور کوئی گلی ایسی نہ تھی جہاں خون ہی خون نظر نہ آتا ہو۔ اخیر یہ بھی سب کچھ ہو چکا پھر یہ کمبخت شہر آباد ہوا۔ چہل پہل ہوگئی۔ جینیان جہاں کے جھنڈے جھنڈ ادہر اُدہر نظر آنے لگے۔ استغنا کی کسی قدر حکومت ہوگئی اور ایسی آبادی ہوئی گویا دہلی پر کبھی آفت ہی نہیں آئی تھی کہ مرہٹے آدھمکے اور اُنہوں نے نہ صرف اہل شہر کو قتل کیا بلکہ حرم سرائے شہنشاہی کی بھی توہین کی۔ لال قلعہ کو اس قدر لوٹا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے یہ بھی زمانہ گذر گیا اب شاہ عالم پنشن خوار مرہٹوں کے ہو گئے ابھی پورے امن اور تسکین کی صورت نظر نہ آئی تھی کہ ضابطہ خان کے لڑکے غلام قادر نے قلعہ پر حملہ کیا اُسے تسخیر کیا بے گناہ بوڑھے شاہ عالم کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور سخت سنگدلی سے آنکھیں نکال لیں بیگموں کی بھی بری گت بنائی کپڑے تک چھین لئے اور پان کھانے کی ایک پٹاری تک نہ چھوڑی۔ یہ زمانہ بھی گذر گیا اور خدا خدا کرکے سنہ ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے دہلی کو فتح کر کے مسلمانوں کو مرہٹوں کے ظلم و ستم سے نجات دی اور کچھ دن تک سکون سا نظر آنے لگا پھر وہی لہر بہر ہونے لگی۔ اہل کمال بھی جمع ہو گئے اور دہلی ایسی آباد ہوگئی گویا اس پر کبھی کوئی آفت نازل نہ ہوئی تھی۔ اس امن و امان کو کچھ بڑا زمانہ نہ گذرا تھا کہ سنہ ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا اور اس نے پھر نئے سرے سے دہلی میں جھاڑو پھیر دی۔ غدر کا زمانہ بھی دور ہو گیا اور نئے سرے سے خالی مکان اور کوچے آباد ہونے لگے اور اخیر انگریزی دربار نے جو سنہ ۱۹۱۱ء میں منعقد ہوا تھا دہلی کا احترام تمام ہندوستان کے شہروں پر ثابت کر دیا اور بتا دیا کہ شہنشاہی دہلی موزوں تھی جہاں ملکہ معظمہ قیصر ہند کے خطاب اختیار کرنے کا اعلان دیں اسی دن سے تجارت کی گرم بازاری کی دھوم دھام ہونے لگی اور شہر کی سر سبزی اور دولتمندی دن بدن بڑھنے لگی۔ جب اس کی حالت پوری سنبھل گئی اور اب انگریزی راج میں اسے کبھی کا بھی کھٹکا نہیں رہا تو اب ہر طرح سے امید ہو سکتی

تھی کہ اب اُس کی آفت اور نکبت کے دن گئے اور جیسے کہ عام مثل ہے برس کے بعد تو ضرور ہی پھریں گے مگر یہ
ساری اُمیدیں مایوسی سے بدل گئیں اور معلوم ہوگیا کہ روزازل سے اس کی بنیاد خونریزی - بربادی - نااتفاقی پر
رکھی گئی ہے پھر اس کا پھلنا پھولنا محالات سے ہے +

جب مسلمانوں کو کچھ ہوش آیا اور وہ غدر ۱۸۵۷ء کے بربادکن زمانہ سے بچے اور اب اُن کی جیب میں دو
چار پیسے ہوئے تو اُن میں بدقسمتی سے وہ مذہبی آگ بھڑکی جو مدت سے دبی ہوئی تھی دو گروہ ہو گئے - ایک مقلد
بنا اور دوسرا اہل حدیث - سرپھٹول ہونی شروع ہوئی - پہلے تو یہ جھگڑا اور اور فساد عوام الناس تک محدود رہا
مگر بعد ازاں رئیس بھی اس میں حصہ لینے لگے اور ہوتے ہوتے یہاں تک طول کھنچا کہ عدالتوں تک مقدمہ بازی
شروع ہوئی - جھگڑا کچھ بڑا نہ تھا اور کسی بہت بڑے اسلامی اصول پر نہ تھا - صرف اگر تھا تو رفع یدین اور آمین
بالجہر پر تھا - ایک فریق اُس کے کرنے اور کہنے پر مصر ہوتا تھا اور دوسرا فریق مانع - آگ بھڑکتے بھڑکتے یہاں تک
نوبت پہنچی کہ دو فریق ہوگئے اور ایک دوسرے کو غیر مومن سمجھنے لگے - کئی سال تک یہ آفت برپا رہی تو آخیر اُس کی
بھی عمر پوری ہوگئی یعنے دونوں فریق کے سرگروہ طعمۂ اجل ہوگئے - کچھ دن تک چین چان امن وامان ہوگئی اور
باہمی اتفاق کی صورت بھی نکلنے لگی - چند پنجابی طلبا اسی اثنا میں آکودے اور کچھ دن مسجد کی روٹیاں کھاکے اُنہوں
نے پیر پُرزے نکالے اور چاہا کہ اہل دلی کو اُن کی دینی خدمات کا پورا صلہ دیا جائے - اُنہوں نے باہم یہ مشورہ
کیا کہ جب تک مسلمانوں میں نااتفاقی نہ ڈلوائی جائے گی اپنے گھرے ہونے ممکن نہیں - اُنہوں نے باہم مشورہ کرکے
نئے نئے مسائل فقہ اور حدیث کی کتابوں سے چھانٹے اور اب دہلی کو آنکھیں پھاڑکے دیکھنے لگے کہ اپنا شکار
مسلمانوں کے کس فرقہ کو بنائیں - ہندوستانی مسلمانوں کی طرف جو اُنہوں نے نظر اُٹھائی تو اُنہیں ہوکا پایا اور
متردد ہوئے کہ ان سے کچھ بھی نہیں ہاتھ لگ سکتا - مگر جب اُنہوں نے مسلمانوں کی پنجابی قوم کو دیکھا تو اُن کے
مُنہ میں پانی بھر آیا اور آخیر اُنہوں نے بسم اللہ کرکے اپنی کارروائی شروع کی - پنجابیوں کی قوم میں دونوں صفتیں موجود
تھیں جو اُن طلبا کی مطلب کی تھیں - یعنی معصومیت اور دولت - کچھ دن تک مسجدوں میں خاموشی سے زندگی
بسر کی اور پھر آہستہ آہستہ اختلاف مسائل کا وعظ کہنا شروع کیا - جب دیکھا کہ اس اختلاف کو سہار گئے
تو آگے قدم اُٹھایا اور اب کچھ کچھ بُرا کہنے لگے - چند طلبا اُدھر گئے - اُنہوں نے تردید کی - غرض ہوتے ہوتے یہاں
تک نوبت پہنچی کہ دو فریق ہوگئے اور پھر مقلدی اور غیر مقلدی کا بربادکن مسئلہ نکلا - پہلے تو صرف زبانی جمع خرچ
رہا اور پھر ہاتھا پائی پر نوبت پہنچی اور اس کا نتیجہ عدالت بازی ہوئی - ناظرین کو سن کے تعجب ہوگا کہ ایک

ہی مقدمہ ۱۸۰۰۰ روپیہ فریقین کا اُٹھ گیا۔ سر ٹوٹے وہ الگ طرفین کے مولویوں نے اس دینی گرمجوشی پر طرفین کو مبارکباد دی اور ہر ایک نے یہ کہا کہ جنت کے دروازہ پر قبضہ کر لیا۔ اس جھگڑے میں ان طلبہ کے جنہیں پنجابیوں کی معصوم اور قابل رحم قوم لفظ مولوی کے نام سے پکارتی ہے خوب گھر سے ہو گئے۔ وہ طلباء جنہیں روٹیاں بھی مشکل سے کھانے کو ملتی تھیں۔ اُن کے پلے ہزاروں روپے ہو گئے۔ ایک معقول میدان کارزار جب گرم ہو چکا تھا۔ تو پھر نئے سرے سے بجھی ہوئی آگ کو کریدا گیا اور غیر ضروری اختلافی مسائل پھیلایا گیا۔ ایک مولوی اشتہار چھاپتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ فلاں زندیق ہے تیسرا کہتا ہے اُس کا مُنہ دیکھنا جائز نہیں ہے اب ان کل مولویوں کا ایک ایک گروہ ہے اور باہم لڑا لڑوا کے اپنا گھر بھر رہے ہیں۔ ایک غریب سے مولوی کے گھر میں جاکے دیکھو تو اس قدر سامان پاؤ گے کہ اچھے امیر کے ہاں نہیں نکلنے کا یہ لکھنا تو بالکل فضول ہے نہیں اس سے کچھ غرض ہے کہ فلاں ساربان زادہ ہے فلاں باورچی زادہ ہے۔ فلاں زرکوب ہے فلاں جلاہا ہے فلاں قصائی ہے فلاں سائیس ہے مگر ہاں اتنا ہم ضرور کہیں گے کہ جو کچھ کہ مولوی کر رہے ہیں شریف آدمی کبھی نہ کرتا۔ جس مولوی کو دیکھو چار چار بیبیاں رکھتا ہے جس کے دسترخوان پر دیکھو وہ وہ لطیف کھانے پاؤ گے کہ اچھے امیر کو نصیب نہیں۔ عورتیں سونے میں لوٹ رہی ہیں ہزارہا روپیہ کا جڑاؤ گہنا سر سے پاؤں تک پہنے ہوئی ہیں۔ ایک لوٹ ہے کہ مولوی لوٹ رہے ہیں اور کوئی بھی نہیں پوچھتا ✦

معصوم پنجابیوں کو خوش کرنے کے لئے وعظ میں وہ وہ روائتیں بیان ہوئی ہیں کہ کبھی شیطان نے بھی نہ سُنی ہوں گی کیونکہ اس کی عمر بڑی ہے اور وہ حضرت آدم سے کئی ہزار برس پہلے سے زندہ ہے کوئی عرش کے پاؤں کی دوری ناپتا ہے اور کوئی قریش کی اصل ایک پرند جانور سے بتاتا ہے کوئی کہتا ہے کہ قیامت کے دن حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ ہوں گے اور کوئی کہتا ہے رسول اللہ مثل ہمارے تھے۔ (معاذ اللہ) کوئی کہتا ہے محمد رسول اللہ کہنا کفر ہے (عیاذ باللہ) ✦

بعض اُن فرضی مولویوں میں زیادہ چالاک تھے وہ اپنی پادشاہت پوری جانے کے لئے علیحدہ نماز پڑھنے لگے اور ساتھ ہی دلچسپی اور محض اپنی طبیعت خوش کرنے کے لئے انہوں نے اپنے مقلدوں کو مجبور کیا کہ اپنی جورو اور بہو بیٹی کو بھی ساتھ لائیں۔ ایک آفت برپا ہے اور ایک قہر الٰہی معصوم پنجابیوں کی جانوں پر ٹوٹ رہا ہے مقدمہ بازی ہو رہی ہے اور خوب چھینا جھپٹی روپیہ خرچ ہو رہا ہے نا اتفاقی نے یہاں تک

زور پکڑا ہو کہ سگا بھائی سگے بھائی کے خون کا پیاسا ہو گیا +

ایک وہ اسلام تھا کہ جس نے جہان کے وحشیوں کو بھائی بنا دیا تھا ایک یہ اسلام ہے جو سگے بھائیوں میں قتل عام کرائے دیتا ہے یہ ہے دہلی کی غمناک حالت جس کا مختصر خاکہ ہم نے اوتارا ہے بھیڑوں میں بھیڑیے آ گئے ہیں۔ دیکھئے کسی بھیڑ کو سلامت چھوڑ کے بھی جاتے ہیں یا سب کو چیر کے یہاں سے رخصت ہوتے ہیں

سے رحم کردن بر ضعیفان حق خود کردن است ۔ وائے بر شیرے کہ آتش بر یتیمان افگند +

اے مولویو! رحم اور ترس بھی کوئی چیز ہے للہ مظلوم دہلی پر عنایت کرو اور اس بدنصیب کا پیچھا چھوڑ دو یہ تو مانا کہ تمہارا اسلام محض بناوٹ اور دھوکے کی ٹٹی ہے مگر تم ہو تو انسان ہی کی صورت کچھ تو رحم بھی ہونا چاہئے۔ ہائے تمہاری سنگدلی حد سے زیادہ گذر چکی۔ اے فرعونیو ایک دن تمہیں خدائے قہار کے دربار میں جانا ہوگا۔ خود چاہو جو کچھ کرو مگر مظلوم مسلمانوں کو کیوں برباد کئے دیتے ہو +

آہ اے واجب الاحترام اسلام آہ تیرے روشن مسایل کی ان نفس پرستوں کے ہاتھ کیسی گت بن رہی ہے آہ اے روشن اسلام آہ۔ تجھے یہ نالایق کس بیدی طرح بدنام کر رہے ہیں۔ آہ اے سرتاج ادیان عالم آہ۔ تو ان نااتفاقیوں اور جھگڑوں سے بالکل پاک ہے آہ اے دین خدا آہ +

تعمیرات مساجد اور موجودہ مولوی

مسلمانوں کی بدقسمتی اُن کی زندگی کے ہر پہلو پر برابر اثر ڈال رہی ہے اُن کی دنیاوی حالت جیسی قابل رحم ہے اسی طرح اُن کی دینی حالت نہایت افسوسناک ہے اور وہ دن قریب آنے والا ہے کہ موجودہ حالت سے بھی پست ہو کے وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ گھن ایسا لگ گیا ہے جو انہیں ایک دن خاک کر دے گا اور پھر بھی نہ معلوم ہوگا کہ مسلمان اس سرزمین میں آباد بھی تھے یا نہیں۔ وہ گھن ملانوں کا ہے جنہوں نے اُن کے اخلاق۔ عادات۔ معاملات اور طرز معاشرت کا ایسا ستیاناس کیا ہے کہ کہیں کے بھی نہ رہے۔ کاش مولویوں کا گروہ شریف خاندان سے ہوتا یا تعلیم یافتہ ہوتا تو ہرگز اُن کی یہ زبوں ترین حالت نہ ہوتی اور مثلاً ایسے علما موجود ہیں جو شریف بھی ہیں اور تعلیم یافتہ بھی ہیں اُن سے سوائے اصلاح اور نیک نتایج پیدا ہونے کے اور کچھ صادر نہیں ہوتا۔ آپ ایک ایسے شخص سے جس کی ساری عمر ورق کوٹتے کوٹتے گذر گئی ہو اور جس نے دو ایک صرف و نحو کی کتابیں پڑھ لی ہوں اور وہ پیشوا اے دین بن جائے کہاں تک

امید رکھ سکتے ہیں۔ آپ انصاف سے تو بتایئں کہ ایک سائیسی پیشہ شخص سے اگرچہ اُسے الٹی سیدھی کچھ عربی آگئی تو دین کی حمایت کی کیا توقع ہو سکتی ہے ایک باورچی ایک ساربان زادہ جو ایک نامہذب اور وحشی شہر حصہ میں کا رہنے والا ہے مسلمانوں کی کیا اصلاح کرسکتا ہے۔ ہندوستان کے ہر شہر میں اس کا رونا کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ لیکن دہلی میں تو ان ناپاک ملانوں نے مسلمانوں کو برباد کر دیا۔ خیال نہیں ہو سکتا کہ کبھی ایسے برباد کن وعظ اس دہلی شریف میں ہوئے ہوں گے جواب ہوتے ہیں۔ آپ امتحاناً ایک ملانے کو وعظ کے لئے بلائے۔ پہلے وہ چکائے گا کہ یہ رقم لیجائے گی۔ بعض کی فیس اس قدر مشہور ہے کہ دریافت کرنے اور قیل و قال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اب وہ چند اپنے مریدوں کو ساتھ لیکے آیا کل اسباب جہالت یعنی عمامہ۔ جبہ اور لمبا کرتہ وغیرہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور آتے ہی انجمن نے اپنے فریق مخالف پر تبرے بازی شروع کی اور اخیر وعظ یا مولود شریف کا وقت ختم ہوگیا اور سننے والے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے یہ ہے تہذیب موجودہ پیشوایان دین کی کہ وہ اپنے معتقدوں کو سکھاتے ہیں کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مسعود و محمود سے افضل مخالف پر تبرے بازی کرنا ہے +

ان ہی نالایق ملانوں کی وجہ سے تعمیرات مساجد کا تمام ہندوستان میں وہ زور ہے کہ العظمۃ للہ اگر کل ہندوستان میں ایک سال کے اخراجات تعمیر مساجد کا اوسط لگا یا جائے تو شاید ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ بڑھ جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان کے لئے ایک نئی مسجد کی تعمیر زیادہ ثواب کا کام قرار دیا گیا ہے۔ مگر جب مساجد اس کثرت سے موجود ہوں کہ نمازی نماز پڑھنے کو نہیں ملتے ہوں پھر تعجب ہے کہ نئی مسجدوں کی تعمیر میں کیوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ سن کے تعجب اور افسوس ہوگا کہ شہنشاہی جامع مسجد دہلی کی پائیں میں مسجدیں برابر بنتی چلی جاتی ہیں اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جمعہ کی نماز متعدد مساجد میں ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں نے جامع مسجد میں نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ خلفائے راشدین ان ملانوں کے خیال میں مسجدوں کی تعمیر کا ثواب نہیں سمجھتے تھے کہ اُن کا خیال باوجود حکومت اور دولت صرف چند مساجد تک محدود رہا اور سوائے فلاح اور بہبودی کے جو وہ مسلمانوں کے لئے کرسکتے تھے انہوں نے کوئی کسر نہیں کی حضرت مقبول رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مسجد بنائی حضرت ابوبکر صدیق نے مدینہ منورہ میں کسی دوسری مسجد کی تعمیر نہیں کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے صرف بیت المقدس میں نو ایک مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی مگر مدینہ منورہ میں نئی مسجد بنانے کا انہیں کبھی خیال نہیں آیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی اس طرف خیال رجوع نہیں کیا کہ بے ضرورت نئی مساجد بنا کے مسلمانوں کا روپیہ برباد کرتے۔ عمرو بن العاص فاتح مصر نے صرف ایک ہی مسجد تعمیر کرلی کفرستان میں ضروری سمجھی اگر ہمارے یہ حقیقی اور واجب الاحترام پیشوایان دین چاہتے تو صدہا مساجد تعمیر کرا سکتے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ متعدد مساجد بنانے میں اسلام کی یکجہتی میں فرق آئیگا اور مسلمانوں کا روپیہ برباد ہوگا مگر موجودہ زمانہ میں ملانوں نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ جونہی ہم نے ایک مسجد کی تعمیر کی فوراً مولوی صاحب کی نگرانی میں ایک موتی کا محل بہشت میں بن کر تیار ہوگیا۔ مسلمان فاقہ کشی کریں۔ ان کے معصوم بچے برباد ہوں۔ معصوم بن بیاہی لڑکیاں بے نکاح بیٹھی رہیں رانڈیں مصیبت میں گھل جائیں اُن کی طرف خیال کرنا سخت گناہ ہے۔ وعظوں میں علانیہ بیان ہوتا ہے کہ جس نے ایکبار بھی ہمارا وعظ سن لیا دوزخ کی آگ ہمیشہ تک اُس پر حرام ہوگئی اور جس نے بیعت کرلی اُس کا تو یقینی جنت پر قبضہ ہوگیا +

جتنا روپیہ مساجد میں خرچ کیا جاتا ہے وہ سب دو تین برس تک محفوظ رکھ لیا جائے اور پھر اس کا ایک دینی دارالعلوم کھولا جائے اور مصر و روم سے علما تعلیم کے لیئے بلائے جائیں تو کیا بغداد کے دارالعلوم ہم ہندوستان میں نہیں قایم کرسکتے وہ مسلمان بچے جن کے والدین کم استطاعت ہیں ایسے دارالعلوم میں تعلیم پائیں پھر صنعت و حرفت سیکھیں پھر موجودہ علوم سے بہرہ ور ہوں پھر دیکھئے کہ مسلمان کس طرح ترقی نہیں کرتے اور یہ شکایت کیونکر بجا رہ سکتی ہے کہ مسلمان مفلس مسلمان نالایق مسلمان جاہل مسلمان روٹیوں کو محتاج مسلمان بداخلاق ہیں +

چند باحمیت مسلمانوں نے خدا اُن کی جانفشانیوں میں برکت دے۔ لاہور میں ایک انجمن اسلامیہ کھولی پھر مسلمانوں کی مدد سے اُسے ہائی سکول تک پہونچایا اور دینی تعلیم انگریزی کے ساتھ لازمی قرار دی اگر ایک ہی سال کی کھالیں جو بقرعید کو ہوتی ہیں اُنہیں جمع کرکے دیدیجائیں تو آج وہ کالج تو کالج دارالعلوم قایم کرسکتے ہیں۔ مکرمی عبدالقادر صاحب ایڈیٹر پنجاب آبزرور نے جو شہر بشہر کمیٹیاں قایم کرنے کی تجویز کی ہے جو ہمارے ۸۔ اگست کے پرچہ میں بصیغہ مراسلت شایع ہوچکی ہے اگرچہ مستحسن ہے مگر وقت زیادہ چاہتی ہے اگر وہ ہندوستان کی کل قربانی کی کھالوں کا انتظام کریں تو ایک نہیں دو سال میں بیڑا پار ہوجائے اور پھر اُنہیں چار چار آنے مسلمانوں سے وصول کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ ملانے مسلمانوں کو ایسا کرنے بھی دینگے یا نہیں؟ یہ سوال بہت مشکل ہے اور اس کا جواب بنا سر درست اس لیئے محال ہے کہ ملانوں کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنی ذات کے سوا ایک پیسہ کا بھی دوسرے مسلمان بھائی کا فائدہ ہونے دیں +

جو دردناک اور غمناک قصہ ہم سنانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسجدیں پہلے زمانہ میں خدا کا گھر کہی جاتی تھیں مگر اب وہ خدا کا گھر نہیں رہیں بلکہ مجتہدین کے نام پر اُن کی تعبیر کی جاتی ہے مسجد بننے نہیں پاتی کہ ایک پتھر پر کندہ کر کے یہ لگا دیا جاتا ہے کہ یہ حنفی مسجد ہے یہ شافعی ہے یہ مالکی ہے یہ حنبلی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ جو شخص حضرت امام شافعی کے اصول پر نماز پڑھتا ہو یعنے آمین بالجہر کرتا ہو یا رفع یدین کرتا ہو اُسکی مجال نہیں ہے کہ وہ حنفی مسجد میں دو رکعتیں بھی نماز کی پڑھ سکے اور اگر کوئی مسلمان بدقسمتی سے بھولا بھٹکا ناواقفیت میں وہاں چلا گیا پھر اُس کا خیر سے آنا مشکل ہے ہاں شاید جان سے تو نہ مار ڈالا جائے گا مگر ادھموا تو ضرور ہی کر دیا جائے گا۔ یہ ہے موجودہ اسلام جو ہمارے مولویوں نے قایم کیا ہے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ جامع مسجد پر اب بھی خانہ خدا کا اطلاق ہوتا ہے اور وہاں ہر فرقہ کا مسلمان اپنے امام کے اصول سے آزادی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اُس نیک نہاد شاہ جہان کی نیک نیتی کا سبب ہے کہ ان نالایق ملانوں نے اب تک اُس کے منشا بدلنے کی جرات نہ کی دوسری کرامت اُس مرحوم شہنشاہ کی یہ ظاہر ہوئی کہ جامع مسجد سے برباد کن اسلام ملا نے کان پکڑ پکڑ کے نکال دئے گئے اور اب کسی کی مجال نہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد ٹھیرے اور چند منٹ بھی وعظ کر سکے ❊

ہماری یہ کھلی کھلی باتیں اگرچہ ملانوں اور اُن کے مریدوں کو ناگوار گذریں گی مگر انصاف اور حق کوئی چیز ہے اگر وہ ہماری تحریر پر کچھ بھی توجہ کریں گے تو انہیں معلوم ہو گا کہ اُن کے افعال اسلام کے لیئے سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ ایک فاسق فاجر نالایق بدکردار دولت مند کی یہ ملا نے بے انتہا عزت کرتے ہیں مگر ایک غریب مسلمان کے سلام کا جواب دینا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ یہ ہے اخلاق محمدی جو ان ملانوں میں خون کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ آج کل مسجدوں کی ان ملانوں کے ہاتھوں کیا گت بن رہی ہے اسے ہم نہیں کھولتے اپنی آنکھیں کھولیئے اور آپ ہی لاچوں مریئے کا مصداق بنا ہے بس صرف دعا یہ ہے کہ نبی اِن سے بچے خدا اِن سے سمجھے ❊

ہم حلفاً کہتے ہیں کہ یہ ملا نے ہرگز ہمدرد اسلام نہیں ہیں یہ اسلام کے لیئے وبا کا حکم رکھتے ہیں اُنکی سنگدلی اور بیرحمی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور ان کی بدکرداری نے تو قول ہی ہار دیا ہے ایک نکاح کرتے ہیں اور دو ایک سال کے بعد نہایت بیدردی سے اسے گھر سے نکال دیتے ہیں پھر دوسرا نکاح کرتے ہیں اُس کے ساتھ بھی یہی کیفیت ہوتی ہے غرض عمر بھر تک یہی کارروائی جاری رہتی ہے اور کیوں نہ رہے جب اُن کی گلی کے کتے پلاؤ پر منہہ نہیں ڈالتے۔ ایک مولوی صاحب جو بہت بڑے مفتی مشہور ہیں اور بڑے مولود خوان اور واعظ بھی ہیں اور جن کے مرید موچی وغیرہ کثرت سے ہیں اپنی ماں کی ہاں ہاں سگی ماں کی چٹیا پکڑ کے باہر نکال لائے اور اس قدر

چھوٹے اُڑائے کہ تو بہ پھر یہی سلوک انہوں نے اپنی بہن کے ساتھ کیا وہ پٹتی ہوئی علانیہ سڑک پر بھاگی اور بمشکل ایک رئیس کے گھر میں جاکے پناہ لی۔ یہ ہیں ہمارے موجودہ پیشوایان دین جو علماے دہلی کے نام سے مشہور ہیں اور جو اپنے کو نائب رسول اللہ کہتے ہیں +

اور دردناک قصے سنئے ان ہی ملانوں نے جمع ہوکے ایک جدید فتویٰ کی ترتیب دی اور معاذ اللہ قرآن مجید سے ثابت کیا کہ حلق لگانا جایز ہے لاحول ولا قوۃ اب تو ان ملانوں کے پاجی ہونے میں کوئی کسر بھی باقی نہ رہی ہوگی۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو اب بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اور تف ہے ان ملانون پر کہ یہ اب بھی اپنے کو پیشوائے دین سمجھے جاتے ہیں +

سن لیں اور خوب غور سے گوش گذار کرلیں کہ ہم ایسے شخص کو جو مسلمان ہوا اور پیشوایان دین کی توہین کرے کافر سمجھتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ پیشوایان دین ہم کسے سمجھتے ہیں۔ ہم خلفاے دین۔ ایمہ مجتہدین کو اپنا سچا پیشوا جانتے ہیں۔ دہلی میں شاہ عبدالرحیم صاحب کا خاندان تھا جو حقیقت میں ہندوستان کے مسلمانوں کا پیشوا ہوگا۔ شاہ ولی اللہ صاحب۔ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ شاہ اسمٰعیل صاحب شہید جیسے آسمان اسلام کے روشن آفتاب ہندوستان میں کبھی پیدا ہی نہ ہوں گے۔ یہ مقدس اور پاک نفوس تھے جن پر مسلمان جتنا فخر کریں تھوڑا ہے اس کے مقابل میں کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم ایک سائیس زادہ کو یا باورچی زادہ کو یا نزر کوب کو اپنا پیشوا مان لیں۔ انہیں تو وہی پیشوا مانینگے جنہیں الف کے نام بے نہیں آتی اور وہ بچارے جانتے ہی نہیں کہ اسلام اور منشای اسلام کیا ہے

اے سانپوں اور سانپوں کے بچّوں تم پر افسوس ہو کہ تم اپنے پر از کفر وعظوں سے ایک غریب ناواقف مسلمانوں کو پھندہ میں لاتے ہو اور جب وہ تمہارے جال میں پھنس جاتا ہے تو اپنے سے زیادہ اُسے جہنم کا وارث بنا دیتے ہو۔ خدا کے لئے باز آؤ۔ تمہارے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ امت مرحومہ پر رحم کھاؤ مسلمانوں میں نا اتفاقی نہ ڈلواؤ۔ اُن میں مقدمہ بازی نہ کراؤ اور اُن کے گاڑھے پسینہ کی کمائی نہ برباد کرو۔ مسجدوں کو خانہ خدا رہنے دو۔ اور اُسے ایمہ مجتہدین کا گھر نہ بناؤ۔ جو کچھ تم کرچکے کرچکے۔ اب بھی در توبہ باز ہے +

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ + گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست + صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ماتم ماتم ماتم

لو آجاؤ سب آج مل مل کے روئیں — دلوں سے جدائی کدورت کو دھوئیں
طبیعت سے بغض اور کینہ کو کھوئیں — دلوں میں محبت کا تخم آ کے بوئیں
برس جائے خون آج چشمان تر سے — خبردار ہو قوم اپنے ضرر سے
کلیجے بیٹھیں سن کے زاری ہماری — لرز جائیں دل سن کے خواری ہماری
جو آجائے رونے کی باری ہماری — ہو آنکھوں کی رقت بھی جاری ہماری
بہادیں سمندر ڈبو دیں جہان کو — دکھا دیں کرشمے یہ پیر و جواں کو
دلوں میں ہو یاس اور حسرت کی شدت — طبیعت میں الفت کی برقی ہو حرکت
ہو آنکھوں پہ بالکل محیط ابر رقت — حمیت کے خوں کی ہو رگ رگ میں کثرت
حرارت سے الفت کی گرمائے عالم — محبت کے شعلے سے تپ جائے عالم

جب ہم مٹ رہے ہیں اور مٹائے جا رہے ہیں تو پھر کیوں نہ ماتم کریں۔ ہمارا ماتم لازمی ہے اور ہمارا رونا فطری ہے ہمیں رونا چاہئے کیونکہ وقت آگا ہے کہ پھر ہمیں رونے کی بھی فرصت نہیں ملنے کی ہم ہمیشہ سے دیکھ رہے ہیں جب دنیا میں کوئی قوم غارت ہونے لگتی ہے تو پہلے اُس کے پیشواؤں کی بگڑ جاتی ہے۔ اُن میں بے رحمی۔ بیدردی۔ ذاتی اغراض۔ دھوکا۔ فریب دہی۔ بیدینی کوٹ کوٹ کے بھرتی ہے اور پھر وہ بے بس قوم کو اُلٹی چھری سے ذبح کر کے دنیا سے مٹا دیتے ہیں۔ یہی کیفیت آج مسلمانوں اور اُن کے علما کی ہے (الا ماشاء اللہ) انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی مسلمانوں کو برباد کرنا شروع کر دیا ہے اور دن بدن دیکھا جاتا ہے اُن کی چھری تیز ہوئی جاتی ہے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے اگر اُن فسادوں کی فہرست لکھی جائے جو ان مولویوں نے کئے ہیں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے ہائی کورٹ اور چیف کیسی پریوی کونسل تک ان مولویوں نے مقدمے چلوائے مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ پر پانی پھیر دیا۔ پریوی کونسل لندن نے خود افسوس کیا ہے کہ آج وہ دن ہے کہ مسلمان غیر اسلام کے ہاتھ میں اپنے دینی مقدمات دیتے اور اُن کے فیصلہ پر خوش خوش ہیں۔ ڈوب مرنے کی جگہ ہے اے قوم مرحوم مر جانے کی جگہ ہے اے خیر الامم تو اپنے ہادی برحق کی کیسی مخالفت کر رہی ہے وہ معصوم اور عالم کی رحمت مقدس اور مطہر ذات اس لئے مبعوث ہوئی تھی کہ غیروں کو شیر و شکر بنائے اور اتحاد قایم کرے ہائے افسوس ہزار افسوس اُس کے منشائے عالی کے

خلاف کس طرح عمل کیا جاتا ہے اور موجودہ ملانے اسلام اور اہل اسلام کو کیا صدمہ پہونچا رہے ہیں - بھلا آمین اور رفع یدین کے بھی ایسے اہم مسایل تھے جنہوں نے صدہا مسلمانوں کے سر پھٹوائے اور لاکھوں روپیہ اس بیدردی سے خرچ کرادیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ہندوستان کے اکثر شہروں پر ملانوں کی بلا نازل ہوئی مگر گذر گئی وا اے برحال دہلی کہ یہاں اس آفت نے اپنے قدم جمائے ہیں دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور مسلمانوں کی تجارت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ❖

غدر کے بعد دہلی کے مسلمانوں کی جو گت بنی وہ خدا دشمن کو بھی نہ نصیب کرے - اب تک وہ نہیں سنبھلے ہیں اور اُن کی حالت سخت قابل رحم ہے - دہلی میں کم و بیش اسی ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے جن میں تئیس ۲۳ ہزار مسلمان ایسے ہیں جنہیں بمشکل ایک وقت کی روٹی ملتی ہے باقی ماندہ اتنے ہیں کہ وہ دونوں وقت بہزار دقت کھانا کھا لیتے ہیں - ہاں ان میں وہ گروہ دولتمند ہے جو پنجابی کے نام سے مشہور ہے اس گروہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ چھ ہزار تک ہو گی - یہ سب تجارت پیشہ اور خوشحال ہیں مگر ملانے چاہتے ہیں کہ اخیر انہیں بھی برباد کردیں - اور پھر یہ بھی ہندوستانیوں کی طرح محتاج ہیں - مشہور تھا کہ پنجابیوں میں بہت بڑا اتفاق ہے مگر خدا ان ملانوں کو غارت کرے کہ انہوں نے وہ جانی دشمنی ان میں ڈلوائی ہے کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو گیا -

عدالت میں نصف درجن سے زیادہ مقدمات دائر ہیں اور روزمرہ نئی شاخیں نکلتی چلی آتی ہیں - پیروی مقدمات میں دکانیں اوندھی پڑی رہتی ہیں اور برابر روپیہ اور وقت کا ستیاناس ہو رہا ہے - ملانے اب بھی باز نہیں آتے اور برابر انہیں اکسائے جاتے ہیں کہ جنت میں تمہیں اعلے درجہ کا محل ملے گا - اور اس وقت تم دشمنان دین سے لڑ رہے ہو - رسول مقبول تم سے بہت خوش ہوں گے یہ صحیح ہے اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ شادی بیاہ موقوف ہو گئے اور سگے ماجائے بھائیوں میں وہ سخت دشمنی ہو گئی ہے کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کا روادار نہیں ہے - کوئی غیر شخص آئے اور وہ پنجابیوں کے بڑے بڑے محلوں کشن گنج اور ہندو راؤ کے باڑے یا صدر میں جاکے دیکھے بچہ بچہ میں اس قدر حرارت پائے گا اور ایسی اشتعال طبع کی باتیں سنے گا کہ اُسے ڈر معلوم ہو گا کہ کہاں لڑائی ہوئی اب لڑائی ہوئی - اخیر کیا ہو گا اور اونٹ کس کل بیٹھے گا پیشین گوئی آسانی سے ہو سکتی ہے کہ مسلمان اُف ہو جائیں گے اور جب اُن کے پاس کھانے کو نہ رہے گا تو اُس وقت یہ ملانے غارت ہوں گے اس وقت دہلی میں قیامت برپا ہو رہی ہے اور چند نالایق پاجی - ناہنجار - بدکردار ملانوں نے مسلمانوں کا ستیاناس کر دیا ہے وہ وہ مسائل بیان کئے جاتے ہیں جن کی اس وقت

ضرورت نہیں اور انہیں اس طرح رنگا میزی کرکے بیان کیا جاتا ہے گویا دین اسلام کا دار و مدار اسی پر ہے
ان ہی ملانوں نے خدا انہیں غارت کرے براتیں اُٹھوا دی ہیں اور تمام سامان شادی بیاہ کا خاک میں ملوا
دیا ہے۔ ایک ساربان زادہ مولوی بن کے بیٹھا ہے جس پر کسی عورت سے ناجایز نکاح کرنے کا مقدمہ فوجداری
میں دائر ہے اُس نے وہ غضب بپا کر رکھا ہے کہ توبہ سب سے پہلے اُس نے اپنے معتقدوں کو مجبور کیا کہ
اپنی بہو بیٹیوں اور جوروں کو نماز پڑھانے مسجد میں لاؤ خواہ وہ کسی حالت میں ہوں اگر دو عورتوں کے پاس ایک
برقع ہو تو وہ دونوں اس میں لپٹ کر چلی آئیں۔ فوراً اس ملانے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور دھڑا دھڑ عصمت پناہ
خاتونیں اس ناہنجار ملانے کے پیچھے نماز پڑھنے جانے لگیں چنانچہ ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح اس نے
نئی نئی باتیں بیان کیں اور اپنے جاہل معتقدوں کو اس قدر ورغلایا کہ وہ یہ کہنے لگے کہ ہمارے سوا سب مسلمان
کافر و مشرک ہیں اور ہمارے مولوی صاحب نے جنت پر ہمیں قبضہ دلوا دیا ہے ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جا
سکتا۔ دوسرے فریق کے ایک مولوی صاحب ہیں جو ذات کے زرکوب ہیں اور اُن کے والد ماجد ابھی تک ہتھوڑا
بجاتے ہیں یعنے زرکوبی کرتے ہیں یہ کچھ اُردو پڑھے ہوئے ہیں اور شاید ایک آدھ صرف و نحو کی کتاب بھی اُنہوں نے
پڑھ لی ہے اگرچہ خود بہت بڑے دولتمند ہیں لیکن اُن کی ہمشیرہ صاحبہ اب بھی سلائی کا کام کرتی ہیں اور یہ باغیرت
مولوی صاحب اُس بیچاری کی اتنی پرورش نہیں کرسکتے کہ وہ اس دیدہ ریزی سے نجات پائے۔ ہاں پے درپے
نکاح کرنے کا مرض اُنہیں بہت ہے اور وہ اسی میں اپنی شان مولویت سمجھتے ہیں جب عورتوں میں آپ وعظ فرمانے
بیٹھتے ہیں تو سوائے یوسف اور زلیخا کے قصہ کے کچھ کبھی نہیں کہتے جو کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کاش اسی پر
اکتفا کریں تب بھی صبر ہو مگر نہیں وہ عشقیہ اشعار اور فراق و محبت کے چٹپٹے جملے بیان کئے جاتے ہیں جن سے مستورات
جیسی جاہل قوم کے لیئے کافی اشتعال طبع ہو سکے۔ یہ لوگوں سے بیعت بھی لیتے ہیں اور ان کے مرید اور مریدنیاں
بہت ہیں وعظ کا اکثر حصہ کشف سے بیان کرتے ہیں کیونکہ جب اُن سے اُن روایات کی نسبت سوال کیا گیا
جو اُنہوں نے وعظ میں بیان فرمائیں کہ کس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں تو اُنہوں نے صاف بیان کیا کہ یہ مجھے کشف سے
معلوم ہوئی ہیں یہ چالاک شخص زرکوبی کرتے کرتے زرگر بن گیا ہے اور اس نے اپنا وہ سکہ جمایا ہے کہ کسی کو
اُبھرنے نہیں دیتا۔ ایک اور مولوی صاحب ہیں جو اخوند جی کے نام نامی سے مشہور ہیں اُنہوں نے اپنے پیر کی منقبت
میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ وہ کرامتیں بیان کی ہیں کہ ہم بحیثیت مسلمان ہونے کے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی
کرامتوں کا صدور خود مفخر موجودات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تمام زمانہ نبوت میں نہیں ہوا۔

چنانچہ کراماتوں کے بیان میں یہ تحریر فرماتے ہیں ؎

تیرے چوکھٹ کے پتھر سے کسے امکان دعویٰ ہو ✤ لبوں پر نام دشواری سے آیا سنگ اسود کا
جو منکر ہے ولایت کا تری وہ منکر حق ہے ✤ بعینہ ماجرا یہ ہے ابوجہل و محمدؐ کا

ان کے بھی بہت سے مرید ہیں اور ایک بڑے گروہ میں بغیر ان کی موجودگی کے ماتمی اور شادی کی تقریب ادا ہی نہیں ہوتی۔ ایک اور مولوی صاحب ہیں جن کی املا بھی درست نہیں ہے اور وہ ہمیشہ عرش کے پایوں کی دوری کی پیمایش کیا کرتے ہیں اور بہت بڑے مفتی ہیں بغیر اُن کی مہر کے کوئی فتویٰ مکمل ہی نہیں ہوتا انہوں نے بھی اپنی ماں اور بہن کو جوتے مار کے نکال دیا ہے اور اپنے سگے بھائیوں کے اس قدر جانی دشمن ہیں کہ اگر بس چلے تو کچوں کو نگل جائیں یہ ہیں پیشوایان دین جن کی اسوقت دہلی میں خوب ہی چھری تیز ہو رہی ہے اور مسلمانوں کا لہو پیئے جاتے ہیں چند ماہ گذشتہ میں فتووں کا ایک سلسلہ جاری ہوا تھا اور وہ ایسا سلسلہ تھا کہ توبہ اگر کل اُن فتووں اور اشتہارون کو جمع کیا جائے تو بہت بڑی کتاب بن جائے گی۔ یہ عجیب تماشہ کی بات ہے کہ جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا ہے اور اس میں مولوں کے فتوے پیش ہوتے ہیں تو فریقین کے فتوں پر یہ ایک ہی مولوی صاحب کی مہر کی ہوئی پائی جاتی ہے۔ مجسٹریٹ بھی دیکھ کے تعجب کرتا ہے کہ دو متضاد فتوے اور ایک ہی مولوی کی مہر۔ اور سنئے آگ میں برابر تیل ڈالا جارہا ہے مقدمہ سے آگ تو برابر لگ رہی ہے کہ ایک اشتہار ایک مولوی صاحب کی طرف سے جاری ہوا کہ ان ان مسایل پر کوئی صحیح حدیث نکال دیجائے تو اس حدیث پر پندرہ روپے انعام ملیں گے اس اشتہار نے اور بھی آگ پر تیل کا کام دیا اور برابر بحثیں اور گفتگوئیں ہونی شروع ہوئیں۔ وہ مقدمات جو مولویوں پہ فوجداری میں دائر ہیں ان کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوگا کیونکہ دن بدن ان کی نئی نئی شاخیں نکلتی چلی آتی ہیں اور مولوی اس میں اپنی روٹیاں سمجھتے ہیں کیونکہ ان مقدمات سے اُن کی خوب ہی گرم بازاری ہو رہی ہے اے ناہنجار مولویوں اس ظلم و ستم کی کوئی حد بھی ہے کیوں نبی معصوم و برحق کی کھیتی کو پامال کر رہے ہو۔ اے بدکردار ملانوں کیا تمہیں مرنا نہیں کہ تم نے ایسے سخت مظالم پر کمر باندھ لی ہے۔ دنیا میں ہر شے کی حد اور انتہا ہے مگر تمہارے مظالم کی تو کوئی پایان نہیں۔ پنجابی قوم جو اپنی دولت۔ سادگی اور مخیری کے لحاظ سے دہلی کے مسلمانوں کی ناک تھی واہ ای نالائق دشمنان اسلام تمہارے ہاتھوں تباہ ہو رہی ہے اور تمہیں رحم نہیں آتا تم چند روز کے لئے دہلی سے غارت ہو جاؤ اور پھر دیکھو امن ہوجاتا ہے یا نہیں۔ اگر تم سچے مسلمان ہو اور مسلمانوں میں دینیات پھیلانا چاہتے ہو تو اس کے مستحق وہ مسلمان ہیں جنہیں سیدھا کلمہ طیبہ بھی پڑھنا نہیں آتا اور بیچارے صرف گوشت کھانے کے مسلمان ہیں ہندوستان

کے مختلف اضلاع میں ایسے لاکھوں مسلمان ہیں اگر تم دورہ کرو تو تمہیں معلوم ہو لیکن وہاں پلاؤ۔ زردہ۔
فیرنی۔ فتنجن کہاں سے کھانے میں آئے گا اور حسینان جہان کب وعظ میں آئیں گی جن کے آگے تم یوسف و
زلیخا کا قصہ بیان کرو گے اور ناپاک مسائل کی تشریح کرو گے اور اپنے پیچھے انہیں دست بستہ کھڑا کرو گے
اے مسلمانوں اب بھی کچھ نہیں گیا ہے ان مولویوں سے باز آؤ اور اپنی جان بچاؤ۔ ذرا فکر کرو اور
سوچو کہ تم میں ان ناہنجاروں نے کس قدر فساد برپا کیا ہے اور تم میں کیسی دشمنی ڈلوائی ہے۔ ابھی سنبھلنے کا
وقت ہے ورنہ جب یہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا تو پھر دست افسوس ملا کرنا۔ بربادی کی گھٹا سر پر چھائی ہے
اس سے خون کا مینہہ برسیگا۔ اب بھی سمجھ جاؤ۔ ورنہ یاد رکھنا کہ اف ہو جاؤ گے اور پھر ان میں سے ایک ماننے
کو بھی اپنے میں نہیں دیکھنے کے۔ یہ جوکیں ہیں جو تمہارا خون چوس رہی ہیں۔ جسم سے خون نکلا جاتا ہے مگر تمہیں
تکلیف نہیں ہوتی۔ جب سارا خون نکل چکیگا تو دھڑام سے آپڑو گے اور پھر روح فوراً پرواز کر جائے گی +

شریعت غرا کا فتویٰ زمانہ حال کے علما پر

ہم نے اگرا اپنے مضامین گذشتہ میں موجودہ زمانہ کے علما پر افسوس ظاہر کیا ہے اور ان کی شر سے بچنے
کے لئے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہماری ان تحریروں پر وہ لوگ جو اپنے کو علما کہتے ہیں اور ان کے
مرید ہم سے خفا ہیں اور چیں بچیں ہو ہو کے ہیں برا بھلا کہتے ہیں اور آپے کے باہر ہوئے جاتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں
ہے کہ شریعت غرا نے ان پر کیا فتوے دیا ہے اور وہ ان پر اور ان کے مریدوں پر کس شد و مد سے لعنت بھیجتی
ہے اور کن کھلے کھلے الفاظ میں انہیں جہنمی قرار دیتی ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے
فیصلہ سے دل تنگ ہو اور ناک بھوں چڑھائے وہ مسلمان نہیں ہے کہ جو ان مولویوں کو جنہیں شریعت نے شیطانی
گروہ قرار دے چکی ہے اپنا دینی پیشوا جانے اور ان کی اطاعت کرنے سے آخرت کی نجات کا طلبگار ہو۔ آنکھیں
کھولو ہوش میں آؤ عقل کے ناخن لو اور دیکھو اسلامی شریعت کن تہدید آمیز الفاظ میں ان مولویوں سے احتراز کرنے
کا حکم کر رہی ہے اور انہیں اسلام کے حق میں کیسا زہر ہلاہل خیال کرتی ہے۔ مسلمان ہو کے شریعت سے نہیں
لڑسکتے اور اگر لڑو گے تو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو گے۔ حاکم نے انس سے یہ حدیث روایت کی ہے
کہ اخیر زمانہ میں عابد جاہل ہوں گے اور علما رفاسق"۔ کیا معاذ اللہ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول غلط ہے
کیا اے ملانوں تم معز مسوجودات کا اپنے نفس پرستی کے آگے یہ قول ثابت کر سکتے ہو۔ یہ پشین گوئی پوری
ہوئی اور اب تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عابد درحقیقت جاہل ہیں اور مولوی واقعی فاسق ہیں

اور ایک حدیث میں ان مولویوں کو دجال سے بھی زیادہ سمجھا گیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہوتا ہے " البتہ میں دجال سے زیادہ غیر دجال سے تم پر خوف کرتا ہوں کسی نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ گمراہ کرنیوالے اماموں سے " اب بھی سمجھ میں آیا یا نہیں کہ ہمارے یہ علما دجال سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ یہاں تو صرف گمراہ کرنے کا لفظ ہے اور ان ملانوں نے خدا انہیں غارت کرے مسلمانوں کو گمراہ بھی کیا برباد بھی کیا۔ مقدمہ بازی بھی کرائی بھائی بھائی کو دشمن بنا دیا شادی بیاہ موقوف کرا دیئے مسجدوں سے نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ آپ معہ اپنے معتقدوں کے نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ چنی۔ شادی بیاہ لین دین موقوف کرا دیئے سکے اور سچے مسلمانوں کو دھکے دے دے کے نکال دیا۔ وہ وہ فتوے دیئے کہ الامان بھلا جلق کے جائز ہونے کا فتوے دینا اور اپنی نئی ایجادی پر فخر کرنا کتنے غضب کا مقام ہے۔ اب بھی کوئی خفیف سا بھی شک کر سکتا ہے کہ ملانے دجال سے بھی بدرجہا بڑھے ہوئے نہیں ہیں اور اب بھی انکے جہنمی اور قطعی جہنمی ہونے کا کسی کو کچھ بھی شبہ رہ سکتا ہے۔ بدنصیب ہیں وہ جواب بھی اُن کی اطاعت کرتے ہیں اور شریعت غرا کے دشمن ہیں وہ جواب بھی اُنہیں اپنا پیشوا سمجھے جاتے ہیں ؛

بخاری و مسلم نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ ایسا عالم جو دوسرے کو کہے اور خود نہ کرے جہنمی ہے اور اُس پر سخت سخت عذاب ہوگا چنانچہ الفاظ ذیل میں وہ حدیث آئی ہے "

یوتی بالعالم یوم القیامۃ فیلقی فی النار فتندلق اقتابہ فیدور بہا کما یدور الحمار بالرحی فیطوف بہ اہل النار فیقولون مالک فیقول کنت امر بالخیر و لا اتیہ وانہی عن الشر واتیہ " یعنے قیامت کے دن عالم لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا اور اُس کی آنتیں نکل پڑیں گی پس اُن کو اس طرح لئے ہوئے گردش لگائے گا جس طرح گدھا چکی کو لے کے گھومتا ہے اور دوزخی اُسکے گرد ہوں گے اور دریافت کریں گے تیرا کیا حال ہے وہ کہے گا کہ میں غیر کو کہتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا اور بدی سے منع کرتا تھا اور خود مرتکب ہوتا تھا " ہم اپنا نا دریافت کرتے ہیں کہ کوئی مولوی کوئی عابد بھی ایسا ہے کہ جو کہتا ہو وہ کرتا ہو ہمارے ہاتھ حلف رکھا جائے یا اُن لوگوں کو حلف دیا جائے جن میں ذرہ برابر بھی انصاف ہے کہ آیا ایک مولوی کا قول اُس کے فعل سے مطابقت ہے وہ دہلی کے ایک نامور مولوی جن کا کچھ زمانہ ہوا انتقال ہوا ہے ایک لاکھ روپیہ چھوڑ ے بلکہ لوگ تو اس سے بھی زیادہ بیان کرتے ہیں کیا اُنہوں نے کبھی زکوٰۃ دی کیا اُنہوں نے کسی بھوکے کو کبھی کھانا کھلایا۔ ان سب کا جواب نفی میں ملے گا خیر اُن کا

تو انتقال ہوگیا۔ جو لوگ اس وقت زندہ ہیں اور جو بڑے دولتمند مولوی ہیں للّٰہ کوئی بتائے تو سہی کہ انہوں نے کبھی زکوٰۃ دی۔ کسی فقیر کو خیرات کی یا کسی پردیسی کو تین دن اپنے ہاں مہمان رکھا یا اپنی بہن بھانجی ماں کے ساتھ سلوک کیا۔ اس میں تو کلام نہیں کہ اگر مولویوں کی اندرونی حالت دیکھی جائے تو یہ شیطان سے بھی ہزار درجہ بڑھے ہوئے پائیں گے۔ ان ہی مفتی مولوی (اور خیر نہیں کیا کیا الفاظ وہ اپنی نسبت استعمال کرتے ہیں) صاحبان نے اپنی ماں کو مارا۔ بہن کا حق وراثت زبردستی غصب کرکے گھر سے باہر نکال دیا۔ ایک صاحب اپنی بھانجیوں کو بھوکا ماریں خود تنجبن اور زردہ اڑائیں۔ اور سگی بہن اور بھانجیوں پر فاقہ ہوا۔ اور نوجوان مولوی انہیں پاس نہ پھٹکنے دے۔ جب یہ کیفیت سب پر ظاہر ہو چکی ہو پھر یہ اوپر والی حدیث قدسی کے مصداق ہوئے یا نہیں؟ اور جب پورے پورے مصداق ہوئے تو ان پر لعنت بھیجنی ہر مسلمان کا فرض ہوا یا نہیں؟ اگر ہم نے اس فرض کو ادا کیا تو پھر ہم پر کیا دریدہ دہنی کی جاتی ہے اور ناحق اپنا نامہ اعمال کیوں سیاہ کیا جاتا ہے ہاں ایک شخص پیشوائے دین نہ بنے اور چاہے جو کچھ کرے وہ اس کی ذات کے لئے مہ ودہے۔ دوسرے پر اس کا اثر نہیں پڑ سکتا مگر اپنے کو پیشوا بھی کہتا جائے اور ایسی نالائق کارروائیاں بھی کرے اس کے زہر کا اثر کم سے کم اس کے معتقدوں کا تو ضرور ہی ستیاناس کر دے گا ✤

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا رونا روتے ہیں اور انہوں نے صاف لکھا کہ اس زمانہ کے (یعنے مولانا صاحب کے زمانہ کے) مولویوں کی حالت ایسی خراب ہوگئی ہے کہ وہ شیطان سے بھی بڑھ گئے جب اس زمانہ میں یہ بات تھی تو وائے برحال زمانہ ما۔ اب تو اس سے بدرجہا بدتر حال ہے۔ ہم مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا قطعہ نقل کر دیتے ہیں جسے بہت غور اور خوض سے پڑھنا چاہئے چنانچہ وہ قطعہ یہ ہے ✤

عارفے از کوہ بصحرا گذشت ۔۔۔ دید عزازیل بدامان دشت
دل ز غم وسوسہ پرداختہ ۔۔۔ دیدہ ز نیرنگ تہی ساختہ
گفت بدو عارف صحرا نورد ۔۔۔ از چہ دریں بادیہ ہستی تو گرد
کار تو در صومعہ و در خانقاہ ۔۔۔ باز چہ ماندۂ از کار گاہ
تفرقہ بخش صف طاعت نۂ ۔۔۔ رخنہ گر سلک جماعت نۂ
رہزن دوران بدل بد سگال ۔۔۔ طعنہ کنان داد جواب سوال
کز برکات علماء زمان ۔۔۔ فارغم از کشمکش این و آن

	حیلہ گرہہائے فقیہان عہد از پے گمراہی کونین بس		باز مرا داشت ازین جہد و جہد یک تن ازین طائفہ بوالہوس	

یعنے ایک عارف کا گذر جنگل میں ہوا دیکھا کہ شیطان بیٹھا ہے۔ عارف نے دریافت کیا تیرا یہاں جنگل میں کیا کام۔ تجھے حجروں اور خانقاہوں میں ہونا چاہیئے اور صف طاعت اور جماعت میں رخنہ اور تفرقہ ڈالنا چاہیئے تو یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھا ہے اور کچھ نہ کرے۔ شیطان نے جواب دیا علمائے زمان کی برکت سے مجھے اس کشمکش سے فرصت مل گئی ہے۔ کیونکہ علماء کے گروہ میں صرف ایک ہی شخص دین و دنیا کے گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے +

مقلد ہو یا غیر مقلد شیعہ ہو یا سنی۔ وہابی ہو یا صوفی نیچری ہو یا خارجی۔ سب ہی ایک تھیلی کے بٹے ہیں۔ اور بداطواری بے دینی نالائقی اور سنگ دلی میں سب ایک سے ایک زیادہ بڑھے ہوئے ہیں کس کس کو روئے اور کس کس کو پیٹئے مقلد مولوی ہیں۔ وہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا بیدینی بلکہ قریب قریب کفر کے سمجھتے ہیں معاذ اللہ۔ غیر مقلد مولوی ہیں اُن میں گستاخی اور بے ادبی ایسی پائی جاتی ہے کہ العظمۃ للہ مجتہدین جو درحقیقت آفتاب اسلام کے تارین ہیں۔ ان کی نگاہ میں طفل مکتب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ ائمہ مجتہدین تو ایک طرف رہے صحابہ راشدین پر ہرزہ درائی کی جاتی ہے توبہ توبہ۔ شیعہ مولوی ہیں اُن کی تبرابازی نے ابتداسے اُن کی عادات۔ اخلاق معاملات کا ستیاناس کردیا ہے۔ سنی مولوی ہیں وہ بعض وقت ایسے بڑھ جاتے ہیں کہ اہل بیت کے لئے اچھے الفاظ استعمال نہیں کرتے اور اسے کار ثواب سمجھتے ہیں۔ وہابی تو پھر سب سے ہی آزاد ہیں خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب بھی اُن کے آگے ناجائز ہے۔ صوفی اور بھی بڑھے ہوئے ہیں کہ فرضی پیروں کی قبروں کو اپنا مشکل کشا سمجھتے ہیں اور سوائے پیروں کے اُن کے خیال میں نہ خدا کوئی چیز ہے نہ نبی۔ نیچری بھائی سب جھگڑے ٹنٹوں سے پاک ہیں قرآنی مضامین پر قہقہہ اُڑانا اُن کے دین کا پہلا اصول ہے۔ خارجی الحمد للہ ہندوستان میں نہیں ہیں مگر پھر بھی مسقط اور زنجبار کو اُن کے وجود سے بہت سخت صدمہ پہونچا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر تبرے بازی کرنا اُن کے دین کا پہلا اور بڑا اصول ہے یہ ہے اسلام اس کی نسبت کس فخر سے فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔ اسلام کہاں ہے اور اُسے کدھر ڈھونڈیں۔ کہاں پائیں۔ کس طرف اُسکی جستجو کریں۔ ہر فرقہ کے مولویوں نے یہ سارا غضب برپا کر رکھا ہے۔ سب نفس کے بندے اور

اور عبدالدرہم اور عبدالدینار ہیں۔ ہائے خلوص کسی میں نہیں رہا۔ ذاتی عناد اور ذاتی اغراض کو دین کے پردہ میں نکالا جاتا ہے۔ لکھنؤ ان ہی پیشوایان دین نے تباہ کیا ہے۔ علیگڈھ پر آمین رفع یدین کے معاملہ نے ستم توڑا دہلی تو گویا بہاؤ ان ملانوں کے ہاتھوں لٹ رہی ہے۔ غدر سے پہلے شیعوں کا زور تھا۔ مگر اب وہ چند محلوں میں محدود ہیں اور اُن کی حالت چنداں قابل توجہ نہیں ہے۔ مگر سنی جن میں بدقسمتی سے کئی کئی شاخیں نکل آئی ہیں اُنہوں نے وہ غضب برپا کر رکھا ہے کہ الاماں۔ اختلاف مسائل اگر پڑھوں لکھوں تک محدود ہوتا تو چنداں اندیشہ کی بات نہ تھی مگر اُن مسایل کو جنہیں مجتہدین بھی نہ سلجھا سکے جہلا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور ہر جاہل نالایق شخص مجتہد وقت اور فقیہہ عصر بن بیٹھا ہے۔ یہ ساری ملانوں کی برکت ہے جو مسلمانوں کو لڑوا لڑوا کے اپنا گھر بھر رہے ہیں اور نادان مسلمان نہیں سمجھتے پر نہیں سمجھتے۔ اگر آپ دہلی میں دعوت کریں اور چاہیں کہ کل ملانوں کو جمع کر لیں ناممکن سے بھی زیادہ ناممکن ہے۔ دو فریق کے دو مولویوں کی صاحب سلامت آپس میں ہونا کیسا ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ وہ ہندوؤں سے ملنے میں نفرت نہیں کرینگے۔ عیسائیوں کے آگے سربسجود ہونا اُنہیں گوارا ہوگا۔ مگر ممکن ہے کہ ایک مولوی دوسرے مولوی کا بکشادہ پیشانی تو کجا ترشروئی سے سلام کا جواب دیدے استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ جب اُن کا یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ اُن کے معتقدین آپس میں کیوں نہ ایک دوسرے کے قاتل ہوں گے اس وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کی بربادی بدکار عالم اور جاہل عابد ہوں گے۔ یہ قول کیسا درست اور بجا تھا اور یہ پیشین گوئی اس وقت کس دھوم دھام سے پوری ہو رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نفس اسلام کیا ہے اور وہ کونسا اسلام تھا جس کی نسبت یہ فرمایا گیا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اور یہ کونسا اسلام ہے جو مولوی پیش کرتے ہیں۔ خدا انہیں غارت کرے کہ ان ملانوں نے اسلام اور منشائے اسلام کو بالکل بدل دیا اور دن بدن اُسکے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مسجدوں میں ان ہی ملانوں کی بدولت ہر وقت فساد کا اندیشہ رہتا ہے اور اخیر یہاں تک نوبت آپہونچی ہے کہ شرفا نے مسجدوں میں آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔ جلاہے دھنئے قصائی جنکا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ بخاری کو بکھاری کہتے ہیں ان مسجدوں میں جوق جوق دکھائی دیتے ہیں اور کتوں کی طرح اہم مسائل میں بحث کرتے ہیں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے گالی گلوچ سے پیش آتے ہیں یہ ہے ملانوں کا اسلام جس کی اشاعت بڑھتی جاتی ہے اور ان ہی جہلا کے طفیل سے ہر دھنیا جلاہا قصائی زرکوب مجتہد وقت اور فقیہہ عصر بن گیا ہے ✤

اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جو شخص عالم اور پیشوائے دین ہو کے دنیا کا طالب ہو اور محض اپنی دنیا طلبی کے لیئے مسلمانوں میں سر پھٹول کرائے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے اور وہ کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ خود حضور انور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من طلب علما مما ینبغی بہ واجد اللہ تعالیٰ لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد طرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنے جو شخص ایک علم اُن علوم میں سے جن سے خدائے تعالیٰ کی مرضی طلب کی جاتی ہو طلب کرے اور طلب سے اُس کی غرض یہ ہو کہ دنیا کا کچھ مال ملجائے تو وہ جنت کی بو نہ پائے گا (ابو داؤد ابن ماجہ) اگر حقیقت میں کوئی مولوی یا عالم ایسا ہے کہ جسے دنیا طلبی کی ہوس نہیں ہے اور وہ اپنی معاش اپنی دست قدرت سے پیدا کرتا ہے تو بیشک وہ پرستش کے قابل ہے اس کی جتنی تعظیم کی جائے کم ہے وہ وارث انبیا بننے کے لایق ہے اُسکو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا فخر پورا حاصل ہے اور ایسے عالم کی نسبت سوء ظنی کرنے والا کافر ہے۔ مگر جس نے تمام عمر دنیا طلبی میں گزار دی جس نے ایک دن بھی اپنی قوت بازو سے نہ کمایا ہو جو ہمیشہ اپنے معتقدوں کی جیبیں ٹٹولتا ہو پس جس کا کام یہ ہو کہ مخالف پر تبرے بازی کرے اور مسلمانوں میں فتنہ کی آگ بھڑکائے اور اُنہیں ملحد و کافر بنائے وہ کب مسلمان ہوسکتا ہے بلکہ اُسے رسول کریم کا اگر سچا دشمن کہیں تو بیجا نہ ہوگا ✤

ہمارا روئے سخن اُن علمائے دین کی طرف نہیں ہے جو حقیقت میں ارکان دین ہے اور جن سے واقعی دین اسلام قایم ہے بلکہ اُن کٹ ملانوں کی طرف ہے جو انتہا درجہ کے خواہشات نفسانیہ کے پیرو زر کے بندے اور سخت مفسد ہیں۔ بھلا خیال کرنے کی جگہ ہے کہ مقلد غیر مقلد کو کافر بنائے اور غیر مقلد مقلد کو مشرک کہے حالانکہ ان دونوں فریق میں اصول اختلاف بالکل نہیں ہے مولانا زرکوب صاحب کا جب یہ فتویٰ ہو کہ اگر غیر مقلد نکاح باندھیں تو وہ نکاح ناجایز ہے اسی طرح دوسرے فریق کے پیشوا یا اُس کے معتقدوں کا یہ خیال ہو کہ مقلد نے نکاح باندھا اور دولہا دلہن کو جہنم میں دھکیل دیا اسلام میں کس قدر رخنہ اندازی کرتا ہے اور جاہل معتقدوں کو کس درجہ بار چڑھاتا ہے ان کمبخت کٹ ملانوں کا رونا ہمیشہ سے چلا آتا ہے خود فخر ہند و عرب حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب جو مجتہد وقت اور فقیہ عصر اور محدث ہند تھے اپنی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں اپنے زمانہ کے ملانوں کی حالت ان دردناک الفاظ میں بیان فرماتے ہیں مزید براں یہ بھی ارشاد کرتے ہیں کہ ایک مولوی بھی ایسا نہیں ہے جسے دنیا طلبی ذاتی اغراض اور فریب و دغا نہ ہو۔ ہائے افسوس چنانچہ آپ ارشاد کرتے ہیں "مجھے وقت یہ تھی کہ میرے آس پاس کوئی انصاف پسند معتبر عالم نہیں دکھائی دیتا تھا کہ میں مشتبہ مسئلوں میں اُس کی طرف رجوع کرتا میں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں جہالت۔ تعصب۔ خواہشوں کی پیروی اور اپنی ناقص آراء پر ناز کرنا شایع تھا"

یہ کیفیت تھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث ہند کے زمانہ کی۔ کیا معاذ اللہ ہم اُس بزرگ اسلام کا قول غلط سمجھ سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں بیشک اُس زمانہ میں مولویوں کی بھی یہ کیفیت تھی تو پھر اس موجودہ زمانہ میں اُس سے ہزار درجہ بدتر ہونی چاہیئے یہ تو کبھی نہیں کہہ سکتے کہ کل مولویوں کی یہی کیفیت ہے اور ایک سے ایک زیادہ ناہنجار ہے۔ نہ صرف دہلی میں بلکہ ہندوستان کے ہر شہر میں ایک نہ ایک برگزیدہ شخص اب بھی ہے جو اپنی محنت کا کھاتا ہے اور کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتا۔ مسلمانوں یاد رکھو اُس شخص کو ہرگز پیشوا نہ بناؤ جو تمہارے آگے ہاتھ پسارے اور تمہارے ہاتھ قرآن و حدیث اور فقہ کو ٹکے سیر فروخت کرے۔ بلکہ اُسے اپنا پیشوا بناؤ جو تمہارا پیسہ لینا حرام مطلق جانے اور پھر تمہیں خدا کے اوامر و نواہی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایتیں سنائے۔ اسلام میں جتنے پیشوا گذر گئے ہیں سب کوئی نہ کوئی پیشہ کرتے تھے اور کبھی اُنہوں نے ایک پیسہ بھی کسی سے نہیں لیا یہ فخر دنیا میں آج مسلمانوں ہی کو حاصل ہے کہ اُن کے علمائے سلطنت پر لات ماری۔ قید خانہ میں مرجانا قبول کیا لیکن سلطنت نہ قبول کی اس ڈر سے مبادا اُن کے فتویٰ سے کسی مسلمان کی حق تلفی ہو۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر بزرگی۔ بے مثال عظمت اور عجیب و غریب خدا پرستی اور بے ہمتا جلال و اولوالعزمی کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ صرف آپ کا مقصود تجارت سے جو آپ کیا کرتے تھے یہ تھا کہ طلبہ پرورش پائیں اور تعلیم دین حاصل کریں۔ آپنے اپنے غریب احباب کے روزینے مقرر کر رکھے تھے۔ شیوخ اور محدثین کے لئے تجارت کا ایک حصہ مخصوص کردیا تھا کہ اُس سے جو نفع ہوتا تھا سال کے سال اُن لوگوں کو پہنچا دیا جاتا تھا۔ کبھی ایسا نہیں کہ آپ نے کسی حاجتمند طالب علم کو دیکھا اور اُس کی حاجت پوری نہ کی ہو۔ ہائے یہ عالم تھے اور یہ سچے پیشوا تھے جن پر اسلام جتنا فخر کرے تھوڑا ہے ◆

سنئے موجودہ مولوی کس طبیعت اور کس شان کے ہیں ابھی دس بارہ روز کا ذکر ہے کہ ایک فتویٰ جو فرائض سے متعلق تھا ایک شخص مسجد فتحپوری میں لے گیا اور وہاں کسی مولوی سے اُس پر مہر کرانی چاہی۔ مولوی صاحب نے (یہ دہلی کے رہنے والے نہیں ہیں) فتویٰ دیکھ کر کہا کہ بھائی اس میں ایک ہندسہ کی غلطی ہے اس سبب سے کل تقسیم غلط ہوگئی ہے اگر تم اس ہندسہ کو صحیح کرالاؤ تو میں اسپر مہر کردوں گا یہ ایک معقول بات تھی وہ شخص یہ سن کے اُن مولوی صاحب کے پاس لے گیا جو اپنی ماں بہنوں کو جوتے مار کر نکال چکے ہیں اور ان سے ساری کیفیت بیان کردی کہ فلاں کی اس پر مہر کی ہوئی ہے فلاں کے پاس لے گیا تھا اُس نے یہ کہا ہے۔ جناب مولانا صاحب نے ارشاد کیا کہ فتحپوری والا مولوی سچ کہتا ہے مگر اُس نے اس مفتی کی خبر نہ لی۔ چنانچہ اس بنا پر اُنہوں نے ایک پیسہ کا

سادہ کاغذ بازار سے منگایا اور اس فتوے کے ساتھ چپکا کے اس پر ایک لمبی چوڑی عبارت میں ہزار گالیاں تحریر کیں اور اخیر بیچارے مفتی کو صاف الفاظ میں کافر لکھایا۔ غلطی صرف ایک ہندسہ کی تھی۔ جس پر اس قدر تبرے بازی کی گئی کہ العظمۃ للہ۔ آپ سمجھئے یہ ہے شان اسلام اور یہ پیشوایان اسلام ہیں۔ بتائیے مفتی نے کیا جرم کیا تھا اور اُسپر کتنی تحریری گالیاں پڑ گئیں۔ جب یہ کیفیت ہے تو ہم کس بنا پر انبیاء کا وارث قرار دیں اور ہم کیوں نہ اُن پر لعنت بھیجیں۔ جب ان کے اخلاق کی یہ کیفیت ہے تو ان کے مریدوں کا پھر کیا کہنا۔ ہائے ان ملانوں نے اسلام کو بدنام اور مسلمانوں کو برباد کر دیا ہے اور دہلی تو ان کے ہاتھ سے ہمیشہ کے لئے برباد ہو چکی ہے اور نااتفاقی کی جڑ ایسی گہرائی میں پہونچ گئی ہے کہ اُسکے اکھیڑنے کی کوئی اُمید نہیں یا وہ زمانہ تھا کہ صبر و حلم نے قول ہار دیا تھا اور حضور انور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا پورا اثر معلوم ہوتا تھا۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک عجیب معاملہ پیش آیا کہ اگر موجودہ زمانہ کے مولوی صاحب ہوتے تو دو چار لاشیں پڑ جاتیں کوئی بات ہی نہیں تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ ایک دن آپ مسجد حنیف میں تشریف رکھتے تھے۔ شاگرد اور ارادتمند حلقہ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ ایک اجنبی شخص آیا اور اُس نے ایک مسئلہ پوچھنا چاہا آپنے ارشاد کیا۔ دریافت کرو۔ اُس نے دریافت کیا اور آپنے مناسب جواب دیدیا۔ اجنبی نے کہا مگر حسن بصری نے اسکے خلاف بتایا ہے امام صاحبنے فرمایا کہ حسن نے غلطی کی حاضرین میں سے ایک شخص حسن بصری کے معتقدوں میں بیٹھا تھا آگ بگولا ہو گیا اور اپنی اسی غصہ کی حالت میں اُس نے کہا "او ابن الفاحشہ تو حسن بصری کو خاطی کہتا ہے" اس گستاخی اور بیہودگی نے تمام مجلس کو برہم کر دیا اور لوگوں نے چاہا کہ اس کی خوب گت بنائیں۔ امام صاحبنے اپنے شاگردوں کو روک دیا۔ مگر دیر تک مجلس میں سناٹا رہا۔ جب لوگوں کا جوش کم ہو گیا تو امام صاحبنے اس شخص کی طرف خطاب کیا اور فرمایا "حسن بصری نے غلطی کی عبداللہ بن مسعود نے اس باب میں جو روایت کی ہے وہ صحیح ہے" یہ تھا تحمل اور یہ تھی بردباری اور تھی شان اسلام۔ گالیاں سنتے تھے اور کچھ نہ کہتے تھے کوڑے کھاتے تھے اور زبان نہ ہلاتے تھے آرے چلتے تھے اور اُف نہ کرتے تھے۔ وہ اپنے آخرالزماں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے تھے۔ جس کی شان یہ تھی کہ سخت صدمہ اُٹھانے کے بعد بھی دشمنوں کی بھلائی کی خداوند تعالیٰ سے دعا کیا کرتا تھا۔ دندان مبارک شہید ہو چکے ہیں۔ شر شر خون بہہ رہا ہے مبارک اور روشن پیشانی خون میں لت پت ہو رہی ہے مگر واہ رے شان نبوت اس وقت بھی یہی دعا کی جا رہی ہے یا اللہ تو انہیں ہدایت دے یہ ابھی تک مجھ سے لاعلم ہیں" لیکن جو کچھ آج علما کی حالت ہے وہ اس سحر موجودات نے پوری

بیان کر دی جو ہو بہو موجودہ مولویوں کے مطابق ہے چنانچہ ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت سے یہ روایت کرتے ہیں
اللہ تعالے نے بعض انبیاء کو وحی بھیجی کہ تو ان لوگوں سے جو دین کے سوا اور چیز کے لئے فقیہ بنتے ہیں اور عمل نہ
کرنے کے لئے علم سیکھتے ہیں اور آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کرتے ہیں لوگوں کی نظروں میں بکریوں کی کھال
پہنتے ہیں مگر ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہیں۔ زبان ان کی شہد سے میٹھی اور دل ایلوہ سے زیادہ کڑوے ہیں۔
مجھے فریب دیتے ہیں اور مجھ ہی سے ٹھٹول کرتے ہیں یہ بات کہدے کہ میں ان کے لئے ایسا فتنہ برپا کروں گا
جس سے حکیم بھی عاجز ہو جائے " اس میں شک نہیں کہ آج کل تو ہر ایک ملا ملک الموت بنا ہوا ہے اور یہ ارادہ رکھتا ہے
کہ تمام دنیا کا مال میرے ہاں آجائے۔ ظاہری صورت اور شکل انسان کی سی ہے مگر دل میں یزید سے زیادہ اور ابن زیاد
سے زیادہ سنگ دل ہیں۔ جن کے فتوے صرف چند روپوں میں خریدے جا سکتے ہیں اور جن سے سر عدالت ہر
چھوٹی سی چھوٹی بات پر کچھ روپوں پر حلف اٹھوا سکتے ہیں۔ ان صریح باتوں کو کون جھٹلا سکتا ہے اور ان یقینی امور
کو کون غلط ثابت کر سکتا ہے۔ ایک مولوی صاحب ارشاد کرتے ہیں کہ مجھے چاروں درباروں سے بیعت لینے کا
حکم ہو گیا ہے۔ یعنی حضرت چشتی۔ قادری وغیرہ نے مجھے اجازت دیدی ہے اب ہر شخص میرا مرید بن سکتا ہے ایک
مولوی صاحب فرماتے ہیں جس نے ایک بار ہمارا مولود کرا لیا۔ اس پہ دوزخ حرام ہو گئی۔ دوسرے مولوی صاحب ارشاد
کرتے ہیں کہ ہر نکاح میں ستر شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اس لئے جلدی جلدی نئے نئے نکاح کرنے چاہئیں۔ یہ آفت ہے
جو ملانوں نے برپا کر رکھی ہے اور کوئی نہیں روکتا کہ ظالمو آخر پیچھا بھی چھوڑو گے یا نہیں۔ جب تک ان ملانوں کی قوت
نہ توڑی جائے گی مسلمانوں میں اتفاق ممکن نہیں۔ مقلد مقلد ہے غیر مقلد غیر مقلد ہے صوفی صوفی رہے کوئی فریق
اپنا عقیدہ نہ پھیرے مگر ان ملانوں سے روگردانی کرے ابھی سارا کام بنجاتا ہے کونسی ضرورتیں ہیں جو ان ملانوں سے
اٹکی ہوئی ہیں اور کونسے فرائض دینی معرض زوال میں آرہے ہیں۔ جنہیں یہ ملا نے سہارا دئے ہوئے ہیں۔ ہم خدا کے واسطے
لکھتے ہیں۔ ہماری غیر طرفداری اسی سے عیاں ہے کہ ہم کسی فریق میں نہیں ہیں ہم دونوں فریق کے پیشواؤں کو الوداع
کہنے کو کہتے ہیں اور جتا دیتے ہیں کہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور اسلام کی ایک میں بھی بو نہیں ہے۔ غرض جہاں
تک ہو ان ملانوں سے خود بھی بچو اور اپنی اولاد کو بھی بچاؤ ✦

سن لیں اتر اور دکھن کے رہنے والے سن لیں پورب اور پچھم کے رہنے والے۔ سن لیں وہ جو مادر زاد بہرے
ہیں۔ سن لیں وہ جن کے کان حق سننے سے آشنا نہیں ہیں۔ سن لیں وہ جو ان مولویوں کو پیشوائے اسلام جانتے ہیں۔
سن لیں وہ جو ہماری تحریر سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں کہ حق ہمیشہ فتح پائے گا اور اسے کبھی کوئی شکست نہیں

خداوند تعالیٰ کے فرمان ٹل نہیں سکتے۔ حضور انور رسول کریم کی پیشین گوئیاں غلط ثابت نہیں ہوسکتیں وہ ایک نہ ایک دن پوری ہوکے ضرور رہیں گی۔ اگر مفخر موجودات فخر رسل محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے دعا نہ فرماتے کہ دنیا میں اور نبیوں کی امتوں کی طرح میری امت کے گنہگاروں کی صورتیں مسخ نہوں اور اگر یہ دعا مانگی نہ جاتی یا قبول نہ ہوتی تو آج ایک بھی انسان کی صورت نظر نہ آتا کوئی سور ہوتا تو کوئی بیچھ اور کوئی بھیڑیا۔ ہمیں تو مولانا نذر کو بسے نے کتا بنایا ہے۔ اس وقت دیکھا جاتا کہ آپ کس صورت میں ہوتے۔ ایمان کی پوچھتے ہو تو یہ ہے کہ ہم میں جانوروں سے بھی زیادہ خرابیاں ہیں۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کے دیکھیں کہ ہم کیا ہیں اور کس کی امت ہیں ہمارے کیا فرائض ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ جس طرح ہم بیدین۔ کذاب۔ فریبی۔ دغاباز۔ عبدالدرہم اور عبدالدینار ہیں اسی طرح ہمارے پیشوا ہیں اور پیشوائی کی وجہ سے ہم سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ ہم نہایت خوش ہوئے کہ ہمارے یہ مضامین بہت ہی پر اثر ثابت ہوئے۔ مسلمان اپنی زبون ترین حالت کو محسوس کرنے لگے ہیں اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا ہے کہ جو ملانا خود کما کے نہ کھائے اور ہر وقت ہماری مٹھی کو تاکتا رہے کہ بند ہے یا کھلی ہوئی ہے وہ دشمن اسلام اور دین فروش ہے ایسے شخص کے منہ سے کبھی کلمۂ خیر نہیں نکلتا اور وہ کبھی حق بات کہنے کا نہیں ہاں بعض وہ لوگ جو مولویوں سے پلتے ہیں اور اُن کے شوربے ہیں بیشک وہ کسی طرح بھی راضی نہیں ہوتے اور اُن کا راضی نہ ہونا حق بجانب بھی ہے کیونکہ اُن کی معاش یہی ہے کہ مولوی صاحب کے ساتھ دعوتوں۔ مولودوں۔ فاتحہ خوانیوں اور پھولوں وغیرہ میں چلے گئے اور اپنا خوب پیٹ بھر لیا اور پھر مولوی صاحب کے مریدوں میں سے کسی سے کچھ اینٹھ لیا یا مقدمہ بازی میں پیروکار بن کے اپنے ہاتھ خوب رنگے۔ ایسے لوگ ہیں جو مخالف ہیں اور ہمیں اُن کی مخالفت کی کوئی بھی پرواہ نہیں ۞

مولویوں سے ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں فساد نکراؤ اور چاہے جس قسم کے وعظ کرو۔ جتنے چاہے اپنے مرید بناؤ جتنے چاہے اُن سے نذرانے لو مگر فساد نہو۔ بس ہمارا یہی منشا ہے اور یہی مقصد ہے۔ بھائی بھائی کو جدا نہ کرو۔ شادی بیاہوں میں رخنہ اندازی نہ کرو۔ برادری میں دشمنی نہ ڈلواؤ۔ مقدمہ بازی نہ کراؤ اور اس طرح مسلمانوں کو برباد نہ کرو۔ کون کمبخت شخص ہوگا جو ہماری ان باتوں سے دل تنگ ہوگا [illegible]نصیب مسلمان ہوگا جس کو ہماری یہ باتیں اچھی معلوم نہ ہوں گی۔ کون ناسمجھ مسلمان ہوگا جو ان حق [illegible]ناک بھوں چڑھائے گا۔ ہم تو اسی کا رونا روتے ہیں اور اسی کا رونا ۔ روئیں گے کہ فساد اور [illegible]سے ہم برباد ہو جائیں گے ہمارا ستیاناس ہو جائے گا ہم کہیں کے بھی نہ رہیں گے۔ ہم اسی

نا اتفاقی سے سب کچھ کھو چکے۔ ہم نے ان روشن ہدایات کو پیروں کے نیچے کچل ڈالا جو ہمارے فخر رسل نے ہمیں کی تھیں۔ خداوند تعالیٰ کے احکام سے ہم روگردانی کر رہے ہیں اور ہم نے کل ربانی اوامر کو پس پشت ڈال رکھا ہے ان صریح اور بدیہی باتوں کو کون جھٹلا سکتا ہے اور کس کا زہرہ ہے جو ان اقوال کی تردید کر سکتا ہے کیا ہمیں اپنی گیدڑ بھبکیوں سے حق بات کہنے سے روک سکتا ہے۔ کیا ہمارا گلا گھونٹا جا سکتا ہے کیا ہمارا منہ بند کیا جا سکتا ہے ہاں اگر ایسا ہوا تو ہم مجبور ہیں حق بات نہ کہیں گے اور جب ایسا نہیں ہے جب ہمارے ہاتھ میں قلم اور قلم میں زور ہے جب ہمارا دماغ ہے اور دماغ میں روشنی ہے اور جب ہمارا ضمیر تندرست ہے اور اس میں وجدانی قوت باقی ہے ہم ضرور پکار پکار کے کہیں گے۔ غل مچائیں گے شور کریں گے۔ نالہ و بکا کی صدائیں بلند کریں گے روئیں گے اور رولائیں گے اور بار بار ہماری زبان سے یہ سرزد ہوگا۔ خرابی کا باعث ہے یہ سب نفاق ۔ ارے نفاق اتفاق اتفاق۔ اب تو چند ہیں جو مسلمانوں کو اتفاق کی طرف بلانے پر ناراض ہیں تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو کہ سب کے سب مسلمان اٹھ کھڑے ہوں اور ہماری مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں اور ہمیں منع کریں کہ مسلمانوں کو اتفاق کی طرف بلانے کے مضمون نہ لکھے جائیں مگر ہم تو جب بھی باز نہیں آئیں گے ۔ اس درد کو ہم کیا کریں جو اس نا اتفاقی سے ہمارے دل میں پیدا ہوا ہے۔ اپنے ہادی برحق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری ہماری آنکھوں کے آگے ہے۔ حضور انور کی کتنی سخت مخالفت ہوئی اور آپ کس قدر ستائے گئے۔ مگر پھر بھی کلام کے سنانے میں کوتاہی نہیں کی اور اخیر میدان حق ہی کے ساتھ رہا۔ یہاں ہم صرف اپنے ہادیٔ برحق کے وہ جانگداز واقعے بیان کرتے ہیں اور وہ ہر مسلمان کو بغور پڑھنے چاہئیں جب مکہ نے کلام خدا سننے سے صاف انکار کر دیا۔ جب تمام زیادتیوں اور مظالم کی حد ہو چکی۔ جب ہر قسم کی سختیاں آپ پر ٹوٹ چکیں تو آپ اپنے غلام زید کو ہمراہ لے کر طایف تشریف لے گئے یہ خیال فرما کے کہ مکہ نے کلام خدا سننے سے انکار ہی کر دیا ہے آؤ طایف کو چل کے کلام باری تعالیٰ سنائیں۔ یہ بھی حضور انور کا خیال تھا کہ آپ کے ایک چچا وہاں رہتے تھے شاید وہ کچھ مدد کریں اور لوگوں کو کلام خدا سننے کے لئے جمع کریں۔ غرض آپ پہونچے۔ اپنی نبوت کا اہل طائف سے حال کہا ان کو تنبیہ کی کہ تم اس فسق و فجور سے باز آؤ اور خدائے واحد کی پرستش کرو۔ یہ سنتے ہی وہ آگ بگولا ہو گئے اور سخت آفت ان کی جانوں پر ٹوٹ پڑی انہوں نے کہا یہ کون ناتوان شخص ہے جو ہم سے ہمارا آبائی مذہب چھڑانا چاہتا ہے اور اس کی مرضی ہے کہ ہم ان خوبصورت ترشے ہوئے تلنبے اور پتھر کے بتوں کی پرستش نہ کریں انہوں نے ملکر حضور انور پر حملہ کیا اور آپ کو شہر سے باہر نکال دیا۔ کمینے اور غلام آپ کے پیچھے دوڑے آپ پر پتھر اور روڑے برسائے۔ آپ کا

تمام جسم مبارک زخموں سے چور چور ہوگیا اور ہر حصہ جسم سے شرشر خون بہنے لگا۔ اخیر آپ وہاں سے تشریف لا کے چند خرمے کے درختوں کے سایہ کے نیچے جہاں تھکے ہوئے مسافر دم لیا کرتے تھے اپنے خدائے واحد کی عبادت کرنے کے لئے ٹھیر گئے اور آپ نے ان ہی خون بہتے ہوئے زخموں اور نازک حالت میں اپنے خداوند تعالیٰ کے حضور میں یہ دعا مانگی

اے میرے مالک میں تجھ ہی سے اپنی شکایت کرتا ہوں اور اپنی نقاہت و ناتوانی اور اپنی امدؤں کی خود نمائی سے باہر ہو کے میں لوگوں کی نظروں میں نہایت بیقدر ہوں۔ اے کریم اے رحیم۔ کمزوروں کو قوت دینے والے تو ہی میرا مالک ہے مجھے مت چھوڑیو مجھے اجنبیوں اور میرے دشمنوں کا شکار نہ کرائیو اگر تو مجھ سے ناخوش نہ ہوگا تو میں بچ جاؤں گا۔ میں نے تیرے جلال کی روشنی میں پناہ لی ہے جس کے سبب سے کل ظلمتیں مٹ گئیں اور امن قایم ہوگیا تو اپنا قہر مجھ پر نازل کیجیو۔ جس طرح تیری خواہش ہو میری مشکلیں آسان کر دے۔ تیرے سوا کوئی قوت دیکتا ہے نہ مدد۔ تو ہی سب سے زیادہ قوی اور مدد دینے والا ہے (ابن ہشام صفحات ۲۸۰-۲۷۹۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحات ۷۱-۷۰) ایک واقعہ تو یہ گذرا مگر ایک اور سخت واقعہ بھی پیش آیا یعنی قریشیوں کا ایک بڑا گروہ آپ کے چچا ابو طالب کے پاس آیا اور اس نے زور دے کے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو روکئے کہ وہ خدائے واحد کی پرستش کے وعظ نہ کہے اور ہمارے دیوتاؤں کو ناکارہ نہ بنائے۔ ہم سب شمشیر بدست ہیں اگر وہ باز نہ آگیا۔ تو ہم ہاشمیوں سے انقطاعی جنگ لڑیں گے اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو جائے۔ تلوار کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنے کے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو طالب پریشان ہو گئے ان جوشیلے قریشیوں سے وعدہ کیا کہ میں اپنے بھتیجے کو سمجھا دوں گا۔ جب قریش یہ سن کے چلے گئے تو حضرت ابو طالب نے اپنے بھتیجے یعنی ہمارے ہادی برحق کو بلایا اور ساری کیفیت بیان کی اور آیندہ خوف کا پورا نقشہ کھینچ کے ہاشمیوں کی نازک حالت کی طرف توجہ دلائی اور اخیر میں یہ کہا کہ اب تم اپنے وعظ کا سلسلہ بند کر دو اور چند روز تک کچھ بیان نہ کرو۔ حضور انور یہ سن کے آبدیدہ ہو گئے اور کہا چچا جان آپ اپنی سرپرستی کا ہاتھ میرے سر پر سے اٹھانا چاہتے ہیں خیر بسم اللہ کیجئے۔ مجھے آپ کی سرپرستی کی پروا نہیں ہے۔ یاد رکھئے اگر مشرکین عرب کرۂ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ پر اور کرۂ مہتاب کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھدیں اور یہ کہیں کہ جو کچھ تو کرتا ہے نہ کر میں ہرگز باز نہیں آنے کا جب تک کہ خدا کے احکام پورے نہ منوا لونگا یا جب تک مناویئے توحید میں اپنی جان نہ دیدوں گا +

یہ تھی اولو العزمی اور یہ تھی دلیری جب ہمارے ہادئے برحق نے تلواروں کے سایہ کے نیچے حق بات کہنے سے گریز نہیں کی پھر تف ہے ہم پر کہ ہم اس پر امن زمانہ میں معمولی گیدڑ بھبکیوں میں آ کے حق بات نہ کہیں اور چند کٹ ملاؤں کی کبیدہ خاطری سے دم بخود ہو کے رہ جائیں +

مولانا نذر کو بے گالیاں ہمیں دیں۔ کتا ہمیں بنایا۔ ملحد دہریے ہمیں کہا۔ بیدین کا لقب ہمیں عنایت کیا۔ یہ شبانی فتوی
دیا کہ جہاں ہمارا قدم پڑتا ہے زمین ناپاک ہو جاتی ہے یہ سب کچھ ہوا اُن کے شوربے مریدوں نے کونسی بات
ہمارے لیئے اُٹھا رکھی۔ مگر جب ہم اُن مصائب اور مظالم پر خیال کرتے ہیں جو ہمارے ہادی برحق پر توڑے
گئے تھے تو یہ باتیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ہم صبر کرتے ہیں اور ہمیں صبر کرنا چاہیئے اور ہنس کے یہ کہدینا ضرور
ہے۔ ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ❊ جواب تلخ مے زیبد چنیں زرکوب ملا را

ہم اُن مسایل پر اعتراض نہیں کرتے جو یہ نام کے مولوی اپنے وعظ میں فرمایا کرتے ہیں۔ ہمیں اُن کی معاشرت
سے کچھ غرض نہیں۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ فساد نہ کرو۔ مقلد ہوں یا غیر مقلد۔ سب آپس میں بھائی ہیں۔ فروعی
اختلافات پر ان میں دشمنی نہ ڈلواؤ۔ نہ خلوت میں نہ جلوت میں غیر ضروری مسایل بیان کرو۔ جس سے اشتعال
پیدا ہو۔ یہ باتیں جو ہم کہہ رہے ہیں یہی تو نہیں ہیں اگر سوچو تو ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ اگر تمام مقلد اور غیر مقلد
مولوی ایک جگہ جمع ہو کے ازخود گلے مل جائیں اور پھر وعظوں میں کہہ ہم نے باہم اتفاق کر لیا تو ہرگز مسلمانوں میں
باہم ایک کے لیئے دشمنی نہیں رہ سکتی۔ اور ایک ہی دن میں سب شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ مگر اس خیال سے مایوسی
ہوتی ہے کہ مولوی اور آپس میں ملیں توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ ان بدبختوں میں اتفاق کی بو ہی نہیں۔ ان میں
اسلام کا رمق برابر بھی اثر نہیں۔ یہ اپنا پیٹ پالنا اور اپنا گھر بھرنا اور روزمرہ نئے نئے نکاح کرنا جانتے ہیں
اور انہیں کچھ آتا ہی نہیں۔ یہی ہیں وہ مولوی جن کی نسبت کلام باری کی یہ آیت موزون ہو سکتی ہے۔
واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون
ولکن لا یشعرون۔ یعنے جب انہیں کہا جاتا کہ ملک میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔
سن لو وہی ہیں برباد کرنے والے پر نہیں سمجھتے۔ ان ملانوں کے کہنے پر مت جاؤ۔ یقیناً یہ فساد کرنے والے
ہیں اور پھر طرہ یہ کہ اپنے کو مصلح بنائے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرتے ہیں۔ لاریب۔ برباد
کنان دین و ایمان بھی ہیں۔ انصاف تو کرو کہ ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فساد نہ ہو اور ملا نے اس کہنے سے
خفا ہوتے ہیں تو بتاؤ کہ مفسد کون ہوا اور شریعت غرا کا فتوی کس کے حق میں ہے۔ چنانچہ حضور انور
فرماتے ہیں۔ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ امور سے دوسری پانچ چیزوں
کی طرف بلاتے۔ اول شک سے یقین کی جانب۔ دوم ریاست اخلاص کی طرف سوم دنیا کی خواہش سے زہد

کی طرف۔ چہارم کبر سے تواضع کی جانب پنجم عداوت سے خیر خواہی کی طرف ؛ حضور انور خود منع فرماتے ہیں کہ ایسے مولوی صاحب کے پاس بیٹھو نہیں جو یہ پانچ ہدایتیں نہ کرے۔ اب تم اپنے دل میں خود ہی فیصلہ کرلو کہ کوئی مولوی ایسا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا ہے تو بیشک اُس کے پاس جاؤ۔ نہیں کرتا تو دور ہی سے اُسے سلام کرو نہیں لڑ سکتے نہیں لڑ سکتے شریعت سے نہیں لڑ سکتے۔ یہ لطیف لطیف کھانے اور یہ نذرانے قیامت میں تماشہ دکھائیں گے۔ دیکھو ہمارے پیشوائے دین کسی مرید کے نذرانوں پر کیا فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً ہم حضرت حسن بصری کا حال بیان کرتے ہیں۔ آپ ایک دن وعظ فرما رہے تھے۔ ایک خراسانی آیا۔ اس نے ایک گٹھڑی نذر کی۔ اس میں پانچ ہزار درہم اور دس تھان باریک کپڑے کے تھے آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ تمہیں عافیت سے رکھے۔ یہ تھان اور خرچ اٹھالو اپنے پاس ہی رہنے دو ہمیں اس کی حاجت نہیں جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے اور نذر قبول کرے۔ جب وہ خداوند تعالےٰ کے آگے جائے گا تو دین سے بے بہرہ جائے گا" ایمان سے بتاؤ کہ مقلدین اور غیر مقلدین میں کوئی مولوی بھی ایسا ہے۔ جس کی اتنی ہمت نہ ہی دو چار روپیہ ہی چھوڑ دیتا ہو تو یہ ہرگز نہیں اور کبھی نہیں۔ جن کے فتوے چند روپیوں میں خریدے جاسکتے ہوں وہ بھلا نذرانہ واپس پھیرنگے سمجھ لو حضرت حسن بصری کے قول کے مطابق نذرانے لینے والا مولوی بے ایمان ہو کے خدا کے آگے جائیگا اپنے دل میں انصاف کرو سمجھو سوچو اور پھر خود ہی ان مولویوں کے حق میں فیصلہ کرلو ✣

کھلی اپیل

پنجابیوں کی خدمت میں

درد کا درد وہ بھی دلی درد عظیم اور وہ بھی جانگداز غم۔ صدمہ اور وہ بھی جانکاہ صدمہ اس امر کا متقاضی ہوا کہ آپ صاحبوں کی خدمت میں ایک کھلی اپیل کی جائے اور اُن آنے والی آفتوں کو صاف الفاظ میں بتایا جائے جو سر پر منڈلا رہی ہیں ایکدن ایک دن اپنا دورہ پورا کرکے رہیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ دہلی کی مسلمانوں کی ناک ہیں اور دہلی کے اسلامی حصہ کی رونق آپ ہی صاحبوں سے ہے گر حیف صد حیف کہ ابھی ہماری آیندہ امیدیں جو آپ کے ساتھ وابستہ تھیں مایوسی سے بدلتی جاتی ہیں اور ہمیں یقین ہوتا چلا ہے کہ ایک دن قومی تجارت اور ثروت کا ستیاناس ہو کے رہے گا۔ اگر مولویوں نے خواہ مقلد ہوں یا غیر مقلد آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا کہ حکام تک یہ سمجھنے لگے کہ پنجابی گروہ بے انتہا مفسد ہے یہ سمجھ ہے جو علاوہ بربادی اور باہمی عداوت کے مولویوں

سے آپ کو کیا فایدہ پہونچا یا کونسی نئی بات آپکے ساتھ کی اور کونسی ربانی برکتیں آپ کے لیئے آسمان سے نازل
کرائیں۔ سوا اس کے کچھ نہیں کیا کہ ماجائے بھائیوں میں دشمنی ڈلوادی اور وہ صلح پسند اور مخیر قوم جس کے اتفاق
کی دہلی میں نظیر و یکجائی تھی اُس میں ایسی زہریلی دشمنی ڈلوادی کہ پناہ بخدا۔ آپ تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے
کھول ڈالیں اور چند منٹ کے لئے صاف دل ہو کے غور کیجئے کہ آپ کے گاڑھے پسینہ کی کمائی کاہے میں
خرچ ہو رہی ہے۔ اس میں خرچ ہو رہی ہے کہ مسلمان قید ہوں۔ ذلیل ہوں اور برباد ہوں۔ مقلد یہ چاہتے
ہیں اور ہزاروں روپیہ خرچ کر چکے اور ہزاروں خرچ کرنے کو موجود ہیں کہ کسی طرح غیر مقلد اور ان کے پیشوا
برباد ہو جائیں۔ غیر مقلد یہ چاہتے ہیں کہ مقلدوں کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ
خیالات آپکے پہلے بھی تھے یا نہیں اور ان فاسد خیالات کی بناء کب سے ہوئی اگر آپ ایمان سے دیکھیں گے تو یہی
ماننا پڑے گا کہ جب سے یہ مولوی آئے ہیں یہ فساد برپا ہے تو پھر وجہ کیا کہ آپ آپس میں گلے نہیں مل جاتے۔ اور اپنی
خطا کاریوں اور فروگزاشتوں سے تائب ہو کے ایک دوسرے سے معافی مانگ کے پھر شیر و شکر نہیں ہو تے۔
اور بہت ادب سے ان مولوی صاحبان کو یہ کہہ کے رخصت نہیں کرتے۔ جو کچھ آپ لوگوں نے کیا آپ کو بھی
زیبا تھا کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے پچھلے زمانہ میں عابد جاہل اور مولوی فاسد ہوں گے۔
ہماری نادانی تھی کہ ہم آپکے کہے میں آئے۔ اب آپ تشریف لے جائیں اور کبھی بھولے سے بھی ادھر کا رخ نہ کریں
یہ خیال رہے کہ ہندوراؤ کے باڑے۔ کشن گنج صدر غرض کہیں ایک ملا نا نہ رہے اور سب کا کان پکڑ پکڑ کے
نکال دیا جائے۔ جہاں تک ہو اسے بہت جلد کرنا چاہیئے اور جو اس میں کچھ تساہل کیا تو سمجھ لینا کہ ایک دن قوم
کی قوم کو گہرا صدمہ پہونچے اور وہ لوگ جو اس وقت ہر دو فریق سے علیحدہ ہیں ضرور جام آتش میں شامل ہوتے
اور پھر سب برباد ہو جائیں گے اور اس وقت مولویوں کو اگر کوئی ہتا میگا بھی جب بھی نہیں ٹلنے کے ✤
آپ نے جو ہزاروں روپیہ مولویوں پر صرف کردیا۔ ہزاروں روپیہ مقدمہ بازی میں صرف کیا اس کا
حساب قیامت کے دن قہار۔ جبار۔ خالق ارض و سما کے حضور میں ضرور دینا ہوگا۔ جبکہ آپ ہی کی قوم میں
بہت سی بے ریا و مددگار رانڈیں بیٹھی ہوئی ہیں اور در حقیقت نان شبینہ کو بھی محتاج ہیں بلکہ قوم ہی کے یتیم
بچے اپنی ماؤں کی گودیوں بھوک کے مارے تڑپ رہے ہیں۔ جبکہ بے وارثی لڑکیاں ناکتخدا بیٹھی ہوئی ہیں
ان کی تو خبر نہ لی جائے اور نہایت مفسد نفس پرست عیاش۔ بے رحم مولویوں کا گھر بھرا جائے۔ یقینی آپ
لوگوں سے اس کی بازپرس ہوگی اور اس بازپرس کے وقت یہ مولوی کام نہیں آنے کے کیونکہ آپ سے

پہلے ہی یہ بہشت واصل ہو چکیں گے۔ قرآن مجید میں اول ہی والدین کا حق بتایا گیا ہے اور پھر قریبا اور پھر یتیم اور پھر مسکین بتایا ہے آپ نے اس حکم پر کہاں تک عمل کیا ہے۔ آپ کو شرم نہیں آتی کہ غیر اسلام کے پاس آپ اپنے مقدمات مذہبی پیش کرکے اسلام کو بدنام کرتے ہیں اور اسلام کے بدنام ہونے سے نبی و پیر حق آزردہ ہوتے ہیں کیا اس مقدس موجودات رسول کریم کو آزردہ کرنا آپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے جس نے آپ کے لئے کیا کیا تکلیفیں گوارا کیں اور کس طرح آپ کو راہ نجات بتا کے توحید کا سچا سبق پڑھایا۔ اس ذلت و خواری کے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ہمیں موت آجائے اور ہم سب کے سب صفحہ دنیا سے نیست و نابود ہو جائیں۔ یا اللہ ہمیں غارت کردے۔ یا ہمیں ہدایت دے آپ کی جیسی نامور قوم اور وہ یوں حکام کی نگاہ میں مفسد قرار دیجائے۔ ہائے افسوس ہزار افسوس خدا نے اگر آپ کو دولت دی ہے قوم کے یتیموں کی پرورش کرو رانڈوں کی سرپرستی کرو بن بیاہی لڑکیوں کا نکاح کرواؤ۔ اگر اس سے بھی بچے تو اللہ کی راہ اُن کے ساتھ سلوک کرو۔ جو فاقہ کشی کرتے ہیں مگر زبان سے نہیں کہتے جو مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ مگر اُف نہیں کرتے جو غم کھاتے ہیں مگر شرم کے مارے چپ ہیں۔ یہ ہیں وہ مبارک باتیں جن سے خدا خوش اُس کا نبی بھی خوش۔ ہم پیشین گوئی کرتے ہیں اور ہماری پیشین گوئی لکھ رکھو۔ کیونکہ یہ ایک نہ ایک دن پوری ہوگی کہ آپ سب برباد کر دیئے جائیں گے اور پھر کوئی جاننے کا بھی نہیں کہ پنجابی یہاں آباد بھی تھے یا نہیں آپ تو ایک چھوٹی سی تجارت پیشہ قوم ہیں۔ بڑی بڑی حکمران مسلمان قومیں اسی نااتفاقی کی بدولت برباد ہو چکی ہیں کہاں ہے اندلس کا حکمران خاندان جس سے آٹھ سو برس تک یورپ کانپا کیا۔ کہاں ہیں بنو عباس جن کی عظمت دنیا میں مسلم تھی کہاں ہیں بنی فاطمہ جن کی دولت نے قول ہار دیا تھا۔ کہاں ہے مغلیہ خاندان جو کئی صدی تک ہندوستان میں حکومت کر گیا ایک شخص تو تمام دنیا میں ڈھونڈھ کے ایسا لا دو جو اس بات کا اطمینان دے سکے کہ وہ یقینی برباد شدہ خاندانوں کی سچی یادگار ہے اسی طرح آپ بھی برباد ہوں گے۔ اور بہت جلد ہندوستان سے نام و نشان مٹ جائے گا۔ اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے للہ ہوشیار ہو جایئے اور ان برباد کن مولویوں کو اپنے میں سے رخصت کر دیجئے۔ تاکہ تمام شرمناک فسادات کا فیصلہ ہو جائے اور پھر مقدمہ بازی کی آفت نہ آئے۔ امید ہے کہ آپ ہماری دردناک اپیل کو توجہ سے سنیں گے اور بہت جلد اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے مستعد ہو جائیں گے۔ ہمیں آپ سے بہت بڑی امید ہے دیکھئے ہماری امید مایوسی سے نہ بدل جائے ❁

حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کی سترویں

سال میں دو بار اس بزرگ دین کی جس کا مبارک نام زیب عنوان ہے یادگاریں میلے ہوتے ہیں اور ان میلوں میں اکثر صوفی مشرب اصحاب نہ صرف دہلی سے بلکہ دور دراز حصص سے جمع ہوتے ہیں۔ قوالی ہوتی ہے حال آتے ہیں اور ایک شب و روز قوالی کا خوب لطف آتا ہے۔ شہری بھی بکثرت جاتے ہیں اور بڑی وسیع درگاہ میں تل رکھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ چنانچہ اب کے سال بھی ۲۵۔ اگست کی شام سے یہ میلہ شروع ہوا اور ۲۶۔ اگست کی شام کو ختم ہوا اگرچہ ایک بزرگ اسلام کی یادگار قایم کرنی کسی طرح بھی ناجائز نہیں ہے مگر جو طریقہ اُس یادگار کے منانے کا ہے وہ ایسا مکروہ طریقہ ہے کہ نہ صرف نفس اسلام کی توہین کا باعث ہے بلکہ اُس بزرگ اسلام کی سخت بے عزتی کی جاتی ہے اور ایسی بے عزتی ہے جسے دیکھ کے ہر مسلمان کا دل دکھتا ہے۔ ہم غالباً دس بجے شب کو درگاہ شریف میں حاضر ہوئے لوگوں کا ہجوم اور گرمی کی اتنی شدت تھی کہ الامان۔ ہوا بالکل بند اس پر شامیانہ حسب معمول تنا ہوا اور پھر قنادیل کی روشنی گرمی اور حبس میں مزید ترقی پیدا کر رہی تھی۔ ایک طرف عورتوں کا ہجوم دوسری جانب کسبیوں کا غول۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے بچوں کا نالہ و بکا ایک عجیب لطف پیدا کر رہا تھا۔ غرض ہم بہزار مشکل قوالی میں جا کے کھڑے ہوئے چند آدمیوں کو حال آرہا تھا اور یہ حال جس قسم کا تھا وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ حال کھیلنے والوں نے ایک غضب برپا کر دیا تھا وہ بیٹھے تھے دس بارہ منٹ اور کھڑے رہتے تھے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ۔ ان حال کھیلنے والوں میں ایک سقہ کا چھوکرا اور دو تین ایسے ہی ادنےٰ درجہ کے لوگ تھے جو حافظ کی غزلیں سمجھنا تو کجا۔ معمولی اردو اشعار بھی نہ سمجھ سکتے تھے۔ ان ہی لوگوں نے تماشائیوں کو سخت پریشان کر دیا تھا بعض عمدہ عمدہ گتیں بھر کے ناچ رہے تھے اور بعض بے تحاشہ لوگوں پر اپنی وجدانی حالت میں گرے پڑتے تھے۔ جب یہ طوفان بے تمیزی دیر تک جاری رہا تو اخیر درگاہ شریف کے خدام سے نہ رہا گیا۔ ان میں سے ایک خادم آیا اور اُس نے حال کھیلنے والوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کے آہستہ کان میں کہا کہ تمہیں دیکھ کے کوئی شریف آدمی آکے کھڑا نہیں ہوتا تم بیٹھ جاؤ اور بیٹھ کے جھومو۔ لیکن یہ خادم سب کو معلوم نہ تھا کہ وجدانی حالت پوری غلبہ کئے ہوئے ہے اور وہ خود نہیں ناچتے بلکہ وجد انہیں نچا رہا ہے۔ غرض اُنہوں نے ایک نہ سنی۔ بیچارا خادم اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ اخیر اس نے خفا ہو کے حکم دیا کہ قوالی موقوف۔ قوال فوراً ہٹا دیئے گئے اور سارا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ حال کھیلنے والے اشخاص بھی غائب ہو گئے ڈیڑھ دو گھنٹے یہی کیفیت رہی۔ پھر لوگوں نے منت سماجت کر کے دوبارہ قوالی شروع کرائی پھر قوالی شروع ہوئی اور وہی حال کھیلنے والے پھر آموجود ہوئے۔ حضرت امیر خسرو کے مزار پر کسبیوں

کا مجمع ہو۔ یا انتہا شرم کی بات ہے اے مرحوم قوم کیا تو اپنے بزرگان دین کی کیسی توہین کرتی ہے۔ زندگی میں
اُن نالایق باتوں سے سخت نفرت تھی اور ہم تاریخ سے ثابت کرتے ہیں کہ انھوں نے کبھی کسی کا ناچ نہیں دیکھا اور
نہ طبلہ کی تھاپ سنی اور نہ قوالوں کی اے وائے وائے وائے کی حقارت انگیز آواز انھیں پسند آئی۔ کتنے
غضب کا مقام ہے کہ اب اُن کے مزار شریف پر یہ سب ناگفتہ باتیں ہوتی ہیں اور کوئی نہیں روکتا۔ گھر گرستی
عورتوں کا ہجوم کسبیوں کے غول اور پھر اُن پر یار لوگوں کی پھبتیاں خاص درگاہ میں سخت نفرت انگیز ہیں۔ کیا
شہر کے علماء اس کا انتظام نہیں کر سکتے کیا صوفی صاحبان جمع ہو کے ایسی کوئی تدبیر نہیں نکال سکتے کہ کم سے کم
بالخصوص میلوں میں تو رنڈیاں اور عورتیں نہ آنے پائیں۔ ہماری بے شرمی حد سے زیادہ گذر گئی ہے اور ہمارے
معابد اور مقابر سخت زبوں ترین حالت میں ہیں۔ ہم خود ہی اپنی توہین آپ کرتے ہیں اور خود اپنے مذہب کو جسے دین
اللہ کا معزز لقب ملا ہے۔ اپنے ہاتھوں برباد کر رہے ہیں۔ ہم تو ابتدائے سنین عیسوی کے یہودیوں اور چودھویں
پندرھویں صدی کے عیسائیوں سے بھی زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ ہمارا طرز عمل اور ہماری معاشرت بربادی کی شہادت
دے رہی ہے۔ ہمارے باطن کور ہو گئے ہیں اور ہماری عقلیں مسخ ہو گئی ہیں ایسی بے عزتی اور بے غیرتی سے
ہمارا مٹ جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ ایک ایسے زبردست ولی اور اُس کے مزار کی یہ گت بنائی جائے۔ العظمۃ للہ
ہم دیکھتے ہیں اور خاموش ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں یہ باتیں گوارا ہیں اور ہم انہیں بہتر سمجھتے ہیں۔ ہم تو اس بیڑے
کے بیڑے کو ڈوبا ہوا سمجھ بیٹھے اور ہمیں ایسی مایوسی ہو گئی کہ دوبارہ اُبھرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اے ای
دین خدا آہ ان نافہموں کے ہاتھوں تیری کیا گت بن رہی ہے۔ آہ اے دین پاک آہ تجھے کس بیدردی سے کچلا
جا رہا ہے۔ آہ اے مفخر ادیان آہ تو اور تیرے نام لیوا ان خرافات باتوں سے بالکل پاک ہیں۔ حضرت نظام الدین
اولیاء کے مزار کی توہین نہیں کی جاتی بلکہ اپنی شقاوت قلبی اور بے دینی کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ ان ناپاک باتوں سے
اُس بزرگ اسلام کے تقدس میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ ہمارا رہا سہا دین اُٹھا جاتا ہے دیکھئے آیندہ شتماہی کا
انتظام ہوتا ہے یا نہیں۔ امید نہیں ہے کہ ذرا بھی اس پر توجہ کی جائے۔ جبکہ رنڈیوں کے مجرے اور صدہا جوان
جوان عورتوں کا آنا کار ثواب خیال کیا جاتا ہے اے مرحوم قوم ہم تو تجھے رو بیٹھے نہ ہم میں رونے کی طاقت
نہ تجھ میں سنبھلنے کی حالت تو لیس والسلام ✽

دعا کر اے فخر رسل اپنی امت مرحومہ کے حق میں دعا کر

کئی صدی سے جو کچھ ہم پر مصیبت چھا رہی ہے جس طرح ہماری ترقی اور دینی اخوت کا باغ مرجھا گیا ہے
جس طرح ہماری حریت اور قومی عظمت اور اسلامی جلال کے مہر تاباں کو گھن لگ گیا ہے۔ جس طرح ہمارے افعال
ہماری بدکرداریاں ہماری خود فراموشیاں ہمارے بیجا غرور اور نالائق اخوت کی حد ہو چکی ہے۔ اسے کون نہیں
جانتا ہم مٹ گئے اور مٹ جائیں گے مگر اپنے ہی ہاتھ سے تیری روشن ہدایتوں کو ہم نے بھلا دیا ہے تیرے
زبردست احکام ہم نے پس پشت ڈال دیئے ہیں تیری نصیحتوں سے ہم نے روگردانی کی ہے یہ اس کی سزا ہے
جو ہم بھگت رہے ہیں اور بھگتیں گے ہیں وہ زمانہ یاد ہے اے فخر رسل اے مفخر موجودات اے ہادی برحق
اے رحمۃ اللعالمین حبیب تو ہمارے لئے مبعوث ہوا تو نے اپنی مقدس ذات پر کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ کن کن
مصیبتوں کا تجھ کو سامنا کرنا پڑا کیا کیا آفتوں کو تو نے جھیلا گھر سے تو بے گھر ہوا۔ وطن سے تجھے نکالا گیا اقربا سے
تو چھڑایا گیا۔ دشمنان خدا نے تیری عبادت کی جگہ کانٹے بچھائے۔ تجھے نام خدا لینے سے روکا۔ اونٹ کی اوجھڑیاں
تجھ پر ڈالی گئیں۔ پتھر تجھ پر برسائے گئے۔ صفا اور روشن پیشانی تیری زخمی ہوئی۔ دندان مبارک تیرے شہید
ہوئے۔ پردیس میں تجھے ایک دن چین سے نہ رہنے دیا منافقوں کا تجھ پر زور رہا۔ عہد شکنیاں تجھ سے کی گئیں۔
غرض کیا کیا آفتیں تھیں جو تجھ پر نہ توڑی گئیں۔ کیا کیا سختیاں تھیں جو تیرے ساتھ نہ برتی گئیں۔ کون کون سے ظلم
تھے جو ایک ایک کر کے تجھ پر پورے نہ کئے گئے سب کچھ ہی ہوا اور وہ ہوا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی مگر تو نے
برداشت کیا صبر کیا اپنے بینظیر تحمل سے ان سب مصائب کی برداشت کی۔ کس کے لئے اپنی امت مرحومہ کے لئے
اس امت مرحومہ کے لئے جس کے افراد کو تو نے بنی اسرائیل کے انبیا سے نسبت دی ہے جس کے لئے معراج میں
جا کر تو نے سفارش کی۔ وصال باری تعالے کے وقت بھی اگر تیرے مبارک لبوں سے کوئی آہٹ کی صدا سنائی
دیتی تھی۔ صرف امت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اے معصوم نبی وہی امت ہے جو تیری نافرمانی پر اتری ہوئی ہے تیری
سرکشی کر رہی ہے۔ تیرے اوامر کو نہیں مانتی۔ اس سے زیادہ احسان فراموشی محسن کشی نالائقی اور کیا ہو سکتی ہے
بدنصیب ہیں ہم اور لاعلاج ہے ہمارا مرض کہ ہمارا سچا محسن ہم سے ناراض ہو ہم کس منہ سے کہیں اور کس طرح تیرے
حضور التجا لائیں۔ ہمارے لئے دعا کر ہمیں ہدایت کا رستہ دکھا جتنی سزائیں کہ انسانی خیال میں آسکیں یعنے مصیبتیں
کہ قدرت ایجاد کر سکے۔ اگر وہ سب ہم پر توڑی جائیں تو ہم اسی کے سزاوار ہیں اگر کرۂ آفتاب پورے طور سے اپنی
کل آگ ہم پر برسا دے۔ پانی کے وہ ذرے جو کرۂ باد میں ملے ہوئے ہیں ہم پر برس پڑیں تو قہر خدا سے ہم ہو کے

ہم پر ٹوٹ پڑیں۔ عذاب کے کل فرشتے اور شیاطین اپنی آتشی گرزوں سے ہم پر حملہ کریں۔ پھر بھی وہ ہماری بداعمالیاں ہیں کہ ہم ان خطرناک تکالیف کو بھی کافی نہیں خیال کریں گے۔ تیری محبت کی بو تک بھی ہم میں نہیں ہے تیرا پاس اور ادب صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ زبان سے کہتے ہیں مگر دل پر اُس کا اثر نہیں ہے صورت سے اگرچہ مسلمان معلوم ہوتے ہیں مگر دل میں اسلام کا اثر رمق برابر نہیں ہے نماز پڑھتے ہوئے برسوں گذر گئے۔ لیکن حق یہ ہے کہ سچے دل سے ایک دن بھی نماز نہیں پڑھی۔ تیرے نام کی شب و روز سمرن جپتے ہیں۔ لیکن دل پر کھٹکا تک نہیں۔ ہر وقت کی نماز اور اذانوں میں تیرا مقدس اور مبارک نام لیتے ہیں۔ مگر جگر پر چوٹ نہیں لگتی۔ خدائے واحد کی پرستش ہم میں برائے نام رہگئی ہے اور ہم نے نئے نئے معبود بنا لئے ہیں۔ وہ روحانی فضائل جو بطور ورثہ ہمیں پہونچے تھے ہم نے اپنی نا ہنجاری سے ان کو پیروں کے نیچے کچل ڈالا ہے وہ وقت آگیا ہے کہ آسمان اور زمین اور ستارے اور زمین کا ہر ذرہ ذرہ در و دیوار پہاڑ و ریگستان اور شجر اور حجر سب نہایت بے تابی اور از خود رفتگی سے زبان حال سے یہ گویا ہیں ✤ ؎ برخیز کہ شور کفر برخاست اے فتنہ نشان آفرینش ✤

اخیر ہمارے درد کی کیا دوا ہے اور ہماری مرض کا کیا علاج ہے کس کے پاس جائیں اور کس سے فریاد کریں کس کے آگے روئیں اور کس کے آگے زاری کریں۔ ہماری قوتیں ہمارے قوائے اخلاقی ہمارے قوائے تمدنی روحانی جسمانی سب بیکار اور معطل پڑے ہیں ان میں سے ہم ایک سے بھی کام نہیں لے سکتے اپنی خطا کاریوں اور کمزوریوں کا اقرار کرکے اپنی نافرمانیوں اور سرکشیوں پر سرنگوں ہوکر اپنی بداطواریوں اور ناہنجاریوں پر ذلیل اور شرمندہ ہوکر ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ دنیا کے کل معائب اور عالم کی کل بلائیں ہم میں ہیں پھر بھی ہیں تو تیرے ہی نام لیوا اور تیری ہی امت اگرچہ امت مرحومہ کا معزز لقب ہماری ذات کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس نام سے پکارے تو ہم ہی جاتے ہیں۔ دعا کر اے رب الافواج کے سچے پیغمبر۔ دعا کر اے فخر رسل دعا کر اے انبیا کے سچے محسن۔ دعا کر اے قاضی الحاجات کے پیارے نبی دعا کر اے رحیم کریم کے سچے مرسل دعا کر اے رحمۃ للعالمین وقت دعا ہے تیری امت پر ہنگامہ محشر برپا ہے ہمیں خبر دی گئی ہے کہ تو حشر کے دن اُٹھیگا اور اپنی امت کا تماشہ دیکھیگا اُٹھ کہ حشر موجود ہے اور اس سے زیادہ حشر تیری امت کے لئے ہونا ممکن نہیں ؎

اے محمد در قیامت چون برآری سر ز خاک ✤ سر برآور دین قیامت درمیان خلق بین ✤

قیامت کا سا سارا نقشہ ہے۔ حسد کی آگ ہمارے دلوں میں روشن ہے اپنے بھائی مسلمان کو خوشحالی میں نہیں دیکھ سکتے۔ بھائی بھائی کا دشمن باپ بیٹے کا عدو بیٹا باپ کا بدخواہ ماں بیٹی کی مخالف بیٹی ماں سے سرکش کیا یہ قیامت کی نشانیاں نہیں ہیں۔ جہالت کی یہ کیفیت کہ فی ہزار ایک مسلمان مشکل سے ایسا نکلیگا جسے معمولی پڑھنا لکھنا آتا ہو۔ وہ کلام پاک جو تیرے ذریعہ سے ہم تک پہونچا جس میں ہماری قسمتوں کا پورا فیصلہ کیا گیا ہے اس کے الفاظ ہی پر ہم نے قناعت کر لی ہے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ دوسری قومیں ترقی کرتی جاتی ہیں مگر ہمیں جنبش تک نہیں سستی کاہلی۔ بداخلاقی اور بدا طواری ہماری ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور ہماری نئی پود ہمیں دیکھکے ہم سے زیادہ ناہنجار ثابت ہو رہی ہے۔ سلطنت کے جانے کا ہمیں رنج نہیں حکومت کے مٹنے کا خیال نہیں مگر رونا تو اس بات کا ہے کہ ہماری قومی یکجہتی اور اتفاق کو کیا ہو گیا۔ موجودہ حالت کو دیکھکر یہ بالکل صحیح ہے کہ وہ مسلمان نہیں جس کے دل میں اپنے بھائی کی محبت ہو۔ خودسری کی ہوا وہ سمائی ہے کہ ہیں کچھ بھی نہیں اور سمجھتے سب کچھ ہیں۔ ہم کہاں تک روئیں اور اپنی زار حالت کا نقشہ کہاں تک دکھائیں اب بس التجا ہے تو یہ ہے کہ تو اے برحق نبی اے کائنات کے نور اے اپنی امت کے لیے تکلیفیں سہنے والے اے اپنے دشمنوں کے لئے دعاء خیر کرنے والے دعا کر رب العالمین کی درگاہ میں دعا کر تاکہ ہمیں حقیقت کا راستہ معلوم ہو جائے سچی اخوت ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے منشاء اسلام کو ہم سمجھ جائیں عناد اور دشمنی ہم میں سے مٹ جائے اور ہم اس قابل ہو جائیں کہ امت مرحومہ کا محترم لقب ہم پر چسپاں ہو سکے اے قادر ذوالجلال کے مخبر صادق ہماری یہ التجا ہے ؎

نام لیوا تیرے گو سب ہو گئے ہیں زار و خوار / شان اگلی سی نہیں اب ان میں باقی زینہار

ہے ندیم ان کی مصیبت اور غم ان کا جلیس / بن گئی ہے بس پریشانی گلے کا ان کی ہار

خانمان برباد ناکام و دل حرماں نصیب / شوربخت و شوم طالع بس پریشان روزگار

سلطنت کے ساتھ کھو بیٹھے ہیں کل اوصاف بھی / ہائے بدبختی کو تو روتا ہے ان پر زار زار

کام اپنا اے پیمبر کر رہا ہے اب بھی تو / ہو رہا ہے دن بدن اعجاز تیرا آشکار

بڑھ رہی ہے ہر طرف تیری حکومت روز و شب / تو کیے لیتا ہے تسخیر ایک عالم بے شمار

کر دعا امت کے حق میں رحمۃ للعالمین / پاک ہے اس کا گریباں اور دل اس کا فگار

ایک بزرگ اسلام کا خواب اور اس کی سچی تعبیر

ایک زمانہ ہوا کہ اس دہلی شریف میں جہاں بائیس خواجوں کی چوکھٹ ہے اور جہاں علاوہ بزرگان دین کی آرام گاہ ہونے کے شاہان اسلام کے دینی قیام کی بھی جگہ ہے ایک بزرگ نے ایک خطرناک خواب دیکھا تھا اور وہ خواب ایسا درد انگیز تھا کہ آخر اُن بزرگ کو اس خاک پاک سے ہمیشہ کے لئے ہجرت کرنی پڑی۔ اس خواب کا بیان کرنے سے کلیجہ چاک چاک ہو جاتا ہے، جگر بستہ گریہ ہوتا ہے اور دل میں ایک سنسناہٹ اُٹھتی ہے جو رگ و پے میں دوڑ کے دماغ کے پردہ پر جا لگتی ہے۔ ہماری ہی کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ جو کوئی اس خواب کو سنے گا بشرطیکہ مسلمان ہو۔ اور اسلام کا کچھ درد اس کے دل میں باقی ہو، اور درد میں ایک کھٹک اور کھٹک میں ایک لذت ہو اُس کا بھی ہمارا سا حال ہو جائے گا۔ خواب کیا ہے درحقیقت فیصلہ ہے ہماری قسمتوں کا یا راز ہے ہمارے اسلام کا جو اسلام ہم نے اس وقت اختیار کیا ہے۔ خواب درحقیقت ایک ضرب ہے مسلمانوں کے لئے وہ ضرب جس کی ضرب کا اثر ان پر قیامت تک باقی رہے گا اور اس کا نشان قیامت کے دن خداوند زمین و آسمان اور خود رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمکے گا +

اس خواب کے بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ ایسے الفاظ جن میں انتہا درجہ کا درد۔ مایوسی نحوست بربادی۔ پامالی اور ویرانی پائی جاتی ہو۔ پھر بھی جو الفاظ کہ ہمیں آتے ہیں اور جن کا استعمال ہم کر سکتے ہیں اُن سے اس مختصر خواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس بزرگ اسلام نے خواب میں یہ دیکھا کہ چند مسلمان بڑے بڑے عمامے اور شملے نیچے کرتے پہنے ہوئے اور ڈاڑھیاں سینہ پر لٹکائے ہوئے حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک گھسیٹ رہے ہیں اس پر ان بزرگ اسلام کی آنکھ کھل گئی۔ علی الصباح آپ نے سفر کے لئے اپنا اسباب باندھا۔ آپ کے معتقدوں نے اس ناگہانی عزم سفر کا حال دریافت کیا تو آپ نے خواب کا حال بیان فرما کے کہا تم جانتے ہو کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ سب خاموش اور دیدہ متحیر دیکھتے رہے۔ پھر خود ہی ارشاد کیا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ شریعت اسی طرح پامال کی جائے گی مجھے اس سرزمین پر ایک گھڑی بھر بھی ٹھیرنا ناگوار ہے آپ کی مراد صرف دہلی ہی سے نہیں تھی بلکہ ہندوستان سے تھی۔ چنانچہ آپ اپنے بال بچوں کو لے کے ہجرت کر گئے۔ درحقیقت شریعت اسلامی مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے پامال ہوئی ہے اور اس کی وہ زبوں ترین حالت ہے کہ آٹھ آٹھ آنسو رونے کو بھی جی چاہتا ہے خود بخود آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور دل بہا چلا جاتا ہے ایک غبار ہے جو آنکھوں پر چھا رہا ہے اور دن بدن اس کی شدت زیادہ ہوتی جاتی ہے خود ماتم ہمارے ماتم سے نالاں ہے خود زاری ہماری

زاری سے خون کے آنسو روتی ہے ﷺ

ہم کو خود دیکھ کے ماتم نے کیا ہے ماتم ✤ ہم پہ رویا ہے فغان کر کے سدا آپ الم

آؤ ایک نظر ہندوستان کے کل مسلمانوں پہ ڈالو اور ہر قریہ اور شہر اور گاؤں میں پھر کے مسلمانوں کا تمدن معاشرت۔ تہذیب ملاحظہ کرو۔ دن بدن اُن پر کیا کیا مصیبت پڑتی جاتی ہے اور وہ اس پر امن زمانہ میں اپنی آیندہ نسلوں کے لئے کیا کیا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں۔ کشمیر سے لے کے راس کماری تک۔ ہمالیہ سے لے کے سرحدات مغربی شمالی تک اُن کی ایک حالت ہے۔ اُن کا مذہب جس کا نام اسلام ہے پارہ پارہ ہو چکا ہے اور ہر روز اُن میں نا اتفاقی پڑتی جاتی ہے۔ جس نے ہندوستان کا سفر کیا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی حالت کو جانچا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ بزرگ اسلام کے خواب کی تعبیر بالکل سچی ہے اور اُس میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ ہم نے اپنے ذاتی اغراض۔ حسد اور کینے تعصب کو اسلام کے روشن اسلام کے ساتھ کچھ ایسا گڈمڈ کیا ہے کہ اب وقت یہ ہو گئی کہ صاف اور نتھرے ہوئے اصول اسلام کا پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں ہے اور کس گروہ میں ہے۔ فرض کرو کہ ایک محقق شخص جو یوروپ کے کسی حصّہ کا رہنے والا ہے مسلمان ہونا چاہتا ہے اور اُس نے ہندوستان میں آکے کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جو اُس نے کلمہ طیبہ کی تعلیم کر کے مسلمان کر لے۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ مقلد مولوی کے پاس جاتا ہے اور اُس کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو غیر مقلد مولوی کے پاس فتویٰ کفر اُس کے حق میں تیار رکھا ہے اگر وہ صوفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تو وہاں بھی بحیثیت ایک مسلمان بھائی ہونے کے اُس سے مصافحہ کرنا کفر جانے گا۔ فرض کرو کہ تھوڑی دیر کے لئے سب نے اتفاق بھی کر لیا اور وہ مسلمان بھی ہو گیا مگر پھر غضب یہ ہوگا کہ جب تک اسلام کا رکن عظیم یعنے پانچوں وقت کی نماز نہ پڑھے گا مسلمان ہونا نہ ہونا اُس کا یکساں ہے اب پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کے اصول پر نماز پڑھے۔ مقلدوں کے اصول پہ۔ اگر مقلدوں پہ پڑھتا ہے اور آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتا۔ تو اُس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ اور اگر یہ دونوں باتیں کرتا ہے تو فریق ثانی کے خیال کے مطابق اُس کے نماز ہونے میں شک ہے اور اگر اس نے ان دونوں فریق سے سروکار نہ رکھا بلکہ ایک تیسرے فریق میں مل گیا جو بزرگان دین کے مزاروں کی تکریم کرتے پھول چڑھاتے۔ عرس کرتے قوالی کرتے۔ اور اُن کے مزاروں کی چوکھٹ پر بوسہ دیتے ہیں۔ میلاد کی مجلسیں کرتے اور نام پاک نبی پاک صلعم کے پہلے سرتاپا کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ بدعتی کہلائے گا اور اس کا فیصلہ سر دست محال ہے کہ ایک بدعتی بھی مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ ہیں اختلافات جو اس وقت اسلام پہ پڑ رہے ہیں اور یہ سے پچھی پائمالی جب کہ شریعت

نوا کچلی جا رہی ہے ۔

اسلام ایک اُس کے اصول ایک قرآن مجید ایک نبی ایک پھر یہ اختلاف عظیم کیوں ہے۔ صرف ہماری ناسمجھی اور بدبختی کا قصور ہے ورنہ ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم سب اصول میں متفق ہیں اور اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔ فروعات میں اختلاف ہے اور یہ ہونا بھی ضرور چاہیئے اور یہ اختلاف اسلام میں رحمت ثابت ہوا ہے بڑے بڑے آیمۂ مجتہدین میں اختلاف تھا۔ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی۔ حضرت امام مالک حضرت امام حنبل کے ہزاروں اختلافی مسائل موجود ہیں خود صاحبین یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد نے اپنے اُستاد حضرت امام اعظم سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ان بزرگان دین میں اس فروعی اختلاف سے باہم کچھ رنجش تھی۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ وہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں باہم ایسا اتحاد تھا کہ جو دو مسلمانوں میں ہونا چاہیئے۔ ہائے اُن کی بے نفسی۔ اسلامی محبت اور اس فدائیانہ عشق کی تو نظیر ہی نہیں ملتی جو اپنے پیغمبر حق ہادی نبی معصوم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ کیسے تھے ان کی اسلامی محبت کے بیانوں سے یوروپی مصنفوں کی کتابوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مثالاً ہم ایک روایت حضرت امام مالک کی نقل کرتے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک دن حضرت امام مالک کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں آپ کی کتاب مولفہ کو کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دوں اور اعلان دیدوں کہ ہر مسلمان اسی کتاب کو اپنا رہبر بنالے اور کوئی دوسری روایت جو اس کتاب کے علاوہ ہو نہ مانے۔ آپ نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کے جواب دیا۔ اسے امیر المومنین ایسا کبھی نہ کرنا مسلمانوں کو ان ہی روایتوں اور احادیث نبویہ پر عملدرآمد کرنے دے جو انہیں پہنچ گئی ہیں ممکن ہے کہ وہ صحیح بھی ہوں۔ میں ایسی حدیثوں کی پیروی جو واقعی صحیح ہیں اُن سے چھڑا کے عذاب آخرت مول لینا نہیں چاہتا۔ یہ سن کے خلیفہ خاموش ہو رہا اور آپ کی دُگنی عظمت اُس کے دل میں بڑھ گئی۔ یہ تھا اسلام اور یہ تھی بے نفسی اور یہ تھی سچی محبت کیا اب بھی اس زمانہ میں اس کی نظیر مل سکتی ہے خوب یاد رکھو اور سمجھ لو کہ مسلمانوں میں خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد وہابی ہوں یا صوفی اصول میں ہرگز اختلاف نہیں ہے۔ فروعات کے اختلافات کو کیوں اس قدر رنگ دیا جاتا ہے اور ایک فریق کیوں دوسرے فریق کو کیوں بدعتی اور لا مذہب کہتا ہے

ہم نے قریب قریب کل ہندوستان کا سفر کیا ہے۔ ہر شہر میں مسلمانوں کی قابل رحم حالت اپنی آنکھوں دیکھی۔ ادنے ادنے جاہل مسلمانوں کو ایسے ایسے اہم مسائل پر رد و کد کرتے سنا ہے کہ کلیجہ کانپ اُٹھا ہے۔ بزرگان دین کی ان ہی جاہلوں کے ہاتھ وہ توہین دیکھی ہے کہ شاید غیر اسلام والا بھی نہ کرے۔ ہم نے اکثر

قصائیوں۔ جلاہوں۔ کنجڑوں۔ قلعی گروں جو کسی نہ کسی فریق کے مولوی سے تعلق رکھتے ہیں بزرگان اسلام کی شان میں ایسے ناشایستہ الفاظ استعمال کرتے سنے ہیں جس سے جگر شق ہو گیا ہے۔ ایک فریق کہتا ہے جو کچھ بکھاری (بخاری) میں لکھا ہے کہ ہم اسی کو مانتے ہیں امام اعظم کیا جانتا تھا۔ معاذ اللہ۔ ایک فریق کہتا ہے کہ بکھاری (بخاری) کی بہت سی حدیثیں غلط ہیں امام اعظم کا تو مذہب قرآن میں بیان ہوا ہے۔ جہاں ملت خلیفہ کا لفظ آیا ہے۔ حقیقت میں یہ ہے کہ یہ جاہل بالکل بے قصور ہیں۔ سارا گناہ اُن کے پیشواؤں کا ہے اگر وہ اُنہیں ہدایت کر دیں اور ایسی باتوں سے روک دیں تو وہ ایسی دریدہ دہنی سے کبھی بھی آیمہ مجتہدین اور محدثین کی شان میں گستاخیاں نہیں کر سکتے۔ کون ہے جس نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سچی عظمت کو جانا ہے۔ اور اُس بے نظیر امام کی تحقیق و تنقید کو پہچانا ہے وہ امام جس کے تقویٰ۔ طہارت بے نظیر فدایانہ عشق اور بے مثال عالی دماغی کا خود بڑے بڑے جرمنی۔ فرانسیسی اور لندنی علماء نے اعتراف کیا ہے۔ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ اسی طرح حضرت امام بخاری کی عظمت کو پورے طور سے کون احاطہ کر سکتا ہے جس نے اپنی انتہا درجہ جانفشانی سے لاکھوں حدیثوں میں سے منتخب کر کے صحیح حدیثیں جمع کیں اور ایک ایسی کتاب ترتیب دی جس پر کتاب رسول کا اطلاق ہوتا ہے حضرت ولی اللہ شاہ صاحب نے ایک خواب لکھا ہے جو ایک بزرگ نے دیکھا تھا اور جیسے خود نبی معصوم نے اپنی زیارت کا شرف بخش کے یہ فرمایا تھا کیا تو میری کتاب نہیں دیکھتا۔ اُس بزرگ نے سرور دو جہان کی خدمت بابرکت میں عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی کتاب ہے۔ آپ نے ارشاد کیا وہ بخاری شریف ہے۔ اللہ غنی جس کتاب کی یہ عظمت اور یہ خوبی ہو اُس کی نسبت قوم کے جاہل افراد محض اپنی شقاوت قلبی سے کیا کیا بیہودہ الفاظ استعمال کرتے ہیں یہ صحیح ہے کہ لکھا پڑھا سمجھدار آدمی کبھی ایسا نہ کرے گا۔ مگر جاہلوں نے یہ سارا فساد برپا کر رکھا ہے اور بات یہ ہے کہ وہ اسلام اور اُس کے اصول کو جانتے بھی نہیں۔ دوسری قوم کے آدمی مثلاً آریہ یا کرسٹان اسلام پر حملے کرتے ہیں محض اپنی جہالت سے اُس کے روشن اصول پر بیہودہ درازی کرتے ہیں۔ بزرگان دین کو گالیاں دیتے ہیں ہم کیا خاک انہیں ملامت کریں جبکہ یہ بلا مسلمانوں ہی میں پائی جاتی ہیں اے مرحوم قوم کیا یہ ڈوب مرنے کی جگہ نہیں ہے اے اسلامی گروہ کیا یہ مٹ جانے کی باتیں نہیں ہیں۔ خیال کرو اور دیکھ لو کہ تو تیرے ہی افراد بزرگان دین اور پیشوایان اسلام پر کس کس دریدہ دہنی سے حملے کر رہے ہیں۔ کیا یہ باتیں ہماری بالکلیہ بربادی کی پیشین گوئی نہیں کر رہی ہیں کیا یہ اعمال ہیں ایسے نہ ایک دن بالکل صفحہ ہستی سے نہ مٹا دیں گے۔ تیری زار حالت واقعی رونے کے قابل ہے

اور اسی لئے ہم بھی روتے ہیں کہ کچھ تو دل کی بھڑاس نکلے گی ۔ ؎
اس لئے روتے ہیں تا دل کی بھڑاس نکلے گی ۔ خود بخود رہتی ہے بیلے روئے طبیعت مضطر

جہاں مذہبی حالت ردی ہے وہاں ہماری دنیاوی حالت انتہا درجہ ذلیل ہے۔ روٹیوں سے ہم محتاج ہیں۔ جاہل ہم ہیں۔ بے عزت ہم ہیں۔ حسد ہم میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔ بھائی بھائی کی خون پیاسا ہے۔ سست کاہل۔ مغرور۔ غرض تمام جہان کے عیب ہم میں ہیں اور بظاہر اس کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مایوسی کامل ہو چکی اب تو اللہ ہی ہے جو اس مہلک مرض سے نجات دے۔ بنگالہ میں جاؤ یا یوروپ یا ہندوستان میں جاؤ۔ یا مالوہ اور دکن میں جہاں دیکھو گے مسلمانوں کو ذلیل ہی پاؤ گے۔ خواہ بلحاظ دولت و ثروت خواہ بلحاظ اخوت و محبت۔ تجھ سے ہی سوال کرتے ہیں اے قوم تیری یہ حالت کیوں ہو گئی۔ غور کر اور اس کا سبب دریافت کر شاید تجھے اس سے کچھ فائدہ ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے ان مضامین کا اثر تجھ پر کہاں تک ہوتا ہے۔ بہر حال ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ سچ پوچھتی ہے تو بات یہ ہے کہ ہمیں تیری اصلاح سے کامل مایوسی ہو چکی ہے اور اب رمق برابر بھی امید نہیں رہی۔ پھر بھی ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں کیونکہ اپنے خالق ارض و سما کے سامنے قیامت کے دن حاضر ہونا ہے اور اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہمارے ہاتھ میں اے باری تعالیٰ تو نے قلم دیا تھا اور ہم نے اس سے امت مرحومہ کی کیا خدمت کی۔ اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے کہ ہم پر کیا بنے گی ۔

چودھویں صدی کے مولوی اور ان کے اقسام

عوام کا یہ خیال ہے کہ چودھویں صدی سے جانوروں نے بھی پناہ مانگی ہے اور اس صدی کی ایسی ناگفتہ بہ کیفیت ہے کہ خود حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی۔ اگرچہ اس قول کی شہادت کسی معتبر روایت سے نہیں ہوتی۔ اور نہ سمجھدار لکھا پڑھا ایسی باتوں کو قابل اعتبار سمجھ سکتا ہے۔ پھر بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا خیال عوام الناس کا کیوں ہوا اور وہ کیوں تیرھویں یا چودھویں صدی ہجری کو ان پر خوف نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے پیشواؤں کے کرتوت دیکھ دیکھ کے انھیں یہ خیال ہوگا کہ یہ صدی اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زہریلا پن اور اس سے بدتر زمانہ اور ہو ہی نہیں سکتا ۔

سوال یہ ہے کہ مولویوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ ہماری مذہبی تمدنی۔ معاشری حالت کی کہاں تک اصلاح کی اور ہمیں کیا سبق پڑھایا ہمیں اس صحیح حدیث قدسی اور مقصود خداوندی کا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں کہاں تک مفہوم سمجھایا۔ ہمارے باپ داداؤں کے ساتھ کیا کیا اور آیندہ ہماری اولاد کے ساتھ کیا کریں گے ایک زبردست مشہور و معروف مولوی کے ہاتھ پہ حلف رکھا جائے اور اس سے دریافت کیا جائے کہ جتنا روپیہ تیرے پاس اس وقت موجود ہے یہ تو کہاں سے لایا۔ تونے کبھی محنت کر کے کمایا تونے کبھی تجارت کی یا تیری موروثی جاگیر کہیں ہے اخیر لایا تو کہاں سے۔ اس کا جواب نفی میں ملے گا۔ اور ممکن نہیں کہ سوا اس کے وہ کہہ سکے کہ میرے مریدوں اور معتقدوں نے دیا ہے پھر سوال یہ ہو کہ تجھے اُن سے لینے کا کیا حق ہے اور تونے کیوں بلا سبب اُن کی گانٹھ کتری اگر وہ خود تیرے پاس لے کے آئے تھے تو تجھے انکار کر دینا تھا تو اُن کے گاڑھے پسینہ کی کمائی لینے والا کون تھا۔ کیا تو وعظ اس لئے کہتا ہے کہ جاہل مسلمان تیری پرستش کریں تو امر و نواہی کا اس لئے بیان کرتا ہے کہ تیری مٹھی غریب ناواقف کریں کیا تو علماء اور اولیائے کرام کا اس لئے بیان کرتا ہے کہ جایز و ناجایز طور پر تیری جیب بھر جائے۔ کیا تو نیابت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فخر کر کے مسند نبوی پڑ بیٹھتا ہے کہ لوگ سمجھے ایک ولی کامل متقی اور فاضل اجل سمجھ کے تیرے ہاتھ پہ بیعت کریں اگر تیرے یہ خیال ہیں اور تونے اسی نظر سے نیچی داڑھی اور لمبا کرتہ یا چغہ یا عمامہ زیب تن کر رکھا ہے تو لعنت ہے تیرے اسلام پہ اور تف ہے تیری اس دھوکے کی وضع سے اور پھٹ ہے تیری ولیوں کی صورت پہ + ؎

کار شیطان مے کند نامش ولی ⁂ گر ولی این است لعنت بر ولی

اگر یہ بات نہیں ہے اگر وہ صبح سے شام تک مزدوری کرتا ہے اگر وہ مسلمان گاڑھے پسینہ کی کمائی بغیر کسی معاوضہ کے حرام مطلق سمجھتا ہے اگر وہ محض پاک اور سچے دل سے امر و نواہی کا بیان کرتا ہے ایسا شخص بیشک بزرگ ہے اور اس قابل ہے کہ نائب رسول کریم کا معزز لقب اُسے دیا جائے۔ ہندوستان کے ہر شہر میں پھر و اور ہر مولوی سے جا کے ملو۔ اخرالذکر صفت کے مولوی۔ حق تو یہ ہے کہ بہت ہی کم پاؤگے۔ مولویوں نے بات یہ ہے کہ ایک لوٹ مچا رکھی ہے اور ان کی لوٹ کی کوئی بھی انتہا نہیں ہے۔ جہاں جاؤ اسی کا رونا پاؤگے۔ جدھر دیکھو یہی آفت ملاحظہ کروگے۔ ان رہزنان دین و ایمان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی کرائیں اُن میں سر پھٹول کرائیں اپنے فریق علیحدہ قایم کریں اور یوں امت مرحومہ کو پارہ پارہ کر کے اپنا گھر بھریں فی الحقیقت نہ اُن کا کوئی دین ہے نہ ایمان نہ ان کا کوئی مذہب ہے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے کوئی

غیر مقلد بن گیا ہے کوئی مقلد۔ یہ بدبخت ظالم گروہ نہ مقلدی کو جانے اور نہ غیر مقلدی کو ان کا باوا آدم ہی نرالا ہے اور ان کا مذہب ہی اور ہے نہ انہیں خدا کا ڈر اور نہ نبی معصوم کی شرم۔ ان کے نئے نئے گروہ ہیں اور روپیہ کمانے کے نئے نئے طریقے ہیں اور ان ظالموں نے نیک دل اور پرہیزگار علما کی کچھ پت نہیں رکھی۔ کوئی شخص پاس جا کے نہیں پھٹکتا بلکہ اُلٹا غضب یہ ہے کہ ان کی حق گوئی پر ان پر لعن طعن پڑتی ہے اور وہ بیچارے خوف کے مارے سر نہیں اُٹھا سکتے۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے مولویوں کے اقسام بیان کریں اور مختلف بلاد ہند میں جو کچھ ان کی کیفیت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ہدیہ ناظرین کریں شاید ہماری ان باتوں سے مسلمان چونکیں ہوشیار ہوں اور دشمنان اسلام سے آیندہ کے لئے پہلو تہی کریں +

اول مولویوں کا وہ گروہ جو ہمیشہ ہندوستان میں گردش لگاتا پھرتا ہے اور جس جگہ جاتا ہے ایک غضب برپا کر دیتا ہے۔ اس گروہ میں کچھ تو مولود خواں مولوی شریک ہیں کچھ نرے واعظ ہیں کچھ پیری مریدی کرتے ہیں اور کچھ مسئلے مسایل بیان کرتے ہیں۔ یہ گروہ ایک زہریلا گروہ ہے اور اس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔ ان مولویوں نے ہر شہر میں جانے کا خاص موسم اور خاص مہینے مقرر کر رکھے ہیں اور اس زمانہ میں اُن کا فرض ہے کہ یہ وہاں پہونچیں۔ ان کی فیس دو روپے سے آٹھ آنے تک اور کھانا رو کن میں شمار کیا جاتا ہے۔ انکی بڑی بڑی دلچسپ داستانیں ہیں جن میں سے دو چار ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔ ایک مولوی صاحب اپنے وطن سے روانہ ہوئے اور اُس قصبہ میں اُن کا گذر ہوا جہاں وہ پہلے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ چنانچہ وہ پہونچے اور جا کے ایک سرائے میں اُترے۔ اگر شب ہوئی تو مجبوراً آرام کیا۔ لیکن ساتھ ہی سرائے والے سے دریافت کیا کہ یہاں بڑی بڑی مسجدیں کونسی ہیں۔ مسلمانوں میں کون کون سا شخص دولتمند ہے اور آیا وہ کبھی مولویوں کا وعظ بھی کہوایا کرتا ہے یا نہیں۔ کون کونسا مولوی ہے اور اس کے مرید کتنے ہیں۔ اُسکا کہاں کہاں وعظ ہوتا ہے اگر ان کل سوالوں کا جواب حسب دلخواہ مل گیا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ اور نہیں ملا تو علے الصباح اُٹھتے ہی ایک مسجد میں پہنچے اور وہاں کے ملا نے سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ یہاں وعظ ہوتا ہے یا نہیں اگر وعظ ہوتا ہو اور اُس نے کہدیا کہ میں ہی واعظ ہوں تو دم بخود ہو رہے اور مطلق تک نہیں کی اور دو ایک باتیں کر کے سٹک آئے اور ایسی مسجد کا پتہ لگایا کہ جہاں وعظ نہ ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھی اور ابھی سلام پھیرا ہی تھا اور لوگ سنتیں اور نفل پڑھ رہے تھے کہ مولوی صاحب ممبر پر کھڑے ہو گئے۔ اور کہا بھائیوں خدا کا کلام سنتے جانا وہ کمبخت یہ سمجھ کے کہ ملا کچھ اینٹھنا چاہتا ہے خاموشی سے چلنے لگے کہ اُس نے پھر ایک للکار بتائی کہ تمہیں کبھی رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کی قیامت کے دن شفاعت میسر نہیں ہونے کی۔ خدا کے کلام سے دل تنگ ہوتے ہوتے ہو یہ
سن کے وہ جانے والے جبراً قہراً بیٹھ گئے۔ ابھی لوگ سنتوں وغیرہ سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ملا جی نے
گانا شروع کیا کیونکہ موجودہ زمانہ میں گانا وعظ کا جزو اعظم گنا جاتا ہے اور زیادہ تر وعظ کا دارومدار گانے پر رہ
گیا ہے۔ اگر اس ملانے کی آواز اچھی ہوئی تو لوگوں کی توجہ کسی قدر اس کی طرف پھری اور وہ رغبت سے
سننے لگے اور جو اس کی آواز بری ہوئی تو چھڑیوں ہی چھڑیوں انہوں نے سرکنا شروع کیا اور اخیر وعظ میں صرف
چار پانچ آدمی رہگئے۔ خدا خدا کرکے وہ وعظ ختم ہوا اور مولوی صاحب نے اپنے سفرخرچ کا سوال کیا اور
اُس مسجد میں جم کے بیٹھ گئے۔ مجبوراً اس شہر کے چند معمر اور باا ثر اشخاص طباق ہاتھ میں لے کے اُٹھ کھڑے
ہوئے اور دکان دکان ایک ایک پیسہ مانگنا شروع کیا۔ چار پانچ آٹھ دس روپے جمع ہوگئے۔ اور وہ
مولوی صاحب کی جھولی میں لاکے ڈال دیئے روٹی کا بھی حساب رہتا ہے ہر ہر گھر سے ایک ایک روٹی مانگی
جاتی ہے۔ کسی کے گھر سے دال اور کسی کے گھر سے سالن چند گھنٹے میں دو تین آدمیوں کا کھانا جمع ہوگیا۔
اور وہ ملانے کے آگے رکھا گیا۔ اُس نے مال غنیمت سمجھ کے لقمے مارنے شروع کئے اور خوب پیٹ بھر کے
کھایا۔ بچا ہوا کھانا اپنے ساتھ باندھ لیا۔ اور دوسرے دن چل کھڑے ہوئے یہ تو قصبوں اور مسلمانوں کی
چھوٹی چھوٹی بستیوں کا ذکر ہے مگر شہروں میں اُن کا طریقہ نرالا ہے اور اُن کی کارروائی دوسری ہے جو ہم
آگے تحریر کریں گے۔ ہمارے ایک دوست نے کالکا میں ابھی چند مہینے ہوئے ایک عجیب کیفیت رہزنان
دین خدا کی دیکھی جو یہاں بیان کرنے کے قابل ہے وہ شملہ کے عزم سے کالکا پہنچے۔ شب کو سرائے میں اُترے
ایک وہ اور ایک اُن کے بھائی تھے۔ دو چارپائیاں ملیں اور اُن پر بچھونا بچھا کے لیٹ گئے۔ یکے والے بھی
اپنی اپنی دوہریں بچھائے ہوئے کچھ تو زمین پر لیٹے تھے اور کچھ چارپائیوں پر بیچارے سارے دن کے تھکے
ہوئے تھے اور سناٹے کی نیند میں سو رہے تھے کہ اتنے میں ایک مولوی صاحب تشریف لائے سر پر عمامہ
نیچی داڑھی منڈی ہوئی لبیں لمبا جبہ ہاتھ میں عصا ماتھے پر سجدہ کا نمایاں نشان آتے ہی چاروں طرف
دیکھا اور بغیر کسی اجازت اور دریافت کے ہمارے دوست کی پائنتی آکے بیٹھ گئے وہ ایک شائستہ اور
مہذب شخص تھے فوراً اُٹھ بیٹھے اور مولوی صاحب نے جگہ خالی پاکے چارپائی کے بڑے حصہ پر اپنا تصرف
کر لیا۔ بغیر کسی سلام اور مزاج پرسی کے۔ اُنہوں نے یہ کہا کہ میں مولوی صاحب ہوں اور وعظ کہتا ہوں۔
تم یہ چارپائی میرے لئے خالی کردو۔ مولوی صاحب کی یہ ناجائز نامہذبانہ درخواست سُن کے ہمارے

دوست کو غصہ آیا اور اُنہوں نے کہا آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ ایسی حکومت مجھ پر کریں۔ پھر تو مولوی صاحب آپے کے باہر نکل گئے اور انہوں نے گرم گرم الفاظ کا استعمال کرکے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ میں مولوی ہوں کیا تمہیں اسکا ڈر نہیں ہے کہ ابھی فتوی کفر تم پر دیدوں گا یہ تو تو میں میں ہو رہی تھی کہ ہمارے دوست کے بھائی اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بیچ بچاؤ کرکے مولوی صاحب کے لئے چارپائی خالی کردی۔ پھر مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے وعظ کے لئے کوئی چیز یہاں بچھا دو بیچاروں نے محض ایک تماشہ دیکھنے کے لئے اپنا باناتی جبّہ بچھا دیا۔ اور مولوی صاحب اُن بیخبر سوتے ہوئے یکے والوں پر جا پڑے اور جھنجوڑ جھنجوڑ کے کہا کہ اُٹھو کیا ٹانگیں پسارے سوتے ہو کلام خدا سنو۔ بعض انگڑائیاں لیکر خاموش ہو رہے اور بعض آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ بعض نے یہ بھی کہدیا ہو کہ نیند میں حیران کرنے کو یہ کہاں سے مولوی آجاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے دم نہیں مارا اور باناتی جبّہ پر وعظ کہتے ہوئے بیٹھے۔ جو یکے والے سوتے تھے وہ سوتے ہی رہے اور جو آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ کے بیٹھے تھے چند منٹ کے بعد وہ بھی سو رہے اور مولوی صاحب دو ڈھائی گھنٹے اُن کے سرہانے بیٹھے ہوئے غل مچایا کئے اور اخیر وعظ ختم کرنے کے بعد ٹانگ پھیلا کے سو رہے۔ ناظرین تعجب کریں گے کہ مولوی کو جنون تھا۔ اس نے کیوں تنہا بیٹھ کے اپنا دماغ خالی کیا اور اپنا زہر اپھاڑا نہیں۔ بلکہ اس نے اپنی مراد حاصل کرلی اور اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا اُسے یہ کامیابی ہوئی کہ اب یکے والوں کو فرض ہوگیا کہ وہ مولوی صاحب کو بلا کرایہ لئے پہونچا دیں اور منزل پہونچانے تک روٹی بھی کھلائیں۔ بس یہی اس ملانے کی آرزو تھی اور وہی پوری ہوگئی یعنے علی الصباح یکا تیار ہوتے وہ بغیر کچھ سُنے جا بیٹھا اور غریب یکے والے کو خون کے سے گھونٹ پی کے اسے منظور کرنا پڑا۔ اگرچہ اس نے چند ناملائم باتیں ملانے کو سنا بھی دیں۔ لیکن ملا نے ان باتوں کا خیال نہیں کرتے اپنی مطلب برآری کے لئے انہیں تمام جہاں کی ذلتیں منظور رہیں وہ شیر مادر سمجھ کے سب کو ہضم کر جاتے ہیں اور خبر تک نہیں ہوتی ❊

ان کی بڑی بڑی دردناک کہانیاں ہیں اور ان کے بیجا مظالم کی بڑی بڑی خون آلود داستانیں ہیں جو ہم بیان کریں گے اور مسلمانوں سے التجا کریں گے کہ انصاف سے ہماری ان تحریروں کو دیکھیں اور غور کریں کہ آیا کسی خاص فریق کی بابت لکھ رہے ہیں یا ہماری مراد جمہوری علمائے موجودہ سے ہے قصائیوں نے حق تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو کہیں کا نہیں رکھا۔ یہ بلائیں اور پہاوڑے سے میلے دین خدا

کی عمارت کو ڈھا رہے ہیں اور کچھ بھی نہیں ورد آتا۔ باہمی محبت اور اخوت کا تاوان رہزنوں نے بیچ ہی مار دیا اور جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے ان کی رہزنی میں شدت ہوتی جاتی ہے جب تک ان مولویوں کا بندوبست نہ ہوگا جب تک قوم کے افراد انہیں ہمیشہ کے لئے رخصت نہ کر دیں گے مسلمانوں میں تو اتفاق ہونا محال ہی نہیں ہے بلکہ ناممکن محض ہے۔ ہزار قوم قوم پکارا جائے لاکھ اتفاق اتفاق کے نعرے بلند کئے جائیں کچھ بھی نہیں ہونے کا اور اُلٹا دن بدن ذلت و خوری کا سامنا ہوگا۔ ہم نے تشخیص مرض کر لی ہے اور ہمیں فخر ہے کہ ہماری اس تشخیص میں کوئی نقص نکال نہیں سکتا ❖

ہم جو کچھ بیان کرتے ہیں سنی سنائی ایک ہی نہیں ہوتی بلکہ جو ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے اور ہمارے کانوں نے سنا اور ہمارے علم نے اُسے جانچا۔ اسی کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری باتوں کی کوئی تکذیب نہیں کر سکتا۔ اب ہم ان واعظین کی کچھ اور کیفیت سناتے ہیں جو حال ہی میں ہم نے آگرہ میں جا کے دیکھی۔ تین تین چار چار مہینے سے آگرہ کے مسلمانوں پر مولویوں کی آفت نازل تھی۔ اور ان ظالموں نے ایک اودھم مچا رکھی تھی۔ کوئی گھر مسلمان کا ایسا نہ تھا جہاں ان کا وعظ نہ ہوا ہو پسنہاری سے سب سے کھاتے پیتے مسلمان تک سب ہی نے ان کا وعظ کرایا۔ انہوں نے یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ تمام عمر میں جس کی ایک بار بھی نماز قضا ہو گئی گویا وہ اپنی سگی ماں سے ستر بار زنا کر چکا۔ اب نہ اُس کی توبہ قبول اور نہ وہ بخشا جائے گا۔ ہاں اگر اُس نے ہمارا وعظ کہوا لیا تو بیشک اُس کی نجات ممکن ہے۔ پھر دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ وہ گھر جہاں مولوی کا وعظ نہ ہوا ہو شب و روز تھر پھیلا پھیلا کے کوستا ہے اور کوستا بھی کیسے گھر والوں کو اور خدا سے بد دعا کرتا ہے اہل خانہ کے حق میں۔ غرض جب اس قسم کے زبانی فتوے جاری ہوئے تو عام لوگوں میں ایک ہل چل پڑ گئی۔ رانڈ اور غریب عورتوں نے اپنے گہنے اور کپڑے گروی رکھ رکھ کے مولوی صاحبان کا وعظ کہلوایا۔ ایک مولوی صاحب کی فیس یہ تھی دو سیر دودھ کی قیمت تین یکوں کا کرایہ بارہ آدمیوں کا کھانا۔ پاؤ بھر حلوہ جس میں بدایہ کا میوہ پڑا ہوا ہو اور دو روپیہ نقد۔ اب اسی سے اندازہ کر لیا جائے کہ غریب عورت تو ادھر گئی۔ اور اس کا تو ہمیشہ ہی کے لئے ستیاناس ہو گیا۔ ہم نے افسوس سے سنا کہ ان مولویوں کے ہر مہینے صدہا روپے کے منی آرڈر برابر چلے جا رہے ہیں۔ ان کے کمیشن ایجنٹ ساتھ رہتے تھے۔ مولوی صاحب کی نوبت ہی نہ آئی تھی وہ اوپر کے اوپر ہی بھگت لیتے تھے۔ جو غضب آگرہ کی مسلمان رانڈوں پر ہوا وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے تحصیلدار کے پاس حکم بھیجا تھا کہ مسکین عورات کی فہرست بنا کے دو ہزار

کی جائے تاکہ قحط کی امدادی کمیٹی اُن کی مدد کرے۔ لیکن جب ہر ہر گھر میں یہ دھڑا دھڑ وعظ ہونے لگے تو حاکم نے لکھدیا کہ یہاں کوئی محتاج نہیں ہے سب لوگ دولتمند ہیں۔ جو بیچاری رانڈیں واقعی قابل امداد تھیں اُن کے گلے پر چھری پھرگئی اور خدا ان ملانوں کو غارت کرے کہ ان رہزنان دین و ایمان نے نہ صرف ان کا سامان فروخت کرایا۔ بلکہ انہیں گورنمنٹ کی امداد سے بھی محروم کرادیا۔ اب سنئے ہماری کیفیت ہمیں چند ہمدردان اسلام نے مدعو کیا کہ ہم ان کی حقیقت کھولیں اور بتائیں کہ ان سے بچو یہ برباد کرکے بھی باز نہیں آئیں گے۔ ہمیں اگرچہ آنکھ اُٹھانے کی بھی فرصت نہیں تھی مگر ہم ۹۔ اکتوبر کی ساڑھے دس بجے کی ڈاک گاڑی میں روانہ ہوئے اور پو پھٹنے سے پہلے آگرہ پہونچے شب بھر ریل میں ایک یورو پی جنٹلمین سے باتیں ہوتی رہیں مطلق نیند نہیں آئی۔ سارا دن آگرہ میں ملنے ملانے میں گذرا شب کے آٹھ بجے سے کالی مسجد کی وسیع صحن میں جلسہ شروع ہوا۔ جہاں تک اندازہ کیا جاتا ہے ہزار بارہ سو عورتوں سے کم نہ تھیں اور پانچ چھ ہزار سے مردوں سے کم نہ تھے۔ ہمارے دوست بابو جہانگیر خاں صاحب جہاں ہم مقیم تھے۔ اس عظیم الشان جلسہ کے بانی مبانی تھے۔ روشنی بصرف زر کثیر بہت ہی انتظام کیا گیا تھا۔ جن میں دس مولوی بھی مدعو تھے۔ جن میں کچھ تو مقامی تھے۔ جنہیں اس قسم کی رہزنی سے کچھ تعلق نہ تھا اور چار پانچ غارت کنان دین تھے ان سے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ تمہاری عین جلسہ میں یہ گت بنے گی۔ ورنہ وہ کبھی بھی نہ آتے۔ سب نے اخیر میں ہمیں رکھا تھا۔ اب ذرا وعظوں کی مختصر کیفیت سُننا چاہیئے۔ ایک مولوی صاحب اُٹھے انہوں نے بیان کیا کہ مولانا روم نے جس وقت مثنوی لکھی ہے وہ خداوند تعالےٰ کے پاس بیٹھے تھے اور خدا ہی کے مشورے سے لکھتے تھے۔ دوسرے مولوی صاحب اُٹھے انہوں نے اثناء وعظ میں بیان فرمایا کہ جب جنگ بدر میں حضرت رسالتمآب کو شکست ہوئی ہے تو آپنے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ مسلمان شاہ نجاشی کے ہاں چلے گئے۔ تیسرے مولوی اُٹھے انہوں نے بیان کیا کہ شاہ نجاشی یہودی تھا۔ چوتھے صاحب یہ گوہر فشان ہوئے کہ ملک شام میں یہودیوں کی عملداری تھی مگر یہ ضرور تھا کہ وعظوں میں گانا برابر ہوتا جاتا تھا۔ غرض یہ کل علامہ اپنی اپنی باری پوری کرکے بیٹھ گئے۔ اب مولویوں کے لال بجھکڑ اُٹھے۔ بڑا اور سب سے بڑا عمامہ ایک لمبی تسبیح اور ایک خوبصورت عصا ہاتھ میں جس کی شام پر قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں یہ مفتی بھی ہیں مولوی بھی ہیں اور واعظ بھی ہیں اور خدا جانے کیا کیا ہیں۔ تین یکوں کا کرایہ اور پاؤ بھر حلوہ وغیرہ ان ہی کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتا ہے ان کا اسم مبارک مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ہے قد متوسط اور خوب موٹے تازے ہیں اور بہت

ہی سرخ و سفید ہیں۔ اُنہوں نے بہت ہی عجیب و غریب روایتیں بیان کیں۔ وہ روایتیں جو ہم نے کبھی نہیں سُنی تھیں۔ چنانچہ منجملہ اور روایتوں کے آپ نے ایک صحیح حدیث بیان فرمائی اور اس کے راوی جناب پیران پیر کے بڑے صاحبزادے سید عبدالرزاق صاحب بیان فرمایا کہ خداوند تعالےٰ نے جو بکری کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میں میں کرتی ہے یعنی اُس میں اس قدر خودی کی بو ہے کہ ہر وقت اس کی زبان سے میں ہی میں نکلتا ہے۔ اسی بناء پر اُس کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے۔ پھر اُس کی کھال اینچی جاتی ہے۔ جب بھی میں ہی میں کی صدا نکلتی ہے۔ پھر اُس کا ایک ایک عضو علیحدہ کیا جاتا ہے پھر بھی وہ میں میں کہنے سے باز نہیں آتی۔ پھر اس کی بوٹی بوٹی جدا کی جاتی ہے۔ پھر اُس کا قیمہ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی انتڑیوں کی تانت بنائی جاتی ہے اور جب وہ دھنئے کے پاس جاتی ہے۔ اس وقت اُس تانت میں سے تُن تُن کی صدا نکلتی ہے۔ یعنے تو تو تو تو۔ اتنی سخت سزا ملنے کے بعد خودی کی آواز سے انکساری کی صدا آتی ہے۔ ہم اس حدیث پر کیا رائے دیں۔ ناظرین خود ہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ صرف اتنا ہم ضرور کہتے ہیں کہ ہمارے پیشوا مولانا صاحب کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ عربی زبان میں میں اور تو تو نہیں ہوتا۔ جوں ہی مولانا صاحب نے یہ روایت بیان کی اور جسے انہوں نے نہایت جوش اور خوش اسلوبی سے ادا کیا اُن کے جاہل مریدوں نے آفرین کے نعرے مارے اور ساتھ اُن کے کمیشن ایجنٹوں نے جو اُن کے ساتھ رہتے ہیں۔ واہ واہ کی ایک دھوم مچا دی مگر ہزاروں سمجھ دار لوگ مسکرا رہے تھے۔ آریہ اور عیسائی اس جلسہ میں بکثرت موجود تھے بمشکل اپنی ہنسی کو روک سکے۔ ہمارا دل جلا جاتا تھا اور ہم دل ہی دل میں گھٹے چلے جاتے تھے۔ اور شرم کے مارے عرق عرق ہو رہے تھے۔ خدا خدا کر کے مولانا صاحب بیٹھے اور پھر ہمارے دوست شیخ نور الٰہی صاحب مینوسپل کمشنر کھڑے ہوئے۔ آپ نے مسلمانوں کی موجودہ حالت پر ایک مختصر سا مضمون اور معمولی نصائح کے بعد اُسے چند برجستہ نعتیہ اشعار میں ختم کر دیا۔ اخیر میں ہماری باری تھی۔ شب کے بارہ بج چکے تھے۔ نو دس بجے جو ابر محیط آسمان تھا صاف ہو چکا تھا۔ جہاں تک نگاہ پڑتی تھی لوگوں کے دل ہا دل چھا رہے تھے۔ جو عورتیں پردہ نشین تھیں اُن کے لئے ایک وسیع بارگاہ میں جگہ کی تھی برقع پوش عورتیں مسجد کے دالانوں میں بھری ہوئی تھیں۔ اس وقت ہمارا دماغ چکرا رہا تھا۔ شب بھر کے جاگے ہوئے دن بھر کی تکان اور چار گھنٹے کی یہ کوفت جو مولویوں کے وعظ سے پیدا ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے تو ہماری قوت کا بالکل ہی نچوڑ کر لیا تھا ہم تو راضی نہ تھے مگر زبردستی کی گئی اور اخیر ہم اسٹیج پر جا کے کھڑے

ہوئے - ہم نے نبی کریم رسول مقبول احمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات مسعود ومحمود سے اپنا لیکچر یا وعظ یا خطبہ شروع کیا۔ ڈیڑھ گھنٹے تک مختصر واقعات بیان کئے - پھر ہم نے بیٹھ جانے کی اجازت مانگی کیونکہ دو بجے کا عمل ہو چکا تھا۔ سامعین نے نہ مانا اور باصرار ہم سے کہا کہ ہم کچھ اور کہیں جب ہم نے سامعین کو اتنا متوجہ پایا تو آمدیم بر سر مطلب کا مضمون کیا اور چودھویں صدی کے مولویوں کی نہایت دلیری اور بے باکی سے کیفیت بیان کرنی شروع کی - ہم بحیثیت ایک پردیسی شخص کے تھے اور تنہا تھے اور ہمیں اتنے عظیم گروہ کی مخالفت سے ضرور خوف کھانا تھا مگر ہم نے گوارا نہیں کیا کہ ہم معمولی خوف سے حق چھپائیں اور مسلمانوں کو آفت میں پھنسا رہنے دیں - ہم نے اس صورت میں اپنی دردناک کہانی شروع کی - سنو مسلمانوں جو کچھ تم سے بیان کیا جاتا ہے کسی لالچ سے نہیں ہے - نہ تمہاری جیبوں پر ہماری نگاہ ہے - اور نہ ہم تمہاری مٹھی کو دیکھتے ہیں کہ وہ بند ہے یا کھلی ہوئی اور نہ تمہارے ہاں دعوت کھانی منظور ہے - ہم اپنے خیال میں تمہارا دین فروشی کرکے ایک پیسہ بھی لینا حرام مطلق سمجھتے ہیں ہمارے ہاں دین فروشی جائز نہیں ہے بلکہ حرام مطلق ہے - ہمارے مفخر موجودات سرور دوجہان قبل زمانہ نبوت اور بعد زمانہ نبوت انتہا درجہ کے جفاکش تھے اور حق یہ ہے کہ آپ کا زمانہ مسعود ومحمود دنیا بھر کی سخت سے سخت مخالفتوں سے سینہ سپر کرنے میں گذر گیا۔ پھر خلفائے راشدین کی بھی یہی کیفیت تھی - کسی نے وعظ فرما کے مسلمانوں سے اپنے وعظوں کی اجرت نہیں لی اور نہ کسی اور طریقہ سے مسلمانوں کی جیب ٹٹولی - پھر آئمہ مجتہدین کا زمانہ آیا - ہمارے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے - نادار اور مفلس طلبہ کے ماہانے مقرر کر رکھے تھے - کوئی بتا دے کہ آپ نے ایک پیسہ بھی کبھی کسی مسلمان سے لیا ہو اور اپنے وعظوں یا فتووں کی اجرت طلب کی ہو - حضرت حسن بصریؒ نے تو یہاں تک فرمایا تھا کہ جو واعظ یا مولوی دین فروشی کرتا ہے وہ مسلمان ہو کر قیامت کے دن نہیں اٹھنے کا - مسلمانوں تم خوب سمجھ لو کہ ہرگز اُس شخص کی زبان سے حق بات نہیں نکلنے کی جو تمہارے آگے بھیک کے لئے ہاتھ پسارے اور ہر وقت تمہاری مہربانی کے خرید لینا کا فکر کرتا رہے - جس کی تمام عمر حرام کے لقمے کھانے میں گذر گئی ہو جس نے موٹے تازے ہونے پر بھی کبھی اپنی بازو کی قوت سے ایک پیسہ نہ کمایا ہو وہ ہرگز کلام خدا نہیں سمجھ سکتا اور نہ اُس کی زبان سے حق کلمہ نکل سکتا ہے - جو پیدا ہوا مفت خوری میں جس نے پرورش پائی مفت خوری میں جس نے ہوش سنبھالا مفت خوری میں اور جو بڑا ہوا مفت خوری میں مسلمانوں تم اُس سے کیا امید - کر سکتے ہو -

کیوں نہیں۔ اُس کی باتوں کا تم پر اثر ہونا اس وجہ سے کہ اُس کے دل میں کچھ ہے زبان سے کچھ کہتا ہے۔
وہ درحقیقت ڈاکو ہے جو تمہیں دن دیہے لوٹتا ہے اور کوئی اُسے مزاحم نہیں ہوتا۔ تم مسلمان ہو تمہیں نماز
پڑھنی آتی ہے۔ تم روزے رکھنا جانتے ہو تم نبی معصوم و برحق کو اپنا پیشوا شفیع مانتے ہو۔ خدائے واحد مطلق
یا خدا ئے قرآن پر تمہارا ایمان ہے۔ اب تمہیں ہیں اور توتو کی رواتیوں کے سننے کی کیا ضرورت ہے۔
تم اپنے شکوک دینی اُس سے جا کے رفع کرو۔ جس کی تمہاری جیبوں پر نگاہ نہ ہو۔ جو تمہاری مٹھی کے بند
دیکھنے کا مشتاق نہ ہو جسے روپیہ کی چھناچھن اچھی نہ معلوم ہو جس میں کسی قسم کا ریا اور فریب نہ ہو اور
بات یہ ہے جسے تمہارے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ وہ کیوں تم سے دغا اور فریب کی باتیں کرے گا تمہارے
گاڑھے پسینہ کی کمائی تمہیں اور تمہارے بچوں کو مبارک رہے خدا کرے تم پھلو پھولو اور محنت کی تمہیں عادت
ہو۔ یہ میں جانتا ہوں کہ میری کھلی کھلی باتیں جو فی الحقیقت بالکل نئی ہیں اور تمہارے کانوں میں کبھی نہ پڑی
ہوں گی بری معلوم ہوتی ہوں گی مگر نہیں خدا نے تمہیں ہوش عقل اور فراست دی ہے تم یک لخت نہ بگڑ
جاؤ۔ بلکہ سوچو سمجھو اور غور کرو کہ میں کیا کر رہا ہوں اور آیا میرے اس کہنے میں کچھ میری غرض ہے۔ یا میں
بے لاگ ہو کے بیان کرتا ہون اس دلیری اور بیباکی سے بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ مجھے تم سے کوئی
لالچ نہیں ہے۔ میں پاؤ بھر برابر کے میوے کا حلوا نہیں چاہتا۔ اپنے وعظ کا کچھ معاوضہ نہیں چاہتا۔ نہ
آپ سے گاڑی کے کرایہ کا طلب گار ہون۔ ہاں آپ کی کشیدہ خاطری سے مجھے افسوس ضرور ہوگا۔ صرف
اس وجہ سے کہ آپ نے بغیر سوچے رائے قایم کر دی ورنہ مجھے اور کسی قسم کی پروا نہیں ہے یہ میں خوب جانتا ہوں
کہ صدیوں کی برائیاں آسانی سے نہیں جا سکتیں۔ اسی لئے اگر میرے وعظ کا کچھ اثر نہ بھی ہو تو میں مایوس نہیں
ہونے کا ہاں میری دعا یہ ہے کہ خدا آپ کو حق بات سننے اور سمجھنے کی فہم سلیم عطا کرے اور آپکو خود غرض
پیشوایان دین نے مسلمانوں پر کیا قہر نازل کر رکھا ہے اور اُن میں نا اتفاقی کس قدر پھیلا دی ہے خوب سمجھ لو
جو تمہارے آگے ہاتھ پسارے اور چکنی چپڑی باتیں کرے یا تمہارے مطلب کی کہے اُسے ہرگز مسلمان نہ سمجھو
بلکہ رسول کریم کا جانی دشمن ہے وہ دین خدا کو برباد کرنا چاہتا ہے اور اُس کا منشا ہے کہ مسلمان بالکل
برباد ہو جائیں۔ یہ نہ سمجھو کہ دنیا میں سب ہی برے بھرے ہیں نہ میرا مطلب یہ ہے نہیں اچھے بھی ہیں اور
وہ ہر شہر میں ہوں گے مگر ان دشمنان دین نے انہیں بیکار کر دیا ہے اور کوئی اُن کے پاس جا کے نہیں پھٹکتا۔
وہ حق گو ہیں مگر کوئی ان کی حق گوئی پر کان نہیں لگاتا۔ میری یہاں بہت سی بہنیں بیٹھی ہوئی ہیں آپکی خدمت

میں بھی میری یہ التجا ہے کہ وہ میری ان باتوں کو سنیں اور ہرگز ہرگز ان کی دعوتوں میں اپنا روپیہ صرف نہ کریں۔ اس طول طویل تقریر کا جو ہم نے ساڑھے تین گھنٹے کے قریب تک بیان کی یہ خلاصہ ہے۔

جو کچھ ہمارے لیکچر یا وعظ کا نتیجہ اس عظیم الشان جلسہ میں ہوا وہ حسب دلخواہ بھی تھا اور امید سے بھی زیادہ تھا۔ ایک آواز اٹھی اور کرۂ باد میں گونج اٹھی کہ واقعی ان مولویوں نے ہمیں برباد کر دیا۔ سیدھی سیدھی اور کھری کھری باتیں آج ہمارے کانوں میں پڑی ہیں۔ یہی ہماری بہتوں نے غل مچایا۔ مگر سب سے زیادہ ردی حالت ہمارے ان مولویوں کی تھی جن کے پاؤ بھر حلوہ اور دو دو روپیہ فیس میں فرق آتا تھا۔ وہ کٹی کٹی کاغذ گھٹ گئے تھے۔ سارے پسینہ پسینہ ہو گئے تھے اور اُن کی حالت بظاہر قابل رحم تھی سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا نہ ان میں اتنا زہرہ تھا کہ وہ دو کلمے بھی کھڑے ہو کے کہہ سکتے۔ بالکل نہ روئے ماندن نہ پائے رفتن کا مضمون تھا۔ غرض خدا نے بڑی کامیابی سے اس عظیم جلسہ کا اختتام کیا۔ ہم چار بجے کے قریب اپنی قیام گاہ پہ واپس آئے۔ سر میں چکر آنکھوں میں غبار ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ نیند کا نام نہیں۔ ہر چند ہم نے چاہا کہ تھوڑی دیر سو رہیں لیکن نہ ہو سکا۔ پلنگ پر لیٹے ہی تھے کہ موذن کی دل خوش کن اور مبارک صدائیں کانوں میں گونجنے لگیں کہ نماز سونے سے بہتر ہے ابھی ہم نماز سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ غول کے غول مسلمانوں کے آنے شروع ہو گئے اور انہوں نے زور ڈالا کہ ہم اور بھی دو ایک بار وعظ کہیں۔ انکا یہ اصرار اور پھر اصرار اور پھر اصرار غرض بمجبوری اقرار کرنا پڑا اور تین بجے سہ پہر کو ہمارا لیکچر ٹھیرا بارہ بجے سے پہلے اشتہار جاری ہو گئے اور ٹھیک تین بجے جلسہ ہوا۔ دو ہزار سے کم مرد اور پانسو عورتوں سے کم نہ ہوں گی۔

پہلے ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ بیان کیا کہ مردوں کی لونڈیاں اُن کی بیبیاں ہیں اگر خاوند حکم دے کہ سیاہ پہاڑ کی جگہ سفید پہاڑ اور سفید پہاڑ کی جگہ سیاہ پہاڑ اکھیڑ کے رکھدو اور بی بی انکار کرے تو اُسے فوراً طلاق دیدے اسی قسم کی اور باتیں تھیں جو انہوں نے بیان کیں۔ جب وہ دس پندرہ منٹ کے بعد بیٹھ گئے تو ہماری باری آئی۔ ہم نے کل ان حقوق کی تشریح کی جو اسلام نے عورتوں کو عطا کئے ہیں اور ہم نے بیان کیا کہ طلاق کا ایسا لفظ ہے جس سے خداوند تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ پھر ہم نے چار اور ایک نکاح کی بحث کی اور یہ بحث ہماری بہت ہی دلچسپ تھی۔ عورتیں ہاتھ پھیلا پھیلا کے دعائیں دے رہی تھیں۔ غرض جب ہم نے اپنی تقریر ختم کی تو ہمارے دوست شیخ نور الٰہی صاحب اُٹھے اور انہوں نے مولویوں کی گذشتہ شب والی تقریر پر ریمارک کیا اور بیان کیا کہ میں نہیں چاہتا کہ مسلمان غلط

فہمی میں رہیں اور جو تاریخی واقعات انہوں نے سنے ہیں کہیں اُنہیں سچا نہ سمجھ لیں۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح ہوئی تھی یہ غلط بیان کیا گیا ہے کہ انہیں کوئی شکست ہوئی تھی۔ پہلی ہجرت شاہ نجاشی کے ہاں مکہ معظمہ سے ہوئی تھی نہ کہ مدینہ سے شام میں یہودیوں کی حلداری نہ تھی بلکہ نصاری کی تھی اور شاہ نجاشی یہودی نہ تھا بلکہ نصرانی تھا پھر شیخ صاحب نے ان جیسے مولویوں کی کھلے کھلے الفاظ میں خبر لی اور اخیر اپنے مضمون کو اس لطیف مثال پر ختم کیا آپ نے فرمایا کہ اس نوعیت کے واعظین یا علما کی مثل بالکل ویمپائر کی سی ہے یہ آتقیہ میں ہوتا ہے جہاں کوئی مسافر تھکا ماندہ کسی درخت کے نیچے پڑکے سورہا تو ومپائر کا جوڑہ اُترتا ہے اور اپنے پروں پنکھا جھلنے بیٹھ جاتی ہے تاکہ نیند میں اور بھی غفلت ہو اور نر ٹخنے کی ایک رگ سے خون پینا شروع کرتا ہے یہاں تک یہ دونوں نر و مادہ باری باری سے مسافر کے جسم کا سارا خون پی لیتے ہیں اور اس بیچارے کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد مردہ پایا جاتا ہے۔ یہ سنا تھا کہ ملانوں کی جانوں پہ بجلی ٹوٹ پڑی اور خلاف قاعدہ بغیر اجازت ایک مولوی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے یہ بیان کیا کہ علما کی شان میں ایسے سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو درجہ کفر تک پہونچتے ہیں۔ مجھے تو کوئی کچھ نہیں دیتا وعظ کہوا لیا روٹی کھلادی اور رہتا بتائی۔ کئی برس مجھے وعظ کہتے گذر گئے۔ مجھے اس عرصہ میں صرف ایک روپیہ ملا ہے اسپر ونالیشی ایک قہقہہ پڑا یہاں تک تو کچھ مضائقہ نہ تھا لیکن اخیر وہ اپنی ناہنجاری پہ اُتر آیا اور اُس نے ہمارے بر حق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر سخت دریدہ دہنی اور بے ادبی سے یہ حملہ کیا کہ طلاق دینے کے لئے کسی حجت اور سبب کی ضرورت نہیں ہے خود رسول خدا نے بلا سبب بی بی سودا کو طلاق دے دی تھی اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی نفسانی خواہشوں غالب نہیں آسکتا۔ یہ سنتے ہی ہماری آنکھوں میں ایک بجلی سے کوند گئی۔ رونگٹے رونگٹے سے آگ کے شعلے نکلنے لگے یا ایک دھواں اُٹھا جس نے ہماری آنکھوں کے آگے جہان کو تاریک کردیا ایک تیر لگا جو دل سے پار ہو کے دماغ سے نکل گیا۔ اشتعال طبع کی حالت اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ ہم بیان نہیں کرسکتے۔ ہم نے فوراً کھڑے ہو کے للکارا کہ بس زیادہ زبان درازی نہ کرو اور خبردار جو ایک لفظ بھی تو نے منہ سے نکالا پڑھ تو سہی وہ حدیثیں کونسی ہیں۔ ملا نا سٹ پٹا گیا اور کہنے لگا کہ مجھے حدیثیں تو یاد نہیں ہیں پھر ایک آواز مجمع سے آئی۔ جب حدیثیں یاد نہیں ہیں تو کیوں بکتا ہے غرض فوراً اُسے بٹھایا گیا اور رفع شر کے ناور پر ایک صاحب کھڑے ہوئے اُن کا اسم گرامی مولوی اسمٰعیل صاحب تھے وہ اپنے کو دہلی کا رہنے والا کہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے بدقسمتی سے کبھی ان کا نام دہلی میں نہیں سنا غالباً دہلی

والے بتائیں گے کہ کونسے مولوی اسمٰعیل صاحب ہیں۔ ان کا قد لمبا ہے گندمی رنگ ہے موٹے تازے آدمی
ہیں لمبا کرتہ پہنتے ہیں داڑھی بھی خاصی بڑی ہے اور ایک وجیہ شخص ہیں وہ گرما کے کہنے لگے کہ میں قرآن
تفسیر حدیث تاریخ سے ثابت کردوں گا کہ شاہ نجاشی یہودی تھا۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ مغرب کی اذان
ہوگئی اور جلسہ درہم برہم ہوگیا مغرب کی نماز کے بعد ان کے پاس قرآن بھیجا گیا کہ ثابت کریں۔ وہ شاہ عبدالقادر
صاحب کا ترجمہ دیکھ کر پشیمان ہوگئے۔ اُن ہی بیان ہے کہ شاہ صاحب نے نجاشی کو نصاری لکھا ہے۔ پھر انہوں
نے ہمارے میزبان بابو جہانگیر خان صاحب کی زبانی ہم سے معافی مانگی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ ہم نے کہا
معافی غیر معافی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے ہزاروں جاہل مسلمانوں کو بہکایا تو وعظ میں ہی اپنی
اس غلطی کا اعتراف کرنا چاہیئے مگر یہ انہوں نے منظور نہ کیا اس لئے مجبوراً بذریعہ اخبار کے اس غلطی کو رفع
کیا ورنہ اگر مجمع عام میں اعتراف کر دیتے تو ہم کبھی مولوی صاحب کا تذکرہ اخبار میں نہ کرتے۔ یہ ہیں مولوی اور
اُن کی کیفیت جنہوں نے فی الحقیقت ایک غضب برپا کر رکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جاہل بھی ہیں بے ادب
بھی ہیں۔ اور دشمنان دین بھی ہیں بجائے اصلاح کے مسلمانوں میں خرابی ڈال رہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں
کی جہالت سے بہت ہی فایدہ اُٹھایا ہے۔ غلط واقعات بیان کرتے ہیں۔ غلط مسایل کہتے ہیں پیسہ پیسہ دو دو پیسہ
کی کوئی اُردو کی کتاب مول لیکے اُسے حفظ کر لیتے ہیں اور اسی کا وعظ ہر جگہ کہتے پھرتے ہیں کون ہے جو ہماری
ان علمی اور دینی باتوں کو جھٹلا سکتا ہے اور کون ہے جو ہمارے ان اقوال کی تردید کر سکتا ہے ہر شہر میں
ان ہی ناہنجاروں کا رونا ہے اور ان ہی کی چاروں طرف دہائی ہے کم و بیش ہر شہر میں انہوں نے غضب
ڈھا رکھا ہے ان ہی کی بدولت لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا مقدمہ بازی میں خرچ ہو رہا ہے جو ان میں کچھ شد
بد جانتے ہیں وہ شب و روز فتوؤں کی بھرمار کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح وہ خود ناپاک ہیں ایسے ہی اُن کے
فتوے ہیں۔ اگر ایک فتوے کو بھی لکھ دیا جائے تو حقیقت کھلے کہ وہ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ سنئے
ایک فتویٰ شایع ہوا ہے جس میں ایک بڑے جگادری مولوی نے لکھا ہے کہ سور کی کھال پر نماز پڑھنی جایز
ہے اور ساتھ ہی قرآن میں سور کے گوشت اور خون کو حرام کہا ہے۔ اس لئے اُس کی چربی کھانی جایز ہوئی
اگر کوئی شخص کسی میلہ میں جائے تو اُس کی بیوی نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس فتوے میں اور بھی
بہت سی خرافات اور فحش باتیں ہیں جو ہمیں نقل کرتے شرم آتی ہے دوسرا فتویٰ اور جاری ہوا ہے کہ اگر
غیر مقلد نکاح پڑھائے تو وہ قطعی حرام ہے۔ اسی طرح غیر مقلدوں کا یہ بیان ہے کہ اگر مقلد نکاح پڑھائے

تو وہ قطعی حرام ہے یہ آفت ہے جو ان ملانوں نے ڈھا رکھی ہے اور جاہل مسلمان برباد ہوتے چلے جا رہے
ہیں۔ جب تک مسلمان انہیں اپنے ہاں سے نہ خارج کر دیں گے اور دور ہی سے انہیں سلام نہ کریں گے ان
کی جان و مال اور مذہب حفاظت میں نہیں رہ سکتا +

دیکھا جاتا ہوں اور قصابیوں نے پیشوا بن کے کیا غضب ڈھا رکھا ہے اور مسلمانوں کو یہ دشمن دین
اسلام کیا برباد کر رہے ہیں۔ یہ وعظوں کی کیفیت ہے جو اسلامی کھیتی کو پامال کر رہی ہیں اور ہماری آیندہ
نسلوں اور موجودہ پودوں کو انہوں نے بے انتہا صدمہ پہونچایا ہے ایک ایک ملانا صاحب جا بجا دین گیا
ہے اور محض نفس پرستی اور عیاشی کے لئے تین تین چار چار بیویاں کر رکھی ہیں دین و دنیا کا کوئی کام ان کے
متعلق نہیں ہے نہ وہ اس قابل ہیں کہ غیر مذہب کے مقابل میں اسلام کی حمایت کریں اور نہ انہیں یہ توفیق
ہے کہ اپنی بیش قیمت کمائی سے مفلس اور یتیم بچوں کی پرورش کریں ان کی اصلی غرض یہ تو ہوتی نہیں کہ دین خدا
کی حمایت کی جائے۔ بلکہ انہوں نے مولویت کو پیشہ بنا کے دو دو ہاتھ مارنے شروع کئے ہیں کہ پناہ بخدا۔
ایک شخص جسے ہم خوب جانتے تھے جو انتہا درجہ کا ماند اور اوباش تھا یکایک دہلی سے غائب ہو گیا کئی برس
کے بعد ہم نے اُسے ایک شہر میں دیکھا کہ ایک بڑا عمامہ سر پر ہاتھ میں خوبصورت لمبا عصا اور بڑا جبہ پہنے ہوئے
اور دس پندرہ مرید یا کمیشن ایجنٹ ساتھ نیچی نگاہ کئے ہوئے آہستہ آہستہ جا رہے ہیں شبہ ہوا کہ یہ وہی صاحب
ہیں مگر جب وہ قریب آئے تو ہم نے پہچان لیا صورت دیکھتے ہی ہمارے منہ سے نکل گیا حضور یہاں ہیں
اس شخص نے ہمیں اشارہ سے ہمیں منع کر دیا کہ ہم کوئی بات منہ سے نہ نکالیں اور ہمیں اپنے مکان پر بلایا۔
غرض دوسرے دن ہم مکان پر گئے تو ہم نے ایک عجیب رنگ دیکھا تمام قسم کی مٹھائی رکابیوں میں چنی ہوئی
فصلی میوہ الگ رکھا ہوا تین چار عورتیں برقع میں لپٹی ہوئیں۔ دو تین کسبیاں مودب بیٹھی ہوئیں۔ دس بارہ
مرید دست بستہ موجود۔ نہایت مکلف فرش بچھا ہوا ہم نے مہذبانہ طریقے سے مصافحہ کیا اور کوئی بات ایسی
نہیں کی جس سے وہ خفیف ہوتا۔ چونکہ ہم ایسے مکروہ جلسہ میں زیادہ دیر بیٹھنا نہ چاہتے تھے وہ ہمیں ایک علیحدہ
کمرہ میں لے گیا اور اس نے ساری حقیقت بیان کی کہ جب میں دہلی میں روٹیوں کو بھی محتاج ہو گیا اور تمام
بداعمالیاں کرنے سے بھی میرا پیٹ نہ بھرا۔ آپ دیکھتے تھے کہ امیروں کا مسخرا میں بنا۔ برہنہ ہو ہو کے میں ناچا
کٹنا پا میں نے کیا غرض تمام ہی کرتوت کئے مگر کچھ کام نہ چلا اخیر میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا۔ وعظ بھی کہتا ہوں
پیری مریدی بھی کرتا ہوں۔ لوگوں کو خدا کی زیارت بھی کرا دیتا ہوں۔ خدا کی زیارت کے بہت سے

طریقے ہیں۔ کبھی تو خدا کا صرف سایہ ہی سایہ نظر آتا ہے اور کبھی خدا کو مجسم دکھا دیتا ہوں۔ ایک حجرہ میں چلا جاتا ہوں اور تھوڑی دیر کے بعد حجرہ کے کواڑ کھول دیتا ہوں یا ہر اندھیرا ہوتا ہے اور اندر فاسفورس وغیرہ مل کے بیٹھ جاتا ہوں اور تمام مریدوں اور مریدنیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ جوں ہی تمہاری نگاہ پڑے اوندھے منہ گر پڑو یعنے سجدہ کرو اس لئے کہ وہ نظر جا کے نہ دیکھ سکیں۔ اور جلدی سے سجدہ کریں بس پھر دروازہ بند کر دیتا ہوں۔ حد سے زیادہ لوگ مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں اور مختلف شہروں کی کسبیاں دولتمند اور بکثرت شریف زادیاں اور امیر مرد میرے مرید ہیں۔ چار برس ہوئے امیرانہ زندگی بسر کرتا ہوں اور تیرہ ہزار روپیہ نقد کما چکا ہوں۔ کیا تو وہ زمانہ تھا کہ میں نان شبینہ کو بھی محتاج تھا۔ اب وہ زمانہ ہے کہ میرے کتے پلاؤ پر بھی منہہ نہیں ڈالتے۔ یہ سن کے ہماری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ہم نے آبدیدہ ہو کے اُس سے کہا کہ اگر تو مرجاتا تو بہتر ہوتا۔ دین خدا اور امت نبی معصوم و برحق کی ایک تعداد کثیر کو اس طرح برباد نہ کرتا۔ تونے انکا مال و زر نہیں لیا۔ بلکہ اُن کے سچے عقاید اور اُن کی دین کی پونجی پر بھی تاخت کی سچ ہے ایسا ہرگز لازم نہ تھا۔ تو نہیں جانتا کہ یہ تمام عیش و عشرت کے سامان فانی ہیں۔ بڑے بڑے شہنشاہ گذر گئے۔ آنکھیں کھول کے دیکھ کسی کا بھی نام و نشان اس صفحۂ ہستی پر باقی ہے۔ اے بدبخت تونے نوکری ڈھونڈی ہوتی اور جو کی روٹی پر قناعت کی ہوتی۔ ہائے یہ تو تونے کبھی نہ کیا ہوتا کہ برحق نبی کی بھولی امت پر تو یہ ستم توڑ رہا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ محمد عربی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام زمانہ نبوت کس کس قسم کی ناقابل برداشت تکلیفیں اور سخت سے سخت مصائب اُٹھا کے امت کا باغ لگایا پھر اس فخر انبیاء کے خلفائے راشدین نے اُس باغ میں پانی دیا وہ اُن کے زمانہ مسعود میں پھولا پھلا اور سرسبز ہوا اسی طرح سے صحابہ تابعین تبع تابعین اس کی نگرانی کرتے رہے آئمہ محدثین مجتہدین اور علمائے اسلام نے اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ ہائے وہ زمانہ ہے کہ اسی اسلام میں اسی امت مرحومہ میں اسی کے ماننے والوں میں اور نبی معصوم و برحق کا کلمہ پڑھنے والوں میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے پیشواؤں کا جامہ پہن لیا اور اس کھیتی کو یا سرسبز باغ کو اُجاڑ رہے ہیں۔ خدا کا غضب ٹوٹے تیری جان پر اے کمبخت۔ جبتک ہم یہ باتیں آبدیدہ ہو کے سکتے رہے وہ سنتا رہا یہاں تک کہ ہماری ہچکی بندھ گئی اور ہم نے بہتیرا اپنے کو ضبط کیا مگر نہ ہوسکا ہم تو وہاں سے اُٹھ کے چلے آئے۔ پھر خبر نہیں اُس کا کیا حشر ہوا مرتا ہے یا جیتا ہے اور اب اُس کا کیا حال ہے ہمارے دل میں درد ہے اور ہمارے پر غم کی چوٹ لگی ہے ہم کیونکر اس بیان سے قلم کو روکیں مگر چارے

مضامین مسلمانوں کے لئے غیر مفید ثابت ہوئے ۔ پھر بھی ہمیں غم نہیں ہے کیونکہ ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور ہمیں قانوناً ادا کرنا چاہیئے اور اگر ہمارے مضامین نے کچھ اثر کیا اور ہم ایک حد تک کامیاب ہوگئے تو ہم خوش ہوں گے کہ جس کام کا ہم نے بیڑا اٹھایا تھا ہمیں اس میں کامیابی ہوئی اس سے پوچھو جس کے دل پر چوٹ لگی ہے بیدرد کیا جانے اور اسے درد کی کیا قدر ہو ٭

جس نے اس کا زخم کھایا ہو اُسے معلوم ہے ٭ تیغ اَبرو کی صفت گھایل سے پوچھا چاہیئے

کوشش ہم کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کی خداوند تعالےٰ سے کرتے ہیں کہ وہ کامیاب کرے اور اگر اُس کے نزدیک ہمارا یہ کام اچھا ہے تو اسے برکت دے اور اپنی رحمت سے اُسے سرسبز کرے آمین ثم آمین ٭

تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو میں تمہارا ہوں

آپ جانتے ہیں یہ الفاظ کس کے ہیں ۔ آپ واقف کس مبارک زبان سے یہ پرزور الفاظ نکلے تھے یہ اُس یتیم بلکہ دھورے یتیم بچہ کی زبان مبارک سے سرزد ہوئے تھے جو پیدا ہوا تھا یتیمی میں جس نے پرورش پائی یتیمی میں جس نے چھ برس کی عمر میں دھوری یتیمی کا ہار گلے میں پہنا اور جس نے نہ کبھی شفقت پدری باپ کی محبت نصیب ہوئی اور نہ زیادہ دن مادر مہربان کی آغوش ۔ جس نے نہایت بے سروسامانی میں زندگی گذاری اور جس کی لاثانی صداقت کی تمام سرزمین عرب میں بچپن ہی سے دھوم تھی وہ ہمارا نجات دہندہ اور حقیقی محسن محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم ہے ۔ جب حضور انور نے اپنی رسالت کا اعلان دیا ہے اور توحید خدا پر بہت زور و شور سے وعظ فرمائے ہیں ایک خطرناک تحریک تمام مشرکین عرب میں پیدا ہو گئی تھی اور انہوں نے جو کچھ ہمارے فخر موجودات کو تکلیفیں دی ہیں اُن کے افسردہ نقوش ابھی تک تاریخ کی پیشانی پر چمک دے رہے ہیں یہ پرزور الفاظ جن سے بے مثال یکجہتی اور الفت قلبی کا نقشہ کھینچتا ہے آپ نے اُس وقت اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے تھے جب ۵ ، یثربی ۶۲۲ ء میں مکہ میں آپ سے بیعت کرتے آئے تھے ۔ بیعت کرنے کے بعد انہوں نے اُس معصوم نبی سے یہ عرض کیا تھا ایسا نہ ہو کہ تو عروج اور سرسبزی کے زمانہ میں ہمیں چھوڑ کے اپنی قوم کی طرف رجوع ہو جائے اور ہم تکتے کے تکتے رہجائیں ۔ اسوقت حضور انور نے یہ جواب دیا تھا "تمہارا خون میرا خون ہے اور تم میرے ہو میں تمہارا ہوں "

حضور انور نے جس پرزور لہجہ میں فرمایا تھا وہ لہجہ کرۂ باد میں گونجا اور ذرہ ذرہ میں سرایت کر گیا۔ اب تیرہ سو برس گذر گئے ہیں پھر بھی اس تعلق میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا ہے اور آپ کی اپنی امت کے ساتھ وہی ریشہ دوانی باقی ہے اور اب بھی الحمد للہ آپ ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں۔ اس بے نظیر تعلق جسے نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کبھی جس کا خطرہ دل پر گذرا۔ ایک فاضل فرانسیسی مصنف اپنی قابل تصنیف سیویلیزیشن ڈی عربس میں لکھتا ہے "وہی نبی امی اب بھی اپنی قبر کے اندر سے کروڑہا بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قایم رکھے ہوئے ہے اور ذرا بھی جنبش نہیں کرنے دیتا" حقیقت بھی یہی ہے اور یہ بات ایسی بدیہی ہے جس سے انکار ممکن نہیں ❖

جو کچھ آپ کو اپنی امت مرحومہ محبت تھی وہ آپکے واقعات زندگی سے بخوبی ثابت ہے۔ جب آپ کا وصل باری تعالےٰ سے ہونے لگا ہے تو جو صدا آپکے مبارک لبوں سے آتی تھی۔ اس وقت کہ جب روح اپنے حقیقی خالق سے ملنے کے لئے آپکے جسد مبارک میں تڑپ رہی تھی یہ تھی "امت امت امت" کیا دنیا میں اس بے نظیر تعلق کی کوئی مثال دے سکتا ہے زمانہ بدل جائے آفتاب اپنی تمام روشنی اور آگ ہمارے کرۂ زمین پر برسا دے۔ تمام سیارے باہم ٹکرا جائیں اور پھر ہم پر ٹوٹ پڑیں۔ تمام ناممکن الوقوع تکلیفیں ہم پہ گذر جائیں کرۂ باد اپنے تمام پانی کے ذرے ہم پر برسا دے پھر بھی تعلقات نبی معصوم اور آپ کی مرحومہ امت میں فرق نہیں آسکتا ❖

ممکن نہیں ہے ممکن ہرگز نہیں ہے ممکن۔ ہونا نہیں کبھی یہ ہو جائے اگر قیامت۔ حضور انور نے جو کچھ تکلیفیں سہیں سب ہماری بہتری کے لئے جو مصیبتیں اٹھائیں سب ہماری اصلاح کے لئے آپ ہی کی ہدایتوں کا صدقہ تھا کہ بحر و بر نے ہمارے آگے خراج پیش کیا۔ اور ہم دنیا کے سلطان بن گئے وہی ہدایتیں ہیں اور وہی ہم ہیں۔ ہماری حالت بحیثیت ایک مسلمان اور امت مرحومہ کے ایک رکن ہونے کے انتہا درجہ ذلیل اور مجرمانہ ہے اور ہم نے اس محبت کو جو ہمارے فخر رسل کو ہمارے ساتھ ہے ہرگز وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا ہے ہائے جہاں حضور انور کا تو یہ ارشاد ہو کہ "میرا خون تمہارا خون ہے اور تم میرے ہو میں تمہارا ہوں" وہاں محض اپنی نفس پرستی اور دنیا طلبی کے لئے خود آپ کی لگائی ہوئی کھیتی کو پامال کیا جا رہا ہے اور اگر اس سے کچھ کامیابی ہو جاتی ہے تو اپنی نالایق فہمندی پر بغلیں بجاتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں میں جس قدر دین فروشی ہو رہی ہے دنیا کی کسی اقوام میں نہ کبھی ہوئی نہ اب ہے۔ ہر دھنیا جلاہا۔ قصائی پیشوائے

بن گیا ہے اور دو ایک اُردو کی کتابیں پڑھ کے مسلمانوں کی قوم کا ستیاناس کر رہا ہے۔ کیا یہی تعلق ہے اور یہی بہت بڑی حضور انور کی نزدیکی وغیرہ اور بشارت کی داد دی جا رہی ہے۔ اگر آپ ایک نظر ان لوگوں پر ڈالیں جنہوں نے اپنے کو مولوی مشہور کر رکھا ہے (الا ماشاء اللہ) تو آپ دیکھیں گے۔ کہ اُن سے زیادہ ناکارہ ان سے زیادہ فضول ان سے زیادہ دغاباز۔ ان سے زیادہ مکار ان سے زیادہ دین فروش ان سے زیادہ ڈاکو دنیا میں کوئی نہیں نکلنے کا۔ اگر اس سے انکار کرتے ہو اور مرد ہو تو آؤ میدان میں اور دو ثبوت اپنے دعوے کا کہ ہم یہ غلط لکھ رہے ہیں محض ناممکن ہے کہ تم کوئی ثبوت دے سکو۔ اور ہماری تکذیب کر سکو۔ ہم جو کچھ لکھتے ہیں بدیہی ہے اور ایسے شاہدات ہیں جن کا منکر مجنون گنا جائے گا بتاؤ تو سہی کہ مقلدوں کے کفر کے کتنے فتوے شایع ہو چکے ہیں اور غیر مقلدوں کی تکفیر مقلدوں نے کے بار کی ہے۔ سارے فتوے موجود ہیں جن میں ایک دوسرے کو کافر بنایا گیا ہم سوال کرتے ہیں کیا یہی اسلام ہے اور یہی اتحاد ہے اور کیا امت مرحومہ کی یہی شان ہے۔ آؤ میدان میں اور پیش کرو ایسے مولوی کو جو وعظ کہتا ہو اللہ کے لئے اور ہدایت کرتا ہو اللہ کے لئے اور دینی تعلیم ہو اللہ کے لئے اور اُس نے اپنے وعظ کا معاوضہ لینا حرام جانا ہو اور کبھی اپنے معتقدوں کی جیب پر نگاہ نہ ڈالی ہو۔ کوئی ہے جو ایسے مولوی پیش کر سکتا ہے۔ نہیں کوئی نہیں۔ ایک نہیں اور کبھی نہیں۔ اور لکھو جو کچھ ہم رہے ہیں اگر انصاف سے دیکھو گے اور خود ذرا تکلیف گوارا کر کے تحریر کرو گے تو جو کچھ ہم ان دین فروشوں کی نسبت لکھ چکے ہیں۔ اُس سے بھی ہزار درجہ زیادہ پاؤ گے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ جس مولوی کو بڑا اقدس سمجھتے ہو اُسی سے کچھ تعلق کر کے دیکھو اور پھر کہو کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں غلط ہے یا صحیح۔ دیکھو جی سن لو اور خوب سمجھ لو کہ جب تک ان دین فروشوں کی کرکری نہ ہو گی مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ بمبئی میں انہوں نے کیا کیا کلکتہ میں کیا کیا خود عرب میں کیا کیا۔ اور سب سے زیادہ دہلی شریف میں کیا کیا۔ کوئی مسلمان جو ان تحریروں کا موید نہیں ہے وہ حلفاً بیان کرے کہ ان ملانوں نے مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ کیا کیا اور نادان مسلمان آیندہ ان سے کیا امید رکھتے ہیں اور کوئی کمبخت ہفتہ ایسا جاتا ہو گا جس میں ایک نہ ایک مسلمان کو کافر نہیں بنایا جاتا خدا انہیں غارت کرے سوائے کفر تقسیم کرنے اور مسلمانوں کو کافر بنانے کے انہیں دین و دنیا کا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ آٹھ دن ہوئے ہوں گے ایک دو صفحے فتوے شایع ہوا ہے جس میں اس جرم پر کہ ایک شخص نماز میں ایک

وتر پڑھتا ہے اور کسی نے بیان کیا ہے کہ اُس نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی ہے بس اس پر وہ سب دشتم کیا گیا ہے کہ العظمتہ للہ وہ شخص فتویٰ لے کے ہمارے پاس آیا اور اُس نے باقرار صالح ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے محض دشمنی سے مجھ پر مولویوں سے کفر کا فتویٰ شایع کرا دیا اور خدا ان مولویوں سے سمجھے کہ اُنہوں نے مجھ سے بلا کے بھی دریافت نہیں کیا آیا میرا مذہب یہی ہے یا نہیں اور میں نے کب یہ جرم کیا ہے۔ ہم نے اُس فتویٰ کو دیکھا کہ اُس پر علاوہ مشہور مولویوں کے چند ایسے چھوکروں کی بھی مہریں ہیں جو محض کندہ ناتراش ہیں اور الف کے نام سے بھی نہیں جانتے اور آٹھ آٹھ آنے پر بچون کو پارہ عم پڑھاتے پھرتے ہیں۔ خدا کا غضب ٹوٹے ان کی جانوں پر۔ اُنہوں نے صاحب فتوے اور مہر ہونے کا کوئی معیار ہی نہیں رکھا۔ دو پیسے کو پیتل کی مہر کھدوالی اور مسلمانوں کو کافر بنانے لگے۔ بعض نافہم اور عقل کے دشمن یہ کہتے ہیں کہ ہم علماے اسلام کی شان میں گستاخی کر کے دین اسلام کو بدنام کرتے ہیں یہ ان کی نری ہٹ دھرمی ہے ہماری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ علمائے اسلام کی شان میں گستاخی تو کیسی اگر دل میں اُن کی طرف سے بدگمانی بھی ہو تو اس کے اسلام میں شک ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک جلاہا تانا باناتنتے تنتے یا ایک دھنیا روئی دھنکتے دھنکتے یا ایک قصائی بکرے ذبح کرتے کرتے نیچی داڑھی اور بڑا عمامہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ٹخنوں تک کرتا ہاتھ میں پانسو دانوں کی تسبیح لے کے اُٹھ کھڑا ہو اور حضور انور کی مسند مبارک کی توہین کرے اور مسلمانوں کو لوٹ کے گھر بھرے اور اُن میں محض اپنی مطلب برابری کے لیئے سر پھٹول کرائے اور مقدمہ بازی میں اُنکے گاڑھے پسینہ کی کمائی صرف کرے اُسے ہم کیونکر اپنا پیشوا بنالیں۔ ہماری تحریروں سے اسلام پہ سے وہ دھبا مٹتا ہے جو ان دین فروشوں کی وجہ سے اُس کے دامن پر لگ گیا اور عام طور پر روشن ہو گیا ہے کہ یہ ملانے جو آئے دن اوروں کو کافر بنا رہے ہیں۔ اُن کے خود اسلام میں بڑا شبہ ہے۔ اب بھی الحمد للہ ہندوستان میں علما موجود ہیں اور وہ ایسے ہیں جن کے دامن پر نماز پڑھنی روا ہے مگر انہیں کون پوچھتا ہے نہ وہ مکر کرتے ہیں نہ جال پھیلاتے ہیں اور نہ مسلمان کو لڑواتے ہیں نہ اُنہیں شعبدے بازی آتی ہے اور نہ اُنکے پاس کوئی جیا لے ہے نہ اُن کی بات پوچھے ؟

کیا محبت اور ہمدردی۔ بے نظیر محبت کا ثبوت جو ہمارے امین خدا کو اپنی امت کے ساتھ تھی اور جس سے آپ نے ارشاد کیا تھا کہ "میرا خون تمہارا خون ہے اور تم میرے ہو میں تمہارا ہوں" یہی ہے جو ہم دے رہے

ہیں حضور انور کا کچھ معجزہ ہی ہے حضور انور کے کچھ تصرفات ہی ایسے ہیں نبی معصوم و برحق کی کچھ کشش ہی ایسی ہے کہ یہ برباد کن دین و ایمان اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ورنہ کوئی بہت بڑا معجزہ نہیں ہوتا تو یہ کبھی کا برباد کر دیتے اور مسلمانوں کی حالت اور بھی برباد ہو جاتی +

وقت آگیا ہے کہ ملانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے یا نبی اللہ آپ دعا فرمائیں کہ دشمنان اسلام ملانوں کا بیج مارا جائے۔ آپ کی امت کو ان دین فروشوں نے برباد کر دیا ہے اور گھن کی طرح سے لگ گئے ہیں جو دن بدن کھوکھلا کئے جاتا ہے +

اے احمد محمود خدا وقت دعا ہے ہنگامۂ محشر تری امت میں بپا ہے
ہم تیرے غلام اور ہے تو مالک و مختار فریاد کریں کس سے ترے کون سوا ہے
وہ رخنہ زنان جو کہ ہیں امت میں تیری اب کر حق سے دعا کیونکہ تو مقبول خدا ہے
ہو ان کو ہدایت کہ نہ تخریب کریں وہ اس دین میں جس سے کہ بس ایک شور بپا ہے
دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ ہیں ہادی سبکے پر ان کو نہ اس بات کا کچھ پاس ذرا ہے
وہ طالب دولت ہیں گیا دین تو جائے اسلام کو ایک کھیل سمجھ دل میں لیا ہے
ہے جو دناءت کا سبق ان کو بہت یاد اس دین کا جو خاصۂ خاصان خدا ہے
گر بحث مسایل پہ کبھی ہوتی ہے ان میں کتوں کی طرح ایک سے پھر ایک سوا ہے
کہنا جو کوئی اُن کا نہ مانے تو وہ کافر قرآں سے بھی گو قول غلط اُن کا ہوا ہے۔
ہر ایک فلاطون سے ہے عقل میں عالی اور اُس کی نظر میں جہان بے علم بنا ہے
گو جہل مرکب سے بھی درجہ ہے زیادہ ہر علم کے دعوی سے بس ایک شور بپا ہے
قرآن سے غرض ہے نہ احادیث نبی سے پر وعظ کا کہنا انہیں ایک فرض خدا ہے
یہ آج خلیفہ ہیں پیمبر کے بصد حیف افسوس ہے فریاد ہے نالہ و بکا ہے
ہر جہل کو بھی اُسکی تو نسبت سے یہاں ننگ گو دعوئے یکتائی یہ جان اُن کی فدا ہے
بے شرم تری اُن کو نہ اللہ سے خطرہ ہے اسلام کا کچھ پاس نہ اب دل میں رہا ہے
جو حال کہ امت کا ہے سب تجھ پہ ہے روشن نے علم ہے نے مال ہے نے فہم و ذکا ہے

ان سب کو تو ہم کھو چکے اب رہ ہی کیا گیا ۔۔۔ ایک نام مگر وہ بھی فلک میٹ رہا ہے
کر حق سے دعا دور مصیبت ہو ہماری ۔۔۔ اے تاج ترحم یہ تجھ ہی کو سزا ہے
ہے خلق تیرا عام تیرا رحم ہے سب پر ۔۔۔ ہیں دوست تو پھر دوست عدو پر بھی رہا ہے
تھا تیرا عدو وہ بھی تو اے رحم کے پتلے ۔۔۔ محروم نہ اس رحم سے واللہ رہا ہے
جب تیرا سلوک اپنے عدو سے ہوا ایسا ۔۔۔ پھر ہم کو تو امید بھلائی کی سوا ہے

اے ختم رسل پھر وہی شوکت وہی شان ہو
حیرت کی شب و روز خدا سے یہ دعا ہے

اسلام کو بدنام کرو

مولویوں نے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ مسلمانوں کو مٹا کر رہیں گے اور فی الحقیقت نہ انہیں خدا کا خوف ہے اور نہ پیغمبر معصوم برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ شرم ہے۔ اے بدنصیب مولویوں تم حشر میں رب الافواج کی عالی بارگاہ میں جا کے کیا جواب دوگے۔ اخیر تمہیں مرنا بھی ہے اور قطعی تم مروگے تم اسلام کے پردہ میں جاہل مسلمانوں کو کتنا برباد کر رہے۔ ایک آگ لگاتے ہو اور وہ بجھنے نہیں پاتی کہ دوسری آگ لگا دیتے ہو۔ اور وہ بجھنے نہیں پاتی کہ تیسری جگہ اس سے بھی زیادہ شعلے مارتی ہوئی آگ موجود ہے۔ تمام ہندوستان میں ابدی جہنمیوں نے ایک آفت برپا کر رکھی ہے مگر سب سے زیادہ ان کی شکارگاہ کمبخت دہلی بنی ہوئی ہے ان ہی بدنصیبوں کی بدولت کئی سال سے مقدمہ بازی کا سلسلہ دہلی میں جاری ہے اور یہ امید کرلی گئی ہے کہ جب دہلی میں موجود ہیں محض ناممکن ہے کہ غریب مسلمان چین سے بیٹھیں۔ نیا غضب جو شہر کی بداعمالی کی وجہ اس شہنشاہی اور بائیں خواجہ کی چوکھٹ والے شہر پر ٹوٹا ہوا ہے وہ یہ ہے۔ کہ جو مولوی یہاں مدت سے قیام پذیر ہیں انہوں نے تو بہت کچھ ناچ نچا رکھا ہے مگر چونکہ رب الافواج ہماری بداعمالی کی پوری سزا دیگا۔ جدید جدید مولوی برابر آرہے ہیں اور انہوں نے اپنی بود و باش اختیار کرلی اور برباد ی میں جو کچھ کسر رہگئی تھی اُسے پوری کرنے کی فکریں ہیں۔ مولوی کیا ہیں قہر خدا کی مجسم صورت ہیں اور خوب یقین کرلو اے بدنصیب مسلمانوں جہاں کوئی مولوی آیا سمجھ لو قہر خدا تمہاری بداعمالی کی سزا دینے آیا ہے۔ یہ شریر النفس فساد کی پوٹ سے کے آتے ہیں اور ہم نے تو کبھی دیکھا نہیں کہ کوئی نیا مولوی

آرایا ہوا اور پھر فساد نہوا ہو ✤

اے بدنصیب دہلی تیرے اجڑنے کے دن آگئے تیرا بچنا محال عقل ہے۔ بیشک یہ مولوی تجھے برباد کر کے رہیں گے اور وہ دن قریب آنے والا ہے کہ مسلمان ہمیشہ کے لیئے نیست ونابود کر دیئے جائیں اور پھر اس شہنشاہی شہر سے جو ان ہی کا آباد کیا ہوا ہے تمام عمر کے لیئے خارج کر دیئے جائیں۔ روز بروز مسلمانوں کی جائدادوں پر قبضہ ہوتا جاتا ہے اور سوائے پنجابی محلوں کے مسلمانوں کا کوئی بڑے سے بڑا محلہ ایسا نہیں ہے جس کا بہت بڑا حصہ ہندوؤں کا نہو۔ وہ دن قریب آنے والا ہے کہ مسلمان شہر کے باہر دھکیل کے نکال دیئے جائیں گے یا لالہ صاحبان کی رعایا بن کے رہنا پڑے گا ✤

ہمارے اس لکھنے سے چونکو نہیں جو کچھ ہم کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور ایسا سچ کہتے ہیں کہ تمہیں بھی خواہ زبان سے نہ سہی مگر دل سے اعتراف کرنا پڑے گا۔ شریر النفس مفسد اور لعنتی مولوی آپ دیکھئے گا کہ کیا کر کے دکھائیں گے اور کس آسانی سے غریب مسلمانوں کے مال کی چھٹنی کرتے ہیں۔ آج بالکل کربلا کا مزا آرہا ہے ایک طرف تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بال بچوں کے ساتھ پانی کو ترس رہے ہیں۔ اور دوسری طرف یزیدی سپاہ قند کے شربت اڑا رہی ہے۔ اس طرح آپ ہر مولوی کے دستر خوان پر چلکے دیکھیے کہ پر تکلف کھانے اور فصلی ترکاریاں اور مٹھائیاں چنی ہوئی ہیں اور دوسری طرف محمد عربی کی امت کے یتیم بچے فاقوں سے نیم جان ہورہے ہیں کچھ سسک سسک کے مرچکے ہیں اور اکثر پہ مردنی چھا گئی ہے دیکھا یہ ہیں نائب رسول اللہ اور یہ ہیں وہ لوگ جو نہایت رسول اللہ کا فخر رکھتے ہیں ان کی بہو بیٹیاں سونے میں زر و موتیوں میں سفید ہورہی ہیں اور فخر رسل کی امت مرحومہ کی یتیم بچیاں چاندی کے چھلے کو ترس رہی ہیں اور انہیں نہیں ملتا۔ اخیر یہ دولت کہاں سے آئی اس سوال کا جواب نہایت دردناک ہی اور ایسا دردناک ہے کہ سنگدل سے سنگدل شخص بھی خون کے آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ غریب مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی دن دیوے لوٹی گئی ہے اور ان کی غریب پونجی پر ڈاکہ زنی کی گئی ......

...... اور یہ وہ ڈاکہ زنی ہے جس کی داد نہ فریاد سوائے قانون اسلام کے اس کی سزا انگریزی قانون میں نہیں ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں لوٹو لوٹو اے ڈاکوؤں لوٹو دیکھو کوئی کسر نہ رہجائے۔ لوٹو اے ابدی جہنمیوں لوٹو امت محمدی کے غریب افراد تمہارے ہی حصہ میں آئے ہیں لوٹو لوٹو اے اسلام کے جانی دشمنوں لوٹو۔ یہ سب کچھ ہے مگر للہ اتنا تو رحم کھاؤ

کہ غیر مذاہب کی نگاہ میں اسلام کو ذلیل نہ کرو۔ اسلام کو بدنام نہ کرو یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تمہیں اسلام سے کچھ سروکار نہیں ہے پھر بھی تم اس کے پردے میں اپنا گھر تو بھر رہے ہو اور یہ آج اسلام کا صدقہ ہے کہ تم اس محیط میں جس میں نبی معصوم برحق کی کروڑوں امت مبتلا ہے گلچھرے اڑا رہے ہو کچھ تو شرم چاہیئے اور اس قدر کفران نعمت کرنا تو تمہیں کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔ جو اشتہارات کہ مولویوں کی طرف سے آج کل دہلی میں شایع ہو رہے ہیں انہیں دیکھ دیکھ کے کلیجہ کانپا جاتا ہے ایسے فحش اشتہار جن پر نہ مطبع کا نام ہو اور نہ المشتہر کا نہیں نہیں المشتہر کا نام تو ہے لیکن وہ محض فرضی ہے پولس تحقیقات کر رہی ہے لیکن ابھی تک اس کا پتہ نہیں لگا۔ کئی سال سے مولویوں کے چند شرمناک مقدمات کا سلسلہ جاری ہے اور ہنوز کچھ نہ کچھ باقی ہے کہ پھر نئی صورت سے آگ لگنی شروع ہوئی۔ طرفین سے اشتہار بازی جاری ہوئی ہے۔ سب سے پہلے ایک صفحہ کا اشتہار مقلدوں کی طرف سے تقسیم ہوا جس میں غیر مقلدوں کے بارہ سوالوں کا جواب ہے اور پھر اس کے جواب میں ایک اشتہار شایع ہوا جس میں فقہ کے کل ہنگامی مسایل کو تار تار کر کے رکھدیا چونکہ وہ اشتہار بہت فحش ہے اس لئے پورا نقل نہیں کیا جاتا۔ صرف مختصر طور پر اس کے مضمون کا نمونہ دکھایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے (۱) سور کے بال پاک ہیں (۲) سور کی کھال دباغت دینے سے پاک ہے (۳) ماں بہنوں بیٹوں وغیرہ سے نکاح کرنے کے بعد۔ کرنا ناجایز نہیں (۴) قرآن شریف بول سے لکھنا جایز ہے (۵) گیہوں اور چھوٹے اناج کی شراب حلال ہے (۶) کتے کی کھال کی جانماز بنانی جایز ہے (۷) کتے کو بغل میں دبا کے نماز پڑھنا جایز ہے (۸) مالک کو غلام سے سود لینا درست ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی فحش مسائل ہیں جن کو ہم نے عمداً قلم انداز کر دیا ہے اور وہ ایسے فحش ہیں جو بازاری آدمی بھی زبان پر لاتے ہوئے ہچکچائے گا۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ ہدایہ اور درمختار وغیرہ میں اس قسم کے مسایل ضرور موجود ہیں۔ لیکن ان مسائل کو ہنگامی سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ بغداد جو ان مسایل کا سرچشمہ ہے پچھلے زمانہ میں اسی کے قریب دولت ایران کا پایۂ تخت مدائن نامی آباد تھا جس کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔ یہاں کی خلافتوں پر ایرانی تمدن کا پورا پورا اثر تھا یہ وہ تمدن تھا جس نے کیقبادی اور کیکاؤسی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی جب ایرانی مسلمان ہوئے تو ایک مدت تک ان کے ذہنیت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ فقہ میں جیسے آپ فقہی کتابوں میں دیکھتے ہیں یہ سب ان ہی ایرانیوں کا طفیل ہے ممکن ہے کہ جتنے مسائل اس قسم کے فقہی کتابوں میں درج ہیں ان کی ضرورت اس وقت پڑی ہو اور ایسے شنیع افعال ایرانی نو مسلموں سے

کئے ہوں اور صاحبین یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد نے حسب مروجہ اُن پر فتوے دیدئے ہوں ہم دریافت کرتے ہیں کہ ان مسایل کو اسلام سے کیا تعلق اور ہم کیوں اُنہیں زبردستی کھینچ تان کے اسلامی جامہ پہنائیں۔ فقہ کے تمام مسائل باستثنائے چند سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہیں کہ ہمیں ایرانی اسلام کے قدیم تمدن کی خبر دیتے ہیں کہ اُس زمانہ کی یہ کیفیت اور ایرانیوں نے جو دو ہزار برس سے برباد ہو رہے تھے اسلام کے قبول کرنے کے بعد بھی اپنی یہ حالت قایم رکھی تھی +

ہم حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وقعت کو کیونکر دل سے بھلا دیں۔ جس کی ذات اقدس ہمیشہ فخر کرے گی۔ اس برگزیدہ بندہ خدا نے ایسی سلطنت کا قاضی بننا قبول نہیں کیا قید ہونا اور قید میں زہر سے شہید ہونا منظور کیا اور اپنی جان شیرین کی کچھ پروا نہیں کی مگر اس مذہبی حکومت پر ہمیشہ لات ماری۔ آپ کی آنکھوں کے آگے ایرانی زبون ترین تمدن کا خارستان موجود تھا۔ آپ خوب جانتے تھے کہ اس قسم کے فحش مسایل میں فتوے دینے پڑیں گے اور پھر یہ فتوے آیندہ امت کے لئے نظیر بن جائینگے۔ اور پھر امت محمدیہ ذلیل ہوگی۔ کہ ہمارے پیشواؤں کو سوائے ایسے فحش مسایل کے اور کوئی دین و دنیا کا کام ہی نہ تھا اور کیا ایسے قریب ترین زمانہ میں بھی ایسے مسلمان نہ تھے جو اس قسم کے ناپاک افعال کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ اگر ایسے افعال کا ظہور نہ ہوتا تو ہرگز یہ مسایل نہ بنتے۔ ان باتوں نے اُس نائب الرسول یعنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ آپنے بے انتہا تشدد کے بعد بھی صاف جواب دیدیا اور کبھی ایسی مذہبی حکومت قبول نہیں کی +

غرض یہ ہے آج کل جب ایسے فحش مسایل کا اشتہار دیا جائے گا اور یہ جتایا جائے گا کہ حنفی مذہب میں یہ ساری باتیں جایز ہیں یا بالفاظ دیگر مسلمانوں کا ایک عظیم گروہ ان مسائل پر عملدرآمد کرتا ہے تو غیر مذاہب والے چونکہ اسلامی اصول سے محض نابلد ہوتے ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں اسلام کی وقعت کیا بنے گی اور وہ ہر موقع پر ناواقف مسلمانوں کو کتنا ذلیل کریں گے۔ کاش اسلام اور مسلمانوں کی کچھ بھی محبت ہوتی تو ہرگز ایسے اشتہار جاری نہ کئے جاتے مگر نہیں ان اشتہاروں کے جاری کرنے سے یہ غرض ہے کہ دونوں فریق کو پھر نئے سر سے مولویوں کو لوٹنے کا موقع ملے۔ اس میں ہرگز شبہ نہیں۔ کہ ان بدنصیب مولویوں نے تو مسلمانوں کو کہیں کا بھی نہیں رکھا۔ ڈاکو۔ قصائیوں اور لٹیروں کا گروہ مذہب کی آڑ میں کیا کیا ستم ناواقف مسلمانوں کی جان توڑ رہا ہے اور افسوس ہے کہ اسے ذرا بھی درد نہیں۔ مسلمانوں اگر اپنی خیر چاہتے

وہ مذہب جس میں نہ فرشتوں کی پرستش نہ اولیا کی عبادت نہ سیاروں اور ستاروں کی مذہبی تعظیم کچھ بھی نہیں
تھی آج وہی مذہب ہے جس میں دنیا کی کل بت پرست ستارہ پرست قوموں کی صفات آگئی ہیں اور توحید
کا نام و نشان مٹ گیا ہے۔ ایک عظیم الشان گروہ ہے کہ قبروں پر سجدہ کر رہا ہے اور قبروں کی خشک
ہڈیوں سے مشکل کشائی کا طالب ہے ایک گروہ ہے جو صوفیوں کے قدموں پر سر رکھ کے پڑا ہے۔
اور اُسے دین و دنیا کا کچھ ہوش نہیں ہے ایک اور گروہ ہے جس نے اپنے پیروں کو شفیع روز آخر مان لیا ہے
اور اپنی نجات کا دار و مدار اُن ہی کی اطاعت پر تصور کیا ہے یہ ہے اس مرحوم قوم کے افراد جنہیں بنی اسرائیل
کے انبیا سے نسبت دی گئی ہے اور یہ ہے وہ توحید پرست قوم جس کے خلیفہ فاروق اعظم نے اس درخت
کو اکھڑوا کے پھنکوا دیا تھا جہاں حضور انور سرور دو جہان محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کے اور
سہارا لے کے وعظ فرمایا کرتے تھے اور آپ کے وصل کے بعد مسلمان اُس درخت کے پاس جمع ہونے لگے
تھے اور اس درخت کی تعظیم روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ یہ تھی توحید پرستی اور یہ تھا سچا جلال یا اب وہی اسلام
ہے جو قبروں۔ فرضی مزاروں۔ مساجد کے حجروں اور امام باڑوں کی کوٹھڑیوں میں گھسا ہوا ہے اور
وہاں سے باہر نہیں نکلتا ؞

بربادی اور وہ بھی انتہائی بربادی کا اثر ہندوستان کے ہر شہر پر اُس کی حیثیت کے مطابق پڑا
مگر بدنصیب دہلی جو ہندوستان کی دلہن رہ چکی ہے اور جس کے آگے ایک زمانہ دراز تک ہندوستان
کے کل شہر سربسجود رہے ہیں قدرتاً اس بربادی کا سب سے زیادہ اثر اُس پر پڑنا چاہیے تھا چنانچہ وہی ہوا۔
اور ہونا بھی یہی تھا۔ قوانین قدرت کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ دہلی کو شاہان سلف کے قتل و غارت سے
اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا ان بدبخت ملانوں نے پہونچایا ہے ان ملانوں کے کارنامے کیا پوچھتے ہو۔
انہوں نے ہمیشہ سے غضب ڈھایا ہے اور ابتدائے سنین ہجری سے لے کے اب تک ان کی غضبناک کارروائیاں
چلی جاتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ان ہی ملانوں نے کفر کے فتوے دیئے تھے ان ہی کی شرارت
سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر قرنوں تک تبرے بازی ہوتی رہی ان ہی ملانوں نے جلیل القدر صحابہ کو
علانیہ کافر بنایا۔ اصحابی یا غیر صحابی ملانوں کی زد سے کبھی کوئی بچا نہیں حضرت حسن بصری ؒ نے ملانوں کا
کیا بگاڑا تھا کہ ان پر بھی کفر کا فتوے دیدیا تھا۔ حضرت جنید بغدادی نے ان شیطان سیرت ملانوں
کا کیا نقصان کیا تھا کہ فتوے کفر دینے کے علاوہ اُن کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ حضرت امام غزالی

توان مولویون سے بچو۔ اختلافی مسایل میں نہ پڑو تمہیں ان مسایل سے کیا واسطہ تمہارے لئے آج کل بڑی ضرورت یہ ہے کہ اپنی حالت درست کرو اگر کوئی مقلد ہے تو اُسے غیر مقلد رہنے دو تمہیں فروعی اختلافات سے کیا سروکار ہے۔ مقلد اور غیر مقلد دونون مسلمان ہیں۔ دونون ایک ہی پیغمبر کی امت ہیں اور ایک ہی قبلہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ مسلمانی کے لئے ہم قبلہ ہونا کافی اور بس کافی ہے ان مانده بجثوں کو ملانوں کے لئے چھوڑ دو کہ وہ اپنی غلیظ کوٹھریوں میں بیٹھے بیٹھے اسی چکی میں رہیں۔ کیونکہ اُنہیں دین و دنیا کا سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اور اُنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قحط نے امت محمدی کو یہان تک برباد کیا ہے جنگ ٹرنسوال اور جنگ چین نے مسلمانون کی تجارت پر کتنا بڑا اثر کیا ہے کہ بیچارے صبح سے شام تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہیں۔ بمبئی کے اسلامی کارخانوں پر جہاں ہزاروں آدمی کام کرتے تھے۔ جنگ چین اور قحط نے اُن کا کتنا نقصان کیا ہے اور اُن بیچاروں کے لاکھوں روپیہ پر پانی پھر گیا ہے مولویوں کی بلا سے خواہ اُس سے زیادہ برباد ہو جائیں اُن کا اُلو کہیں نہیں گیا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ٭ ؎ چو احمق در جہان باقی است مفلس کس نمے ماند۔

جب دل دکھتا ہے تو ناچار قلم اُٹھانا پڑتا ہے اتنے عرصہ سے ہم اسی لئے خاموش تھے کہ جو لکھا گیا کافی تھا مگر جب کلیجہ پک گیا اور مولوی اپنی شرارت سے باز نہیں آتے تو ناچار پھر قلم اُٹھانا پڑا۔ ہمارے لکھنے کی غرض صرف یہ ہے کہ ہماری آیندہ نسلیں ان دشمنان اسلام سے واقف ہو جائیں رہے وہ مسلمان جو اُن کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اُن کی خلاصی کی نہ تو ہمیں امید ہے اور نہ امید کرنی چاہئے اُن کا جال ایسا جال نہیں ہے جس کی لڑیاں بودی ہون آسانی سے ٹوٹ سکیں۔ بہرحال اس جال سے آیندہ نسلون کی بچنے کی امید کرنی ایک قرین قیاس امر ہے۔ رہا یہ کہ ملا نے کفر کے فتوے دیں گے کیونکہ کفر ہی اُن کے پاس باقی رہ گیا ہے جو شب و روز کی تقسیم سے بھی کم نہیں ہوتا تو اس کی ہمیں مطلق پرواہ نہیں ہے ہم انہیں سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتے جو اُن کے کفر کے فتووں کی پرواہ ہو گی ٭

تمام دنیا کے مسلمان اس مثل کے مصداق ہیں۔ روم و شام و ایران کو ایک طرف رکھ کے ہمیں ہندوستان کی طرف دیکھنا چاہئے جو اپنی انتہائی نکبت پر پہنچ گیا ہے یہان مسلمانوں نے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے کہ وہ مٹ کے رہیں گے اور جو شخص اُن کے مٹنے سے بچانے کی کوشش کرے وہ مجنون ہے ہندوستان کے ہر شہر پر کچھ نہ کچھ آفت ہے اور وہ آفت محض مسلمانی گروہ پر ہے دوسری قومیں اُس سے بالکل مبرا ہیں۔ موجودہ صورت اسلام نے فی الواقع اُنہیں برباد کر دیا ہے اور اگر یہی اسلام ہے تو اور بھی برباد ہو جائینگے

حجۃ الاسلام نے ان ازلی جہنمیوں کو ستایا تھا کہ اخیر فتویٰ کفر دے کے انہیں شہر بدر کر دیا تھا۔ محی الدین ابن عربی صوفیوں کے سرتاج رکن اسلام نے ان ملانوں کا کیا چھینا تھا کہ اُن پر بیسیوں کفر کے فتوے دیدیئے تھے۔ غرض کہاں تک یہ دردناک حالات بیان کئے جائیں کس کا کلیجہ ہے جو صبر سے ان حالات کو سن سکے گا۔ آنکھوں میں خون اُترتا ہے اور دل پاش پاش ہوا جاتا ہے اسلام میں مثل روسیہ کے ایک فرقہ تھلسٹ ہے اور وہ ملانوں کی صورت میں نہ صرف اُن کی پونجی پر دست شفقت پھیرتا ہے بلکہ اُن کے ایمان کو بھی برباد کئے جاتا ہے، اُن میں نا اتفاقی پیدا کی جاتی ہے۔ سگے بھائیوں کو آپس میں جانی دشمن بنا دیا ہے۔ شادی بیاہ موقوف کرا دیئے ہیں۔ غرض کیا کیا نہیں کیا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملنے کی +

دہلی کا وہ زمانہ ہمیں یاد ہے۔ جب شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان نہ صرف دہلی کو بلکہ کل ہندوستان کو فخر بخش رہا تھا جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر ہندوستان میں کوئی نہیں ہوا۔ آپ مسلمانوں کی آٹھ سو سال کی سلطنت کی کمائی تھے آپ مجتہد ہی نہ تھے بلکہ بہت بڑے محدث تھے۔ مجتہدوں میں محاکمہ کرنے کا فخر آپ ہی کو حاصل تھا۔ ہائے شاہ ولی اللہ سوائے مہدیوں کے ہم آپ کو کہاں پا سکتے ہیں۔ آپ کی خاموشانہ صورت ہمیں مایوس بنائے دیتی ہے۔ کاش آپ پھر ایک بار مزار سے اُٹھیں اور نقشہ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ ملانوں نے اسلام اور مسلمانوں کو کیا صدمہ پہنچا رکھا ہے جن ملانوں کی وجہ سے آپ نے اپنا پیارا وطن چھوڑا تھا وہی ملانے اب بھی موجود ہیں اور اس سے زیادہ غضب ڈھا رہے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ کیونکر بھلا دیں جنہوں نے تمام مسلمانان ہند کو ایک پرامن صورت میں قایم کر رکھا تھا۔ آپ کے پُرتاثیر وعظ یاد ہیں۔ جن میں نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو اور عیسائی بھی شوق سے شریک ہوتے تھے اور آپ کی نصایح سے ایک عجیب لطف آتا تھا۔ ہمیں حضرت شاہ اسمعیل شہید کا زمانہ بھی بخوبی یاد ہے جن سے اسلام دوبارہ زندہ ہوا اور جنہوں نے اُس بت پرستی کو مٹا دیا جو شریف مسلمانوں میں عام ہو گئی تھی آج وہ زمانہ ہے کہ بعض ناشناشیدہ جاہل مطلق۔ ذلیل ملانے برملا آپ کی شان اقدس و اطہر میں نالایق الفاظ استعمال کر رہے ہیں اور اس بزدلانہ حملہ پر بغلیں بجاتے ہیں کہ ہم نے شاہ ولی اللہ یا شاہ اسمعیل شہید کو گالیاں دیدیں یہ بے غیرت دہلی اپنے بزرگوں کو پردیسی ذلیل ملانوں سے جو عبدالدرہم اور

اور عبدالدینار ہیں اور جو بغیر فیس لیئے وعظ نہیں کہتے گالیاں دلواتی ہے اور خاموش ہے۔ دہلی کی ایسی بے غیرتی اور بداعمالی کی سزا ۱۸۵۷ء میں دی گئی تھی مگر افسوس ہے کہ وہ سزا کافی نہ تھی اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیجاتی۔ اس کی بنیادیں اکھیڑ دیجاتیں اور اس کا ایک میدان بنا دیا جاتا۔ اس وقت ہم کہہ سکتے تھے اسکو بداعمالی کی پوری سزا ملی۔ غضب خدا کا آپ خیال تو کریں کہ پورب کا ایک شخص آئے جسے ناول کے چند فقروں کے سوا جو وہ اپنے وعظ میں بیان کرتا ہے کچھ نہیں آتا جس کی شرافت میں ملائکہ کو بھی کلام نہیں ہے جس کی جہالت اور زبان درازی مسلّم ہے۔ اور جو اپنی زبان درازی کی سزا پاچکا ہے اُس نے کئی بار مجمع عام میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کو گالیاں اور وہ بھی فحش گالیاں دیں اور اپنی اس ذلیل نامردی پر فخر کیا اور خیالی کامیابی پر بغلیں بجائیں۔ غدر میں بھی پوربیوں نے یہی ستم برپا کیا تھا اور اب بھی پوربیئے ستم برپا کررہے ہیں۔ کسی نے ان پوربیوں کے لیئے غدر کے بعد کیا سچ کہا تھا۔ یہ پوربیئے نہیں آئے خدا کا قہر آیا۔ کیا زمانہ آیا ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندوں کو ایک پوربیا دہلی میں آکے مسلمانوں کے آگے گالیاں دے اور مسلمان خوش ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ باوجود اپنی اتنی بڑی عظمت اور علمیت کے ملانوں سے اپنا پہلو نہ بچاسکے۔ آپ نے قرآن مجید کا تمام دنیا میں سب سے پہلے فارسی میں ترجمہ کیا تھا ملانوں نے اس ترجمہ کرنے کو بہت بڑا جرم ناقابل معافی قرار دیا۔ اور آپکے قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے مگر واہ رے اسلامی آپنے یہی بہتر سمجھا کہ کچھ عرصہ کے لیئے اپنے مالوف وطن کو چھوڑ دیں تاکہ مسلمانوں میں فساد نہ ہو اگر آپ کو اس فساد کی پرواہ نہ ہوتی تو آپ دہلی سے کبھی نہ جاتے آپ کا بھی بہت بڑا گروہ تھا آپ کا ایک اشارہ کافی تھا۔ ملانوں کی پوری گت بنادیجاتی۔ لیکن آپنے یہ مناسب سمجھا کہ فساد ہونے سے یہی بہتر ہے کہ اپنے وطن کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپ مکہ معظمہ روانہ ہوگئے اور جب تک شاہ عبدالعزیز آپکے صاحبزادہ نے بلایا واپس نہ آئے۔ مگر کفر کے فتوے آپ پر کئی بار ہوچکے تھے اور جن فتووں کا ظہور اب تک پایا جاتا ہے۔ اُن فتووں میں نہایت شایستہ الفاظ سے آپ کی ذات پر حملہ کیا گیا ہے اور جرم صرف قرآن کے ترجمہ کو قرار دیا گیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ سموئی ہوئی طبعیت کے عالم تھے لیکن وہ بھی ملانوں کی زد سے اپنے کو نہ بچاسکے اور اُن پر بھی خوب خوب تبرے بازی ہوتی رہتی تھی اور ہمارے شاہ صاحب ایسے خائف تھے کہ بعض کتابوں میں اپنا نام لکھتے بھی ڈرتے تھے چنانچہ کئی کتابیں ایسی ہیں جو درحقیقت اُن ہی کی تصنیف سے ہیں مگر اُن کتابوں پر کسی اُن کے شاگرد کا نام لکھا ہوا ہے *

ہمیں کیوں روکا جاتا ہے کہ ہم سخت الفاظ سے ملانوں کو یاد کریں جبکہ وہ بزرگان اسلام پر کفر کے فتوے دیتے ہیں برملا گالیاں سناتے ہیں۔ مسلمانوں کا مال اینٹھتے ہیں۔ ان میں فساد ڈلواتے ہیں اور مقدمہ بازی کراتے ہیں ہم پر سخت زبانی کا اعتراض نہ کرو فخر انبیاء رسول برحق محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ حضور اقدس و اطہر ان ملانوں کی نسبت کیا فرماتے ہیں ان العالم یُعذب عذابا یطیف به اهل النار استفظا ما لشدة عذابه یعنے عالم کو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ اس کے عذاب کی سختی کی وجہ سے دوزخی اس کے گرد ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ یوتی بالعالم یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فیدور بها کما یدور الحمار بالرحی فیطوف به اهل النار فیقولون ما لک فیقول کنت امر بالخیر ولا اٰتیه وانهی عن الشر و اٰتیه یعنے قیامت کے دن عالم کو لاکے آگ میں ڈالدیا جائے گا اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی وہ اُن انتڑیوں کو لے کے اس طرح چکر کھائیگا جیسے گدھا چکی کو لے کے گھومتا ہے اور دوزخی اُس کے گرد جمع ہوکے پوچھیں گے تیرا کیا حال ہے وہ کہے گا کہ میں غیر کو کہتا تھا خود نہیں کرتا تھا۔ بدی سے منع کرتا تھا اور خود مرتکب ہوتا تھا۔

یہ قول رسول مقبول کا ہے۔ آپ نے گدھے سے تشبیہ دی اور ایسے عالم کے لئے اس شدید ترین عذاب کی بشارت دی ہے اور گناہ صرف یہ قرار دیا ہے کہ جو اوروں کو کہتے ہیں خود نہیں کرتے مگر نہیں ہم جن ملانوں کی نسبت لکھ رہے ہیں ان میں اس سے بھی دہ چند زیادہ عیب ہیں۔ یہ انتہا درجہ سنگدل ہیں ظالم ہیں۔ بدکار ہیں۔ حرام و حلال میں فرق نہیں کرتے مفت خور ہیں اور بے دین ہیں ایک ترنوالہ کا لالچ دے کے جن ملانے سے چاہو فتویٰ لے لو۔ ان کے فتوے ٹکے سیر بکتے ہیں اور وہ بہت آسانی سے اپنے مخالف کو کافر بناتے ہیں۔ آپ نے کبھی دو مختلف الخیال مولویوں کو بات کرتے یا اسلامی طریقہ کے بموجب صاحب سلامت کرتے نہ دیکھا ہوگا۔ تمام دنیا کی باتیں ممکن ہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ آپ ایک جلسہ کیجیے اور اس میں مختلف الخیال علما جمع ہوکے مسلمانوں کی طرح مل کے بیٹھیں اور محبت سے باتیں کریں۔ استغفر اللہ

ممکن نہیں ہے ممکن ہرگز نہیں ہیں ممکن ٭ ہونا نہیں کبھی یہ ہو جائے گر قیامت

دیکھو مسلمانوں ایمان سے کہو کسی کی لگی لپٹی نہ رکھو۔ ایک دن ہم سب کو خدا کے عرش و کرسی کے حضور جانا ہے ایسے مولویوں سے تم کیا توقع رکھ سکتے ہو۔ کیا یہی نائب رسول اللہ ہیں کیا یہی مثل انبیائے بنی اسرائیل ہیں۔ سچ کہو اور مت ڈرو مولوی پھانسی نہیں چڑھا سکتے یہ گروہ مقہور بارگاہ

صدی ہی جیسے مذکورہ بالا عذاب چکھایا جائے گا۔ تمہاری عاقبت کیا درست کرسکتا ہے یہ سب مولوی حرام کے لقمے کھانے والے ہیں نہ ان کی نماز قبول نہ روزہ نہ زکوٰۃ تو لکھیتی ہونے پر بھی یہ گروہ شیاطین نہیں دیتا۔ للشداں دولتمند مولویوں میں سے ایک مولوی کو بتا دو جس نے کبھی بھوکے کا پیٹ بھرا ہو یہ سانپ اور سانپوں کے بچے تمہاری دولت پر تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ جس کے جا و بیجا خرچ کرنے کا وعظ کہتے پھرتے ہیں صرف ان سے یہ دریافت کیا جائے کہ تمہارا معاش کیا ہے تو اس کا جواب بھی دیا جاوے گا نادان مرید۔ آپ کسی مولوی سے خالی خولی تو ملاقات کرآئیے۔ جب تک آپ کی مٹھی بند نہیں دیکھے گا نہ آپ کے سلام کا جواب دل سے دیگا اور نہ خندہ پیشانی سے پیش آئے گا۔ آپ کسی مولوی کو بلا کے بے فیس دیئے وعظ تو کہلائیں تو بہ اجی حضرت سر ہو جائے گا اور اگر جھگڑنے کا موقع نہ دیکھے گا تو دوبارہ اس کا وعظ کہنے آنا محال عقل ہے آپ کسی مولوی صاحب سے جا کے دریافت تو کیجیے کہ بغیر فیس کے تمام عمر بھی اس نے وعظ کہا ایسے بندہ شکم ملاؤں کو اگر ہم مناسب الفاظ سے یاد کریں تو آپ فرمائیں ہم نے گناہ کیا کیا ہم ہانکے پکارے کہتے ہیں کہ یہ مولوی دغا باز۔ ذلیل۔ دسلے۔ جلا ہے۔ قصائی ڈوم۔ دھاڑی۔ فریبی۔ مکار۔ جعلساز۔ ظالم۔ ملک الموت سے زیادہ سنگدل ہیں اور حضور انور نے جو شدید ترین عذاب کی اُن کے لئے بشارت دی ہے بہت ہی مناسب ہے*

ہمارے علمائے قدیم وجدید کے فتوے

اس سورج اور آسمان کی نیلی چھت کے نیچے جتنی قومیں دنیا میں پیدا ہوئی ہیں اُن میں سب سے زیادہ مسلمانوں کی قوم ہے جسے اپنے علما پر فخر ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اسلامی علما سے بہتر زمانہ میں اور کسی گروہ کے علما نہیں ہوئے۔ مسلمان علما لاکھوں بلکہ کروڑوں مخلوق کے امام ہونے پر بھی انتہا درجہ منکسر المزاج۔ حلیم اپنی کمزوریوں کا اقرار کرنے والے اور اپنی خطاؤں کے اعتراف کرنے والے اور اپنے گناہوں پر زار زار رونے والے ہوئے ہیں باوجودیکہ اُن میں سے ہر عالم شریعت کا ماہر اور دینیات کا سرچشمہ تھا تو بھی کسی مسئلہ پر فتویٰ دینے سے اپنا پہلو حتی الوسع بچاتا تھا اور مسئلہ کی صورت دیکھتے ہی کانپ کانپ جاتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ کسی طرح سے یہ بلا مجھ پر سے ٹل جائے اور مجھے فتوے دینے کا موقع نہ ملے۔ اور جب وہ چاروں طرف سے مجبور ہو جاتے تھے تو ناچار فتوے دیتے تھے۔ لیکن ہر وقت خوف کھایا کرتے تھے کہ مبادا ہم نے غلط فتوے دیا ہو اور خدائے قادر مطلق کے حضور

ہمیں سرنگوں ہونا پڑے۔ تاریخ ابن خلکان کے صفحہ ۱۱ جلد ۲ میں بسند منقول ہے حکی الحافظ ابو عبد اللہ الحمیدی فی کتاب جذوۃ المقتبس قال حدث القعنبی قال دخلت علی مالک بن انس فی مرضہ الذی مات فیہ فسلمت علیہ ثم جلست فرأیتہ یبکی فقلت یا ابا عبد اللہ ما الذی یبکیک فقال لی یا ابن قعنب ومالی لا ابکی ومن احق بالبکاء منی واللہ لوددت انی ضربت لکل مسئلۃ افتیت فیہا برأیی بسوط سوط وقد کانت لی السعۃ مما قد سبقت الیہ ولیتنی لم افت بالرأی یعنی حافظ حمیدی نے قعنبی کا قول بیان کیا ہے کہ میں امام مالک کے مرض الموت میں ان کے پاس گیا اور سلام کرکے بیٹھا میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا۔ اے قعنبی میں کیوں نہ روؤں مجھ سے زیادہ رونے کے قابل کون ہے میں نے جس جس مسئلہ میں رائے سے فتوے دیا مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا کہ ہر مسئلہ کے بدلے کوڑے سے مار کھاتا۔ مجھ کو اس میں گنجایش تھی کاش میں رائے سے فتوے نہ دیتا۔ اللہ اکبر اتنا بڑا محدث اور ایسا جلیل القدر فقیہ یہ کہتا ہے۔ کاش میں فتویٰ دینے کے بدلے کوڑے کھاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ فتوے دینے کی شان تو ملاحظہ فرمایئے جو علامہ زرقانی نے مقدمہ شرح موطا میں امام مالک کے حالات میں لکھا ہے اخذ من تسعمائۃ شیخ فاکثر وما افتی حتی شہد لہ سبعون ائمۃ انہ اہل لذالک وکتب بیدہ مائۃ الف حدیث وجلس للدرس وھو ابن سبعۃ عشر عاما وصارت حلقۃ مشایخہ فی حیاتہم وکان الناس یزدحمون علی بابہ لاخذ الحدیث والفقہ کازدحامہم علی باب السلطان ولہ حاجب یاذن اولا للخاصۃ فاذا فرغوا اذن للعامۃ واذا جلس للفقہ جلس کیف کان واذا اراد الجلوس للحدیث اغتسل وتطیب ولبس ثیابا جددا وتعمم وقعد علی منصۃ بالخشوع والخضوع ویبخر المجلس بالعود من اولہ الی فراغہ تعظیما لہ انہ لدغتہ عقرب وھو یحدث ستۃ عشر مرۃ فصار یصفر ویتلوی حتی تم المجلس ولم یقطع کلامہ۔ یعنی امام مالک نے نو سو استادوں سے پڑھا اور اس وقت تک فتویٰ نہیں دیا۔ جب تک ستر اماموں نے ان کی قابلیت کی شہادت نہیں دی اور اپنے ہاتھ سے انہوں نے لاکھ حدیثیں لکھیں اور سترہ برس کی عمر میں وہ درس دینے کو بیٹھے اور ان کا حلقہ درس ان کے اُستادوں کے حلقہ درس (ان اساتذہ کی زندگی ہی میں) بڑھ گیا اور حدیث و فقہ سننے کے لیئے اُن کے دروازہ پر لوگوں کا اژدحام ایسا ہوتا

تھا جیسے بادشاہ کے دروازہ پر اور ان کا ایک دربان تھا جو پہلے خواص کو جانے دیتا تھا اور پیچھے عوام کو
اور جب امام مالک فقہ پڑھانے بیٹھتے تو معمولی طور پر بیٹھ جاتے اور جب حدیث پڑھانے کا ارادہ کرتے تو
غسل کرتے خوشبو لگاتے نئے کپڑے پہنتے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ بیٹھتے اور شروع سے لیکے
اخیر تک مجلس میں خوشبو کی چیزیں جلواتے یہ سب حدیث کی تعظیم تھی اور حدیث کی تعظیم کی یہ حالت تھی کہ
ایک روز حدیث پڑھانے میں بچھو نے سولہ بار آپ کو ڈنک مارا اور آن کی حالت متغیر ہوتی جاتی تھی مگر تا
اختتام مجلس حدیث پڑھاتے ہی رہے - ہم فخراً ایسے علما کی تعظیم کرتے ہیں یہ ہیں ہمارے اصلی پیشوا اور یہ
ہیں ہمارے رہبر جن سے بہتر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا - آپکی اس احتیاط کو تو دیکھئے کہ آپنے نو سو اساتذہ
پڑھنے کے بعد فتوے دینے کی جرات نہیں کی جب تک کہ ستر اماموں نے آپ کی قابلیت کی شہادت
نہیں دی یا اب وہ زمانہ ہے کہ ذلیل ناپاک جاہل ملا نے معمولی دو تین کتابیں پڑھنے کے بعد فتویٰ بازی
کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں اور انہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ پیغمبر معصوم و برحق کی شرم نہ روز جزا
کی دہشت کچھ بھی نہیں رہتی اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے فتوے چند پیسوں میں خرید سے جا سکتے ہیں اور
اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب اُن کے فتوے عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں تو مخالف و موافق دونوں ہی پر
اُن کی مہریں ہوتی ہیں ؞

فتویٰ دینا ایک بڑا کٹھن کام ہے اور ایسی ذمہ داری کا کام ہے جس سے زیادہ ذمہ داری ممکن
نہیں مگر اس چودھویں صدی میں ہر ملا نے سے اسے ذریعہ معاش سمجھ لیا ہے اور وہ اسے محض
بازیچہ طفلاں سمجھ کے بڑی رغبت سے انجام دیتا ہے علما تو علما صحابہ کو بھی فتوے دینے اور مسئلے بتانے
میں پس و پیش تھا - حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کوئی شخص دس مسئلے دریافت کرتا تھا تو آپ بڑے
غوض اور فکر کے بعد دس میں سے صرف ایک بتایا کرتے تھے اور باقی میں بالکل خاموشی اختیار کرتے
تھے فقہائے سلف میں ایسے اکثر پاک نفوس تھے جو صاف کہدیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے - سفیان
ثوری مالک بن انس - احمد بن حنبل فضیل بن عیاض حارث جیسے جلیل القدر فقہا اکثر لاادری ہی کا
جواب دیتے تھے - عبدالرحمن بن ابی لیلے کہتے ہیں میں نے اس مسجد میں ایک سو بیس اصحابہ دیکھے کہ جب
اُن سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا کہ کوئی دوسرا بھائی جواب دیدے آپ ہی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جہاں
کسی صحابی کے آگے کسی نے کوئی مسئلہ پیش کیا اور اس نے تیسرے کے پاس اسی طرح کل صحابیوں کے

پاس ہوتا ہوا پھر وہ مسئلہ پہلے ہی صحابی کے پاس چلا آتا تھا یہ تھی شان احتیاط اور پیغمبر معصوم و برحق کا ادب صحابی اور وہ بھی ...... جلیل القدر صحابی مسئلہ کے نام سے کانپتے تھے یا اب وہ زمانہ ہے کہ تمام دھنئے جلاہے قصاب سائیں۔ ڈوم۔ دھاڑی مولوی بن کے مفتی ہوگئے ہیں اور دھڑا دھڑ آنکھ بند کرکے فتووں پر فتوے دے رہے ہیں اور اسلام کو غیر اقوام کی نگاہ میں بدنام کر رہے ہیں +

اکابر اسلام کا قول ہے جسے علم کم ہوتا تھا تو وہ جلدی فتوے دینے کو تیار ہو جاتا تھا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتوے کو سب سے زیادہ دوسرے پر ٹالتا تھا۔ حضرت انس سے جب کوئی سوال کرتا تو آپ فرماتے کہ ہمارے آقا حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھو اور حضرت ابن عباس سے کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ جابر ابن زید سے پوچھو اور حضرت ابن عمر فرماتے کہ سعید بن المسیب سے دریافت کرو +

ہمارے پیشوا یہ تھے اور ہم ان ہی کو اپنا سچا رہبر سمجھتے ہیں مگر موجودہ زمانہ کے مولوی (الاماشاءاللہ) جو زبردستی ہمارے پیشوا بن کے بیٹھے ہیں انہیں ہم رخنہ انداز دین۔ دشمن اسلام۔ قزاق۔ رہزن سمجھتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ امت محمدی میں ان سے زیادہ مفسد دنیا کے پردہ پر کوئی نہ ہوگا یہ لوٹتے ہیں اور اُف نہیں کرتے برباد کرتے ہیں اور انہیں ذرا بھی درد نہیں آتا۔ ملک الموت سے زیادہ بے رحم اور قصائی کی چھری سے زیادہ سفاک۔ ایک ایک دجال وقت ہے اور ایک ایک شیطان مجسم ہے اپنے ناپاک فتوؤں سے مسلمانوں کو برباد کئے جاتے ہیں ان کا قول و فعل ہرگز یکساں نہیں ہے ان کے وعظوں ریاکاری کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے۔ جہان کے کل دغاباز اور فریبی ایک طرف اور ایک ملانا ایک طرف مفت کی روٹیاں کھاتے ہیں اور پڑے ہوئے اینٹھتے ہیں جو چاہا بک دیا اور جو چاہا جھک مار دیا۔ انکے فتووں کو شیطانی چھچھورا پن سمجھنا چاہیئے۔ جن میں توہین اسلام اور فساد کا مادہ کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دولتمندوں سے پانچسو برس پہلے کنگال جنت میں جائینگے اسی طرح ان ملانوں کی نسبت ہمارا یہ خیال کہ ایک فاسق اور فاجر کا جنت میں جانا آسان ہے۔ لیکن ان ملانوں کا جنت میں جانا ناممکن محض ہے +

آپ ایک سوال لکھ کے کسی ایک ملانے کے پاس لکھ کے لیجائیے اور اس کے آگے پیش کیجئے وہ سب سے پہلے آپ کی صورت دیکھنے لگے گا کہ آپ کیا پیش کش کرتے ہیں اگر آپ نے کچھ نہ دیا تو ملانا سخت بے رحمی سے کہدے گا کہ مجھے فرصت نہیں ہے کسی اور کے پاس لے جاؤ اور جو آپ نے دو چار روپے

نذر دیجئے تو وہ آپسے دریافت کرے گا کس قسم کا فتویٰ دوں آپ ہر قسم کا فتویٰ اُس سے لے سکتے ہیں غرض آپ نے اپنے موافق اُس سے فتویٰ لے لیا ہے آپکے بعد آپ کا مخالف پہونچا اور اُس نے دس پانچ روپے بھڑا دیئے ملانے نے اُس کے موافق بھی فتویٰ دیدیا چلو چھٹی ہوئی ایک ہی مولوی اور اسکی مہر دو متضاد فتووں پر - ہر ملانے کی حیثیت کے مطابق اُس کی مہر کی قیمت ہے آٹھ آنہ سے پچاس روپے فتوے کی قیمت دی جاتی ہے اور ان قیمتوں میں آپ باسانی ہر ملانے کا فتوے خرید سکتے ہیں اور ایک نئی بات سنئے کہ جب عدالت میں کوئی مقدمہ پیش ہوتا ہے اور ملانے دیکھتے ہیں کہ ہم آفت میں پھنس جائیں گے تو صاف انکار بھی کر دیتے ہیں کہ ہم نے یہ فتوے دیا ہی نہیں کسی نے ہماری مہر چرا کے اس فتویٰ پر کر لی ہوگی۔

چار پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ دہلی کے ملانوں نے ایک شخص کے کفر کا فتوے دیا اُس نے اُس شخص پر جس نے اس فتوے کی اشاعت دی تھی دعوے کر دیا۔ عدالت میں کل ملانے بلائے گئے سب نے حلف اُٹھا کے انکار کر دیا کہ ہم فتویٰ پر یہ عبارتیں اپنے ہاتھ سے نہیں لکھیں جب مہروں کی بابت مستغیث کے وکیل نے سوال کیا تو یہ جواب ملا کہ یہ مہریں تو ہماری ہیں لیکن ہمیں یہ خبر نہیں کہ کس نے کر دی ہیں وہ معاملہ تو کچھ رفع دفع ہوگیا ورنہ ملانوں پر بری بنتی اور جان بچانی مشکل پڑجاتی حلف اُٹھا جانا اور جھوٹی قسمیں کھا جانا ملانے کوئی بات ہی نہیں سمجھتے سب کے الگ الگ کھاڑے بنے ہوئے ہیں اور وہ مسلمانوں کو لڑوا لڑوا کے اپنے گھر بھر رہے ہیں کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا کہ ہندوستان کے کسی نہ کسی شہر کے ملانے کوئی آفت نہ برپا کرتے ہوں اور مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ اُس میں پریشان نہ ہو جاتا ہو۔ انکے مسئلوں کی بابت کیا کہا جائے عجیب طرز اور نرالی انداز کے ہوتے ہیں کچھ عرصہ ہوا ملانوں نے یہ چھیڑا تھا کہ ایسی عید گاہ میں نماز پڑھنی جائز ہے جس کی چار دیواری ہو دوسرا گروہ جائز بتاتا تھا۔ پہلے تو اس پر اشتہار بازی ہوئی اور پھر رسالہ بازی پر نوبت پہونچی اور اخیر میں مسائل کا ذکر ہوتے ہوتے گالی گلوچ پر دونوں فریق آگئے جب پولس نے دست اندازی کی تو بمشکل باز آئے آمین اور رفع یدین کا بوسیدہ مسئلہ تو مدت سے چلا جاتا ہے جس پر کیا کیا سر پھٹول نہیں ہوئی اور مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ کس بیدردی سے خرچ نہیں ہوا۔ ہائی کورٹ کیسی پریوی کونسل لنڈن تک مقدمہ گیا پھر مساجد پر جھگڑا ہوا کہ مسجدیں ہر فریق کی علیحدہ علیحدہ ہونی چاہئیں چنانچہ بڑے بڑے فتوے دیئے گئے اور مساجد اللہ کے مبارک الفاظ مسجد کی پیشانی سے چھیل چھیل کے مسجد حنفی بنائی گئی - اس پر بہت کچھ سر پھٹول ہوئی مارپیٹ

ہوئی۔ عدالت تک نوبت پہنچی مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی برباد کی گئی۔ پھر یہ شوشہ اٹھا کہ خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہے یا نہیں اس پر بھی فتوے دیئے رسالے لکھے گئے طرفین نے ایک دوسرے کو کافر بنایا وہ آفت کم نہ ہونے پائی تھی کہ یہ مسئلہ چھڑا کہ رسول مقبول عالم الغیب ہیں اس پر بھی بڑی بڑی بحثیں ہوئیں۔ آخر وہ ملا بھی مسلمانوں کا خون چوس کے اوپر کی اوپر ٹلی ۞

ناظرین معزز ناظرین ملانوں کی ان شیطانی حرکات سننے کے لئے پتھر کا کلیجہ چاہیئے انسان کا کام نہیں ہے کہ یہ دردناک حکایتیں سنے اور روتے روتے نڈھال نہ ہو جائے۔ فی الحقیقت ملانوں نے ہم پر بہت ستم توڑے ہیں۔ ظالم۔ ناخداترس اور لعنتی گروہ نہ صرف ہمارے گاڑھے پسینہ کی کمائی پر تاخت کرتا ہے بلکہ اس نے ہمارے سچے دین کو بھی بہت نقصان پہونچایا ہے۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اسلام کیا چیز ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے اور وہ کونسا اسلام تھا کہ جس کے دو لفظ نومسلم کا ہمیشہ کے لئے اطمینان کر دیتے تھے اور پھر اُسے چوں وچرا کی گنجایش نہ ہوتی تھی۔ اسلام واجب الاحترام اسلام یہ شیطان پرست قوم یعنے ملانے تیرے پیچھے کیسے پڑے ہیں اور تیرے روشن مطلع کو انہوں نے کیسا مکدر کیا ہے ہائے جس قوم کا ایک ہی خدا ہو جس کا ایک معصوم و برحق پیغمبر ہو اور جس کا ایک ہی قبلہ ہو اُس میں یہ تفرقہ اندازی ہو کہ صوفیوں کا اسلام الگ وہابیوں کا الگ۔ غیر مقلدوں کا الگ اہل حدیث کا الگ۔ مقلدوں کا الگ بدعتیوں کا الگ مشہور تھا کہ اسلام کے ستر ٹکڑے ہو گئے مگر نہیں کئی ہزار بلکہ کئی لاکھ ٹکڑے ہو گئے ہر ملانے کا علیحدہ علیحدہ اسلام ہے اور وہ اپنے اپنے مریدوں میں اسی اسلام کی اشاعت دیتا ہے ہر گروہ اپنے کو راہ ہدایت پر سمجھتا ہے اور اپنے مقابل دوسرے کو گمراہ۔ کافر۔ جہنمی خیال کرتا ہے۔ ایک شخص یا ایک گروہ پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں خدا کو وحدہ لاشریک جانتا ہوں محمد عربی کو برحق رسول مانتا ہوں پانچوں وقت کی نماز فرض جانتا ہوں۔ زکوٰۃ دیتا ہوں حج کرتا ہوں مگر نہیں اس کی پروا نہیں کی جاتی اور اُسے کافر بنایا جاتا ہے صرف اس بنا پر کہ وہ انکا ہمخیال نہیں ہے کون خیال کر سکتا ہے کہ اس خطرناک تفرقہ سے مسلمان برباد نہ ہوں گے اور اُن کا بالکل ستیاناس نہ ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں اگر ایک ایک شخص عربی کے پورے علوم و فنون پر حاوی ہو جائے اگر پورا قرآن مجید اور صحاح اور ستہ کی کل حدیثیں نوک زبان ہوں اور تمام فقہی مسائل اس کے آگے پانی ہوں لیکن مسلمانوں کا درد نہ ہو یا خدا کا خوف اور رسول برحق کی شرم نہ ہو تو اسلام کو کیا فایدہ پہونچ سکتا ہے ایسی قوم اور اُس کا ہر فرد برباد

ہو جانے کے قابل ہے اور اُس کی زندگی انسانی مخلوق کے لئے زہر ہلاہل ہے ❖

اس سے زیادہ گردن زدنی کون شخص ہو سکتا ہے جس نے دنیا طلبی کے لئے دین کا علم پڑھا ہو اور جس نے قرآن و حدیث کو ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنایا ہو اور قال رسول اللہ محض دوسرے کو پھندے میں پھنسانے اور کچھ مال اینٹھنے کے لئے کرتا ہو ایسے ناپاک شخص کے ذلیل اور وہ بھی ارذل ترین ذلیل ہونے میں کیا شک ہے حامل قرآن و حدیث ہونے پر جس نے کسی کے آگے ہاتھ پھیلایا وہ ہاتھ کاٹ ڈالنے کے قابل ہے جس زبان پر ہزار ہا بار کلام خدا و رسول آیا ہے اور اُس زبان سے فساد انگیز اور ذاتی اغراض کے بھرے ہوئے الفاظ نکلیں وہ زبان گل جانے کے قابل ہے ایک حامل شریعت کے لئے اگر وہ بارہ گھنٹے محنت شاقہ اُٹھانے کے بعد صرف دو آنے اُن لاکھوں روپے سے زیادہ قیمت رکھتے ہیں جو مفت کے کسی دولتمند مرید نے دیئے ہوں سمجھئے تو یہی مولوی یعنے حامل شریعت ہو کے جس نے تمام عمر حلال کی روزی نہیں کھائی وہ کتنا ذلیل ہے ایسے شخص کا منھ ناپاکی میں خنزیر سے بھی بدتر ہے بدنصیب اور جاہل مسلمانوں کیوں ایسے مولوی کا وعظ کہلواتے ہو جو اُس کی اُجرت تم سے مانگے یہ تم نہ سمجھو کہ ہم نے تو وعظ کہلوا لیا گناہگار ہوا تو مولوی نہیں تم نے خدا اور رسول کے ساتھ مضحکہ کیا اور اُس ابدی جہنمی سے دو روپے میں خدا و رسول کی ہدایتیں خریدیں ۔ تلاش تو کرو کوئی بھی ایسا ملا نا ہے جو بلا فیس تمہارے ہاں وعظ کہدے یا مولود پڑھ دے ۔ اگر کوئی ایسا ہے تو بے شک اُس کو مسلمان سمجھو مگر نہیں ایسا ایک بھی نہیں ملے گا ۔ پر نہیں ملے گا ۔ مسلمانوں تمہاری عقلیں مسخ ہو گئی ہیں تم آنکھوں سے دیکھتے ہو اور تمہیں عقل نہیں آتی صریحاً ایک ملا نا تم سے زبردستی اپنے وعظ کی فیس لیتا ہے اور بغیر قیمت لئے وعظ نہیں کہتا اور پھر تم ایسے جہنمی کو جو چند پیسوں میں کلام خدا و رسول تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہے اپنا پیشوا مانے جاتے ہو ۔ یاد رکھو اگر ایسے شخص کو تم نے اپنا پیشوا بنایا تو تمہاری نجات بھی معرض خطر میں ہے ۔ ملانوں کے عقیدے کی پٹی کو آنکھوں سے کھول ڈالو اور خوف کے بھوت کو اپنے آگے سے بھگا دو اور پھر مثل ایک اجنبی شخص کے ہر ملانے کی معاشرت کو دیکھو اور اُس کے قول و عقل کو جانچو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ لکھ رہے ہیں سب صحیح ہے اور ہماری ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ہم ایک حد تک ان ملانوں کی حقیقت تمہیں بتائینگے سمجھو یا نہ سمجھو یہ تمہاری قسمت ہیں اپنا فرض ادا کرنا ہے وہ ہم ادا کریں گے اور کسی ملا نے غرنش اور اُس کے نادان مریدوں کی کبیدہ خاطری کی ہمیں مطلق پروا نہیں ❖

ہمارے اصلی اور نقلی پیشوا

ہم اُن علما کی عظمت کیونکر دل سے بھلا دیں جن کا ایک ایک لفظ بہت بڑی دستاویز ہے خدائے عرش وکرسی کی اُن لاکھوں مخلوق کے لیے جن میں بڑے بڑے جنگجو۔ حکمران مقنن قوانین اور فاضل گذرے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں۔ ایک ایک عالم شہنشاہ ہے جس کے جلال کی ہندگی کا اندازہ نہیں ہو سکتا جنکی صداقت پرہیزگاری اور سب سے زیادہ حب قومی ضرب المثل ہے اور جس کی عظمت کا غلغلہ دریائے دجلہ اور فرات سے گذر کے باسفورس میں ہو کے پہلے یوروپ میں پہنچا اور پھر تمام دشت وبیابان اور سمندروں کو چھوڑ کر کے ہندوستان کے کوہ ہمالیہ سے ٹکرایا اور وہاں سے جمنا اور گنگا کی خوش خرام لہروں میں دست وگریبان ہو کے رہگیا۔ ہمارے علماء اسلام کی عظمت کی رفتار بجلی سے زیادہ تیز اور روشنی سے زیادہ سبک رو تھی۔ نہ صرف مشرقی دنیا بلکہ مغربی عالم بھی اُن کا بہت ممنون ہے۔ بوعلی سینا کا قانون سترہ صدی عیسوی کے آغاز تک جرمنی میں پڑھا جاتا تھا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قوانین فقہ نے روستہ الکبرے کے قوانین سے ٹکر کھائی تھی۔ ہمارے اماموں کی راستبازی کی شہادت یوروپی ممالک کا ہر مصنف بڑی آزادگی سے دے رہا ہے حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کی بےنیازی اور بھی دینداری اور حقیقی شجاعت کی مثال کہاں مل سکتی ہے جنہوں نے قہار شہنشاہوں کے دربار میں اپنی صداقت کو ہاتھ سے نہیں دیا جو کچھ کہا سچ کہا اور اپنی جان کی مطلق پروا نہیں کی +

چنانچہ جب یزید بن عمر بن ہبیرہ گورنر کوفہ نے حضرت امام اعظم کو بلایا اور کہا کہ میں آپ کو میر منشی اور افسر خزانہ مقرر کرنا چاہتا ہوں آپ اُسے منظور فرمائیں حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ مجھے یہ عہدے منظور نہیں ہیں یزید آگ بگولا ہو گیا اور قسم کھا کے کہا کہ یہ عہدے جبراً آپ کو منظور کرنے پڑیں گے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں نے سمجھایا کہ آپ منظور کرلیں اور حاکم وقت سے مخالفت کر کے اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں اس پر حضرت امام اعظم نے بڑی آزادگی اور دلیری سے جواب دیا اگر یزید کہے مسجد کے دروازے گن دو تو بھی مجھے منظور نہیں کہ وہ کسی مسلمان کے قتل کا فرمان لکھے اور میں اُس پر مہر کر دوں۔ یزید نے غضبناک ہو کے حکم دیا کہ روز مرہ امام ابوحنیفہ کو دس درے مارے جائیں فوراً اس بے رحمانہ حکم کی تعمیل ہوئی ہر درے کے ساتھ تر شر خون بہتا تھا اور آپ اُف تک نہیں کرتے تھے۔ جب جبراً اور وہ بھی ظالمانہ جبر کی انتہا ہو چکی تو یزید نے تنگ آ کے آپ کو چھوڑ دیا +

اس کے بعد ۱۴۶ھ ہجری میں خلیفہ منصور کا آپکے پاس فرمان پہونچا کہ فوراً بغداد میں حاضر ہوں آپ سلطانی فرمان کے بموجب بغداد میں حاضر ہوئے - ربیعہ چیمبرلین نے ان الفاظ سے آپ کو خلیفہ کے آگے پیش کیا یہ دنیا میں سب سے بڑا عالم ہے - منصور نے کہا میں نے آپکے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا ہے آپنے جواب دیا کہ میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا منصور نے غضبناک ہوکے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں امام صاحب نے کہا اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو یہ دعوے ضرور سچا ہے کہ میں عہدہ قضا کی قابلیت نہیں رکھتا کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں مقرر ہو سکتا - پھر آپنے فرمایا مجھے اپنی طبیعت پر اطمینان نہیں ہے عربی النسل نہیں ہوں اس لئے اہل عرب کو میری حکومت ناگوار ہوگی پھر درباریوں کی تعظیم کرنی پڑے گی اور یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اس پر بھی منصور نے نہ مانا اور قسم کھا کے کہا تمہیں قبول کرنا ہوگا - امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز قبول نہ کروں گا - اس دلیری اور بے باکی پر تمام دربار انگشت بدندان تھا ربیعہ چیمبرلین نے غصہ میں ہوکے کہا - ابو حنیفہ تم امیر المومنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو - آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا میری نسبت بہت آسان ہے "

یہ تھا اتفاق اور یہ تھی فدائیت اور یہ تھا اسلام ہمارے پیشوا یہ علماء ہیں اور ہم ان پر فخر کرتے ہیں شہنشاہ بر سر دربار اتنا بڑا عہدہ پیش کرے اور قبول نہ کرنے پر قتل کی دھمکی دے اور اس جرأت اور بے پروائی سے انکار کر دیا جائے - دنیا نے ایسے بے نظیر علماء سوائے اسلام کے اور کسی قوم میں نہیں پیدا کئے - یا ان کے مقابل میں اس زمانہ کے (الا ماشاء اللہ) نالائق - حرام خور پیٹ کے بندے - سخت ظالم ناخدا ترس محسن کش ملانے ہیں جو مسند رسول مقبول پر بیٹھ کے مسلمانوں کو لڑواتے ہیں اور ایک دوسرے بھائی کو کافر کہتے ہیں - یہ ظالم اور ناقص گروہ باہم ایسی دشمنی رکھتا ہے کہ ایک دوسرے کی صورت نہیں دیکھتا اور اپنے ہم پیشہ کی نسبت اس کی زبان سے خیر کا کلمہ نہیں نکلتا - آپ کبھی نہ دیکھیں گے کہ ایک مولوی دوسرے مولوی کی تعریف کرے یا کم سے کم اسے مسلمان تو کہدے - استغفر اللہ - این خیال است و محال است و جنون * یا وہ زمانہ تھا کہ ایک امام دوسرے امام پر جان دیتا تھا اور اپنے سے زیادہ قابل جانچتا تھا - چنانچہ امام بخاری جیسے فاضل اور لاثانی محدث اور امام شافعی جیسے فاضل فقیہ اور محدث نے امام مالک کے فضل - علم اور بزرگی کی شہادت دی ہے خلاصہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ مالک ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث الاصبحی ابو عبد اللہ المدنی احد اعلام الاسلام و امام الہجرۃ عن نافع و

المقبری ونعیم بن عبد اللہ وابن المنکدر ومحمد بن یحیٰی بن حبان واسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ وایوب وزید بن اسلم وخلق وعنہ من شیوخہ الزہری ویحییٰ الانصاری ومن مات قبلہ ابن جریج وشعبۃ والثوری وخلق وابن عیینۃ والقطان وابن وہب وحذایق اخرہم موتا ابو حذافۃ ستی قال الشافعی مالک حجۃ اللہ تعالیٰ علی خلقہ قال ابن مہدی ما رأیت احدا اتم عقلا ولا اشد تقوی من مالک وقال ابن المدینی لہ الف حدیث وقال البخاری اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابن عمر یعنی امام مالک اسلام کے ایک سردار اور مدینہ طیبہ کے امام ہیں۔ نافع۔ مقبری۔ نعیم ابن منکدر۔ محمد بن یحیٰی۔ اسحٰق۔ ایوب اور زید بن اسلم وغیرہ ہم بہت لوگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں اور اُن سے حدیث پڑھنے والے بہت کثرت سے ہیں جن میں سے زہری یحیٰی انصاری ابن جریج شعبہ سفیان ثوری سفیان عیینہ قطان ابن وہب وغیرہم بہت لوگ ہیں امام شافعی نے کہا مالک اللہ کی حجت ہیں اُس کی مخلوق پر عبد الرحمٰن ابن مہدی نے کہا میں نے امام مالک سے بڑھ کے عقل و پرہیزگاری میں کسی کو نہیں دیکھا ابن مدینی نے کہا امام مالک کی ہزار حدیث ہے امام بخاری نے کہا کہ سند اُس سے بڑھ کے کوئی نہیں جو مالک کی سند ہے نافع سے اور اُن کی ابن عمر سے ✦

یہ تھا انصاف اور راستبازی کہ ایک امام پر دوسرا امام جان دیتا تھا یہانتک کہ ہمارے امام اپنی بےنظیر راستبازی سے اپنے استاد پر اپنے غیر استاد کی فضیلت تسلیم کر لیتے تھے اور حق کہنے میں اُنہیں کوئی باک نہ ہوتا اور نہ وہ کسی کی رعایت کرتے تھے ابن خلکان لکھتا ہے قال الشافعی قال لی محمد بن الحسن ایہما اعلم صاحبنا ام صاحبکم یعنی ابا حنیفۃ و مالکا قال قلت علی الانصاف قال نعم قلت ناشدتک اللہ من اعلم بالقرآن صاحبنا ام صاحبکم قال اللّٰھم صاحبکم قال قلت ناشدتک اللہ من اعلم بالسنۃ صاحبنا ام صاحبکم قال اللّٰھم صاحبکم قال قلت ناشدتک اللہ من اعلم باقاویل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتقدمین صاحبنا ام صاحبکم قال اللّٰھم صاحبکم قال الشافعی فلم یبق الا القیاس والقیاس لا یکون الا علی ہذہ الاشیاء فعلی ای شیء نقیس یعنی امام شافعی نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن حسن (جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں) کہنے لگے کہ بھلا بتاؤ تو ہمارے استاد (ابو حنیفہ) بڑے عالم تھے یا تمہارے استا (امام مالکؒ) زیادہ علم رکھتے تھے میں نے کہا کہ آپ انصاف سے دریافت کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا میں تمہیں کو اللہ کی قسم دے کے پوچھتا ہوں کہ

بتاؤ قرآن کا علم زیادہ کون رکھتا تھا ہمارے اُستاد (امام مالک) یا تمہارے اُستاد (امام ابو حنیفہ) امام محمد نے کہا اللہ گواہ ہے بیشک تمہارے اُستاد (امام مالک) قرآن کا زیادہ علم رکھتے تھے پھر میں نے حدیث کی نسبت دریافت کیا اس میں بھی امام محمد نے یوں ہی اقرار کیا پھر میں نے اقوال صحابہ کی نسبت پوچھا اس میں بھی امام محمد نے اسی طرح اقرار کیا کہ امام مالک زیادہ جاننے والے تھے میں نے کہا اب رہگیا قیاس تو ان ہی چیزوں پہ ہوتا ہے تو آپ کس بات میں دونوں کا مقابلہ کروگے ✦

اب موجودہ علماء کو ملاحظہ فرمایئے جنھوں نے اپنا سب سے پہلا فرض مسلمانوں کو کافر بنانے کا اختیار کر لیا ہے ایک ملانے کی سوانح عمری جمع کیے جائیں تو معلوم ہوا کہ اس ازلی بدنصیب اور ابدی جہنمی نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کے کتنے افراد کو کافر بنایا۔ کتنے ناواقف مسلمانوں کا گھر لوٹا اور کتنے یتیموں اور رانڈوں کا مال غصب کیا مسلمانوں میں کتنے فساد کرائے اور مقدمہ بازی میں اُن کا کتنا روپیہ برباد کیا۔ جن کی یہ فطرت تمام عمر رہی ہو کیا وہ شیطان مجسم نہیں ہیں۔ اُس وقت ہمیں سخت درد آیا تھا جب ایک مولوی اپنے وعظ میں دولت دنیا کی برائی کرتے کرتے اس بات پر اُتر آیا کہ اس وقت آسمانی دروازے کھلے ہوئے ہیں مقبولیت کا وقت ہے جو شخص اسوقت دے گا اُس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے اور وہ ہمیشہ کے لیئے جنت میں چلا جائے گا اور بعد ازاں کسی قسم کا گناہ عظیم اُسے جنت میں جانے سے نہیں روک سکتا۔

اسوقت وعظ میں عورتوں کا مجمع بھی بہت تھا یہ بیچاریاں ہمیشہ نرم دل اور خدا ترس ہوتی ہیں انھوں نے جو کچھ اُن سے بن آیا پھینکنا شروع کیا کسی نے روپیہ کسی نے دو روپے کسی نے انگوٹھی اور کسی نے چھلا مگر ایک مسکینت خاتون نے اپنی سونے کی پازیب پیر میں سے اُتار کے پردہ میں سے مولوی صاحب کے آگے پھینکی یہ سن کے مولوی صاحب کی باچھیں کھل گئیں۔ شاد شاد ہوگئے۔ جنت آنکھوں کے آگے آگئی۔ سیروں خون بڑھ گیا۔ اس خلاف امید کامیابی پر پھولے نہ سمائے مگر تھے بڑے چلتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار نہ ہونے دیا اور آواز میں کسی قسم کی لغزش نہ آنے دی بڑے ضبط اور استقلال سے فرمانے لگے کہ اس نیک بخت خاتون کا ایک پیر جنت میں جائے گا یہ افسون فوراً چل گیا اُس نیک نہاد خاتون نے اپنی دوسری پازیب بھی پھینک دی اور اس طرح اُس کے دونوں پیر مولوی صاحب نے جنت میں پہنچا دیئے ✦

محسن پرستی کی صفت بھی ان ملانوں میں کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے جس نے اُن کے ساتھ احسان کیا اُس پر چوٹ کی اور معمولی کشیش سے اُس پر کفر کا فتوے لگا دیا۔ دہلی میں رہتے ہیں تعلیم پاتے ہیں اُن کی کافی طور پہ

پرورش ہوتی ہے لیکن پھر دہلی والوں ہی کو گالیاں دیتے ہیں کسی دعوت میں ملانون کا تماشہ دیکھئے بس خدا ہی
یاد آتا ہے ذرا کھانے میں دیر ہو گئی یا کھانا کم ہوا بس پھر جو تبرے بازی شروع ہوتی ہے الحفیظ والاماں۔ کافر
اکفر۔ مرتد۔ ملحد۔ یہ الفاظ ہیں جو ملانے اپنے میزبان کی نسبت استعمال کرتے ہیں اور انہیں مطلق پروا نہیں
ہوتی کہ ہم کس بے گناہ بھائی مسلمان کو کہہ رہے ہیں جس نے ہمیں محض خدا کے خوف سے بلا کے کھانا کھلایا
اور مہربانی سے ہماری خاطر کی۔ مقدمہ بازی میں ہر مولوی طاق ہے اور ایسا تجربہ کار ہے کہ بعض اوقات
وکیل بھی کانون پر ہاتھ رکھتے ہیں ایک فاضل مولوی کا ذکر ہے کہ اس نے ایک بڑی رقم کسی شخص سے قرض لی
اس نے بہت بڑا مولوی سمجھ کر محض سادہ رقعہ پر انہیں دیدی مدت کے تمام ہونے پر اس نے اپنا زر قرضہ
طلب کیا یہاں جواب صاف تھا۔ اخیر اس نے دعوے کر دیا عدالت میں جا کے صاف انکار کر دیا کہ یہ میری
تحریر ہی نہیں ہے پھر ان سے لکھوایا گیا تو وہ خط اُن ہی کا تھا غرض ڈگری ہو گئی وہ بیچارہ اپنی ڈگری جاری
نہ کرانے پایا تھا کہ فاضل مولوی نے پہلے ہی سے دیوالہ کی درخواست دے دی۔ کئی ہزار روپیہ ہضم کر کے ہو بیٹھے
مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں اِدھر وہ مسلمان کمبخت سر پیٹ کے ہو بیٹھا چلو چھٹی ہوئی آپنے ملاحظہ فرمایا کہ یہ ہیں
ہمارے پیشوا اور یہ ہیں اس صدی کے نائب رسول اللہ۔ متعدد نکاح کرتے ہیں اور انصاف یہ ہے کہ اپنی
بی بیبیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ ہر ملانے کا یہ تکیہ کلام ہے " زن نو کن اے یار در ہر بہار۔ قبر کے
جواب و سوال۔ عذاب و ثواب۔ قیامت۔ حشر اور حساب و کتاب کی روایتیں ہر وقت اُن کی زبان پر ہیں مگر
خدا گواہ ہے اُن کا اثر دل پر مطلق نہیں ہے جس وقت خدائے عزوجل قادر مطلق انصاف کے تخت پر بیٹھ کے
گنہگاروں اور بیگناہوں کا فیصلہ کرے گا۔ تمام انبیا علیہم السلام نیچی گردنیں کئے ہوئے خوف باری سے تھرائینگے
تمام مخلوق اور تمام انبیاء کی امتیں سرنگوں ہوں گی اُس وقت ہمارے اس صدی کے پیشوا طوق و زنجیر کے
ساتھ کشان کشان لائے جائینگے اور اُسوقت جو کچھ ان پر بیتے گی اُس کا علم خدا ہی کو ہے ایک فانی زندگی کے
لیئے جس کا بھروسہ دم بھر بھی نہیں ہے تمام عالم کی بدکاریاں گوارا کرنا ایک عاقل اور ہوشیار کا کام نہیں ہے
ہمارے خیال میں فاقہ کشی میں زندگی گذار دینا اچھا ہے اور شریعت غرا کے پردہ میں جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دیکے
لاکھوں روپیہ جمع کر لینا لعنت ہے۔ ایک معمولی شخص کے ذاتی معائب اور بدکاریاں ذات تک محدود رہتی ہیں۔
مگر ایک ایسے شخص کی بداطواریاں جو پیشوائے دین کہلاتا ہو عام مسلمانوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ جو دماغ کلام خدا
اور حدیث رسول اللہ کی روشنی سے منور ہو چکا ہو اور پھر اُس میں دنیا طلبی کی ظلمت چھا جائے وہ کیڑے

پچھاڑنے کے قابل ہے جس دل پر مسایل شریعت غرا کے انقش ہوئے ہوں اور پھر اُس میں ہوا و ہوس بھر جائے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے قابل ہے جس زبان پر بارہا ربانی اوامر و نواہی کے احکام آچکے ہوں اور اُسی سے کسی مسلمان بھائی کی نسبت کفر کے الفاظ نکلیں وہ زبان گل کے گر پڑنے کے قابل ہے جو ہاتھ وعظ یا مولود شریف کہنے کی اجرت کے لیے پھیلے اُس کا کاٹ ڈالنا سب سے زیادہ اولیٰ ہے۔ جن آنکھوں نے بارہا کلام خدا اور احادیث رسول اللہ کو دیکھا ہو اور پھر وہی آنکھیں کسی مسلمان بھائی پر حقارت کی نظر ڈالیں۔ اُن میں تکلے بھوک جائیں وہ قدم جو راہ مستقیم سے بھٹک جائیں قلم کر دینے کے لایق ہیں۔ اے بدنصیب مولویوں وہ بھی تو ہمارے بھائی تھے جنہوں نے لاکھوں روپیہ پر لات ماری اور مفت کا کبھی ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ محنت کرو مزدوری کرو اور اگر خدا توفیق دے تو تجارت کرکے لاکھوں روپیہ کماؤ کون منع کر سکتا ہے۔ مگر شریعت غرا کے پردہ میں جاہل مسلمانوں کو نہ لوٹو فریب اور دغابازی سے چند پیسوں پر فتویٰ نہ دو اپنے وعظوں کی اجرت نہ لو خدا کے لیے مسلمانوں کو احکام باری تعالیٰ کی تلقین کرو۔ دیکھو آج قوم سنور جاتی ہے اور یہ جھگڑے جو تمہاری خودغرضی سے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں یک لخت اُٹھ جاتے ہیں۔ ہمارے اس لکھنے سے کیوں آنکھیں بدلتے ہو۔ کیوں تیوری چڑھاتے ہو یہ تو بدیہی امور ہیں اگر تم میں کوئی خدا کا بندہ ایسا ہے کہ نہ اُس نے اپنے وعظ کی اجرت لی۔ نہ کبھی کسی سے مفت کا روپیہ لیا اور نہ مسلمانوں میں فساد کرایا وہ فی الواقع تعظیم کے قابل ہے ایسے مولوی کو کون برا کہہ سکتا ہے ہم تو ان مولویوں کو کہہ رہے ہیں۔ جو عبدالدرہم اور عبدالدینار ہیں۔ ظالم ہیں مفت خور ہیں چند پیسوں میں اپنے فتوے فروخت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی ذاتی اغراض حاصل کرنے کے لیے لڑواتے ہیں اُن کی نگاہوں میں حرام و حلال کوئی چیز نہیں ہے اپنے وعظوں کی اجرت لیتے ہیں بغیر دام لئے نہ کہیں وعظ کہنے جائیں نہ مولود پڑھنے۔ ہمارے اس لکھنے سے کون شخص انکار کر سکتا ہے۔ ایسے ہی مولویوں کی نسبت ہم لکھ رہے ہیں کہ وہ ابدی جہنمی ہیں۔ ظالم ہیں ریاکار ہیں شریعت غرا کو اپنے قدموں کے نیچے کچلنے والے ہیں خوک اور سگ سے بدتر ہیں لیسے علماء کی گردنوں میں قیامت کے دن اُن کی انتڑیاں ڈالی جائیں گی اور بموجب فرمان رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم وہ گدھوں کی طرح چکر کھائیں گے اُن کا درجہ ابلیس ملعون سے بھی زیادہ ہے اور وہ تمام کائنات کے شیاطین کا خلاصہ ہے ❖

سنو ہم کیا کہتے ہیں

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ ✦ کہتے ہیں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں ہمیں

دنیا کی مشتعل منطقی قوت بھی ہماری باتوں کو غلط ثابت نہیں کرسکتی۔ ہمارے اقوال روز روشن سے زیادہ صاف اور چاند سے زیادہ روشن ہیں۔ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی قانون بھی ہم پر معترض نہیں ہوسکتا ہم مفسدوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور فساد کو دین خدا کے لیئے زہر ہلاہل سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید نے بہالحاظ تسلیم کرلیا ہے کہ فساد قتل سے بھی زیادہ سخت ترین چیز ہے۔ ہم نے ہمیشہ ان مفسد اور شریر النفس ملانون کو ابدی جہنمی شیطان مجسم۔ رخنہ انداز دین اور ناپاک لکھا ہے جو محض اپنے ٹکے سیدے کرنے کے لیئے مسلمانوں کو لڑواتے ہیں اور اسلام کو بدنام اور برباد کرتے ہیں اور جو لوگ ایسے نہیں ان کی نسبت ہم نے کبھی کچھ نہیں لکھا اور نہ ہم لکھ سکتے ہیں ہم انہیں حقیقی نائب رسول اکرم سمجھتے ہیں خواہ اُن کی تعداد کتنی ہی کم ہو اور وہ دنیا کے کسی دور دراز حصے میں کیوں نہ رہتے ہوں ✦

غور تو کیجیئے کہ عرب۔ شام اور ٹرکی میں بھی مختلف الخیال مسلمان آباد ہیں لیکن کبھی اس قسم کے مذہبی جھگڑوں کی ہوا تک بھی کان میں نہ پہنچی ہوگی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی اور مالکی کے مصلے بیشک بیت اللہ میں علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن عملی صورت سے دیکھا جائے تو ان میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ شافعیوں کی جماعت میں بکثرت حنفی دکھائی دیں گے اور حنفیوں میں مالکی اور حنبلی نماز پڑھتے نظر آئیں گے نہ کسی کو کسی سے کچھ سروکار نہ واسطہ سب بھائی بھائی ہیں اور کسی کی مجال نہیں ہے کہ فروعی مسایل پر کوئی کچھ بحث کرے۔ اور کچھ نکتہ چینی کرے ایسے مانندہ مباحث کا وہان کسی کو خیال بھی نہیں آتا اور نہ آپ نے کبھی سنا ہوگا کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں کبھی کھٹکی ہو۔ بیروت جو شام کا بندر ہے اس مسجد میں ایک روز عجیب نظارہ دکھائی دیا کہ کئی جماعتیں ہو رہی ہیں۔ ناظر کو تعجب ہوا کہ یہ دو دو تین تین مختلف جماعتیں کیسی دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایک حنفی جماعت ہے ایک شافعی ہے اور ایک مالکی ہے ساتھ ہی یہ ضرور ہوتا تھا کہ اگر شافعی جماعت ہو چکی اور کوئی شافعی آیا تو وہ حنفی جماعت شریک ہو گیا یا حنفی آیا تو وہ مالکی جماعت میں مل گیا۔ یہ ہے خلوص اور یہ ہے اسلامی ہمدردی کہ فقہائے کرام کے فروعی اختلافات پر کسی کو توجہ نہیں اور ایک دوسرے کو سچا مسلمان سمجھتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ صورت ہندوستان میں نہیں ہے یہاں ایک دوسرے کو بددین بلکہ کافر خیال کرتے ہیں اور گوارا نہیں ہوتا کہ ایک شخص دوسرے مختلف الخیال مسجد

میں جا کے نماز پڑھ سکے۔ مقلدی اور غیر مقلدی کے جھگڑے کو برطرف رکھ کے دیکھا جائے تو آپ کو
ایک سخت دردناک منظر دکھائی دے گا میرے ایک دوست بمبئی سے آئے اور وہ شافعی المذہب تھے
اُنہون نے ایک محض ناواقفیت میں آمین پکار کے کہی۔ بس یہ غضب ہوگیا اس مسجد کے مولوی صاحب
منہہ میں کف بھر کے لام کاف بکنے لگے اور اُنہون نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا وہ بیچارہ سٹ پٹایا اور بمشکل اپنی
جان بچا کے بھاگا مولوی صاحب نے سگ خوک اور خدا معلوم کیا کیا نہیں کہا جرم صرف یہ تھا کہ اُس نے
آمین پکار کے کہی تھی ✤

اب سنئے غیر مقلدوں کی مسجد کی کیفیت ایک شخص اُن کی جماعت میں جا کے شریک ہوا اُس نے
نہ رفع یدین کی اور نہ سینہ پہ ہاتھ باندھے۔ دوسرے صاحب جو پاس کھڑے تھے انہیں نماز ہی میں یہ حرکت
بری لگی اور اب انہوں نے اس جرم کی سزا دینے کے لئے اپنی ٹانگیں چیدنی شروع کیں یہ نوگرفتار جوں
جوں اس کا ساتھی ٹانگیں چیرتا تھا بیچارہ ٹھٹا جاتا تھا اخیر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس نوگرفتار کے ٹخنے
مل گئے اور ناچار اُسے رکعت توڑ کے بھاگنا پڑا۔ دیکھا یہ ہے ہماری نمازیں اور یہ ہے ہمارا اسلام۔ مولویوں کی
تعلیم نے نہ صرف ہمارے روپے کو برباد کیا بلکہ ہمارے اخلاق ہماری عادات اور ہمارے خیالات کا
بھی ستیاناس کر دیا ✤

ہمیں دعوے کرنے کی کیوں دھمکی دیجاتی ہے ایک نالش نہیں ہزار نالشیں ہو جائیں ہمیں نہ سچ کہنے
میں اب عار ہے نہ اُس وقت خوف ہوگا۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے اور عام طور
پر سارے ہندی مسلمان سمجھ لیں کہ مفسد مولوی کیا غضب کر رہے ہیں۔ جل جل کے ہم پہ حملے کئے جاتے ہیں
اور بعض اخبارات نے ہمیں شریفانہ تحریروں سے گذر کے اب تب تک سے مخاطب کیا ہے بعض نے رافضی
اور بعض نے غیر مقلد اور بعض نے نیچری اور بعض نے ملحد اور بعض نے دہریہ کہا ہے اور بعض اس جستجو میں ہیں۔
کہ ہمارا کیا مذہب ہے۔ اس قسم کے خیالات ہونے قانون قدرت کے مطابق ہیں اور ان کا حدوث لازمی طور
پر ضرور ہونا چاہیئے تھا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے اب تک کسی شخص کو کیا کسی سلطنت کو بھی جرأت
نہیں پڑی کہ ملاؤن کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر لایا جاتا ذرا چون و چرا کی اور کفر کا فتویٰ موجود ہے پھر
کیا تھا لینے کے دینے پڑ گئے اور آفت برپا ہو گئی اور ابھی تک یہی کیفیت تھی اور عام طور پہ یہ مشہور ہے کہ مولوی
کی جوتی کو جتڑی کہو تو انسان کافر ہو جاتا ہے۔ یہ ضرور تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مولویوں کو گالیاں

دیتا تھا - لیکن عام طور پر آمادہ ہو کے کسی مفسد مولوی کو کوئی برا نہیں کہہ سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ لوگ ایک خلاف عادت بات دیکھ کے چونکنے ہوئے اور انہیں تعجب سا ہوا کہ کل مولویوں کو برا کہا گیا - حالانکہ صرف مفسد ملاؤں کی نسبت لکھا گیا ہے مگر تعجب نے انہیں ایسا گھیرا کہ امتیاز نہ کر سکے اور مضامین کو غور سے نہ دیکھ سکے ؛

دوسری وجہ یہ ہے کہ ملاؤں نے ہماری نسبت نئے نئے الزامات اُن لوگوں کے آگے قایم کئے اس خیال سے کہ جب وہ ہمیں ملحد کافر و مرتد و نیچری سمجھیں گے تو ہمارے مضامین کو کبھی نہ پڑھ سکیں گے اور اگر پڑھیں گے بھی تو اُن پر مطلق اثر نہ ہوگا ؛

ہم بتاتے ہیں سنو ہمارا کیا مذہب ہے ہم ملحد نہیں ہیں مرتد نہیں ہیں دہریئے نہیں ہیں رافضی نہیں ہیں مقلد نہیں ہیں غیر مقلد نہیں ہیں نیچری نہیں ہیں - غرض ان میں سے کچھ بھی نہیں کافر ہیں اگر ان میں سے ایک فریق کی تردید اور دوسرے کی تائید کریں - ہم مسلمان ہیں خدا کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں روز جزا پر نہایت مضبوطی سے ہمارا ایمان ہے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو برحق معصوم ختم رسل اور فخر انبیا مانتے ہیں نماز کو فرض جانتے ہیں اور ہر طریقہ کی نماز کو خواہ حنفی پڑھیں یا شافعی حنبلی پڑھیں یا مالکی جایز سمجھتے ہیں - صحابائے راشدین کی عزت اس قدر ہمارے دل میں ہے کہ کسی مفسد ملانے کو اس کی ہوا تک بھی نہیں لگی ہوگی - ہم قبلہ ہونے پر ہم سب کو مسلمان سمجھتے ہیں - حج بیت اللہ کو استطاعت ہونے پر عمر میں ایک بار فرض سمجھتے ہیں ملائکہ اور ان کی معصومیت اور قوت کے ہم قایل ہیں ہمارا عقیدہ ہے جو کچھ قرآن میں لکھا ہے وہ سب برحق ہے اور اس کا ایک ایک لفظ اگرچہ اس کی قیمت ملانے نہیں جانتے ہزارہا معارف اللہ سے بھرا ہوا ہے جس کی توضیح ہم اپنی تفسیر میں کریں گے ؛

ہمیں نبی معصوم و برحق کا اتنا بڑا ادب ہے کہ ہم اپنے خیال میں (اگرچہ وہ عام اسلامی نہ ہو) بے وضو نام لینا حرام جانتے ہیں جتنے صحابا ہیں وہ برحق ہیں اُن کی نسبت سو ظنی کرنے والے کو کافر مطلق سمجھتے ہیں - ہمیں اُس مقام کے ذرہ ذرہ سے عشق ہے جہاں ہمارا برحق ہادی پیدا ہوا بڑا ہوا - نبوت کا اعلان دیا کافروں اور مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھائیں ہم وہاں کے ایک ایک پتھر اور ایک روڑے بلکہ ایک ایک ذرہ کو تمام دنیا سے مقدس اور بزرگ جانتے ہیں اور اُن کا آنکھوں سے لگانا کلیجہ کی ٹھنڈک سمجھتے ہیں اس بے نظیر عشق کا جو ہمیں اپنے ہادی برحق اور اس کے صحابہ سے ہے کون اندازہ کر سکتا ہے خود ہمیں نبی معصوم و برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب ہو چکی ہے اور جس کا ذکر اُسی زمانہ میں ہم سیرت محمدیہ میں کر چکے ہیں - پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے ہمیں گلے سے لگایا -

اس کا ذکر بھی مدت ہوئی ہم الفاروق میں کر چکے ہیں ہم بلاشک جتنا فخر کریں کم ہے ہمارا سینہ ان سچی زیارتوں سے روشن ہو گیا ہے اور جب ہی سے مسلمانوں کی بُری حالت کی طرف سے ہمارے دل میں درد پیدا ہوا ہے ہم سب گروہ کے مقلدوں کو سچا مسلمان جانتے ہیں اور سچ کہتے ہیں (کفے باللہ شہیداً) ہمیں کل مسلمان بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ مقلد ہو یا غیر مقلد وہابی ہو یا صوفی۔ بدعتی ہو یا نیچری یا مالکی سب مسلمان ہیں اصول میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے سب خدائے برحق کو ایک اکیلا تنہا خدا مانتے۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا سچا نجات دہندہ تسلیم کرتے ہیں سب کا ایک ہی قبلہ ہے اور سب ایک ہی خدا کی نماز پڑھتے ہیں۔ سب کو اپنے ہادی برحق سے یکساں محبت ہے اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر پہ کوئی غیر مذہب والا حملہ کرتا ہے تو سب یکساں بھڑک اُٹھتے ہیں اور اُس کے جواب دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں ✣

سر ولیم میور نے جب لائف آف محمد (سیرت محمدیہ) لکھی ہے تو سب سے پہلے مسٹر محمود کا ایک تردیدی ریویو پائنیر میں درج ہوا تھا اور اُس کے کچھ عرصہ کے بعد مسٹر امیر علی جسٹس نے ٹیچنگ آف اسلام لکھ کے میور اور اس کے ہمخیال یوروپی مصنفوں کی خبر لے لی حالانکہ مسٹر امیر علی معتزلی ہیں اسی طرح امہات المومنین کا جواب سب سے پہلے سر سید مرحوم نے لکھا پھر اور جواب ہوئے۔ خوب سمجھ لو کہ رسول اکرم کے عشق کی آگ سب کے دلوں میں لگی ہوئی ہے اور کوئی شخص بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اس آگ سے خالی نہیں ہے ؎

چاروں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی ✣

غرض ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ فروعی اختلافات کو علما تک محدود رہنا چاہیئے علما کا فرض ہے کہ جہلا میں ان مسایل کا چرچہ ہی نہ آئے۔ ہر مولوی حتے الامکان دین فروشی سے پرہیز کرے اپنے وعظوں اور مولودوں کی اجرت نہ لے اپنے مخالف پر تبرے بازی نہ کرے مقلد و غیر مقلد علما گلے مل جائیں خلق محمدی برتیں اور ایک دوسرے بخندہ پیشانی باتیں کریں آمد و رفت اور رسل و رسایل کا دوستانہ سلسلہ جاری کریں اور ایک دوسرے پر جان فدا کریں۔ بس ہمارا یہ مذہب اور یہ خیالات ہیں ان باتوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔ ہم ایسے مولویوں کو جو مسلمانوں میں فساد کراتے ہیں فی الحقیقت سگ و خوک سے بدتر سمجھتے ہیں ہم یہی کہیں گے اور کہے جائیں گے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے جب تک ہمارے ہاتھ اور ہاتھ میں قلم موجود ہے ہم نہیں باز آئیں گے پر نہیں باز آئیں گے ✣

ہم نے بذات خود دین فروشی اور فساد کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا ہے کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر

ایک ہی فریق کے ہوکے رہجائیں تو کتنا روپیہ بھی کمالیں اور کس قدر مسلمانوں میں سر پھٹول بھی کرادیں ہم مختلف شہروں میں وعظ کہہ چکے ہیں ہم لکھنے ہی کے دھنی نہیں ہیں بلکہ خدا نے ہمارے منہہ میں زبان بھی دی ہے اگر ہم ملانی ڈھنگ اختیار کریں تو بہت کچھہ فتنہ و فساد کی آگ لگا سکتے ہیں ہزار ملا نے ایک طرف اور ہم ایک طرف جب ہم آگرہ گئے تھے اور بارہ پندرہ ہزار مسلمان عورتوں اور مردوں میں ہمارا وعظ ہوا ہے تو کئی درجن ملانوں کے کمیشن ایجنٹ ہمارے پاس آئے تھے اور وہ ہم سے بیس روپے اور پچیس روپے ٹھیکہ لیتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم جابجا وعظ کہتے پھریں اور وہ علے الصباح ہمیں پچیس روپے دیدیں اور جو ہمارے وعظ کی اجرت ہو وہ خود لے لیں - ہم نے ایسی درخواست کو سخت حقارت سے دیکھا اور ہم نے اُن سے صاف کہدیا کہ اس دین فروشی کی روزی کو ہم اپنے خیال میں لحم خنزیر سے بھی زیادہ ناپاک سمجھتے ہیں - ہائے افسوس ہم مسلمان ہوکے خدا و رسول کا کلام فروخت کریں اور موٹی موٹی توندوں اور چکنے چپڑے گلوں کے ساتھ اینٹھتے ہوئے پڑے پھریں اور ہمیں ذرا بھی غیرت نہ آئے یاد رکھو ایسی توندوں میں جو حرام کے لقموں سے پرورش پائیں گی اب نہیں تو قیامت کے دن آتشیں غنچے ہوکے جائینگے اور ان کے چکنے چپڑے گلوں پر جو حرام کی روٹیوں سے چکنائے گئے ہیں سانپ بچھو لپٹیں گے ✤

ہمیں نالشوں کی اس لئے دہمکی دی گئی ہے کہ ہمارا کرزن گزٹ برباد ہو جائے گا ملا نے منہہ دھو رکھیں یہ مراد ان کی کبھی بر نہ آئے گی - ہم خدا کے بھروسہ پر تنہا ان کا مقابلہ کریں گے اور وہ ہماری اسی طرح امداد کرے گا جس طرح اپنی عادت کے موافق دشمنانِ دین اور رخنہ اندازانِ شرع متین کے مقابلہ میں اپنے خالص بندوں کی کرتا رہتا ہے - اخبار کی اشاعت اس سے دس حصہ زیادہ بڑھ جائے گی اور خدا ہمارے سر پرستان اخبار کو سہارلیں گے ہم نے اپنے دفتر کے کل انتظامات کرلئے ہیں اور ہم ہندوستان کے دور دراز مقامات میں جانے کے لئے بالکل تیار ہیں خواہ عدالت کی طرف سے ہماری کسی وقت طلبی کیوں نہ ہو - یہ مقدمہ اگر چھڑا تو ایسا ناسور ہوگا کہ آج تک ہندوستان میں پیدا ہوا ہوگا کئی ہزار شہادتوں کے جز و اعظم ہندوستان کے کل مولوی ہوں گے - ہم خود ایک انقطاعی فیصلہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ مقدمہ بازی کا سلسلہ بہت کچھہ ہماری آرزو پوری کردے گا - ہماری دلی خواہش تو یہی ہے کہ ہماری تحریروں کا صلح اور امن کے ساتھ تصفیہ ہو جائے اور عدالت تک نوبت نہ پہنچے - ہم ایسے مولویوں سے جن کی طرف خطاب ہے عام جلسہ میں مناظرہ کرنے کو بھی تیار ہیں اگر کسی میں جرات ہو تو وہ ہمارے مقابلہ میں آئے اور ہماری کل باتوں کا فیصلہ کرلے - ہم تنہا جواب

دین گے اور ملاؤں کو اجازت ہے کہ وہ اپنی تعداد خواہ کتنی ہی بڑھالیں +

انہیں اختیار ہے اگر وہ تمام ہندوستان میں آگ لگانا چاہتے ہیں تو عدالت میں جائیں ورنہ تحریری اور تقریری طور پر ہمیں سمجھائیں تو سہی کہ ہم کیا برا کر رہے ہیں مفسدوں پر لعنت سمجھتے ہیں اور بس ساتھ ہی یہ بھی ملانوں کو کان کھول کے سن لینا چاہیئے کہ اخیر میں ہمارے ہزاروں روپے جرمانہ کے ذمہ دار بھی وہی ہوں گے کل باتوں سے لیس ہو کے ہمارے مقابلہ میں آئیں ہم اللہ کے بھروسہ پر تیار ہیں +

اسلام کو بازیچہ طفلان نہ بناؤ

اگر تمہیں کچھ بھی خوف خدا ہے اگر ذرا بھی فخر الانبیا ہاشمی نبی ہادی برحق کی شرم ہے۔ اگر تم حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان غنی اور حضرت حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہم کا لحاظ کرتے ہو اگر تمہیں آیہ پاک کا ادب ہے تو بولو مشرق اور مغرب کے رہنے والو بولو شمال اور جنوب کے باشندوں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ کہاں تک صحیح ہے۔ ہمارا کہنا صرف یہی ہے کہ دین کو بازیچہ طفلان نہ بناؤ۔ دین خدا کو ذریعہ معاش نہ کرو۔ اسلام کے پردہ میں جہلا کو نہ لوٹو۔ مولوی بنکے مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی مقدمات میں نہ برباد کرو۔ اپنے فتووں و عظوں اور مولودوں کی اجرت نہ لو۔ مسجدوں میں جھگڑا نہ کرو۔ اپنے ذاتی اغراض نکالنے کے لئے غیر ضروری اور نئے نئے مسایل جہلا کے آگے نہ بیان کرو۔ اگر سچے مولوی ہو تو اپنے ہاتھ سے کچھ مزدوری کرو خدا کی راہ میں دو اور آپ کھاؤ۔ پیشوائے دین بن کے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ دین کے پردہ میں جو کچھ تم پیدا کرتے ہو وہ لحم خنزیر سے بھی بدتر ہے دین فروشی سے توبہ کرو اور خدا و رسول کے پاک کلام کو چند پیسوں میں نہ بیچو۔ ان روشن باتوں میں کیا زہر ملا ہوا ہے جو تم چونکتے ہو۔ سمجھو تو سہی ہم تمہارے اور عام مسلمانوں کی بھلائی کی کہتے ہیں۔ تمہارا تو یہ بھلا ہے کہ تم آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ گے اور مسلمانوں کا یہ فایدہ ہے کہ وہ برباد نہوں گے اور پھر اسلام غیر قوموں کی نگاہوں میں ذلیل ہونے سے بچ جائے گا +

مگر جو خدا کے بندے ایسے ہیں کہ اپنے وعظوں کی اجرت نہیں لیتے۔ لاکھ روپے بھی وہ جب بھی خلاف حکم آلہی فتوے نہ دیں گے بھوکے مرجائیں گے لیکن مفت کے متنجن زردے نہیں کھانے کے فساد سے انہیں دلی نفرت ہے صرف خدا کے واسطے قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں ایسے پاک نفوس سے اسلام کا زمین و آسمان قایم ہے اور ان ہی مقدس مولویوں کا صدقہ ہے کہ اسلام اس بربادی پر بھی نہایت باعظمت

دکھائی دیتا ہے۔ ایسے پاک علماء خواہ آٹے میں نمک ہی کی مثال کیوں نہ ہوں لیکن یہی رکن اسلام اور ان ہی سے قیامت تک اسلام قایم رہے گا ÷

اے شریر النفس ملانوں اے دوزخ کے سچے وارثوں۔ اے شیطان رجیم کی میراث لینے والو اے قہر خدا کی مجسم صورتوں اے سانپوں اور سانپوں کے بچوں اے خدائے برحق کے احکام سے روتابی کرنیوالو اے نفس کے سچے بندو اے نبی معصوم و برحق کے دشمنوں تم اسلام کو خواہ کتنا ہی برباد کئے جاؤ لیکن خدائے کائنات نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے اُس کے ملائکہ اور قدوسی اس کی نگرانی کرتے ہیں اور تمہارے خون آلودہ ظالم کے پنجوں سے ہمیشہ نگرانی کرتے رہیں گے تم قیامت تک اسلام کی عظمت کو مٹا نہیں سکتے۔ تمہارے شیطانی افعال اُن بزرگانِ دین کی بے نیازی اور للہیت کو کیوں کر نقش برآب کرسکتے ہیں۔ جنہوں نے سلطنتوں پر لات ماری اور دنیا کی دولت کو کنکھجوروں۔ سانپ بچھوؤں سے زیادہ پرخطر اور لحم خنزیر سے زیادہ ناپاک خیال کیا۔ شاہ سنجر نے ایک فاضل مولوی کو اپنے ہاں ملازم رکھنا چاہا۔ بہتیری کوشش کی لیکن انہوں نے انکار کیا کہ ہم جابر شاہ کی ملازمت نہ کریں گے۔ اخیر شاہ سنجر نے نصف سلطنت دینے کی بشارت دی جب وزیر یہ خوشخبری لے کے پہنچے تو بزرگ اسلام کے آگ لگ گئی اور انہوں نے یہ لکھ کے بھیجدیا ÷

چون یافتہ دلم خبر از ملک نیم شب ÷ من ملک نیم روز بیک جو نے خرم

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ÷ در دل اگر بود ہوس چتر سنجرم

حضور انور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے آقائے نامدار کو خیال کرو کہ آپ اپنے پیٹ سے پتھر باندھے رہتے تھے۔ دنوں آپکے حجرۂ مبارک میں چراغ نہیں جلتا تھا۔ آپ نے کبھی پیٹ بھر کے نہیں کھایا۔ آپ کے لخت جگر نے اناکی کوٹھڑی میں گھُپ گھاپ اندھیرے میں جان دیدی۔ کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں اور کس کس قدر سختیاں جھیلیں یہ کس کے لئے تھیں صرف ہمارے لئے اور ہمارے ملانے حضور انور ہی کی مسند پر بیٹھ کے اور اپنے کو نائب رسول کریم کہکے مفت کے کھانے اڑاتے ہیں اور مسلمانوں کی گاڑھے پسینہ کی کمائی دن دیوے لوٹتے ہیں۔ کیا یہی مولویت کی شان ہے اور یہی رسول کریم سے سچی محبت ہے۔ حضرت صدیق اکبر کو خیال کرو کہ سوائے قوت لایموت کے انہوں نے بیت المال سے کچھ نہیں لیا اور وفات کے بعد سوائے چند جوڑے کپڑوں اور ایک خادم کے اور کچھ نہ نکلا۔ حضرت فاروق اعظم باوجود ایک شہنشاہ ہونے کے صرف چند درہم بیت المال لیتے تھے اور کئی پیوند کا کمل آپ کے استعمال میں رہتا تھا۔ زمانہ قحط میں سامان

خورونوش کی بوریاں اور تھیلے اپنے کندھوں پر رکھ کے بھوکوں کو کھانا پہنچایا ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے نے اسی زمانہ قحط میں ایک کھیرا کھا لیا تھا تو آپ سخت ناراض ہوئے تھے اور ارشاد کیا تھا اے بیٹے جب تیرا پیٹ بھر جائے گا تجھے بھوکوں کی قدر کبھی نہ ہوگی۔ کثرت فاقہ کشی سے آپ کے گلنار چہرہ پر زردی چھا گئی تھی ایک روز آپ کا غلام کچھ مکھن لے کے آیا اور عرض کیا اے امیرالمؤمنین آج تو تھوڑا سا کھا لیجیے آپ نے پر جوش لہجہ میں قسم کھا کے فرمایا۔ عمر سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ رسول اطہر و اقدس و اکرم کی امت کے افراد تو بھوک سے تڑپیں اور میں مکھن اڑاؤں اللہ اکبر یہ جلال اور یہ بزرگی تھی۔ اتنا بڑا خلیفہ ایسا شہنشاہ بحر و بر کروڑہا روپے کا مالک ایک وسیع سلطنت کا حکمران صرف امت مرحومہ کے لیے یہ سختیاں اٹھائیں۔ اور اس شدید ترین مصیبت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھے۔ کیا یہ رونے کا مقام نہیں ہے کہ انہی کے نام لیوا اور نیابت رسول کا فخر کرنے والے ہوا و ہوس میں گرفتار ہو کے دین کے پردے میں مسلمانوں کو لوٹیں اور اُف تک نہ کریں اے میرے کردگار ایسے ملانوں کا اپنی قوت کاملہ سے بیج تک مار دے اور جس طرح تو نے امت نوحؑ اور ہودؑ کو برباد کر دیا تھا ان شریر ملانوں کو جو رخنہ انداز دین ہیں ہمیشہ کے لئے مٹا دے ٭

ہمارے اس لکھنے سے ناراض کیوں ہوتے ہو تیوری کیوں چڑھاتے ہو۔ جل جل کے ہمیں کافر و ملحد کیوں کہتے ہو۔ انصاف بھی دنیا میں کوئی چیز ہے ہم کسی کا نام نہیں لکھتے جو ایسے ہیں وہ خود سمجھ لیں جو ایسے نہیں ہیں انہیں خوش ہونا چاہیئے کہ حق و باطل کا امتیاز ہو جائے گا اور مفسدوں کی پوری قلعی کھل جائے گی ہمیں اُن فحش گالیوں کی مطلق پروا نہیں ہے جو ملانوں نے بعض اخبارات میں ہمیں دی ہیں۔ تم گالیاں دیتے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ ہم پر سختی کرو۔ بشرطیکہ تمہارا بس چلے۔ اور ہمیں پارہ پارہ کر دو۔ لیکن ہماری زبان سے ہمیشہ حق کلمہ کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔ ہم ایسی گالیوں اور تبرے بازیوں کو جو حق گوئی پر ہمیں ملتی ہیں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ تم اپنی کم ظرفی سے یہ خیال کرتے ہو کہ ہم ان گالیوں سے خوف کھا جائیں گے اور اپنے قلم کو روک لیں گے توبہ توبہ استغفراللہ یہ کبھی نہیں ہوتا کبھی نہیں ہرگز نہیں ہوتا ٭

ممکن نہیں ہے ممکن ہرگز نہیں ہے ممکن ٭ ہونا نہیں کبھی یہ ہو جائے گر قیامت

تم جانتے ہو ہم کس نبی کی امت ہیں ہم اس فخر انبیا کے ادنےٰ غلاموں میں ہیں جس نے حق گوئی پر گالیاں کھائیں۔ جادوگر کہلایا۔ پتھر کھائے مجروح ہوا۔ جس کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ جس کی عبادت کی

جگہ پر کانٹے بچھائے گئے۔ جس پر اونٹ کی اوجھڑیاں پھینکی گئی ہیں جسے انتہادرجہ ستایا گیا۔ جس پر تمام جہاں کے مصائب توڑے گئے۔ مگر ہمارے آقائے نامدار ہمارا سچا ہادی حق کہنے سے باز نہ آیا اخیر حق ہی کی فتح ہوئی باطل کو مٹا دیا گیا اور وہ مقدس مقام جہاں بتوں کی پرستش ہوتی تھی اور جہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے وہاں توحید کی مقدس صدائیں گونجنے لگیں حق گو پہ ہمیشہ یہی آفتیں برپا ہوتی رہی ہیں مگر ان آفتوں اور مظالم کی عمر کوتاہ ہوتی ہے باطل کی سلطنت ہمیشہ زوال پذیر ہے اگرچہ چند روز کے لئے وہ کیوں نہ چمک جائے۔ کافی ہیں اگر ایسی گالیوں یا ستائے جانے پر ہمیں ملال ہو ہم تمام تکلیفوں اور سب دشنام کو جو ہم پر کئے جائینگے فخر اً برداشت کریں گے۔ ہماری جان حاضر ہے اگر حق پر قربان ہو جائے۔ ہمارے آئمہ نے حق گوئی پر برسر دربار درے کھائے ہیں اور اُف تک نہیں کی قید خانہ میں جان دیدی لیکن حق کہنے سے باز نہیں آئے۔ ملانوں کے ایک گروہ عظیم نے جاہل مگر دولتمند مسلمانوں کو ہمارے خلاف ابھارا ہے اور ہمیں ستانے کے لئے دھڑا دھڑ چندے جمع ہو رہے ہیں۔ ایک زبردست قوت سے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی ہمیں دھمکی دی جارہی ہے۔ بڑے بڑے بیرسٹر ہمارے مقابلہ کے لئے بلانے کی تیاری ہے اور ملانوں کو یہ یقین ہے کہ ہم کرزن گزٹ کو پیس ڈالیں گے مگر ملانوں کو یہ خبر نہیں کہ خدائے عرش و کرسی ہمارا معاون و مددگار ہے اگر دنیا کی مشتملہ قوت ہمارے خلاف اُٹھ کھڑی ہو۔ اگر ہماری مشکیں کس دیجائیں اگر طوق و زنجیر ہمیں پہنایا جائے اور ہمارے عضو عضو کو زنجیروں میں باندھ دیا جائے۔ اگر ہمیں جیل خانہ میں پہنچا دیا جائے اور وہاں ہم پہ عقوبتیں توڑی جائیں۔ اس وقت بھی ہم اپنا فخر سمجھیں گے اور ہمیں یقین ہوگا کہ بیشک شہنشاہ زمین و زمان رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام بننے کا ہمیں افتخار حاصل ہے۔ ہم خدا سے ڈرتے ہیں اور ہمیں کسی کا خوف نہیں ہے حق گوئی کے آگے ہم اپنی جان اور دنیا کی تمام عقوبتوں کو ہیچ سمجھتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ دنیا کا راحت و آرام محض ذاتی ہے۔ اگر ہماری بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے اور ہمارے پسندے بنائے جائیں تو بھی ہماری روح پر کوئی فتح نہیں پا سکتا اور ہماری روح خدائے عرش و کرسی کے آگے اپنے خونی پیرہن سے ملانوں کے مظالم کی شہادت دے گی ؂

خدا گواہ ہے ملانوں کی ہاتھا چھانٹی اور دست بزو سے ہمارا کلیجہ چھلنی ہو گیا ہے ہمارا جگر پاش پاش ہے ہم خون کے آنسو روتے ہیں اور سسکیاں بھرتے ہیں جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکو مسلمانوں کی دولت ہی نہیں بلکہ اُن کی دین و ایمان کی پونجی کس طرح لوٹ رہے ہیں اور انہیں ذرا بھی درد نہیں آتا۔ انہی

بدبختوں کی وجہ سے ہمارے مذہب کی مقدس کتابیں غیر اسلام کے سامنے کھولی جاتی ہیں۔ کاش شل اور
دنیاداروں کے تم بھی نچاؤ اور پھر کھلے بجاؤ کچھ ہی کیا کرو۔ کیا مجال ہے جو کوئی ہوں بھی کرے۔ مگر جب تم
صاحب فتوے بنتے ہو اپنے کو مولوی کہتے ہو اور اپنی تعظیم ایسی کراتے ہو کہ تمہاری جوتی کو چھڑی کہا اور
کافر ہو گیا۔ بھرے مجمع میں قال اللہ اور قال رسول اللہ کہتے ہو اور اپنے کو لاکھ سے زیادہ مقدس سمجھتے ہو
ان تمام باتوں پر تم وہ افعال کرو جو شیطان رجیم کے خیال میں بھی نہ آئیں اور دین کی جڑ کاٹو۔ مسلمانوں میں
فساد کراؤ۔ کلمہ گویوں کو کافر بناؤ۔ رسول اکرم کے مقدس احکام کو اپنے ناپاک قدموں سے پامال کرو۔
تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تم ابدی جہنمی شیطان مجسم۔ رخنہ انداز دین۔ چور ڈاکو۔ رہزن ہوئے یا نہیں۔ سوائے
ان الفاظ کے تمہیں کن لفظوں سے مخاطب کیا جائے اصل تو یہ ہے کہ تمہاری بد اطواری کے ظاہر کرنے کے
لئے انسان کی زبان میں الفاظ ہی نہیں پیدا ہوئے ❊

اے بدنصیب مولویوں جب تک تم اپنی حالت درست نہ کرو گے جاہل مسلمانوں کا تمہاری زد
سے بچنا مشکل ہے تم نے زنجیریں ڈال رکھی ہیں اور اسلامی ہند میں غضب کا جال بچھا رکھا ہے خدا ہی
اس جال کو کاٹے تو کاٹے تو بھی ہم مایوس نہیں ہیں ہمیں خدا کی ذات سے امید ہے کہ ہم ایک کثیر تعداد
مسلمانوں کو تمہارے پھندے سے نکال لیں گے مسلمانوں انصاف اور حق بھی کوئی چیز ہے ہمارے مضامین
کو غیر طرفدارانہ طور پر دیکھو۔ اور بے دیکھے محض سنی سنائی باتوں پر اپنے دل میں فیصلہ کر کے نہ ہو بیٹھو ہمیں
دیکھو اور غور کرو اگر ہمیں کسی قسم کا لالچ ہوتا اور دین کے پردے میں روپیہ جمع کرنے کا ارادہ ہوتا تو ہم سونے کی
دیواریں کھڑی کر لیتے ملانوں میں تو یہ قوت نہیں ہے کہ وہ ایک ہی مضمون پر دو گھنٹے بھی وعظ کہہ سکیں
لیکن خدا کے فضل و کرم سے ہم میں یہ قوت ہے کہ مہینوں ایک ہی مضمون پر وعظ کہتے ہیں برسوں وعظ
کہیں اور مکرر ایک بات بھی زبان سے نہ نکلے۔ جب علم کی اس بے بضاعتی پر تم ہزاروں روپیہ جمع کر لیتے
ہو تو ہم لاکھوں جمع کر سکتے ہیں اگر ہمیں اس سے بھی زیادہ لالچ ہوتا تو ہم صوفی بن جاتے اور مریدوں کی
فہرست کھول دیتے فساد کی طبیعت ہوتی تو ایک گروہ کے ننگے سر صندل کرا دیتے ہم سب کچھ کر سکتے
تھے اور کر سکتے ہیں مگر ہم کیا کریں کہ رسول کریم کی محبت کی آگ ہمارے دل میں لگ چکی ہے اور قوم کی بربادی
کا درد ہمارے کلیجہ میں ہو چکا ہے ہم ایسی کمائی اور ایسے روپیہ پر ہزار لعنت بھیجتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں
کہ ایسے خیالات بھی ہمارے نہ ہوں۔ آخر کس زندگی کے لئے ایسا کریں جس کا دم بھر کا بھروسہ نہ ہو۔ سینے

سکے یہ دولت و حشمت ہرگز ہمارے کام آنے والی نہیں ہاں اگر ہماری محنت سے ہمیں کچھ مل جائے۔ اسی کو اپنا مایہ فخر سمجھتے ہیں خواہ دو پیسے ہوں یا ہزار روپے۔ کہ ہماری آنکھوں کے آگے یہ تماشے ہو رہے ہیں کہ ایک مولوی ایک لاکھ روپے سے زیادہ چھوڑ مرا چند روز کے بعد اس کا جوان لڑکا جو اپنے باپ کے مال کا وارث ہوا تھا انتقال کر گیا اور اخیر اس کا ایک صغیر بچہ بھی عالم ارواح کو سدھارا اور آج اولاد ذریتہ میں سے کوئی اس دولت کا وارث نہیں رہا اور دوسرے اُسکے وارث بن گئے۔ اس مرحوم نے کس کس صورت سے روپیہ جمع کیا تھا اور وہ کس مایوسی سے اُسے چھوڑ گیا ؎

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو ؎ میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط ؎ دامان باغبان و کف گل فروش ہے

یا صبحدم جو دیکھئے آکے تو بزم میں ؎ نے وہ سرور و ساز نہ جوش و خروش ہے

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ؎ ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

خداوند تعالے نے ہمیں مسلمان پیدا کیا ہمارے ہاتھ میں قلم اور منہ میں زبان دی پھر کتنی شرم کی بات ہے کہ ہم اس کے برگزیدہ نبی کی امت کو برباد کریں کس غرض سے صرف اس غرض سے کہ ہمیں ٹکے مل جائیں بس سوا اس کے ہماری کیا غرض ہو سکتی ہے اسے بدبخت ملانوں بھوکے مر جاؤ لیکن اپنے وعظوں اور مولودوں کی اجرت نہ لو محنت کرو حلال کی سوکھی روٹی جو تیسرے وقت ملے ان طرح طرح کے کھانوں سے اچھی اور ہزار درجہ اچھی ہے جو مفت کے ہوں۔ جب کوئی تمہارے پاس خدا و رسول کی بابت پوچھنے آئے تو اس کی مٹھی کو نہ دیکھو کہ کھلی ہے یا بند اس سے بخندہ پیشانی پیش آؤ اور رسول اکرم کا خلق برتو۔ کسی کو برا نہ کہو کسی کی غیبت نہ کرو کسی کو کافر نہ بناؤ اپنی ذات سے غرض رکھو اور یہ بہتر ہوگا کہ دوسروں کے عیبوں سے اپنے عیبوں کے متلاشی رہو اگر نیابت رسول کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے تو ایسی صورت نہ بناؤ جس سے لوگ دھوکا کھائیں اور تمہیں برگزیدہ بندہ سمجھ کے اپنے دین و ایمان کی پونجی تمہارے ہاتھ فروخت کر ڈالیں۔ نمازیں پڑھو لیکن اس نیت سے نہ پڑھو کہ کوئی تمہیں نمازی سمجھے وعظ کہو لیکن اس نیت سے نہ کہو کہ کوئی تمہیں کچھ دے۔ جو کچھ کرو محض خدا کے لئے کرو اور بس کیونکہ اسی کے تم بندے اور اسی کے سامنے کھڑے ہونے والے ہو۔ رسول اکرم کی امت مرحومہ کی خدمت کرو۔ اور اسی خدمت میں جان دیدو۔ آپس میں مل جاؤ اور دیرینہ عداوتوں کو دل سے

بھلا دو بس پھر تم اسلام کے سچے پیرو بنجاؤ گے ❖

أَفٍّ لَّكُمْ يَا الْمُفْسِدُونَ

تف ہے تم پر اے مفسدون

خدا لعنت کرے مفسد ملانون پر۔ دین فروشوں کا بیج مارا جائے اور دین خدا میں رخنہ اندازون کا ستیاناس ہو۔ قرآن مجید کی روشن ہدایتوں کو جو اپنے ناپاک قدمون سے پامال کریں اُن پر تمام جہان کی پھٹکار پڑے۔ کائنات کے شریرون کے انتخاب ابلیس ملعون کے سعادتمند فرزند۔ ملحدوں کے سرتاج۔ مرتدوں کے سرگروہ۔ مشرکوں کے بارآدم۔ ظالموں کے پیش رو چوروں کے رہبر ڈاکوؤں کے سرگروہ۔ تمام عالم کی غلاظتوں کا عطر۔ شقی۔ بے دین۔ جہل مرکب کی مجسم صورت۔ قہر خدا کی ڈراؤنی تصویر۔ ناہنجار۔ نالایق۔ خودجال۔ خودغرض۔ بے حمیت بے غیرت۔ نابکار۔ بدنام کنندۂ نکونامے چند وہ ملانے ہیں جو مسلمانوں میں فساد کراتے ہیں۔ شریعت اور صاحب شریعت کی توہین کرتے ہیں۔ کلام خدا کو اپنی نفسانی خواہشوں کی تکمیل کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ مساجد میں فساد ڈلواتے مقدمے لڑواتے ہیں۔ لوگوں کا مال غضب کرتے ہیں۔ ریاکاری سے دنیا کماتے ہیں۔ حرام و حلال میں تمیز نہیں کرتے اور فساد کو اپنی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں۔ جنھوں نے ولیوں کی صورت بنا رکھی ہے لیکن ہیں کائنات کے شیاطین کا خلاصہ ❖ ع

کار شیطان مے کند نامش ولی ❖ گر ولی اینست لعنت بر ولی

مگر اس کے مقابل میں رحمت ہے اُن علمائے دین پر جو مسلمانوں میں اتفاق کراتے ہیں۔ جنہیں دین خدا کی لاج ہے۔ جن کے دل تعلیم محمدی سے روشن ہیں جن کی نگاہوں میں کلام خدا کی وقعت ہے جو مفت ایک پیسہ کسی سے نہیں لیتے۔ نماز پڑھتے لیکن اس لئے نہیں کہ لوگ انہیں عابد زاہد سمجھیں روزے رکھتے ہیں لیکن نہ اس لئے کہ دیکھنے والے اُنہیں صایم الدہر خیال کریں۔ اُن کے دل مثل آئینہ کے صاف ہیں۔ ان میں خلق محمدی کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے وہ ہر کہ ومہ سے بکشندہ پیشانی پیش آتے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں اُن کے قول وزن رکھتے ہیں اور ان کے الفاظ میں صداقت ہے وہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں خدا اپنی رحمتیں اُن پہ نازل کرتا رہے وہ اُس خدا کے خالص بندوں میں سے ہیں۔ اسلام کے سچے شیدا اور دین خدا کے دلدادہ ہیں۔

مر جائیں گے کسی کو فریب نہ دیں گے ۔ فاقہ کشی کر کرکے ادھ موئے ہو جائینگے لیکن کسی کے آگے ہاتھ نہیں
پھیلائینگے ۔ تمام دنیا کی مشتعلہ قوت انہیں جادہ حق سے نہیں ہٹا سکتی وہ اپنی تعظیم کسی سے نہیں کراتے اور
نہ اُن کا یہ مدعا ہے کہ کوئی انہیں بزرگ قوم سمجھے منکسر مزاج ہیں طبیعت میں غربت ہے ۔ آنکھوں میں
شرم ہے خلاف واقعہ منہ سے بات نہیں نکالتے کسی سے سختی سے نہیں بولتے دلشکنی اُن کے مذہب میں
کفر ہے جو کوئی مخالف و موافق اُن کے پاس دو گھڑی جا کے بیٹھے پھر اُس کا اُٹھنے ہی کو جی نہ چاہے ۔
مگر جو ایسے نہیں ہیں جن میں مذکورۂ بالا صفتوں کی ضد بھری ہوئی ہے انہیں ہم کیوں ملعون گروہ کہیں ۔
کیوں نہ اُن پر لعنت بھیجیں ۔ فرشتے عرش و کرسی و کائنات کا ذرہ ذرہ سمندر کی تمام مچھلیاں ۔ سورج ۔
چاند ۔ اور کل سیارے ستارے اُن پر لعنت بھیجتے ہیں ۔ دنیا کی کل قوموں نے مفسدوں کے لیے
اپنے اپنے قوانین میں سزائیں رکھی ہیں ۔ ابتدائے آفرینش سے اب تک مفسدوں پر عقوبتوں کی
بھرمار ہو رہی ہے خود خدائے رب العرش نے مفسدوں کو بارہا نیست و نابود کیا ہے ۔ طوفان نوح
کو یاد کرو جو عذاب قوم ہود پر نازل ہوا تھا اُسے دل سے کیوں بھلاتے ہو یہ مانا کہ ہمارے آقائے
نامدار معصوم نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو چکی ہے کہ امت محمدی پر اگلی امتوں کے سے
عذاب نازل نہ ہوں گے نہ امت محمدی کے افراد کی خوک ۔ بندر اور ریچھ کی سی صورتیں بنیں گی تو بھی
قادر مطلق کی لاٹھی میں آواز نہیں ہے اس نے اے ملانوں تمہاری بداعمالی کی ہمیشہ سزائیں دی ہیں
اور برابر سزائیں دے رہا ہے لیکن تم اپنی ناپاک خواہشوں اور غلیظ جذبوں میں ایسے اندھے ہو گئے
ہو تم پر کلام پاک کی یہ آیت چسپاں ہوتی ہے ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی
ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم یعنی اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اللہ
نے ایک مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے اور آخرت میں اُن کو بڑا عذاب ہونیوالا ہے
دیکھتے ہو لیکن عبرت نہیں ہوتی ۔ عذاب کی سختیاں سہتے ہو لیکن اُس کی پروا نہیں کرتے ۔ امت
محمدی کو کیوں برباد کرتے ہو ۔ اگر ریاکاری ہی کرنی ہے تو کسی دنیا کے کام میں کرو ۔ سہہ ہے تم نے
تو دین الٰہی کے گلے پر اُلٹی چھری پھیرنی شروع کر دی ختم رسل کا ذرا ادب نہیں کیا ۔ خوف خدا تو پاس
ہو کے نہیں گذرا ۔ رحم کرو رحم کرو ہم بہت کچھ اپنا کھو چکے ہیں اور بالکل بربادی کی حد تک پہونچ چکے
رحم کرو رحم کرو بیکس مسلمانوں پر ترس کرو ۔ اُن کی قوت لایموت پر دست درازی نہ کرو نہیں

خدائے کریم کا واسطہ فخر رسل شہنشاہ عرب عجم کا واسطہ۔ صحابائے راشدین کا واسطہ۔ اہلبیت کا واسطہ۔ کل شہیدوں اولیاؤں اور آیمہ کا واسطہ۔ رحم کرو رحم کرو۔ دو دن کی زندگی پر نہ پھولو۔ تمہارے بھائی ہزاروں فرعون اور شیطان برباد ہوچکے ہیں۔ دنیا میں ہر بات کی انتہا ہوتی ہے مگر تمہارا تو ظلم اپنی انتہا سے بھی بڑھ گیا۔ بس اب جانے دو۔ جاہل مسلمان تو تمہیں ولی کامل اور نائب رسول اللہ سمجھیں اور تم انہیں برباد کرو ہم نے اپنے کئے کی سزا پالی رحم کرو رحم کرو ؎

اے بیوفا نہ کرنی تھی تجھ سے ہمیں وفا ✤ قابل ہیں آپ ہم کہ ہوئی ہم سے یہ خطا
جو اس خطا پر تو نے سزا دی وہ تھی بجا ✤ اچھا کیا وفا کے عوض تو نے کی جفا
بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

تم بتاؤ تو سہی کہ یہ کیا ظلم نہیں ہے کہ ایک مسکین غریب مسلمان تو تمہارا وعظ نہ کہلا سکے اس لئے کہ تمہاری فیس مقررہ ادا نہیں کر سکتا اور نہ تمہیں مرغن کھانے کھلا سکتا ہے کیونکہ اُسے خود سوکھی روٹی بھی بمشکل ملتی ہے اور تم ایک فاسق مسلمان کے ہاں خوشی خوشی دوڑے چلے جاؤ اور اپنی علمیت جتانے کے لئے دو گھنٹے کے تین گھنٹے لگا دو یہ کتنے غضب کی بات ہے حیف ہے افسوس ہے ابھی ایک دردناک واقعہ سننے میں آیا ہے۔ ایک ملانے کا ایک شخص بہت معتقد تھا بیچارہ مرتے وقت بیٹے سے وصیت کر گیا کہ میرے جنازہ کی نماز سوائے فلاں مولوی صاحب کے اور کوئی نہ پڑھائے۔ بیٹے نے جب نہلا دھلا کے کفن پہنا لیا تو بھاگا مولوی صاحب کے پاس گیا اور اپنے باپ کی موت اور وصیت کی بابت کہا یہ تھا بیچارہ بہت غریب مولوی صاحب نے توجہ بھی نہ کی کہ بکتا کیا ہے حالانکہ مرحوم کو پندرہ بیس سال اس ملانے کی خدمت کرتے گذر گئے تھے ہاں یہ ضرور تھا کہ خدمت کوری ہی کوری تھی وصول اُسکے ساتھ کچھ نہ ہوتا تھا دوبارہ عرض کرنے سے ملانا خفا ہوا اور کہا کہ آج ہمیں دعوت میں جانا ہے پھر مظلوم یتیم نے بلجاجت عرض کیا ملانے کے منہ میں کف بھر آئے اور اس ستم رسیدہ یتیم پر بگڑا وہ بیچارہ جان بچا کے بھاگا اور اپنے باپ کو کسی دوسرے سے نماز پڑھوا کے دفن کیا یہ اسی ہفتہ کا واقعہ ہے اور اکثر لوگ اسے جانتے ہیں۔ دیکھا یہیں نائب رسول اللہ اور یہ ہیں علمائے کرام جن میں خلق محمدی کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے اور جو یتیموں پر اس طرح رحم کھایا کرتے ہیں۔ ہائے بدبخت ملانوں تمہیں کیا ہو گیا۔ کیوں تمہارے ہیئے کی پھوٹ گئیں۔ اُف ایسی سنگدلی یہ قصائی

ہیں۔ اس طبیعت اور نا انسانیت پر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم مسند نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کے لوگوں کو ہدایت کرتے ہو اور خود کبھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ اگر ہوا اپنے پانی کے کل ذروں کو تم پر برساوے۔ اگر کرۂ آفتاب اپنی پوری آگ کو تم پر ڈالدے۔ اگر تمام کائنات کے کرے تم پر ٹوٹ پڑیں اگر تمام دنیا کے ممکن الوقوع عذاب تم پر ٹوٹے جائیں تو بھی تمہاری بداعمالی کی سزا پوری نہیں دے سکتے تم نے امت مرحومہ پر بڑے بڑے مظالم کئے ہیں تیمور و نادر کے قتل عام ایک طرف اور تمہارے جور و تعدی ایک طرف کاش تم امت مرحومہ کے مال ہی پر قناعت کرتے تو بہتر ہوتا۔ مگر نہیں تم نے تو اُن کے ایمان کی بچی کچی پونجی پر بھی تاخت و تاراج کی ہے اور اسلام کو اتنا صدمہ پہنچایا ہے کہ یہی نہیں کھلتا کہ اسلام کیا چیز ہے۔ مقلدی اور غیر مقلدی کا جھگڑا اٹھا کے جاہل مسلمانوں کو برباد کر دیا۔ مقلد تو غیر مقلدوں کو پر خوف نظر سے دیکھتے ہیں اور انہیں بے دین کافر اور مرتد سمجھتے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلد مقلدوں کو بدعتی اور بے دین خیال کرتے ہیں اے ابدی جہنمیو تم نے اُن جہلا کے ہاتھوں اسلام کی مقدس کتابوں کی کس قدر توہین کرائی! اور آئمہ کو ان کی زبان سے کتنی گالیاں دلوائی ہیں۔ جب ملانوں نے دہلی میں آخری فساد کرایا (کیونکہ اس سے پہلے بارہا فساد کرا چکے ہیں) تو مقلدوں نے بخاری و مسلم اور مترجمہ قرآن مجیدوں کو پاؤں کے نیچے روندروند کے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے اندھے کوؤں میں پھینکدیا ہے کیونکہ مقلد ملانوں نے کہدیا تھا کہ غیر مقلدوں کی کل کتابیں کفر و الحاد کے مضامین سے بھری ہوئی ہیں اُن کو اسی طرح برباد کر دینا چاہیئے اور غیر مقلد جاہل حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں علانیہ گستاخی کرتے ہیں اور انہیں کچھ نہیں کہا جاتا۔ ایک جلاہے مقلد نے ہم سے کہا کہ بکھاری (بخاری) میں رکھا ہی کیا ہے ہم اُس کو نہیں مانتے بکھاری بالکل جھوٹا ہے۔ اسی طرح ایک ٹین والے غیر مقلد نے ہم سے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ تو جانتا ہی کیا تھا یوں ہی لوگوں نے اُسے اپنا امام بنا رکھا ہے۔ اے ذلیل ملانو ہم تم ہی سے پوچھتے ہیں کہ یہ غلا کس کی گردن پر ہوتا ہے تمہارے سوا اس عذاب کا کون مستحق ہے یہ آنکھوں کی دیکھی باتیں ہیں جنہیں تم ہرگز نہیں جھٹلا سکتے ان سخت جرائم پر اگر ہم تمہیں ابدی جہنمی کہتے ہیں تو تم کیوں برا مانتے ہو۔ وہ دردناک سانحہ ہم نہیں بھولے ہیں جب مترجم قرآن مجید اور صحیح بخاری جیسی مقدس کتاب جو بعد از قرآن مجید سمجھی جاتی ہے جہلا کے قدموں کے نیچے روندی جائے اور روندنے والوں کو

ملانے دائمی جنت کی بشارت دیکے عشرہ مبشرہ میں ایک جدید فہرست کا اضافہ کرین۔ قہر خدا مجسم ہو کے کیوں نہ ٹوٹ پڑا عرش و کرسی کیوں نہ ہل گیا۔ پہاڑ کیوں نہ شق ہو گئے اور دنیا کیوں نہ برباد ہو گئی کہ امت مرحومہ کے جاہل افراد ملانوں کے اشارہ سے کلام اللہ اور کلام رسول کو قدموں کے نیچے کچلیں صرف اس بنا پر کہ یہ پاک کتابیں غیر مقلدون کی ملک سے ہیں۔ ملانوں نے علانیہ فتویٰ دیدیا ہے کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنا اور پڑھانا حرام مطلق ہے وہ کافر ہے جو قرآن کا ترجمہ پڑھائے۔ ہم عام مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ جن ملانوں کی یہ کرتوت ہیں انہیں ہم کیوں نہ ملعون جہان۔ ذلیل و نامراد۔ ابدی جہنمی۔ خرناشخص۔ کافر۔ ملحد۔ دشمن اسلام و فریبی اسلام کور باطن۔ بد وضع۔ چور و ڈاکو وغیرہ وغیرہ نہ کہیں ان کے لیئے نرم الفاظ کا استعمال کیوں کر کریں۔ انہیں عنقریب کھلجایگا۔ کہ وہ کس قعت سے دیکھے جاتے ہیں اور ہم بھی تو دیکھیں گے کہ اُن کی یہ ریاکاری اور کفر انہیں کہاں تک رستہ دیتا ہے۔ کافر ہیں جو ان ملانوں کی عقدہ کشائی نہ کریں اور ملحد ہیں جو انہیں نرم الفاظ سے مخاطب بنائیں۔ جو کچھ ہم ملانون کی نسبت ہم لکھ چکے ہیں فی الحقیقت یہ صرف تمہید ہے ابھی ہیں بہت کچھ لکھنا ہے اور جہاں تک ہین ان کا تجربہ ہوا ہے ان کی پوری قلعی کھولنی ہے دیکھیں تو یہی ہماری بدیہی باتوں کو کون جھٹلا سکتا ہے اور ہمارے مقابلہ میں آنے کا کسے زہرہ ہے جتنے مقدمات ان مفسد ملانوں نے دایر کرائے ہیں اور جتنے مقدمات میں یہ خود مبتلا رہے ہیں۔ سب کی پوست کندہ حالت بیان کی جائے گی اس وقت مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ تمام جہان کے دغاباز اور فریبی۔ فاسق و فاجر اور رند بیرحم سے بیرحم بھی ایسے شنیعہ افعال کے مرتکب نہیں ہوا کرتے بعض ملانوں کے خلاف بڑی بڑی فحش شہادتیں گذری ہیں اور وہ شہادتیں اُن کے سالوں اور بیبیوں کی ہیں جنہوں نے بر سر عدالت آکے بیان کیا کہ مولانا صاحب ہم سے کس طرح پیش آیا کیئے اور جب اُن کی ناپاکی خواہشوں کی تکمیل سے انکار کیا تو بی بی کو بلا مہر ادا کیئے طلاق دیدی سرکاری کاغذوں اور عدالتی شہادتوں کو کون جھٹلا سکتا ہے ایسے مقدمات کوڑیوں ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے کتنے مقدمات میں سر پھٹول کرائی اور کتنے گھر برباد کیے کتنا روپیہ لوٹا اور کن کن مسلمانوں کو گمراہ کیا کتنے ذلیل کمینے چوڑہے چمار ملانے سید بن گئے۔ اور فرضی شجرہ بنا کے اپنا نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ملا دیا استغفر اللہ لعنت اللہ علی خارج النسب ولعنت اللہ علی داخل النسب۔ فریب اور

دغابازی میں ساری عمر گذاری اور بدنصیب کبھی بھولے سے بھی سچ نہیں بولے۔ ملو تو معلوم ہو کہ تقدس میں ملائکہ کی بھی کوئی اصل نہیں اور معاملہ کرو تو دنیا بھر کے ڈاکوؤں کا سرگروہ پاؤ۔ ہم ایسے ہی ملانوں کو روتے ہیں اور ان ہی کی نسبت ہم لکھ رہے ہیں جو ڈاکو اور مفسد نہیں ہیں وہ ہرگز برا نہ مانیں انہیں کہنے سُننے کی کچھ ضرورت نہیں ہے وہ ہمارے پیشوا ہیں ہم اُن کی تعظیم کرتے ہیں اور اُن ہی کو نائب رسول اللہ مانتے ہیں خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد شافعی ہوں یا مالکی۔ حنبلی ہوں یا حنفی۔ ہمارے سرتاج کل علما ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں خدائے توانا و بزرگ ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور فردوس بریں میں اُنہیں اعلےٰ مراتب عنایت فرمائے آمین ثم آمین۔ ہمارے خیال میں مقلد اور غیر مقلد دونوں بھائی بھائی ہیں۔ نہایت ہی خفیف اختلاف سے ہرگز ان میں تفریق نہیں ہے اے مسلمانوں مقلدی اور غیر مقلدی کے معاملہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ کیوں نہیں دیکھتے تا کہ تمہیں کھل جائے کہ ملانوں کی محض بدمعاشی ہے کہ انھوں نے ان دو طریقوں کے اصول کو طرفین کے آگے کیسی ڈراؤنی صورت میں پیش کیا ہے ورنہ ہے کچھ بھی نہیں۔ شاہ صاحب ممدوح کا رسالہ انصاف موجود ہے جس میں صاف طور پر آپ نے ایک ایک پہلو کو بیان فرما کے لکھ دیا ہے کہ حدیث اگر بنیاد ہے تو حدیث عمارت ہے تو فقہ عمارت ہے اور اگر فقہ بنیاد ہے تو حدیث عمارت ہے یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک کی دوسرے سے علیحدگی نہیں ہو سکتی۔ ان شریر النفس ملانوں کے کہنے پر نہ جاؤ یہ تمہیں برباد کر کے رہینگے اور مقلدی و غیر مقلدی کے بیہودہ خیالات چھوڑ کے سچے دلدادہ بن جاؤ۔ حرام خور ملانوں کو ایک پیسہ ندو۔ یتیموں کی دستگیری کرو۔ رانڈوں کی مدد کرو اگر خدا زیادہ دے تو غریبوں کے بچوں کو تعلیم دلواؤ۔ ملانوں کے دینے کا تو کہیں بھی حکم نہیں آیا۔ وعظ سنو اور ضرور سنو مولود کہلواؤ اور ضرور کہلواؤ مگر مفت۔ ملانوں کو ایک پیسہ اُس کی اُجرت نہ دو۔ جب تم ہاتھ کھینچو گے تو بیچ بیچ خود ہی اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ تمہیں چاہے دوزخ کی آگ سے کتنے ہی ڈراوے دے اور عذاب کے فرشتوں کی صورت بنا کے دکھا دے تم ہرگز اُس پر توجہ نہ کرو کر وہ بکتا کیا ہے نماز پڑھو اور سچے دل سے پڑھو روزہ رکھو اور اُسے فرض باری تعالیٰ سمجھ کے رکھو زکوٰۃ دو اور نہایت دریا دلی اور خوشی سے دو۔ حج کرو تو محض نیک نیتی سے حج کرو۔ دینی معاملہ میں کسی سے لڑو جھگڑو نہیں اور اس سے کبھی نہ ڈرو۔ اپنے معاملات میں اعتدال سے نہ گذر جاؤ۔ تجارت میں ایمانداری مدنظر رکھو۔ ہر مسلمان بھائی کو عزت

کی نگاہ سے دیکھو اور اختلاف خیال کو دشمنی پہ محمول نہ کرو۔ حلال کی روزی پیدا کرنے میں مشغول رہو مسلمان یتیموں کی اگر تم میں استطاعت ہو تو پرورش کرو۔ اگر خدا تمہاری کمائی میں برکت دے تو اُن قومی کاموں میں دل کھول کے امداد دو اور جنہیں تم قومی کام سمجھتے ہو اور فی الحقیقت وہ ہوں بھی قومی کام پیارے مسلمانوں یہ ہیں نیک کام اور یہ نیک کام اس وقت ہو سکتے ہیں کہ تم ملانوں کے جال سے اپنے کو نکال لو۔ جب تک اُن کے جال میں پھنسے رہو گے تم سے ایک بھی نیک کام نہ ہو سکے گا۔ تم میں کوئی اگر دولتمند ہے تو وہ اپنے غریب بھائی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اس سے خلق محمدی برتے اور اگر ممکن ہو تو اس کی مدد بھی کرو۔ طلبہ کی سرپرستی کرو اور انہیں ترغیب حاصل کرنے کی ترغیب دو پھر دیکھو تم خدا کے برگزیدہ بندوں میں ہو جاتے ہو +

تم اس پر نہ اتراؤ نہ خوش ہو کر دو روپے یا ایک روپیہ دے کے ہم نے وعظ اور مولود کہوا لیا اور ہم ملانے کے کہنے کے مطابق کل گذشتہ گناہوں سے بری ہو گئے۔ تم چونکہ ہوشیار اور بالغ ہو اس لئے تم سے بروز قیامت کلام خدا و رسول کی خریداری کی باز پرس کی جائے گی۔ ملانا تو گرفتار ہی ہوگا لیکن اس کے ساتھ تم بھی قہر الٰہی سے نہ بچ سکو گے۔ ملانوں کے مسایل کا کیا پوچھتے ہو جو کچھ وہ تمہارے آگے بیان کرتے ہیں سب تمہارے ہی لیے ہوتا ہے۔ انہیں انہی باتوں سے مطلق سروکار نہیں ہوتا۔ اگر ان کی اندرونی معاشرت دیکھو تو خوف کھا کے بھاگو کسی میں بندہی نہیں اپنا تقدس جتانے کے لئے باتیں ایسی کرتے ہیں گویا کل قدوسیوں اور ملائک کی روح ان میں آگئی ہے ایک ملانا ایک جگہ مولود کہنے گیا وہاں ہرنوں کے سر دیواروں میں لگے ہوئے تھے ملانے نے کفر کفر کی بھرمار کر دی آخر بیچارہ گھر والا جلد اگیا اس نے جلدی سے اُن سروں کو اتار کے پھینک دیا۔ ملانے کو پھر بھی صبر نہیں آیا اور کہا کہ اُن سروں کو گھر ہی سے نکال دو۔ ان کا رکھنا داخل کفر ہے وجہ صرف یہ تھی کہ خدا کی بنائی صورت کو اس ملانے نے تصویر میں شمار کیا۔ جب ملانا مولود کہہ چکا تو دو روپے لے کے فوراً جیب میں ڈال لئے۔ ایک دل چلے شخص نے آگے بڑھ کے کہا مولوی صاحب کیا ان روپوں پر تصویریں بنی ہوئی نہیں ہیں کہ آپ نے ہوا تک نہیں دی اور بہت پھرتی سے انہیں جیب میں پہونچا دیا۔ ملانا گالیاں دینے لگا اور اپنا قدیم سبق کفر والحاد کا پڑھنے لگا۔ غرض ہر ملانا کفر والحاد کی پوٹ ہے کہ سوائے ان الفاظ کے اُس کی زبان سے کچھ نکلتا ہی نہیں غضب تو یہ ہے کہ کافر و اکفر و مرتد کے الفاظ ان ملانوں کے تکیہ کلام ہو گئے

ہیں۔ دینی کتابوں کو پڑھتے ہیں پر نہیں سمجھتے۔ دیکھتے ہیں اور ان پر اثر نہیں ہوتا علاوہ اور وجوہات کے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ملانوں میں شریف خون نہیں ہوتا آپ تحقیق کریں گے تو کھل جائے گا کہ کوئی ملا نائی یا ورچی ہے کوئی جلاہا ہے کوئی قصائی ہے کوئی سائیں ہے کوئی ڈوم ہے کوئی دھنیا ہے ان پنج قوموں نے جب علم پڑھ لیا پھر یہ آپے میں کیوں رہنے لگیں۔ ان کے دماغ ہفتم آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور یہ صاحب فتویٰ بن کے تو تمام عالم پر اپنی حکومت سمجھنے لگتے ہیں۔ خدا ان کے کفر کو توڑے اور ان کے فریبوں سے ناواقف مسلمانوں کو بچائے ✤

کیا یہ قیامت نہیں ہے

اے نبی معصوم و برحق اے شافع روز محشر۔ اے فخر الانبیا اے خاتم النبیین ﷺ کیوں کر آپ روز قیامت اپنے روضہ اقدس سے قدم مبارک باہر نکالیں گے قیامت تو آگئی ہے رسول کریم یہ قیامت ہی ہے اے ہاشمی نبی تشریف لائیے ملاحظہ فرمائیے کیا قیامت برپا ہو رہی ہے زمین و آسمان در و دیوار روتے ہیں ذرہ ذرہ نوحہ کناں ہے حضور انور قدم رنجہ فرمائیں مفسد ملانوں نے غضب ڈھا رکھا ہے اسلام کی ہری بھری کھیتی کو پامال کر رہے ہیں۔ اسلام کا پیراہن خون آلود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کیسا پارہ پارہ ہوا ہے شریر النفس ملانوں نے یکجہتی کے شیرازہ کو کس بیدردی سے درہم برہم کیا ہے۔ اٹھئے اے ہمارے آقائے نامدار اٹھئے۔ ان شیاطین کے کرتوت ملاحظہ فرمائیے دین خدا کو ان نابکاروں نے کس طرح برباد کیا ہے۔ جاہل مسلمانوں کو لوٹے لیتے ہیں اور جس اتحاد اور قومی یکجہتی کی حضور نے ۲۲ سال کی لگاتار کوشش سے بنیاد ڈالی تھی اس کو یہ دنی النفس اپنے ناپاک قدموں کے نیچے پامال کر رہے ہیں للہ اٹھئے اے امی نبی اے قریشی لقبی اٹھئے تاکہ آپ کو قیامت کا سماں معلوم ہو ✤

؎ برخیز کہ شور کفر برخاست ✤ اے فتنہ نشان آفرینش ✤

کافر و ملحد ملا نے اسلام کے پردہ میں ستم برپا کر رہے ہیں حضور کی امت مرحومہ کے ان ذلیل اور لعنتی ملانوں نے ہزاروں گروہ بنا دیئے اور روز بروز نئے نئے گروہ بناتے جاتے ہیں۔ اے خدا عرش و کرسی کے برگزیدہ نبی اے اپنی امت کے لئے تکلیفیں سہنے والے اے وصال باری کے وقت امتی امتی پکارنے والے اے معراج میں بھی اپنی امت کا خیال رکھنے والے اٹھئے اور نظر اقدس سے ملاحظہ کیجئے کہ انسان صورت شیاطین آپ کی امت کو کھائے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں

کرشمہ تک باقی نہ رہے ۔

اے محمد در قیامت چوں برآری سر زخاک ٭ سر برآور دین قیامت درمیان خلق بین

اسلام واجب الاحترام اسلام کو ان ابدی جہنمیوں نے غیر اقوام میں ذلیل کر دیا ہے تیرے خدائے پاک کی مسجدیں فساد کا گھر بن رہی ہیں اور تیرا پاک کلمہ محض دنیا طلبی کے لئے پڑھتے ہیں۔ اے شہنشاہ ذی شان اے عرب و عجم کے سچے مالک اے کروڑوں بندگان خدا کو اپنا حلقہ بگوش بنانے والے اُٹھئے ان نامرادوں کو سزا دیجئے ان بدنہادوں نے بڑا ظلم کیا ہے ٹکے سیدھے کرنے کے لئے یہ اس پاک کتاب کا وعظ کہتے ہیں جو حضرت جبرئیل خدا کی طرف سے تیرے پاس لائے تھے۔ ان کے وعظ و پند و نصایح محض دنیا طلبی کے لئے ہیں اور ان کی ہدایتیں سب کی سب ذاتی اغراض پر مبنی ہیں۔ ملانوں اپنی ریاکاری کی باتوں پر نہ پھولو۔ دیکھو عنقریب تمہیں اس کی سزا مل جائے گی۔ حضور انور اپنے قادر مطلق کے حضور تمہارے مظالم کی فریاد کریں گے اور اُسوقت غیرت حق کو حرکت ہوگی اور تم امت مرحومہ کی نظر میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ ہمارے ابدی جہنمی کہنے سے کیوں برا مانتے ہو کیا ابدی جہنمی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں جو تمہارے نہیں ہیں۔ اے بدکار ظالموں اس سے زیادہ جہنم کا دائمی وارث کون ہو سکتا ہے جو اسلام کی روشن ہدایتوں کو مٹائے جو مسلمانوں میں فساد کرائے۔ مسجدوں کو فساد کا گھر بنائے جس کے منہ سے کبھی اتفاق کا لفظ ہی نہ نکلے جو بھائی بھائی کو جدا کر دے۔ جس کی عیاشی حد سے زیادہ تجاوز کر جائے جو اپنے محسن کی بہو بیٹیوں پر نظر بد ڈالے جو اپنے فتوے چند پیسوں میں فروخت کر ڈالے۔ جو دین خدا کو ایسا برباد کرے کہ اُس کی اصلی صورت مٹ جائے جس نے اپنا گھر کلام خدا فروخت کر کرکے اور مسلمانوں کو لڑوا لڑوا کے بھر لیا ہے اور جو محض اپنی غلیظ خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے متعدد بیبیاں کرے اور اُن کے نان و نفقہ کی خبر نہ لے بے پناہ اُنہیں چھوڑ دے۔ جو بدمعاشی سے لوگوں کا روپیہ مارتا پھرے اور پھر دینے کے نام ایک پیسہ بھی نہ دے اور خوش ہو کہ ایک بھائی مسلمان کو خوب مارا۔ جو جلاہا سائیس یا ورچی ہو کے اپنے کو خاندان رسول اطہر و اقدس سے بیان کرے جو مسلمانوں کے یتیم بچوں پر ذرا ترس نہ کھائے اور موقع بنے تو ان کا مال ہضم کر جائے جو ہمیشہ عدالتوں میں جا کے جھوٹا حلف اٹھائے اور توہین اسلام کا اُسے ذرا بھی خیال نہ ہو۔ جس نے تمام عمر ایک لقمہ بھی حلال کا نہ کھایا ہو جس نے ہوش سنبھالتے ہی اسلام کی بربادی پر کمر باندھی ہو۔ جس نے استطاعت ہونے پر تمام عمر ایک بار بھی زکوٰۃ

کا ایک پیسہ بھی نہ دیا ہو۔ جس نے مسلمانوں کی گاڑھے پسینہ کی کمائی جمع کر کرکے لاکھوں روپیہ پیدا کر لیے ہوں جس نے ایک بار بھی تمام عمر میں صدق دل سے نماز نہ پڑھی ہو جس کی تمام عمر مسلمانوں کو کافر بنانے میں گذر گئی ہو جس نے مسلمانوں میں فساد کرائے ہوں اور انہیں عدالتوں میں بھی کھچوایا ہو جس کے دل میں خدائے برحق و مطلق کا خوف اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شرم نہ ہو۔ جو قرآن مجید کو محض ایک معمولی کتاب سمجھتا ہو جو وعظ اور مولود بغیر اجرت لیئے نہ کہتا ہو۔ جس نے مسجدوں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہو اور خانہ خدا میں تمام افعال شنیعہ کا مرتکب ہوتا ہو جس نے ایک بار بھی اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی ہو اور جس نے تمام عمر اپنے گناہوں کو گناہ نہ سمجھا ہو جو انتہا درجہ کا عیاش۔ فاسق۔ ریاکار اور ظالم ہو اور جسے مفلسوں کا مال مارتے ذرا بھی خوف خدا نہ ہو۔ جو اپنی ریاکاری میں شیطان رجیم کا پیر و مرشد ہو اور جس سے شیاطین بھی کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوں جو ایسا ملا ناہے۔ وہ ابدی جہنمی ہے۔ دشمن خدا و رسول ؐ۔ رخنہ انداز دین مقہور بارگاہ صمدی ملحد و کافر ہوا یا نہیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے اور ان روشن باتوں کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ ان ملاؤں کو ان ہی کے گناہوں کا عذاب نہ ملے گا بلکہ جن لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا ہے اُن کے گناہوں کے وزن بھی ان ہی کی گردن پر رکھے جائینگے جن کی نسبت خدائے عرش و کرسی اپنے کلام مجید میں صاف فرماتا ہے لیحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم الا ساء ما يزرون قد مكر الذين من قبلهم فاتى الله بنيانهم من القواعد فخر عليهم السقف من فوقهم العذاب واتهم العذاب من حيث لا يشعرون۔ یعنے نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اپنے سارے گناہوں کے بوجھ بھی انہی کو اٹھانے پڑیں گے دیکھو تو کیسا بڑا بوجھ یہ اپنے اوپر لادے چلے جارہے ہیں۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی خدا کے خلاف تدبیرین کی تھیں تو خدا نے اُن کے منصوبوں کی عمارت کی جڑ بنیاد سے اکھیڑلی تو اس خیالی عمارت کی چھت دھڑام سے اُن ہی پر اُن کے اوپر گر پڑی اور سارے منصوبے غلط ہوگئے اور جدہر سے انہیں خبر تک نہ تھی عذاب نے اُن کو آلیا۔" اس کے بعد ان شیاطین پرست ملاؤن کی نسبت فرماتا ہے فادخلوا ابواب جهنم خالدين فيها فلبئس مثوى المتكبرين سو جہنم کے دروازوں سے دوزخ میں جا داخل ہو اور اسی میں سدا کو رہو غرض غرور کرنے والوں کا بھی کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ کون مفسد ملا ناہے جو اس کلام پاک کو جھٹلا سکتا ہے

کس ملانے میں زہرہ ہے جو اس عذاب سے اپنے کو بچا سکے اور خدا کے آگے بھی اپنا مکر و فریب کئے جائے۔ ظالم کی رسی دراز ہوتی ہے اسی بنا پر ملانوں کو بھی فرصت دی گئی ہے کہ شاید اب بھی باز آجائیں مگر یہ بے دین ہرگز باز آنے والے نہیں ہیں کاش در توبہ اب بھی کھلا ہوا ہے یہ گناہوں سے باز آجائیں اور توبہ کریں تو شاید نجات کی کوئی صورت نکل آئے ۔ ؎

باز آباز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست ۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

مگر نہیں یہ نہیں ہوتا جب تک خدا تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے مثل حضرت نوح اور امت ہود کے خاص اُن کے لئے کوئی عذاب نہیں بھیجے گا یہ قوم بداطوار باز آنے والی نہیں ہے۔ ہم بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ اگر کسی گھر میں کتا ہو تو رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں آتے مگر اب صورت دوسری ہے اگر کسی ملانے کا کسی مسلمان کے گھر ایک دفعہ بھی گذر ہو گیا وہاں برکات آلہی اور رحمت کے فرشتے قیامت تک نہیں آسکتے وجہ یہ ہے کہ ایک گھر میں اتفاق ہے۔ مختلف الخیال عورتیں اور مرد شیر و شکر ہو کے رہتے ہیں سب ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور آپس میں بلحاظ رشتہ داری اور بلحاظ اسلام بھائی بھائی ہیں اب اس گھر میں ملانے کا گذر ہو گیا بس پھر کیا تھا پہلے کشش شروع ہوئی پھر دشمنی پر نوبت پہونچی اخیر سر پھٹول ہو کے اس گھر کے کل ممبر الگ ہو گئے جب ملانوں کی ہاتھوں ایک آباد گھر ویران ہو گیا۔ تو پھر برکات آلہی کا وہاں کیون گذر ہونے لگا اور رحمت کے فرشتے ایسے مکان میں کیوں آنے لگے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھا ہے کہ ایک محلہ کا محلہ امن اور اتفاق سے بسر کر رہا ہے۔ سب بھائی بھائی ہیں اور ایک کو دوسرے بھائی کے فروعی اعتقادات سے کچھ واسطہ نہیں ہے مگر بدقسمتی سے اس محلہ میں ایک مفسد ملا نا چلا آیا۔ اس نے آتے ہی جوڑ توڑ کرنے شروع کئے اور غیر ضروری اختلافی مسایل کو جہلا کے آگے بیان کیا۔ پھر کیا تھا جوتی پیزار شروع ہوئی اور ایک چھوٹے سے محلہ میں دو فریق ہو گئے۔ مسجد یعنے خانہ خدا میں امت مرحومہ کے جاہل افراد کی سر پھٹول ہوئی۔ خون بہا اور فوجداری عدالت تک نوبت پہونچی ایسی نظیریں دو ایک ہی نہیں ہیں بلکہ صدہا اور ہزاروں ہیں محلے ہی نہیں بلکہ شہر کے شہر ملانوں نے ویران کر دیئے ہیں اور اس قدر نا اتفاقی ڈلوائی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیاسا بن گیا ہے اور یہ بدنصیب دہلی بھی مثل اور شہروں کے ملانوں کی

شکارگاہ بن گئی ہے۔ چونکہ قدرتاً اور شہروں پر اسے شرف حاصل ہوا ہے اس لئے ملانوں کا زور بھی یہاں زیادہ ہے۔ ایک ایک محلہ پر ایک ایک ملانے نے قبضہ کر رکھا ہے اور ایسا قبضہ ہے کہ ہر فرد بشر کا بال بال اپنی مکر کی زنجیروں میں کس رکھا ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سخت نااتفاقی پیدا ہوگئی ہے اور آپس میں ماجائے بھائی جانی دشمن بن گئے ہیں۔ قریب قریب کل مسجدوں پر ملانوں نے قبضہ کر لیا ہے اور کسی مسلمان کی مجال نہیں ہے کہ ملانے کا ہمخیال نہ ہو اور مسجد میں آکے دوگانہ نماز کا تو ادا کرلے۔ یہ شان ہے ملانوں کی کہ انہوں نے جبراً امت محمدیہ کے افراد کو مسجد میں آنے سے روک دیا ہے مقلدوں اور غیر مقلدوں کا رونا تو چلا ہی آتا ہے روز مرہ نئے نئے شگوفے پیدا ہوتے ہیں اور پھر نئے سرے سے سر پھٹول شروع ہوتی ہے اور ایک آفت برپا ہو جاتی ہے ایک ملانے وعظ میں ایک عجیب روایت بیان کی ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے رسول کریم کو دیکھا کہ آپ حجرہ سنورہ میں بیٹھے ہیں اور آپکے زانو مبارک پر سر رکھے خدا تعالیٰ سوتا ہے یہ نیا مسئلہ سنتے ہی جہلا میں چرچہ شروع ہو گیا بعض نے مان لیا اور بعض نے نہ مانا بحثیں ہونے لگیں اور بعض آدمیوں میں گلخپ کی بھی نوبت پہونچ گئی۔ ایک مسکین شخص ایک مسجد میں رہتا تھا اسی سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا دریافت کرنے والے مسئلہ کے موید تھے تو اُس نے انکار کیا کہ میں مولوی نہیں ہوں ایک مزدور آدمی ہوں میں ایسی باتیں کیا جانوں مگر اس سے باصرار دریافت کیا تو اُس نیک مسلمان نے کہدیا کہ ایسا کہنا تو قرآن مجید کے خلاف ہے کہ خدا سوتا ہے حالانکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ اس ذات وحدہ لاشریک کو نیند نہیں آتی۔ بس یہ سنا تھا کہ وہ لوگ آگ بگولا ہو گئے اور انہوں نے مسجد سے اس غریب مزدور کو جو کاپی نویسی کرتا تھا مار کے نکال دیا اور کہا ہمارے مولوی صاحب نے کہدیا ہے کہ جو اس مسئلہ کو جھوٹا جانے وہ کافر ہے۔ ذلیل اور ناپاک ملانے ہمیشہ اپنے وعظوں میں ایسے ہی مسایل بیان کیا کرتے ہیں ہم خدا سے قادر و مطلق کی قسم کھا کے کہتے ہیں مسئلہ مقلدوں اور غیر مقلدوں سن لو وہابیوں اور صوفیوں سن لو۔ دین محمدی پر جان دینے والو اس قسم کے ملانے جو عمداً دین محمدی کو برباد کر رہے ہیں ہرگز مسلمان نہیں ہیں اگرچہ اُن کی ڈاڑھیاں لمبی لمبی ہیں کترواں لبے ہیں ٹخنوں سے اونچا پایجامہ ہے ماتھے پر گڈا پڑا ہوا ہے۔ گھٹنوں تک لمبا کرتہ ہے۔ ہاتھ میں تسبیح ہے زبان پر قال اللہ اور قال رسول اللہ ہے ایسے ملانوں کو مسلمان سمجھنے والا اور اُن کا اعتقاد رکھنے

والا مسلمان تو ضرور ہے لیکن اپنا آپ دشمن ہے اور اس سے قیامت کے دن ضرور باز پرس ہوگی۔ غضب خدا کا اُن ملانوں میں ذرا بھی غیرت نہیں ہے کہ تمام عمر حرام کے لقمے کھاتے ہیں اور پھر زبان سے ملائکہ سے زیادہ تقدس جتائے جاتے ہیں۔ اگر آپ ایک ملانے سے دریافت کریں کہ تیری معاش کیا ہے تو سوائے اس کے وہ کیا جواب دیسکتا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا دینا اگر اس کے سوا اور کوئی بتائے تو ہمارا ذمہ ہم کچھ اور نہیں چاہتے ہماری غرض یہ ہے کہ اسلام کو برباد نہ کرو امت مرحومہ کا ستیاناس نہ کرو انہیں مثل سابق کے بھائی بھائی بنا دو۔ اپنے وعظوں اور مولودوں کی اُجرت نہ لو اپنے ہاتھ سے محنت کرو۔ آپ کھاؤ اور کچھ پس انداز کرو اور کچھ اللہ کی راہ پہ دو اور اسلام کے سچے پیرو بنجاؤ کرزن گزٹ پر کیوں ناراض ہوتے ہو۔ اس کی بربادی کے کیوں سامان کرتے ہو۔ لو فرضًا تم نے اُسے برباد کر دیا اس لئے کہ تمہارے پھندہ سے مسلمانوں کو نکالنا چاہتا ہے تو خدا تعالےٰ تو علیم و خبیر ہے اپنی مکاریاں اور مظالم تو اس ذات باری سے کیوں کر چھپا سکتے ہو وہ تمہیں اس کی سزا دیگا اور یقینی دے گا تم بچ تو کسی حالت میں نہیں سکتے۔ ملانوں کی پوشیدہ کمیٹیوں کے مختلف شہروں سے خط آرہے ہیں دہلی میں ہماری آنکھوں کے آگے بہت سی کمیٹیاں ہوچکی ہیں ملانے اور اُن کے جاہل معتقد ہمیں خون کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں مگر تعجب ہے کہ ایک تنہا شخص کے مقابلہ میں وہ اس قدر سامان کر رہے ہیں یہ ان ملانوں کی مردی اور شجاعت ہے۔ صدہا شہروں کے ملانے بھڑک اُٹھے ہیں اور وہ کرزن گزٹ کی بربادی کی سازشیں کر رہے ہیں۔ بعض شہروں میں یہاں تک ہوگیا ہے کہ میرزا حیرت پر نماز پڑھنے سے پہلے کوئی تبرا نہ بھیجے تو نہ اُس کی نماز درست اور نہ وہ مسلمان۔ گجرات سے ہمارے ایک مخلص لکھتے ہیں کہ بعض ملانوں نے اپنا یہ فرض سمجھ لیا ہے کہ دکان دکان ہم پر تبرا بھیجتے پھریں اور جا بجا ہماری مخالفت میں وعظ کہتے پھریں کوشش ہو رہی ہے کہ ملانے مل کر ہم پر حملہ کریں اور لندن تک مقدمہ دائر کرکے ہمارا پیچھا نہ چھوڑیں ہمیں ہر طرح سے دھمکی دیجاتی ہے اور بعض رئیسوں کو اپنا معاون بنا کے ہمیں ڈرایا جاتا ہے۔ اکثر آدمی چندہ دے چکے ہیں اور مزید چندہ وصول کرنے کی جان توڑ کر کوشش کی جاتی ہے ہم پہ حملہ کرنے کی نئی نئی صورتیں سوچی جاتی ہیں۔ اور گمنام خطوط کے ذریعہ سے ہمیں دھمکی دیجاتی ہے یہ سب دشتم کس کے لئے ہے صرف ایک تنہا

شخص کے لئے جو بالکل تنہا ہے جو نصیحت کرتا ہے کہ مسلمانوں میں فساد نہ ڈالو۔ مقلد اور غیر مقلد سب آپس میں مل جاؤ۔ دین کے پردہ میں دنیا نہ کماؤ۔ پیسوں پر اپنے فتوے نہ فروخت کرو۔ اپنے سابق علما کا سا چال چلن اختیار کرو۔ ہر مسلمان سے بخندہ پیشانی پیش آؤ۔ دین اور دنیا کے معاملہ میں مطلق ریاکاری نہ کرو۔ آپس میں مل جاؤ۔ اور دیرینہ عداوتوں کو دل سے بھلا دو۔ بغیر اجرت لیئے وعظ کہو۔ مسلمانوں کو سچ بولنے کی تائید کرو۔ اخلاق محمدی کی تعلیم دو کلمہ گوؤں کو کافر نہ بناؤ۔ ہر وقت خدا سے عرش و کرسی سے ڈرتے رہو۔ شراب۔ زنا اور قمار بازی کو مسلمانوں میں سے مٹادو۔ جابجا قمار بازی شراب خواری اور زناکاری کی برائیوں کے وعظ کہتے پھرو۔ اور سب سے زیادہ یہ کوشش کرو کہ جو فساد مسلمانوں میں ہو رہا ہے یہ جاتا رہے اور سب آپس میں سگے بھائیوں کی طرح مل جاؤ۔ ایسے ایک تنہا شخص کو جو صرف یہ نیک باتیں کہتا ہے کیوں برباد کرنا چاہتے ہو۔ تماشہ تو دیکھئے کہ کرزن گزٹ ایک طرف اور یہ سب ملانے ایک طرف۔ ان ڈراؤں اور دھمکیوں اور ان حملوں کی پروانہ کرکے بھی کرزن گزٹ اپنے ارادہ پر قایم ہے اور جب تک اُس کی جان میں جان ہے وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی جنبش نہیں کرسکتا۔ ایک دفعہ ملانوں کی مشتعلہ قوت ہی اُسے کیوں نہ ہلا دے ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ اگر فی الواقع کرزن گزٹ اپنے سرپرستوں کی نگاہ میں عزیز ہے اور انہیں اسلام اور بانئے اسلام سے محبت ہے تو وہ ایسے نازک موقعہ پر ضرور ہماری حمایت کرینگے۔ اصل پوچھو تو محض ہم نے خدا کے بھروسہ پر ملانوں کے پھندے سے ناواقف مسلمانوں کو نکالنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور ہم اُسی میں اپنا فخر اور اپنی ابدی نجات سمجھتے ہیں کہ ہمارا جان و مال اس قومی خدمت پر نثار ہو جائے۔ ہم اپنے اُن سرپرستوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس آنے والی مصیبت پر ہم سے ہمدردی کی ہے اور ہماری ڈھارس بندھوائی ہے۔ ہم اُنہیں اطمینان دیتے ہیں کہ ہم اپنے ارادہ پر قایم ہیں اور جب تک ہماری جان میں جان باقی ہے باز نہ آئینگے۔ نیلفظ گالیوں اور سخت تبرے بازی کو خوشی اور فخر کے ساتھ سنتے ہیں اور خوش ہیں کہ اپنے ہادی برحق کی سنت کچھ تو ہم سے ادا ہو رہی ہے۔ کافر ہیں اگر ہمیں ان گالیوں سے کچھ بھی صدمہ ہوا ہو اور مرتد ہیں اگر ان گالیوں کے جواب میں ہماری زبان سے گالیاں دینے والوں کے حق میں ایک بھی نازیبا کلمہ نکلتا ہو۔

ہماری مسجدیں اور ملانے

اس چودھویں صدی میں ملانوں کے ہاتھوں جو گت ہماری مسجدوں کی بنی ہوئی ہے وہ کسی سے

پوشیدہ نہیں ہے شاید ہی ایسی دو چار مسجدیں ہوں گی جن پر مساجد اللہ کے مبارک الفاظ چسپاں ہوتے ہوں ورنہ ہر ملانے نے ایک ایک مسجد پر قبضہ کر رکھا ہے اور کسی کی مجال نہیں جو وہاں بازادی جا کے نماز پڑھ سکے۔ مسجدیں روز بروز بنتی جاتی ہیں اور اُن سے مسلمانوں میں نئے نئے تفرقے پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ مسجدیں جن کے فضایل قرآن وحدیث میں بکثرت آئے ہیں سخت رونے کا مقام ہے کہ آج فساد کا گھر بن رہی ہیں۔ مساجد اللہ کا نام اُڑا کے اکثر مساجد مجتہدون کے نام سے منسوب کی گئی ہیں۔ کسی شافعی کی مجال نہیں ہے کہ کسی حنفی مسجد میں جا کے دوگانہ نماز ادا کرے اور صحیح وسلامت گھر واپس چلا آئے +

ہر ملانے نے مسجد کو اپنا گھر ہی نہیں بلکہ ناجایز خواہشوں کی تکمیل کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور مسجد کو ٹٹی بنا کے مسلمانوں کا شکار کھیلتا ہے۔ ہم اُس ذات وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہیں جس کی مٹھی میں ہماری جان ہے کہ خدا کے پاس گھروں کو اُن شریر النفس ملانوں نے ناپاک کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر کفر کے فتوے ان ہی مسجدوں سے شایع ہوتے ہیں۔ ان ہی مساجد میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر طوفان اُٹھائے جاتے ہیں بے گناہ مسلمانوں کو گالیاں دیجاتی ہیں اور یہیں تمام افعال شنیعہ کی تکمیل کیجاتی ہے۔ ایمان سے پوچھتے ہو تو یہ ہے کہ کسی مسجد میں جا کے نماز پڑھنے کی جرائت نہیں پڑتی۔ بس خوف یہ ہوتا ہے مبادا فساد ہو جائے اور عدالت عدولتی ہوتی پھرے۔ ان ہی مسجدوں میں شام کے وقت ملانے اپنی دن بھر کی آمدنی کا بیٹھ کے حساب کرتے ہیں اور تمام قسم کی سازشیں ان ہی مسجدوں میں کی جاتی ہیں۔ کونسی مسجد ہے جہاں امت مرحومہ کے جاہل افراد میں سر پھٹول نہ ہو چکی ہو اور کونسی مسجد ہے جس کا مقدمہ برسوں عدالتوں میں نہ لڑا ہو۔ یہ مقدس مقامات جہاں اسلام کا سب سے بڑا رکن ادا کیا جاتا ہے اور خدائے لوح محفوظ کی تسبیح کیجاتی ہے آج ملانوں کے قدموں کے نیچے روندا جا رہا ہے اور ان خدا کے گھروں کو ملانوں نے فساد کر کر کے ایسا پر خوف بنا دیا ہے کہ فی الواقع مسجدوں کی طرف دیکھنا بڑی جرائت کا کام ہو گیا ہے خدا غارت کرے ان ملانوں کو کہ اُنہوں نے اسلام کو وہ دو ٹوک کیا ہو کہ ایک فریق دوسرے فریق والی مسجد کی طرف آنکھ اُٹھا کے نہیں دیکھ سکتا۔ امتحاناً کوئی شخص غیر مقلدین کے مقلدوں کی مسجد میں تو چلا جائے۔ خیر جان سے تو نہیں مارا جائے گا ادھ موا تو ضرور کر دیا جائے گا۔ ان ملانوں کی جان پر

قہر خدا کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا اور یہ ازلی بدنصیب کیون نہیں غارت ہو جاتے کہ ان سے خانہ خدا
کی کیسی بے حرمتی ہوتی ہے اور مسلمانون میں کتنی نا اتفاقی پھیلتی ہے۔ اگر سچ پوچھئے تو آج کل کی مسجدیں
ملانوں سے ناپاک ہو رہی ہیں ہاں ملانوں کو مسجدوں سے نکال دیا جائے اور اُن کا وہاں مطلق دخل نہ رہے
پھر بیشک ان کے خانہ خدا ہونے میں شک نہ رہے کہاں لکھا ہوا ہے کہ مفسد ملانوں کو مسجدوں
کے قبالے دیدیئے جائیں اور یہ کونسی قرآنی آیت اور کس حدیث میں ہے کہ ملا نا مسجد میں چاہے جو کچھ
کرے اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں۔ اگر مسجدون سے ملا نکال دیئے
جائینگے اور یہ عام اجازت ہو جائے گی کہ جس فریق کا جی چاہے آکے نماز پڑھے تو یہ کل فتنہ و فسادات
جو مسلمانوں کا کچومر نکالے دیتے ہیں آج رفع ہو جائیں گے اور مقلد و غیر مقلد صوفی و وہابی سب
آپس میں مل کے شیر و شکر ہو جائیں گے۔ ہر شہر میں تعلیم یافتہ شریف مسلمانون کی ایک انجمن قایم ہو اور
غالباً کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جس میں کوئی نہ کوئی انجمن نہ ہو۔ لیکن یہ ضرور ہو کہ اس انجمن میں مختلف الخیال
مسلمان ممبر ہون اور شہر کی کل مسجدون کا انتظام وہ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ ملانوں کو کان پکڑ کے
نکال دیا جائے اور مسجدوں میں یہ لکھ کے لگا دیا جائے کہ کوئی مسلمان مذہبی بحث یہاں نہیں کر
سکتا اور ہر مختلف الخیال مسلمان آزاد ہے کہ یہاں آکے نماز پڑھے۔ ایک تنخواہ دار موذن اور کوئی نیک
بخت امام مقرر کر دیا جائے اور پھر نہایت آسانی سے یہ سارے جھگڑے رفع ہو جائیں حضور انور
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بہت خیال تھا۔ آپ ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے کہ کوئی
شخص مسجد کے پاس بھی آکے رہے مسجد میں رہنا تو کیا۔ حضرت جابر علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب
مسجد کے گرد مکانات کی جگہ خالی ہو گئی تو بنو سلمی نے چاہا مسجد کے قریب اُٹھ آئیں رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم کو اس کا حال معلوم ہوا تو آپنے فرمایا ابو سلمی میں نے یہ سنا ہے کہ تم مسجد کے پاس اُٹھ کے
آنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں میرا یہ ارادہ ہے حضور انور نے ارشاد کیا اے ابو سلمی دیارہا
کم تکتب اثارکم یعنے اپنے اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدم لکھے جائیں گے۔ حضور انور کی
بہت بڑی حکمت عملی تھی کہ مسجدوں کے قریب رہنے کی کسی کو رائے نہ دیتے تھے آپ کو مساجد
کا ادب حد سے زیادہ تھا۔ آپ خود سمجھتے تھے ہر وقت مساجد کے قریب رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں
کے دلوں سے قدرتاً مساجد کا ادب جاتا رہے گا اور یہ وقعت کی نگاہ سے خانہ خدا کو نہیں

دیکھنے کے۔ کیونکہ قریب رہنے سے مساوات ہو جاتی ہے اور اصلی شوق جاتا رہتا ہے۔ یا اب وہ زمانہ ہے کہ ملانوں نے فرمودہ رسول کریم کے خلاف مساجد کے قریب رہنا تو کیسا اس کے اندر اپنا گھر بنا لیا ہے اور سب سے زیادہ غضب یہ کرتے ہیں کہ وہیں سے بیٹھے بیٹھے مسلمانوں کو لڑواتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم اُن ناجایز افعال کا جو اکثر ملانوں سے مساجد میں سرزد ہوتے ہیں۔ فی الحال ذکر نہیں کرتے۔ ایسے شرمناک اذکار سے ہمارے اخبار کے کالم ناپاک ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ ہم تہذیب محمدی یا انگریزی قانون کے دائرہ سے بھی نکل جائیں۔ ہماری غرض یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے ملانوں کا قبضہ مساجد سے اٹھا دیا جائے۔ نماز وہی پڑھائیں امام وہی بنے رہیں مرنے جینے کا کھانا بھی ہی لیں۔ لیکن مسجد کے اندر نہ رہیں ان کا مسجدوں پر قبضہ کرنا بڑی فساد کی جڑ ہے۔ اگر یہ ملانے مسجدوں سے نکال دیئے جائیں تو فساد کی جڑ تو ضرور کٹ جائے۔ اگر ملانوں کو پابند کیا گیا تو وہ ضرور فضلو کے مضامین نہ کہنے پائیں گے اور جہلا میں انتشار نہ پھیلے گا۔ ان بدنصیبوں کے وعظ بھی عجیب قسم کے ہوتے ہیں تعجب ہوتا ہے کہ جو باتیں یہ مساجد اللہ میں بیٹھ کے رسول کریم کی زبانی بیان کرتے ہیں اُن کا سرچشمہ کیا ہے۔ ایک ملانے نے جو ایک گروہ کا بہت بڑا پیشوا ہے اور صاحب فتوٰی بھی ہے۔ ایک عجیب روایت بیان کی ایسی روایت جو کسی محدث اور مجتہد کو بھی نہ ملی ہوگی اور نہ کسی مفسر نے سنی ہوگی آپ بیان فرمانے لگے کہ جب کفار مکہ نے رسول خدا کو بہت ستایا تو آپ نے مکہ سے ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا۔ آپ اپنے گھر سے ہجرت کی غرض سے باہر نکلے۔ لیکن ابھی شام نہ ہوئی تھی اس لئے آپ نے مناسب جانا کہ ایک بڑھیا عورت کے گھر میں آدھی رات تک مقیم ہوں اور جب سناٹا ہو جائے تو مدینہ کی راہ لوں۔ چنانچہ آپ اس عورت کے گھر میں تشریف لیگئے اور اپنا اظہار مطلب کیا اس عورت نے کہا آیئے رسول اللہ آیئے تشریف رکھئے۔ یہ کہہ کے اس عورت نے ایک چٹائی زمین پر بچھا دی آپ اُس پر لیٹ رہے اور اتنے میں آپ کو نیند آگئی۔ خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ جبرئیل تم اپنے جلو میں میکائیل اور اسرافیل کو ستر ہزار فرشتوں کی فوج سمیت لے کے میرے حبیب کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ جبرئیل امین حاضر ہوئے کوٹھری کی دیوار یا چھت توڑ کے اندر آئے تو آپ کو خواب راحت میں پایا اب حیران ہوئے کہ جگائیں کیونکر بڑی دیر تک پس و پیش ہونے کے بعد اسرافیل اور میکائیل اور ستر ہزار فرشتوں کو حجرہ میں چھوڑ کے پھر خدا تعالےٰ

کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا اے قادر مطلق تیرا حبیب سوتا ہے۔ ارشاد باری ہوا ہے اے جبرئیل امین تجھے خبر نہیں ہم نے تیرے منہ میں کافور بھر دیا ہے تو جا کے قدم مبارک کو بوسہ دے جب تو میرے حبیب کے قدم پر بوسہ دے گا تیرے کافوری منہ کی خنکی تلوے سے ہو کے اس کے دماغ تک پہنچے گی اور وہ جاگ جائے گا۔ پھر تو اسے میرے پاس لے آئیو۔ جبرئیل امین یہ سن کے واپس آئے اور یہی عمل کیا۔ حضور انور بیدار ہوئے۔ جبرئیل امین آپ کا سینہ بیدار ہوتے ہی چاک کر ڈالا اور تمام جسمانی آلایش کو نکال کے اس میں حکمت اور عقل کا نور بھر دیا اور پھر اپنے ہاتھ سے ٹانکے لگا دیئے۔ اور براق پر سوار کر کے آسمان سے بیت المقدس ہوتے ہوئے سدرۃ تک گئے اس کے بعد ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کو مدینہ منورہ میں پہنچایا جس مولوی نے یہ عجیب روایت بیان کی ہے وہ معمولی ملا نہیں ہے بلکہ اپنے کو بہت کچھ بڑا فاضل سمجھتا ہے اور اس کے معتقد بھی اسے خدائے علم جانتے ہیں صاحب فتویٰ بھی ہے اور بہت بڑا دولتمند بھی ہے جھوٹ بولنا تو ایک طرف رہا یہ کتنے ستم کی بات ہے کہ یہ ملا اور اس کے دوسرے بھائی نیابت رسول کا لقب لے کے منبر رسول پر بیٹھ کے خود رسول کریم ہی کی نسبت غلط بیانات کریں اور غلط بھی ایسے جس کا کوئی لفظ بھی صحیح نہ ہو۔ کجا معراج کا زمانہ اور کہاں ہجرت کے دن اور پھر مدینہ منورہ پہنچنے کی ترکیب۔ علاوہ اور جرائم کے جو ملانے کرتے ہیں یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ خانہ خدا میں بیٹھ کے اس کے صادق حبیب پر بہتان اٹھائے جاتے ہیں اور جاہل مسلمانوں میں رسول اقدس و اطہر کے صحیح حالات چھپا کے غلط اور سرتاپا بناوٹی مضامین کی اشاعت دی جاتی ہے +

اس قسم کے وعظ سن سن کے ہمارا دل پک گیا ہے اور ہمیں سخت افسوس آتا ہے کہ یہ کمبخت ملانے ہمارے ہادی برحق کے سچے حالات کو کیوں چھپاتے ہیں۔ اور اس نبی معصوم و برحق کے صحیح حالات پر انھوں نے کیوں پردہ ڈال رکھا ہے۔ آج کل یہ ادب ہے جو مساجد کا کیا جاتا ہے کہ وہاں بیٹھ کے خدا و رسول پر بہتان اٹھائے جاتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ملانے خانہ خدا میں کیوں ایسی باتیں بناتے ہیں۔ جب ندوۃ العلما قایم ہوا تھا اور اس کی رپورٹوں اور تجویزات کو ہم نے دیکھا تھا تو ہم خوش ہوئے تھے کہ ندوہ ان سرکش ملانوں کی خوب خبر لے گا۔ ان کے فتووں کو مسدود کیا جائے گا مساجد اللہ احترام ہوگا اور آیندہ کچھ ایسا انتظام کیا جائے گا کہ یہ ملانے پھر فساد نہ کر سکیں گے۔ مگر ندوہ کی کی

سالانہ کارروائی کو دیکھ کے ہماری امیدوں پر پانی پھر گیا اور ہم ندوہ کی طرف سے کچھ ایسے شکستہ خاطر ہو گئے ہیں کہ اب ہمیں اُس سے کوئی امید نہیں ہو سکتی - سینگ کٹا کے بچھڑوں میں ملنے کی مثل اُس پر صادق آتی ہے - ملانوں کی کارروائی میں اور ندوہ کے کاموں میں مطلق فرق نہیں ہے - ندوہ نے بہت کچھ مسلمانوں کے روپیہ کو برباد کیا ہے اور یہ جب تک قایم ہے اسی طرح برباد کرتا رہیگا بڑی کارگزاری ندوہ اپنی یہ سمجھا ہے کہ سال میں ایک بار کہیں نہ کہیں جلسہ کر دیا - مولویوں نے مفت کی دعوتیں اُڑائیں اور حقنا روپیہ جمع ہو سکا اپنے گھر کے چلے آئے - لکھنؤ ایک مدرسہ بھی کھول دیا ہے جس کی وقعت ایک معمولی مکتب سے مطلق زیادہ نہیں ہو سکتی - وہی ٹاٹ وہی چٹائیاں وہی ملائی تعلیم - اللہ اللہ خیر سلا بس یہ ندوہ ہے اور یہ اُس کی کائنات ہے جس طرح ندوہ نے مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی لی تھی - اسی طرح اگر ندوہ چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا - سب سے پہلے ندوہ کا فرض یہ تھا کہ تمام ہندوستان میں اُس کا ایک ڈپوٹیشن گردش لگاتا اور ہر شہر - قصبہ اور گاؤں میں ان ملانوں کی ایک فہرست تیار کرتا جو محض کندہ ناتراش ہے اور روٹی کمانے کے لئے صاحب فتویٰ بن بیٹھے ہیں اور پھر ان مولویوں کی فہرست مرتب کرتا جو صاحب فتوے بننے کے قابل ہیں اور ملانوں کے خوف سے فتوے نہیں دیتے - پھر کوئی ایسی صورت نکالتا کہ جاہل ملانے کبھی فتوے نہ دیسکتے تھے یہ کام اگرچہ کسی قدر ابتداءً مشکل تھا لیکن بعد ازاں بہت آسانی سے حل ہو جاتا تھا اور ابدی جھنی ملانوں کا ایک حد تک کفر ٹوٹ جاتا ہے دوسرا فرض ندوہ کا یہ تھا کہ وہ شہروں میں گردش لگاتا اور مقلدین اور غیر مقلدوں کو گلے ملوا دیتا خواہ اس اہم امر میں اُسے برسوں ہی میں کامیابی ہوتی - تیسرا فرض ندوہ کا یہ تھا کہ مساجد کا کچھ انتظام کرتا - چوتھا فرض یہ تھا کہ مسلمانوں کے یتیم بچوں بے وارث کی نگرانی کرتا اور انہیں عیسائیوں کے پھندے سے بچاتا - زمانہ حال کے قحط میں ہزارہا بچے مسلمانوں کے عیسائیوں میں داخل ہو گئے ندوہ نے سوائے مسلمانوں کی گاڑھے پسینہ کی کمائی برباد کرنے کے مسلمانوں کو ابتک کیا فایدہ پہنچایا یا آیندہ اس سے کیا فایدہ حاصل کرنے کی امید ہو سکتی ہے ندوہ کیا ہے سوائے چند مولویوں کے پورا اُلٹی کھوپری والے ملانوں کا مجمع ہے نہ جنہیں بیٹھنے کی تمیز نہ بات کرنے کی وہ کمبخت کیا جانیں کہ قومی ضروریات کیا ہیں اور قومی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے - ندوہ کے سالانہ جلسہ میں ہوتا ہی کیا ہے بکثرت ملانے جمع ہو گئے اور اُنہوں نے اُلٹی سیدھی

ہانکنی شروع کی اور تڑنوائے اُڑاکے اپنا بندھنا بوریا سنبھالا اور چلدیئے ہمیں ایسے علما کی ضرورت ہے جو سب سے پہلے ہمارے روحانی امراض کی تشخیص کریں جنھیں ہماری زار حالت کا پورا درد ہو جن کے دلمیں خوف خدا ہو جن کی آنکھوں میں شرم ہو جن میں خلق محمدی کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہو جو مسلمانوں کی زبوں تر حالت پر خون کے آنسو روتے ہوں جنھیں اسلام کا درد ہو۔ جو مقلد غیر مقلد۔ بدعتی اور وہابی مسلمانوں کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ جن کا کوئی کام ذاتی غرض پر مبنی نہ ہو جو کسی سے مفت کا ایک پیسہ لینا لحم خنزیر سے بھی بدتر خیال کرتے ہوں اگر ان صفات کے علما ہوں تو آج مسلمان بن جاتے ہیں اور یہ کل نااتفاقی جاتی رہتی ہے۔ مگر نہیں ندوہ میں ایسے مولوی بہت کم ہیں اور وہ آٹے میں نمک کی مثال ایسے ہیں کہ اُن کا عدم وجود برابر ہے اور باقی کل وہی ملانے بھرے ہوئے ہیں جن کی توصیف گذشتہ مضامین میں ہو چکی ہے کس کس کو روئیں اور کس کو پیٹیں ملانوں نے مل کے وہ ناک چنے چبوائے ہیں کہ خدا ہی اُنکا کفر توڑے تو ٹوٹے ——— بڑا ظالم گروہ ہے اور بڑا ہی ریاکار مجمع ہے۔ جہاں دیکھو نئے نئے بھیس میں مثل شیطان کے جلوہ افروز ہیں۔ کہیں مقلد ہیں تو کہیں غیر مقلد کہیں بدعتی ہیں تو کہیں وہابی۔ کہیں صوفی ہیں تو کہیں فقیر۔ غرض ان مذہبی بہروپوں سے جس طرح ہوتا ہے مسلمانوں کو لوٹتے ہیں۔ کون ہے جو ہمارے درد کی صدائیں سنے گا اور کون ہے جو ہماری داد کو پہنچے گا۔ آہ اے قوم آہ تیرے ہی افراد تجھے کس بیدردی سے برباد کر رہے ہیں۔ آہ اے مظلوم قوم آہ تو خیر الامم ہو کے یوں ستیاناس ہوا اور سہارا دینے والا نہ ملے۔ دعا کر اے ہاشمی نبی اپنی امت مرحومہ کے حق میں دعا کر اے خاتم النبیین اپنی مظلوم امت کے حق میں دعا کر اے کائنات کے خلاصہ نبی اپنی شکستہ دل امت کے حق میں دعا کر کہ خیر القرون کی طرح سب مسلمان بھائی بھائی بن جائیں۔ اُن میں اختلاف جاتا رہے۔ دشمنی کی جگہ اتحاد پیدا ہو جائے۔ امیر و غریب میں تمیز نہ رہے۔ سب شیر و شکر ہو جائیں اور ان میں ذرا بھی فرق نہ رہے سچّے دل سے خدائے قادر و مطلق کی عبادت کریں۔ معاملات میں صدق و صفائی آجائے۔ دلوں میں رقت پیدا ہو اپنی گذشتہ غلط کاریوں اور ناجائز افعال پر پشیمان ہوں اور کل مسلمان آپس میں گلے مل جائیں کلام خدا پر عمل کریں اور دین کو دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنائیں۔ تیری سچی عظمت اور محبت دلوں میں ترقی کرے اور سب مل کے تیرے احکام کی پوری

متابعت کریں۔ آمین ثم آمین ÷

کیا ہم میں اتفاق ممکن نہیں ہے

ہاں ممکن ہے ـــ اور یقینی ممکن ہے اس میں کسی طرح کا بھی کلام نہیں۔ اس لئے کہ ہم بھائی بھائی ہیں۔ ایک آسمانی کتاب کو مانتے اور ایک نبی کی امت ہیں۔ ہمارا ایک قبلہ ہے۔ اصول مذہب میں ہم سب متفق ہیں۔ نماز روزے اور زکوٰۃ کو فرض جانتے ہیں اور اس میں کسی طرح کا بھی اختلاف نہیں ہے ـــ قرآن مجید نے کوئی تفریق نہیں کی۔ کس کا مقلد اور کس کا غیر مقلد اور کس کا صوفی۔ کتاب اللہ میں اس کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ یہ سارے جھگڑے بے سود ہیں۔ اور اسلام سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں۔ ہم مقلدوں اور غیر مقلدوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ دونوں صاحبوں کے ظہور سے پہلے بھی اسلام تھا یا نہیں۔ ہاں تھا اور ضرور تھا اور ایسا اسلام تھا جس نے کافرستان کی بنیادوں کو اپنی تہذیب اور تمدن سے ہلا دیا تھا۔ جس کا شعلہ عرب کی مقدس سرزمین سے اٹھا اور یوروپ کو طے کرتا ہوا چین کے سمندر دشت وبیابان چھانتا ہوا ہندوستان کے ذرہ ذرہ میں سرایت کر گیا۔ یہ وہی اسلام تھا جس کے زمانہ کو خیر القرون کہتے ہیں۔ ہائے یہ وہی اسلام تھا جس کا ملائکہ بھی ادب کرتے تھے۔ ہاشمی شوکت کی بنا اسی اسلام نے ڈالی اور عرب کو عرب اسی اسلام نے بنا دیا ÷

ہاشمی شوکت کے بانی منعمی اکرم لقب
کچھ بھی تیرا اعزاز و اکرام اس جہاں میں ہی نہیں
امت مرحوم پہلی ہی نہیں ممنون تری
ہمنے دیکھا ہی بہت افسوس سے تورات کو
بیٹیوں کے ساتھ حضرت لوط کی ہمبستری
حضرت موسیٰ کو کہنا چور اُچکا راہزن
اُنکی عصمت کی شہادت شدومد سے تو نے دی
سرکشی اس سے بھلا ہے اسلام تیری گر کریں

نازش کسرے وقیصر فخر شاہان عرب
آسمان پر بھی ملائک کرتے ہیں تیرا ادب
انبیا کو ہی سبکدوشی ترے احسان سے کب
انبیا کی جبیں گستاخی سے ڈہایا ہی غضب
بت پرستی کا سلیمان پردہ پنہان عجب
تھی یہ تعلیم اناجیل نصارے بے ادب
اور نجات اُخروی کا اسکو ٹھیرایا سبب
وہ جہنم میں پڑیں دوزخ میں گر کے مریں

یہ وہی اسلام تھا جس نے ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ المومن لا یکذب مومن ہر
جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ صداقت تھی جس نے مومن اور غیر مومن میں یہ تمیز کر دی تھی کہ مومن وہی ہے
جو سچ بولتا ہے۔ صرف اسی قدر کہدینا کافی تھا کہ ہم مسلمان ہیں بس کل انسانی صفتیں بغیر چون و
چرا کے تسلیم کر لی جاتی تھیں۔ یا اب وہی اسلام ہے جس نے مقلدی اور غیر مقلدی کا جامہ پہن لیا
ہے اور ہم سچ کہتے ہیں اور ہمیں اپنے کہنے پر ناز ہے کہ اس بحث مقلدی اور غیر مقلدی سے
خیر القرون کے اسلام کو کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں محمود ہیں بہت سے ملکی جھگڑے
اس قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ جن میں سختی کے ساتھ صحابہ کا اختلاف ہوا اور باہم اس قسم کی بحثیں
ہوئیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب تلوار پر ہاتھ پڑ جائے گا۔ مگر اسلام واجب الاحترام سلام
سمجھو ملا مگر اسی اسلام اسی راستی اور صداقت سے قایم تھا اور کیا ممکن تھا کہ کوئی متنفس اپنی مطلب
براری کے لئے قول خدا یا قول نبی سے کھینچ تان کر کوئی تائید پیش کر سکتا۔ کس مقلد یا غیر مقلد کا زہرہ
ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مسلمانوں کو جن کے کانوں میں تقلید یا غیر تقلید
کی مکروہ صدائیں نہ گونجی تھیں۔ دائرہ اسلام سے خارج کر سکتا ہے۔ کتاب اللہ کافی سمجھی
جاتی تھی اور اُس کے سمجھنے کے لئے نہ فلسفہ کی ضرورت تھی نہ منطق کی۔ نہ صدرہ شمس بازغہ تصنیف
ہوا تھا۔ ایک ملکی اور فاضل سے فاضل مدنی سے لگا کر ایک وحشی بدوی تک قرآنی مضامین کو
جنہیں مقلدی اور غیر مقلدی نے اس قدر اہم اور ناقابل فہم بنا دیا ہے اچھی طرح سمجھ لیتا تھا اور
ایسا زبردست مسلمان بن جاتا تھا کہ دنیا کی مشتملہ قوت بھی اس کے عقیدہ کو متزلزل نہیں کر سکتی
تھی۔ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کتاب اللہ ہی کا ورد رہتا تھا۔ تمام دنیاوی معاملات میں تمام
دینی اوامر و نواہی میں کل ملکی معاشرت میں کتاب اللہ پوری جاری و ساری تھی۔ اور بغیر اس کے
مسلمان گھوڑے کی رکاب میں پیر تک نہ رکھتے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبر جیسا برحق اور
اسلام کا فدائی خلیفہ مریض ہوا اور مفارقت رسول اکرم و اطہر و اقدس میں مرض کی شدت ہوئی
تو ایک صحابی نے کچھ اشعار اُس قصیدہ کے پڑھے جو آپ کی تعریف میں ایک مستند شاعر نے
لکھے تھے آپ نے اسی شدت مرض میں آنکھ کھولی اور ارشاد کیا میں ہرگز گوارا نہیں کرتا

کہ بجائے قرآن مجید کے کسی شاعر کا قول سنوں۔ یہ تھا عشق کتاب اللہ سے جو ہمارے اسلام کا خلیفہ اول اس کتاب سے رکھتا تھا۔ پھر حضرت فاروق اعظم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہا کا پر عظمت اور جلال زمانہ آیا۔ یہ زمانہ اسلام میں سب سے زیادہ نامور ہوا ہے۔ خود ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر فاروق اعظم بارہ برس اور بھی خلیفہ رہتے تو یہ خونریزی جو مسلمانوں میں ہوئی کبھی نہ ہوتی۔ آپ کو کلام مجید کا کتنا بڑا احترام تھا کہ جب وقت وصال حضور انور نے کوئی وصیت نامہ لکھنا چاہا تو آپ نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لیئے کتاب اللہ کافی ہے اور اصل میں اُس نبی معصوم و برحق کی دلی غرض یہی تھی تاکہ وقت وصال اس بات کا امتحان ہو جائے کہ میرے صحابہ کتاب اللہ کو میرے اقوال کے مقابلہ میں کتنا وقیع اور محترم سمجھتے ہیں آپ کی مراد بر آئی اور جبوقت یہ باادب اور انقطاعی الفاظ حضرت فاروق اعظم کے گوش مبارک میں پہونچے کہ ہمارے لیئے کتاب اللہ بس ہے فوراً آپ کو اطمینان ہو گیا اور اسی اطمینان میں آپ کو وصل باری تعالے نصیب ہوا ❊ سے

جانم فدائے تو کہ ترا ہست بیگمان ❊ از بعد تا بمہد ہیں منکر امتان

اللہ اکبر ہمارے ذوالجلال رب اے قادر مطلق کے اے کائنات کے مالک قرآن مجید کا یہ احترام تیرے بندوں میں ہوا۔ اور اس راست بازی اور صداقت سے تجھ پر جان فدا کریں۔ جن کا نظیر اس دنیا نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا جن میں ہزارہا اختلافات پڑیں۔ مگر قرآن مجید کی ایک آیت لمحہ بھر میں سب کا فیصلہ کر دے اور ایسا فیصلہ کہ قیامت تک اس میں چون وچرا کی گنجائش نہ رہے۔ حضرت فاروق اعظم رض جب کسی وجہ سے زیادہ جوش میں آجاتے تھے اور آپ کا غصہ اعتدال سے تجاوز کر جاتا تھا تو کتاب اللہ کے دو لفظ آپ کی غصہ کی آگ ٹھنڈا کرنے کے لیئے بہت کافی ہوتے تھے۔ جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور اُس وصال کی دردناک صدائیں آپکے کانون میں پہنچی ہیں۔ یکایک آپ کی حالت بدل گئی۔ اور اُس بےنظیر عشق سے جو حضرت فاروق اعظم اپنے آقائے نامدار سے رکھتے تھے۔ آپ جوش میں بھر آئے۔ اور ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اگر کسی نے میرے ہادی برحق کی نسبت یہ زبان سے نکالا کہ اس کی وفات ہو چکی ہے تو میں اپنی اس تلوار سے گردن اڑا دوں گا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی شخص دوسری صورت سے آپ کو سمجھا سکتا۔ جبکہ عشق کی آگ کامل لگ چکی تھی اور سوائے یا رسول اللہ یا رسول اللہ کہنے کے اور کچھ زبان پر نہ آتا تھا۔ فوراً حضرت صدیق اکبر نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی۔ قرآنی الفاظ سنتے

ہی نہ صرف غصہ ٹھنڈا پڑ گیا بلکہ تلوار کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
تم پر رحمت ہو کہ تمہاری ہی مقدس کوششوں اور اسلامی پاک جذبوں سے آج دنیا کے
میں اسلام کی توحید کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ تمام دنیا کی ممکن الوقوع مصیبتیں ہلا ... چکیں مگر
برابر اس کی اصلی حالت میں فرق نہ ڈال سکیں۔ بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ بڑے بڑے خاندان
برباد ہو گئے۔ بڑی بڑی حکومتیں نسیاً منسیاً ہو گئیں۔ لاکھوں مسلمان غیر قوموں کے ہاتھ سے اسلامی شان
میں ذبح کر دیئے گئے۔ بہت سی خلافتوں کی اینٹ سے اینٹ بجگئی۔ لاکھوں میل مربع زمین مسلمانوں کے ہاتھ
سے نکل گئی۔ بڑے بڑے عظیم الشان سمندر جن پر اسلامی پھریرا اڑتا تھا۔ آج دوسری حکومتوں کے
ان کی لہریں بغلگیر ہو رہی ہیں۔ تو بھی اسلام جوں کا توں باقی ہے اور اس کی عظمت میں ذرا بھی فرق نہیں
آیا۔ حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں جبکہ فتوحات اور اشاعت اسلام کو غیر معمولی وسعت ہو گئی تھی اور اس
مکروہ اور ناقابل معافی جرم یعنے مقلدی اور غیر مقلدی کا عقیدہ نام کو بھی کوئی مسلمان نہیں جانتا تھا۔ یہ
کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم ایسے سچے اور صادق الوعد مسلمانوں کو اس سبب سے برا کہہ سکیں کہ وہ مقلد یا
غیر مقلد نہیں تھے۔ بدقسمتی سے جب کوئی اسلام کا سر دھڑ نہیں رہا تو یہ نامحمود جھگڑا جس کی کچھ بھی اصل
نہیں ہے۔ ملانوں نے روٹیاں کمانے کے لئے کھڑا کر دیا اور اس اصلی اسلام کو اصحابہ راشدین کا تھا
ان ناہنجاروں نے بالکل مٹا دیا۔ اور کوئی ملعون ملانا اپنے وعظ میں یہ بیان نہیں کرتا کہ اس بدبخت تقلید
اور غیر تقلید سے پہلے کیسے مسلمان تھے اور ان کا کیسا اسلام تھا۔ مسلمانوں یاد رکھو۔ کہ تقلید اور غیر تقلید جو
یہ عبدالدرہم ملا تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اسلام سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور راہ
حق سے اس کا فاصلہ لاکھوں بلکہ کروڑوں فرسنگ ہے۔ یہ نابکار گروہ ان پیچیدہ اختلافی مسائل کو جنہیں بڑے
بڑے مجتہد اور محدث اور مفسر بھی نہیں سمجھ سکتے ان پڑھ مسلمانوں کے آگے پیش کرتا ہے اور اس دشمن اسلام
فریق کی اصلی غرض یہی ہوتی ہے کہ ان میں نااتفاقی ہو اور ان کے گھر سے ہوں۔ ہماری غرض جو کچھ ہم لکھ
چکے ہیں یا آئندہ لکھیں گے۔ اس سے صرف یہی ہے کہ بدقسمت مسلمان ہوش میں آجائیں۔ مقلد اور غیر مقلد
گلے مل جائیں۔ مُلاّنوں کو ہمیشہ کے لئے استعفار دے دیں اور یہ سمجھیں کہ مُلاّؤں اور مسلمانوں کے اسلام
زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ تقلید اور غیر تقلید ان میں کسی قسم کا فرق
نہیں ڈال سکتا۔ یہ فروعات کو نفس اسلام سے کچھ بحث نہیں ہے۔ جب اصول میں تم سب ایک ہو تو پھر

بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے تم ایک دوسرے پر بری نظریں کیوں ڈالتے ہو ✦

(اشعار)

لو آجاؤ سب آج مل مل کے روئیں
طبیعت کو بغض اور کینہ سے دھوئیں
دلوں سے پُرانی کدورت کو دھوئیں
دلوں میں محبت کا تخم آکے بوئیں

برس جائے خون آج چشمان تر سے
خبردار ہو قوم اپنے ضرر سے

کلیجے پھٹیں سن کے زاری ہماری
جو آجائے رونے کی باری ہماری
لرز جائیں دل سن کے خواری ہماری
ہو آنکھوں کی رقت بھی جاری ہماری

بہا دیں سمندر ڈبو دیں جہاں کو
دکھا دیں کرشمے یہ پیر و جواں کو

دلوں میں ہو یاس اور حسرت کی شدت
ہو آنکھوں پہ بالکل محیط ابر رحمت
طبیعت میں الفت کی برقی ہو حرکت
حمیت کے خون کی ہو رگ رگ میں رقت

محبت کی آتش سے گرمائے عالم
مروت کے شعلے سے تپ جائے عالم

اگر تم میں کچھ بھی خوف خدا ہے۔ اگر تمہارے دلوں میں نبی معصوم و برحق کی کچھ بھی شرم ہے۔ اگر ذرا بھی تمہاری آنکھوں میں دین خدا کی لاج ہے۔ اگر صحابہ راشدین اور آئمہ مطہرین کا کچھ بھی پاس رکھتے ہو تو آؤ دیکھو ہم کیا کہتے ہیں۔ تمام پرانے جھگڑوں اور قضیوں کو بالائے طاق رکھو۔ باہم شیر وشکر ہو جاؤ اور اس رسّی کو جو ہمارے آقا، نامدار فخر رسل صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس بٹا ہے مضبوطی سے پکڑ لو۔ مثل سگے بھائیوں کے بن جاؤ۔ خواہ تم مقلد ہو یا غیر مقلد۔ صوفی ہو یا وہابی۔ بدعتی ہو یا غیر بدعتی سب خیر الامم ہونے کا فخر رکھتے ہو اور سب شافع روز محشر کی شفاعت کی امیدیں رکھے ہوئے ہو پھر تم میں کس بات کا فرق ہے۔ تمہاری نافہمی نے تم میں تعصب پیدا کر دیا ہے تمہارے

تعصب نے تمہیں جادۂ حق سے ہٹانا زہر ہلاہل ہے۔ اور جوش زہر ہلاہل ہو گی اس کا نتیجہ مصیبت ہے اور جب اسلام کی طرف سے تمہیں موت آگئی تو تمہاری دنیاوی زندگی پر تف ہے۔ غضب خدا کا تم اپنے کو نبی برحق کی امت میں کہتے جاتے ہو۔ اور اسی کے دین میں لڑتے جاتے ہو۔ تمہیں کسی کے ذاتی اعمال اور عقاید سے کیا غرض۔ اگر ایک شخص پکار کے آمین کہتا ہو تو اسے کہنے دو۔ اور نہیں کہتا تو اس کے کیوں مضر ہوتے ہو۔ اگر ایک شخص ایک امام کا فیصلہ نہیں مانتا نہ مانے۔ اگر ایک شخص زلفین بڑھا کے گیروا کپڑے پہنتا ہے اور لوگوں کو مرید بناتا ہے تو بنانے دو۔ تم اسے کیوں حقارت سے دیکھتے ہو۔ جبکہ وہ پشتینی مسلمان ہے اور خود بھی مسلمان ہونے کا اعتراف کرتا ہے للہ جزو کل اختلافات کو جو ملانوں نے پیدا کر دیئے ہیں۔ یک لخت اٹھا دو۔ تمہارا اسلام ان تمام جھگڑوں سے پاک ہے۔ جو ملانے وقتاً فوقتاً نئی نئی صورتوں میں تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جس طرح رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ ایک طولانی خونریزی کے بعد باہم شیر و شکر ہو گئے ہیں۔ کاش اسی طرح تم بھی ہو جاؤ تو یہ ساری خرابیاں دور ہو جائیں۔ نصاریٰ کے ان دو بڑے فریق میں بڑا فرق ہے ایک فریق اپنے کو موحد اور دوسرے کو بدعتی کہتا ہے۔ مگر پھر بھی وقت پر ایک دوسرے کا معاون اور مددگار اور کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ ہندوستان کے کسی حصہ میں جہاں ہزاروں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ آباد ہوں کوئی جھگڑا ہوا ہو۔ یا ہمارا اتفاق کا وعظ ملانوں کو کتنا ہی گراں گذرے ہم تو یہی کہے جائینگے

شعر

خرابی کا باعث ہے یہ سب نفاق + ارے اتفاق اتفاق اتفاق

تمت

جلد اوّل ختم ہوئی